جدید نصاب

بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

افہام القرآن

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ

تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے

✪ پروفیسر مغیث الدین ✪ پروفیسر ذوالفقار علی قیصرانی ✪ پروفیسر محمد اسلم ملک ✪ پروفیسر محمد اظہر حسن

✪ پروفیسر مسز طاہرہ سلام ✪ پروفیسر مسز سلوت مقبول ✪ پروفیسر مسز شگفتہ اشرف

قریشی برادرز پبلشرز

چوک اُردو بازار لاہور پاکستان

فون: 7232294

Scanned with CamScanner

بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے جدید نصاب کے مطابق معیاری اور منفرد کتاب

افہام القرآن

انشائی طرز

معروضی طرز

جدید نصاب

سورۃ البقرہ، رکوع 21 تا آخر

سورۃ النور، عنوانات

مع عربی گرامر

برائے بی اے، پرچہ الف

پروفیسر ذوالفقار علی قیصرانی
شعبہ اسلامیات
گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج ڈیرہ غازیخان

پروفیسر مسز طاہرہ سلام
پرنسپل
گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین ملتان

پروفیسر محمد اسلم ملک
شعبہ اسلامیات
گورنمنٹ کالج بوسن روڈ ملتان

پروفیسر مسز سلوت مقبول
صدر شعبہ اسلامیات
گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین، ساہیوال

پروفیسر محمد اظہر حسن
صدر شعبہ اسلامیات
گورنمنٹ کالج، عارف والا

پروفیسر مسز شگفتہ اشرف
شعبہ اسلامیات
گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین ملتان

سرپرست اعلیٰ
پروفیسر مغیث الدین
سابق صدر شعبہ اسلامیات وعربی
گورنمنٹ علمدار حسین ڈگری کالج، ملتان

قریشی برادرز پبلشرز
چوک اردو بازار
لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق مصنف و پبلشر محفوظ ہیں

کوئی ادارہ یا کوئی شخص اس کتاب کے نام اس کے کسی حصہ یا
مواد کو پبلشر کی اجازت کے بغیر شائع کرنے کا مجاز نہ ہوگا

اشاعت ---------------------- 2008ء – 2009ء
قیمت: ---------------------- 137:50
طابع: ---------------------- عبدالصمد قریشی
مطبع: ---------------------- حافظ جمیل پرنٹرز لاہور

نوٹ:

زیر نظر کتاب کو بہت احتیاط اور تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے اور کوشش یہ کی گئی ہے کہ کتاب میں کوئی فظ/ جملے میں یا پھر زیر زبر کی غلطی نہ پائی جائے اگر پھر بھی کوئی غلطی غیر دانستہ طور پر رہ جائے تو ادارے کو طلع کر کے شکریہ کا موقع دیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں غلطی کو درست کر کے اسے بہتر بنایا جا سکے۔

شکریہ

انتساب

ان فاضل اساتذہ علوم اسلامیہ
کے نام
جن کا خلوص اور تعاون ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے

یا اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما

پیش لفظ

قرآن حکیم بنی انسان کیلئے آخری ہدایت نامہ، شریعت اسلامیہ کا ماخذ، اسلامی تعلیمات کی اساس اور دین حنیف کا سرچشمہ ہے۔ اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا اولین فریضہ ہے۔ قرآن مجید ہماری فلاح اور اُخروی نجات کا ضامن ہے۔ جیسا کہ آنحضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے۔

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ۔

کتاب ہذا "افہام القرآن" قرآن کا مطالعہ ہے۔ جو بی اے علوم اسلامیہ اختیاری پرچہ الف کے کامل نصاب کی جامع ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل اجزاء شامل ہیں۔

۱۔ تعارف تفسیر:

۲۔ سورۃ البقرہ کے آخری بیس رکوع اور سورۃ النور کا لفظی وبامحاورہ ترجمہ:

۳۔ سورتوں کے متعلقہ عنوانات کا مطالعہ:

۴۔ عربی گرامر:

کتاب "افہام القرآن" کے مرتبین فاضل اور تجربہ کار اساتذہ ہیں۔ جو مدت سے ڈگری اور ایم اے کلاسز کو پڑھا رہے ہیں۔ ان کی پوری زندگی مطالعہ قرآن اور علوم اسلامیہ کی تدریس میں گزری ہے۔ وہ صاحب علم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب عمل بھی ہیں۔ اور ہر وقت دین حنیف کی اشاعت کیلئے کمربستہ رہتے ہیں۔ موجودہ تالیف ان کی اسی تبلیغی سلسلہ کی کڑی ہے۔

ہم نے مجوزہ نصاب میں شامل متن قرآن کا ترجمہ الفاظ کی تشریح اور نحوی وصرفی توضیح آسان اسلوب میں کی ہے۔ جس میں طلباء کی امتحانی ضروریات کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

عربی گرامر طلبہ کی ذہنی سطح کے مطابق آسان اور سادہ زبان میں تحریر کی گئی ہے۔

ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ کہ مثالیں مجوزہ قرآنی نصاب سے ہوں۔

کتاب کا اہم ترین حصہ سورۃ البقرہ اور سورۃ النور کے مختلف مجوزہ عنوانات کا ہے۔ اس میں سورۃ البقرہ کے مجوزہ عنوانات پروفیسر مغیث الدین کی طویل تدریسی کاوش اور مطالعہ قرآن کا حاصل ہے۔ جس میں ان کی ڈاکٹر محمد نواز چوہدری نے بھرپور اعانت کی۔

سورۃ النور کے مجوزہ عنوانات ڈاکٹر محمد نواز چوہدری نے تحریر کئے ہیں۔ اس میں انہیں اپنے معاون مؤلفین کی بھرپور معاونت حاصل رہی ہے۔ ہم نے مجوزہ عنوانات کی تشریح ان دو سورتوں تک محدود نہیں رکھی۔ بلکہ قرآن مجید کی دیگر سورتوں

Scanned with CamScanner

سے بھی ضروری اور مفید معلومات فراہم کر کے زیر بحث عنوان میں شامل کر دی ہیں۔ تاکہ مضامین کا پوری طرح احاطہ ہو سکے۔ علاوہ ازیں جدید ملی تقاضوں کو بھی مد نظر رکھا ہے اور فروعی مسائل سے اجتناب کیا ہے۔ نیز اسلام کی اساسی اور آفاقی تعلیمات کو پیش کیا ہے۔ نتیجۃً موضوع کی افادیت میں بیش بہا اضافہ ہو گیا ہے۔

اس طرح زیر مطالعہ کتاب مندرجہ ذیل امتیازی خصوصیات کی حامل ہے۔

۱۔ کتاب بی زیڈ یونیورسٹی نصاب کے عین مطابق تحریر کی گئی ہے۔ جس میں طلباء کی درسی حاجات امتحانی ضروریات اور ذہنی معیار کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

۲۔ قرآنی الفاظ کے معانی لفظی اور بامحاورہ ترجمہ نیز آیات کی تشریح معروف و مستند تفاسیر کی روشنی میں تحریر کی گئی ہے۔

۳۔ عربی گرامر آسان اور عام فہم اسلوب میں لکھی گئی ہے۔ نیز ہر رکوع کے نحوی اور صرفی نکات امتحانی ضروریات کے پیش نظر حل کئے گئے ہیں۔

۴۔ عنوانات کی توضیح و تشریح میں فروعی اور متنازعہ مسائل سے مکمل اجتناب کیا گیا ہے۔ بلکہ قرآن کے آفاقی اور لازوال پیغام کو اجاگر کیا گیا ہے۔

۵۔ کتاب کے آخر میں معروضی سوالات دیئے گئے ہیں۔ تاکہ امتحان کی تیاری میں طلباء کے معاون ہوں۔

۶۔ اس طرح یہ کتاب ہر قسم کے طلباء کی ضروریات کی کفیل ہے۔

اس سلسلہ میں ہم محترم عبدالصمد قریشی صاحب کو دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ جنہوں نے فاضل اساتذہ کی اچھی ٹیم جمع کی اور اپنی سابقہ روایات کے عین مطابق طلباء کو بہترین کتاب مہیا کی جو امتحان میں کامیابی کی ضامن ہے۔

کتاب میں جو بھی خوبی ہے۔ وہ سراسر فضل الٰہی ہے۔ اور جو کوئی خامی ہے۔ وہ ہماری کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ کتاب میں مزید بہتری کیلئے فاضل اساتذہ کے مشورے اور تجاویز قلبی تشکر کے ساتھ قبول کئے جائیں گے۔

آخر میں ہم خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ ہماری اس حقیر دینی کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور عامۃ المسلمین کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین!

مؤلفین

نیا نصاب، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، بی۔اے
اسلامیات اختیاری پرچہ (الف)
برائے سیشن 2002ء و مابعد

سورۃ البقرہ کے آخری بیس رکوع و سورۃ النور مکمل

۱۔	تعارف تفسیر	۱۰ نمبر
۲۔	مطالعہ متن القرآن المجید	۳۰ نمبر
۳۔	مجوزہ عنوانات کا مطالعہ	۳۰ نمبر
۴۔	عربی قواعد	۲۰ نمبر
۵۔	معروضی سوال (لازمی)	۱۰ نمبر
		کل نمبر ۱۰۰

نصاب کی تفصیل
پرچہ (الف) القرآن الحکیم

۱۔ تعارف تفسیر — ۱۰ نمبر

تفسیر کا معنی و مفہوم اور اس کی ضرورت و اہمیت
تفسیر کی اقسام (تفسیر بالماثور، تفسیر بالرائے)
تفسیر قرآن مجید کے ماخذ۔ قرآن مجید، حدیث نبویؐ
اقوال صحابہ کرامؓ۔ اقوال تابعینؒ
قرآن مجید کا دیگر کتب سماویہ سے موازنہ

۲۔ مطالعہ متن قرآن مجید (لفظی ترجمہ و تشریح) — ۳۰ نمبر

سورۃ البقرہ: آخری بیس رکوع
سورۃ النور: مکمل

۳۔ مجوزہ عنوانات کا مطالعہ — ۳۰ نمبر

(الف) سورۃ البقرہ کے آخری بیس رکوع میں سے مندرجہ ذیل موضوعات پر جامع مضمون
قصاص و دیت، حرمت خمر و میسر۔ ایلاء۔ طلاق۔ خلع۔ عدت۔ رضاعت۔ مہر۔ انفاق فی سبیل اللہ۔ حرمت ربوا۔ جہاد فی سبیل اللہ۔

(ب) سورۃ النور کی روشنی میں مندرجہ ذیل موضوعات پر جامع مضمون
حدود اللہ۔ (حد زنا۔ حد قذف) لعان۔ واقعہ افک۔ ابلاغیات کا اسلامی تصور (اشاعت فحش کی ممانعت) احکام پردہ۔ استیذان۔ اطاعت رسول۔ حکومت الٰہیہ کا قیام۔

۴۔ عربی قواعد — ۲۰ نمبر

جملہ اسمیہ و فعلیہ۔ مرکب اضافی۔ مرکب توصیفی۔ اسم الفاعل۔ اسم المفعول۔ ثلاثی مجرد و ثلاثی مزید فیہ کے ابواب کی پہچان۔

۵۔ معروضی سوالات پرچہ الف کے تمام اجزاء پر مشتمل ہوں گے۔ — ۱۰ نمبر

Scanned with CamScanner

فہرست

نمبر شمار - عنوان	صفحہ
۱- تعارف تفسیر	۱۰
مفہوم' اقسام اور ادوار	۱۱
تفسیر قرآن کے ماخذ	۲۰
قرآن مجید کا دیگر آسمانی کتب سے موازنہ	۲۹
مطالعہ متن قرآن مجید	۴۰
۲- سورۃ البقرۃ- ترجمہ و گرامر	۴۱
۳- سورۃ النور- ترجمہ و گرامر	۲۷۶
عنوانات سورۃ البقرہ	
قصاص ودیت	۳۸۷
۱- حرمت خمر ومیسر	۳۸۹
۳- ایلاء	۳۹۵
۴- طلاق	۳۹۸
۵- خلع	۴۰۸
۶- عدت	۴۱۳
۷- رضاعت	۴۱۹
۸- مہر	۴۲۲
۹- انفاق فی سبیل اللہ	۴۲۸
۱۰- الربا	۴۴۰
۱۱- جہاد فی سبیل اللہ	۴۴۹
سورۃ النور	
۱۶- حدود اللہ	۴۶۰
۱۶-(ا) حد زنا	۴۶۱
۱۶-(ب) حد قذف	۴۶۸
۱۷- لعان	۴۷۲
۱۸- واقعہ افک	۴۷۶
۱۹- ابلاغیات کا اسلامی تصور	۴۸۱
۲۰- اشاعت فحش کی ممانعت	۴۸۲
۲۱- احکام پردہ	۴۸۶
۲۲- استیذان	۴۹۹
۲۳- اطاعت رسولؐ	۵۰۴
۲۵- حکومت الٰہیہ کا قیام	۵۱۵
عربی گرامر	۵۱۸
۲۷- مرکب	۵۲۲
(مرکب اضافی ومرکب توصیفی)	۵۵۲
۲۸- فعل اور اس کی اقسام	۵۲۷
۲۹- ثلاثی مجرد	۵۲۸
۳۰- ثلاثی مزید فیہ کے ابواب	۵۳۲
۳۱- حروف جر	۵۴۰
معروضی سوالات	۵۵۰
۳۳- تعارف تفسیر	۵۵۱
۳۴- سورۃ البقرۃ	۵۵۷
۳۵- سورۃ النور	۵۷۲
۳۶- ماڈل پیپرز	۵۷۳

قرآن مجید

ترجمہ وتشریح

مع

عربی گرامر

جدید نصاب

تعارفِ تفسیر

تفسیر کا معنیٰ و مفہوم

لغوی مفہوم :

تفسیر مادہ (فسر) ف۔ س۔ ر سے باب تفعیل ہے۔ اس مصدر سے متعلقہ الفاظ میں عام طور پر شرح، وضاحت اور بیان کے معنی پائے جاتے ہیں چنانچہ فَسَّرَ (ماضی) کے مصدری معنی ہیں واضح کرنا، تشریح کرنا، کھولنا مراد بتانا اور نقاب کشائی کرنا وغیرہ۔ فَسَّرَ الامر کے معنی ہیں اس نے معاملہ کی وضاحت کی، بات کی مراد بتائی اور معاملہ کی مشکل کو کھول کر بیان کیا۔ تفسیر کا لفظ اس سے ماخوذ ہے جس کے معنی کسی عبارت کے مطلب کو واضح کرنے یا کلام کے معنی کھولنے، تشریح کرنے اور بیان کرنے کے ہیں۔ مشہور عربی ڈکشنری "لسان العرب" کے مصنف لکھتے ہیں۔

فَسَّرَ کے معنی ہیں اظہار و بیان، تفسیر کا مفہوم بھی یہی ہے۔ فَسَّرَ نقاب کشائی کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ تفسیر کرتے وقت بھی مشکل لفظ کے معنی و مفہوم کو بے نقاب کر کے کھول دیا جاتا ہے۔" (لسان العرب ج ۲ ص ۳۶۱)

اصطلاحی مفہوم :

علم تفسیر کی اصطلاحی تعریف مختلف علماء نے مختلف کی ہے تاہم یہ تعریفات معنی و مفہوم کے اعتبار سے مشترک ہیں۔ مثلاً "علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں۔

"تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں الفاظ قرآن کے تلفظ، ان کے مفہوم، ان کے احکام، فردی اور ترکیبی سے بحث کی جاتی ہے۔" (روح المعانی ج ۱ ص ۴)

"منہج الفرقان کا مفسر لکھتا ہے۔

"تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں بشری استطاعت کی حد تک بحث کی جاتی ہے۔ کہ الفاظ قرآنی سے خداوند تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟" (ابو سلامہ، منہج الفرقان۔ ج ۲ ص ۶)

اسی طرح زاہد الحسینی نے لکھا ہے۔

"تفسیر وہ علم ہے جس میں قرآن کریم کے الفاظ اور ان کے معانی اور مصداق سے انفرادی اور اجتماعی طور سے بحث کی جائے۔" (تذکرۃ المفسرین ص ۱۷)

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ۔

"تفسیر ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے رسول اللہؐ پر نازل شدہ کتاب کے معانی سمجھے

Scanned with CamScanner

جاتے ہیں۔ اور اس کتاب کے احکام و مسائل اور اسرار و حکم سے بحث کی جاتی ہے۔
(الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۱۷۴)

الاتقان میں ہی مرقوم ہے کہ
"تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں قرآنی آیات کے نزول، ان کے متعلقہ واقعات، اسباب نزول نیز مکی و مدنی آیات، محکم و متشابہ، ناسخ و منسوخ، خاص، عام، مطلق، مقید، حلال و حرام، وعدہ وعید، امر و نہی اور عبرت و امثال سے بحث کی جاتی ہے۔"

مذکورہ بالا تعریفات میں یہ بات مشترکہ طور پر پائی جاتی ہے کہ تفسیر وہ علم ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب سمجھی جاتی ہے جو اس نے اپنے محبوب پیغمبر محمد ﷺ پر نازل فرمائی۔ اس طرح علم تفسیر کا موضوع "کلام اللہ" ہے اور اس سے مقصود قرآن پاک کے معانی کا بیان، احکام کا استنباط (نکالنا) اور مسائل کا استخراج (اخذ کرنا) ہے اور اس سلسلے میں متعدد علوم۔ علم لغت، صرف و نحو، معانی و بیان، حدیث و فقہ اور دیگر عقلی و نقلی علوم سے بھی مدد لی جاتی ہے۔

تفسیر کی ضرورت و اہمیت

تفسیر کی ضرورت و اہمیت اور افادیت مندرجہ ذیل دلائل سے واضح ہے۔

۱۔ ہر ایک کی ضرورت:

قرآن حکیم بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت اور اصلاح و فلاح کے لئے نازل ہوا۔ جو تا قیامت تمام انسانوں اور زمانوں کے لئے ضابطہ حیات ہے۔ (ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْن) قرآن نہ صرف ایک فرد کی دنیا و آخرت کی زندگی میں کامیابی و ناکامی کے اصول بتاتا ہے بلکہ اقوام کی ترقی و تنزل کے ضابطے بھی بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ
آنحضور ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ ۝

بے شک اللہ تعالیٰ قرآن کی بدولت بعض افراد و اقوام کو بلند کرتا ہے اور دوسروں کو پست کرتا ہے۔

قرآن حکیم جس رشد و ہدایت اور ترقی و تنزل کے قوانین کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے نیز اس کا معجزانہ اسلوب بیان، جن حکمتوں کا جامع ہے جب تک ان سے آگاہی حاصل نہ کی جائے تب تک ان کی پیروی ممکن نہیں۔ یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ ہم قرآن کی زبان اور اس کے الفاظ کے معنی و مطالب تک رسائی حاصل کریں۔ لہٰذا قرآن پاک سے استفادہ کے لئے قرآن فہمی ضروری ہے جس کے لئے لامحالہ علم تفسیر کی ضرورت پڑتی ہے۔ علم تفسیر کا مقصد کلام اللہ کے

مطالب، اس کے احکام و حکمتوں کو کھولنا ہے تاکہ ہر انسان ان کو بآسانی سمجھ کر ان پر عمل کر سکے۔ لہٰذا تفسیر ہر انسان کی اولین ضرورت ہے۔

۲۔ مسلمان کی عملی ضرورت:

قرآن مجید شریعت اسلامیہ کا ماخذ اول، اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ اور دین حنیف کا منبع ہے جس کا فہم و ادراک ایک مسلمان کی اولین ذمہ داری ہے لیکن موجودہ دور میں مسلمانوں کی غالب اکثریت عربی زبان سے نابلد ہے۔ اس لئے وہ قرآن حکیم کو گھروں، مجلسوں اور قبرستانوں میں خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرنے پر قانع ہو گئی ہے یا حصول برکت کے لئے گھروں میں قرآن زینت طاق بنا کر رکھا ہے۔ وہ یہ بات دانستہ یا غیر دانستہ طور پر فراموش کر چکے ہیں کہ قرآن کے مسلمانوں پر کچھ حقوق بھی ہیں جن کی ادائیگی پر ہی ان کی دنیاوی اور اخروی زندگی کی کامیابی منحصر ہے۔ ان حقوق کی ادائیگی مطلق قرآت سے ممکن نہیں بلکہ اس کے لئے قرآن کا فہم اور اس پر عمل بھی ضروری ہے جو تفسیر کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا علم تفسیر ایک مسلمان کی عملی ضرورت ہے۔

۳۔ عقل و فہم میں فرق:

علاوہ ازیں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام اشخاص یکساں عقل و فہم کے مالک نہیں ہوتے ان کی استعداد، صلاحیت، ذہانت، قابلیت میں نمایاں فرق ہوتا ہے کوئی کج فہم ہے تو کوئی ذو فہم، کوئی ذکی ہے تو کوئی غبی، یہی وجہ ہے کہ کسی بات، یا کلام کو سمجھنے میں ہر شخص یکساں نہیں ہوتا۔ پھر عام لوگوں کو کلام تو الگ رہا جب معاملہ اللہ ذوالجلال کے شایان کلام کا ہو جس کی جامعیت، ہمہ گیریت، وسعت اور شوکت کا کوئی ٹھکانہ نہیں جس میں بے شمار مطالب و معانی فصاحت و بلاغت کے اسلوب، اوصاف کلام اور اسرار و معارف کے گلہائے رنگ رنگ کا ایک چمن زار کھلا ہوا ہے تو ظاہر ہے ایسے کلام کی تفسیر و تشریح ایک لازمی امر ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسے سمجھ سکیں۔

۴۔ علماء کی ضرورت:

قرآن علوم و فنون کا گنجینہ اور حکمتوں کا خزینہ ہے لیکن ان تمام علوم کا احاطہ ہر انسان کے بس کی بات نہیں۔ علم تفسیر ان خزینہ ہائے علمی کی کنجی ہے جس کے بغیر قرآن کے علوم و معارف کا باب وا نہیں ہوتا۔

پھر قرآن مجید بنیادی اصول اور کلیات کی کتاب ہے جس میں جزئیات اور فروعی باتیں کم بیان کی گئی ہیں۔ اس لیے ضرورت ہے کہ ان بنیادی اصولوں کی تشریح اور کلیات کی تفصیل

و تفسیر سے واقفیت حاصل کی جائے۔ اس کے علاوہ قوانین واحکام کی تفصیلی صورت، حدود و قیود اور ان کا اطلاق واضح طور پر متعین کرنا چاہیے۔ اس نکتہ کی طرف تاریخ القرآن میں اس طرح توجہ دلائی گئی ہے۔

"قرآن کلام الٰہی ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ قرآن میں انسانیت کی تمام دنیوی اور اخروی ضروریات کے لئے ہدایات ہیں۔ اور تمام علوم و فنون موجود ہیں چونکہ ہدایت و ضروریات کی انتہاء نہ تھی۔ اور کلام حد تحمل بشری سے باہر نہ تھا۔ اس لئے صرف اصول مذکور ہیں۔ اور بعض امور بالاجمال ہیں۔ اس لئے ان کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔"

۵۔ فریضہ نبوت :

قرآن کی تفسیر و تشریح بھی محمد ﷺ کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ تھا چنانچہ آپ کے فرائض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

اور وہ کتاب کی تعلیم دیتے اور سکھاتے ہیں۔ (آل عمران۔ ۱۶۴)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ

اے پیغمبر ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ خدا کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے مقدمات فیصل کرو۔ (النساء : ۱۰۵)

قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیات سے تفسیر کی ضرورت واہمیت واضح ہے۔ جو بتارہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن پاک کی تفسیر کا فریضہ سونپا تھا۔

صحابہ کرامؓ عرب تھے قرآن عربی زبان میں نازل ہوا۔ انہیں قرآن کے معنی و مطالب معلوم کرنے میں بظاہر کوئی دقت پیش نہیں آتی تھی۔ لیکن اکثر اوقات انہیں بھی فہم قرآن کے لئے آنحضورؐ سے استفسار اور سوال کرنا پڑتا تھا۔ اس کی ایک وجہ تو قرآن فہمی میں صحابہ کرام میں فرق مراتب تھا۔ دوسری وجہ قرآن پاک کی مخصوص اصطلاحی زبان تھی جس نے بکثرت الفاظ کو اس کے لغوی مفہوم سے ہٹا کر خالص دینی اصطلاح میں استعمال کیا ہے۔ مثلاً "دین، عبادت، صلوٰۃ و زکوٰۃ، ایمان واسلام، کفر و نفاق، اور شرک وغیرہ کے الفاظ۔ مثال کے طور پر جس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (الانعام: ۸۲)

"اور وہ اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملاتے"

تو صحابہؓ نے آپ کی طرف رجوع کیا اور کہا۔

"ہم میں سے کونسا شخص ایسا ہے جس نے اپنی جان پر ظلم نہیں کیا یعنی گناہ کو مرتکب نہیں ہوا۔ اس وقت حضور پاک نے لفظ ظلم کی تفسیر "شرک" کے ساتھ فرمائی۔ اور سورت لقمان آیت ۱۳ کا حوالہ دیا۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○

(یعنی شرک بہت بڑا ظلم ہے)

چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ صحابہ کرام کی اس ضرورت اور مشکل کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"قرآن کریم افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عربی زبان میں نازل ہوا۔ حضرات صحابہ اس میں بیان کردہ مسائل واحکام سے آگاہ تھے البتہ اس کے باطنی دقائق و حقائق آنحضورؐ سے دریافت کرنے پر ہی معلوم ہو سکتے تھے۔"

(الاتقان فی علوم القرآن : ج ۲ ص ۴۴)

۴۔ تعامل صحابہؓ :

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے تفسیر کے سیکھنے کا صحابہ کو بھی حکم دیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے۔

"سورہ الحدید اور اس کی تفسیر سیکھو۔"

ایک موقع پر حضورؐ نے حضرت ابن عباسؓ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ

"تو قرآن کا کیا اچھا ترجمان ہے۔"

آپ کے بعد پھر صحابہ کے دور میں تفسیر و تشریح کلام خداوندی کا فریضہ صحابہ کرام انجام دیا کرتے تھے۔ ان کے باقاعدہ مختلف مقامات پر حلقہ ہائے درس قائم تھے۔ اور وہ اپنے شاگردوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مثلاً"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ میں مسند فضیلت پر جلوہ افروز تھے صحابہ کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین اور اس کے بعد پھر ہر دور میں تفسیر قرآن کا رواج برابر رہا جو آج تک قائم ہے۔

اس کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ تفسیر کرنا فی الحقیقت سنت ہے۔ جو کہ آپؐ سے ثابت شدہ ہے۔ اور آپؐ نے اس کے بارے میں حکم دیا ہے اور اس فعل کی تحسین کی ہے۔ پھر تعامل صحابہ بھی ہے۔ اور تابعین اور تبع تابعین کے اس سلسلے میں شاندار کارنامے بھی ہیں۔ یوں تفسیر کا علم ایک

Scanned with CamScanner

متبرک و مقدس علم ہے جو ہر شخص سے تمام احتیاطوں اور ذمہ داریوں کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور جس کا موضوع اللہ کی کتاب قرآن ہے۔ اور اس کی غائیت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالی کے احکام کا پورا علم حاصل کر کے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کر سکے۔ تاکہ دنیاوی فلاح و اخروی نجات اور سعادت عظمیٰ سے ہمکنار ہو سکے۔

تفسیر کی اقسام

اہل علم تفسیری رجحانات کا مطالعہ کرتے ہوئے تفسیر کو دو بڑی اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے۔ ذیل میں دونوں اقسام کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

ا۔ تفسیر بالماثور :

مفہوم :

ماثور کا لفظ اثر سے ہے اس کی جمع آثار ہے اس کے معنی قدم کے نشان اور روایت اور قول کے ہیں۔ اس طرح ماثور کے معنی اسلاف یعنی پہلے لوگوں سے منقول اور مروی اقوال ہیں۔ پس جب کسی آیت کا معنی و مفہوم اگر قرآن کریم کی کسی آیت سے واضح ہوتا ہو یا رسول کریم ﷺ کے ارشاد گرامی نیز صحابہؓ و تابعینؒ کے اقوال و آثار سے اس پر روشنی پڑتی ہو تو اس کا نام "تفسیر بالماثور" یا منقول تفسیر اور تفسیر بالروایت ہے۔ اہل تفسیر نے تفسیر بالماثور کی یہ تعریف کی ہے۔ مثلاً"

ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں۔

"تفسیر نویسی کا ایک انداز وہ ہے جس کو "تفسیر بالماثور" کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی آیت کی تفسیر میں صحابہؓ تابعین اور ان کے اتباع کے اقوال نقل کر دیئے جائیں۔"

(علوم القرآن : ص ۴۱۵)

اس طرح کتاب "تفسیر والمفسرون" کا مصنف ڈاکٹر محمد حسین ذہبی لکھتے ہیں :

"جہاں تک تفسیر بالماثور کا تعلق ہے تو نبی کریم ﷺ اپنے دور میں، مشکلات قرآن کی وضاحت فرمادیا کرتے تھے پھر صحابہؓ اس کو باہم ایک دوسرے سے نقل و روایت کرتے اور آگے تابعین تک پہنچا دیتے تھے۔" (ج ا۔ ص ۲۱۰)

اس مکتب فکر کے نزدیک قرآن کریم کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے احادیث، آثار صحابہؓ اور اقوال تابعینؒ کو جاننا ہو گا۔ اقوال نبویؐ اور اقوال صحابہؓ کے بارے میں تو سبھی کا اتفاق ہے لیکن اقوال تابعین کے بارے میں متقدمین کے ہاں اختلاف رہا ہے کہ ان کے اقوال قابل احتجاج ہیں یا

نہیں۔ اور انہیں تفسیر بالماثور میں شامل کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ان کے دلائل سے قطع نظر ان کے اقوال کو تفسیر بالماثور میں شامل کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اور یہی بات قرین قیاس بھی ہے کیونکہ تفاسیر جنہیں ہم "ماثور" کہتے ہیں ان میں محض اقوال نبویؐ و اقوال صحابہؓ ہی شامل نہیں ہوتے بلکہ اقوال تابعین بھی شامل ہوتے ہیں جس طرح "تفسیر ابن جریر" سے واضح ہے۔

تفسیر بالماثور کا تدریجی ارتقاء :

اپنے زمانے میں مشکلات قرآن کی وضاحت خود نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ پھر صحابہؓ نے نقل روایت کرتے ہوئے یہ ذخیرہ تابعین تک پہنچایا۔ صحابہؓ احادیث صحیحہ، اپنی رائے یا اجتہاد سے تفسیر قرآن کے سلسلہ میں گفتگو کرتے مگر رائے اور اجتہاد سے شاذ و نادر کام لیتے تھے۔ اس کے بعد تابعین نے احادیث نبویؐ اور اقوال صحابہؓ کو جمع کیا اور ان پر صرف اسی حد تک اپنی رائے اور اجتہاد کا ذکر کیا جس قدر ناگزیر تھا پھر اتباع تابعین نے تابعین کے اقوال و آثار کو جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ اس طرح مابعد تاریخی ادوار میں یہ تفسیری سرمایہ بڑھتا چلا گیا اس کے بعد تفسیر قرآن کے سلسلہ میں ایسی ضخیم و عظیم کتب تفسیر تالیف ہوئیں جنہوں نے تمام سابقہ تفسیری ذخیرے کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔ اس سلسلہ میں تفسیر طبری کا حوالہ بھی دیا جا سکتا ہے۔

ابن جریرؒ نے جہاں اسناد کو روایت کے لئے مسلک رکھا وہاں ابن جریر اور انکے ہم نواؤں نے ناقابل اعتماد اقوال و آثار کو بھی اپنی کتب تفسیر میں جگہ دے دی۔

بعد ازاں ایسے مفسرین آئے جنہوں نے تفسیر بالماثور کو مدون کیا مگر اسناد کو حذف کر دیا۔ انہوں نے صحیح و ضعیف میں فرق کیے بغیر بکثرت تفسیری اقوال اپنی تصنیفات میں شامل کر دیئے۔ اسی طرح عصر تدوین کا آغاز ہوا اور متعدد تفسیر بالماثور مرتب ہوئیں۔ اصحاب الحدیث اولین بزرگ تھے۔ جنہوں نے اس کی روایت ڈالی۔ علماء نے علم تفسیر کا اولین موسس امام دار الہجرت مالک بن انس کو قرار دیا ہے۔

زیادہ مشہور کتب تفسیر بالماثور مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن — از ابن جریر طبریؒ جو ۳۰ جلدوں پر مشتمل ہے۔
۲۔ تفسیر القرآن العظیم — از حافظ ابن کثیرؒ جو حد درجہ شہرت رکھتی ہے۔
۳۔ الدر المنثور فی تفسیر الماثور — از علامہ جلال الدین سیوطی جو چھ جلدوں میں چھپ چکی ہے۔
۴۔ المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز — از محمد بن غالب بن عظیم اندلسی کی جو اہل مغرب میں متداول ہے۔

Scanned with CamScanner

۲۔ تفسیر بالرائے یا تفسیر بالدرایت

مفہوم :

یہ تفسیر کی دوسری قسم ہے جس میں رائے اور درایت یعنی عقل و فہم کو بھی تفسیر میں دخل ہوتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد حسین ذہبی لکھتے ہیں۔ کہ

"لفظ الرائے کا اطلاق اعتقاد و اجتہاد اور قیاس پر کیا جاتا ہے۔ اسی قیاس کے قائلین کو اصحاب الرائے بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن تفسیری اصطلاح میں تفسیر بالرائے سے مراد قرآن کی وہ تفسیر ہے جو صرف نقلی روایات کی مدد ہی سے نہیں بلکہ نئے تقاضوں کے مطابق اجتہاد کی مدد سے کی جائے یہ اسی صورت ممکن ہے جب تفسیر کرنے والا عربوں کے اسلوب کلام، عربی الفاظ اور ان کے بعد اسباب دلالت سے بخوبی آگاہ ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اشعار جاہلی، اسباب نزول، ناسخ و منسوخ اور ان امور سے نابلد نہ ہو۔ جو مفسر کے لئے از بس ناگزیر ہیں۔ قائلین تفسیر بالرائے کہتے ہیں کہ قرآن کے مطالعے اور اس کو سمجھنے کے لئے عقل و رائے سے کام لینا بہت ضروری ہے۔

اختلاف رائے :

تفسیر بالرائے کے جواز میں علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے ایک گروہ کی رائے ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں کسی کو اپنی رائے اور اجتہاد کی اجازت نہیں خواہ کتنا ہی بڑا ادیب اور عالم ہو اسے تفسیر بالماثور پر ہی اکتفا کرنا چاہیے۔ اور قرآن مجید کی تفسیر میں اپنی طرف سے کچھ کہنے سے پرہیز کرے۔ دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ قرآن کریم میں تفکر و تدبر کی ہر شخص کو اجازت ہے۔ عقل و فہم خداداد عطیہ ہے جس سے علم تفسیر میں کام لینا چاہیے۔ قرآن پاک تفکر و تدبر کی خود دعوت دیتا ہے نیز آنحضور ﷺ نے بھی اس کی حوصلہ افزائی اور تحسین فرمائی تھی جس کی وجہ سے دینی مسائل میں اجتہاد اور قیاس کے استعمال کی بنیاد تاریخ اسلام کے دور اول میں ہی پڑ چکی تھی اسلئے تفسیر بالرائے مطلوب اور جائز ہے۔

فی الحقیقت یہ اختلاف صرف لفظی ہے حقیقی نہیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ایک تفسیر بالرائے وہ ہے جو کلام عرب کے مطابق اور کتاب و سنت سے ہم آہنگ ہو اور اس میں تفسیر کی تمام ضروری شرائط کو ملحوظ رکھا گیا ہے اس قسم کی رائے جائز ہے۔ اور اس بنیاد پر کی گئی توضیح و تشریح کو تفسیر بالرائے محمود کہتے ہیں۔

دوسری قسم کی تفسیر بالرائے جو قوانین عربیت کے خلاف ہو اور شرعی دلائل سے میل نہ کھاتی ہو۔ اس میں تفسیر کے ضروری قواعد کا فقدان ہو یا جس میں کوئی شخص قرآن و سنت میں

مہارت نہ رکھتے ہوئے بھی اپنے افکار، خواہشات کو قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کرے تو وہ مذموم ہے اس کی اجازت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے نہ ایسی کسی کوشش کو لوگوں نے قبول کیا ہے اور نہ کریں گے۔

اس بات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ تفسیر بالرائے کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ التفسیر بالرائے محمود

جو جائز اور درست ہے۔

۲۔ التفسیر بالرائے مذموم

جو نہ درست ہے اور نہ قابل قبول

جب یہ بات طے ہو چکی کہ تفسیر بالرائے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جائز اور محمود دوسری حرام اور مذموم۔ اب یہ ضروری ٹھہرا کہ تفسیر بالرائے کے لئے مفسر کو علم لغت، علم صرف و نحو، علم معانی، بیان و بدیع، علم الکلام، اصول فقہ، اسباب نزول، علم القصص، علم الناسخ والمنسوخ، علوم حدیث، اسلوب قرآن، قرآن کریم کی دعوتی تاریخ کا علم نیز سیرت رسول اکرم ﷺ اور سیرت صحابہؓ پر مکمل عبور ہو۔ یعنی ایک مفسر کے لئے علوم نقلیہ و عقلیہ میں مہارت ضروری ہے۔

اس ضمن میں ڈاکٹر صبحی صالح کی رائے قول فیصل کی حیثیت رکھتی ہے وہ لکھتے ہیں۔

"تفسیر بالرائے کے بارے میں علماء نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے بعض اس کو حرام قرار دیتے ہیں اور بعض جائز۔ مگر ان کے اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ تفسیر بالرائے کی وہ قسم حرام ہے جس میں بلا دلیل وثوق کے ساتھ کہا جائے کہ خدا کی مراد یہ ہے یا یہ کہ مفسر قواعد اور اصول تشریح سے بے گانہ ہونے کے باوجود تفسیر قرآن کی جسارت کرے یا بدعات اور اپنی ذاتی خواہشات کی تائید میں توڑ مروڑ کر قرآنی آیات کو پیش کرے۔ جب مفسر میں مطلوبہ شرائط موجود ہوں تو تفسیر بالرائے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ قرآن بذات خود تدبر آیات اور تعلیمات کے فہم و ادراک میں اجتہاد کی دعوت دیتا ہے۔" (علوم القرآن: ص ۴۱۷)

تفسیر بالرائے کی چند مشہور کتب تفسیر یہ ہیں :

۱۔ مفاتیح الغیب از امام فخر الدین رازی ۳۰ جلدوں میں ہے۔

۲۔ انوار التنزیل و اسرار التاویل از قاضی بیضاوی

۳۔ لباب التاویل فی معانی التنزیل از شیخ علاؤ الدین خازن

۴۔ تفسیر جلالین جسے جلال الدین محلی اور جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے۔

۵۔ تفسیر روح المعانی از سید محمد آفندی آلوسی

Scanned with CamScanner

تفسیر قرآن کے ماخذ

آیات قرآنی دو قسم کی ہیں۔ بعض آیات تو اتنی صاف، واضح اور آسان ہیں کہ جو زبان جاننے والا انہیں پڑھے گا ان کا مطلب فوراً سمجھ جائیگا۔ ایسی آیات کی تفسیر میں کسی اختلاف رائے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسی آیات کی تفسیر کا ماخذ صرف لغت عرب ہے۔ عربی زبان پر ماہرانہ نظر اور عقل سلیم کے سوا ان کا مطلب سمجھنے کے لئے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

لیکن دوسری قسم ان آیات کی ہے جن میں کوئی اجمال وابہام یا تشریحی دشواری پائی جاتی ہے۔ یا ان کو پوری طرح سمجھنے کے لئے ان کے پورے پس منظر کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ایسی آیات کی تشریح کے لئے محض زبان دانی اور عقل سلیم کافی نہیں بلکہ اس کے لئے دوسرے ماخذوں کی ضرورت ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ قرآن مجید ۲۔ احادیث نبویؐ ۳۔ اقوال صحابہ کرامؓ ۴۔ اقوال تابعینؒ

پہلا ماخذ : قرآن مجید :

تفسیر قرآن کا پہلا ماخذ خود قرآن مجید ہے۔ قرآن حکیم عربی مبین میں نازل ہوا۔ عرب اس زبان کے اسلوب سے نہ صرف اچھی طرح آشنا تھے بلکہ اس کے ادبی محاسن سے بھی آگاہ تھے اس لئے اہل عرب قرآن حکیم کی آیات کو بخوبی سمجھتے اور جانتے تھے۔

قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس نے اپنے مضامین، معانی و مطالب، عبادات و عقائد، مکارم اخلاق اور تاریخ امم کو بڑی تفصیل، تشریح اور فصاحت سے بیان کیا ہے اور بار بار بیان کیا ہے کہ اس بارے میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ یہی مطلب ہے اس مشہور قول کا کہ

اَلْقُرْآنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا

قرآن مجید کے بعض مقامات دیگر بعض کی تفسیر کرتے ہیں۔

یعنی قرآن حکیم کی روش یہ ہے کہ اگر کہیں اجمال ہے تو دوسرے مقام پر اس کی تفصیل ہے اگر کہیں اشارۃً بات کی ہے تو دوسری جگہ اسے کھول کر بتا دیا گیا ہے اس لئے مشہور مفسر حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اگر کوئی پوچھے کہ تفسیر کا بہترین طریقہ کیا ہے تو اس کا جواب ہے کہ تفسیر کا سب سے بہتر طریقہ قرآن مجید کی تفسیر قرآن کے ساتھ ہے۔ اس طریقہ تفسیر کی ذیل میں مثال دی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں ایک جگہ کوئی بات مجمل انداز میں کہی جاتی ہے اور دوسری جگہ اس کی تفصیل ہے۔ مثلاً "سورت الفاتحہ میں ارشاد ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝

ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے۔ ان لوگوں کے راستے کی جن پر تو نے انعام فرمایا۔

اس آیات مبارکہ میں یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ جن لوگوں پر انعام فرمایا گیا ہے ان سے کون لوگ مراد ہیں۔ لیکن دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۝ (النساء : ۶۹)

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔ یعنی انبیاء و صدیقین، شہداء اور نیک لوگ۔

تفسیر قرآن بالقرآن کا ایک طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی ایک موضوع پر جتنی آیات آئی ہیں ان کو جمع کر کے ان کو موازنہ کیا جائے۔ اس طرح آیات کے مجموعی مفہوم سے ابہام دور ہو جائے گا۔ مثلاً " تخلیق آدم کا واقعہ قرآن میں مختلف سورتوں میں بیان کیا گیا ہے بعض آیات میں ذکر ہے کہ ان کو تراب (مٹی) سے پیدا کیا گیا بعض میں طین (کیچڑ) کا ذکر ملتا ہے اور کہیں صلصال (کھڑکھڑاتی ہوئی مٹی) کہا گیا ہے۔ فی الحقیقت ان تمام آیات میں تخلیق آدم کے مختلف مراحل کا ذکر ہے۔ اسی طرح کی ایک مثال پہلے گزر چکی ہے کہ صحابہ کرامؓ سورت انعام آیت نمبر ۸۳ میں "ظلم" کے لفظ سے گناہ مراد لیا لیکن آنحضور ﷺ نے سورت لقمان آیت نمبر ۱۳ سے وضاحت کی کہ ظلم سے مراد شرک ہے۔

اس سلسلہ میں آخر میں ہم امام زرکشی کی رائے بیان کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

"تفسیر کا احسن طریقہ خود قرآن سے تفسیر ہے جو چیز ایک جگہ مجمل ہے وہ دوسری جگہ قرآن میں مفصل ہے۔ جو چیز کسی ایک مقام میں مختصر ہے دوسرے مقام پر اس کی تشریح ہے۔ پھر قرآن حکیم جہاں مضامین اور معانی کا سمندر ہے وہاں بڑی حد تک یہ اپنی تفسیر آپ ہے اس بابرکت کتاب میں مختلف موضوعات اور احکامات اس قدر وضاحت اور تفصیل سے بیان ہوئے ہیں کہ ان میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہا۔ اسی لئے یہ فقرہ بولا جاتا ہے۔

اَحْسَنُ طَرِيْقِ التَّفْسِيْرِ اَنْ يُّفَسَّرَ الْقُرْآنُ بِالْقُرْآنِ (البرہان : ج ۲ ص ۷۵)

دوسرا ماخذ : احادیث نبویہ

تفسیر کا دوسرا بڑا ماخذ حدیث نبوی ہے جیسا کہ علوم القرآن میں مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں۔

"تفسیر کا دوسرا ماخذ آنحضرتؐ کی احادیث ہیں۔ قرآن کریم نے متعدد مقامات پر یہ واضح فرمایا ہے۔ کہ سرور عالم کو اس دنیا میں مبعوث کرنے کا مقصد یہی تھا کہ آپؐ نے اپنے قول و

فعل سے آیات قرآنیہ کی تفسیر فرمائی۔

رسول اللہؐ کے فریضہ رسالت کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے کہ

"بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا مومنین پر احسان عظیم ہے کہ اس نے ان میں خود انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے۔ اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ (آل عمران : ۱۹۹)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ان لوگوں کے حق میں جو اس کتاب پر ایمان لے آئیں محض یہ نہ تھی کہ آپؐ ان تک صرف قرآنی آیات پہنچا دیں بلکہ ان کا تزکیہ اور انہیں اس کتاب کی تعلیم دینا بھی تھی۔

تعلیم الفاظ کے دہرا دینے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ تشریح و توضیح کو تعلیم کہتے ہیں۔ خواہ یہ تشریح زبان سے ہو یا عمل سے یا دونوں سے۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرٰىكَ اللّٰهُ

ترجمہ: ہم نے (اے رسولؐ) تم پر قرآن نازل کیا۔ تاکہ لوگون کے سامنے اس چیز کی وضاحت کرو جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔ (النساء: ۱۰۵)

یہی قرآن کی تشریح و توضیح ہے۔ اور یہ تعلیم کتاب و حکمت ہے۔ جسے چاہے قرآن کی تفسیر نبوی کہہ لیجئے۔ یا حدیث و سنت کے نام سے یاد کر لیجئے۔ اسی بات کو علماء اس طرح کہتے ہیں۔

"عہد نبوت میں اسوہ نبویؐ بمنزل تفسیر قرآن کے تھا۔"

مطلب یہ کہ آپ کا ہر ارشاد اور آپ کا ہر عمل قرآن کی تفسیر و تشریح تھا۔ اس لئے رسول اللہؐ کی حیات طیبہ محض ایک بشر کی زندگی نہ تھی بلکہ دراصل وہ آیات قرآنیہ کی چلتی پھرتی تصویر تھی۔

قرآنی ہدایات و تعلیمات کی عملی شکل کا نام اسوہ رسولؐ ہے اور اسوہ رسول کا دوسرا نام تفسیر قرآن ہے۔ مثلاً"

ایک صحابی نے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی جواب میں آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

"جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔"

اعرابی نے سوال کیا۔

"امانت کس طرح ضائع کی جائے گی؟"

جواب میں فرمایا۔

"جب اقتدار کی باگ ڈور نااہلوں کے سپرد کر دی جائے۔ تو قیامت کا انتظار کرو۔"

اس موقع پر حضورؐ نے کسی آیت کا حوالہ نہیں دیا۔ مگر یہ ارشاد اصل میں تفسیر ہے۔ اس آیت کریمہ کی کہ

ترجمہ: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کر دو۔ (نساء : ۵۹)

یہ مثال تھی رسول اللہ کی قولی تفسیر کی۔

تو جب أَقِيمُوا الصَّلوٰة کی آیت نازل ہوئی اور صحابہؓ نے پوچھا کہ ہم کیسے نماز پڑھیں تو آپؐ نے فرمایا۔

"صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي"

ترجمہ: نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔"

اس طرح حج کے بارے میں فرمایا:

خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ ۝

مجھ سے مناسک حج سیکھ لو۔

چنانچہ قرآن پاک نے خود رسول اللہ کو قرآن پاک کے شارح کی حیثیت سے پیش کیا۔ کہ وہ کتاب اللہ کے اجمال کی تفصیل اور اس کے عمل کی تشریح فرمائیں۔ یہ توضیح و تشریح صرف کتاب اللہ کے الفاظ پڑھ کر سنانے سے نہیں ہوتی بلکہ قول و عمل کے ذریعے تفسیر ضروری ہے۔

رسولؐ نے اپنے قول و فعل کے ذریعے قرآن کی تفسیر کی تو ہمیں پتہ چلا کہ أَقِيمُوا الصَّلوٰة کا کیا مفہوم ہے۔ نماز کے اوقات و رکعات کیا ہیں۔ قیام و سجدہ کیا ہے۔؟ قرآت و تسبیحات اور دیگر امور کی تفصیلات کیا ہیں۔

شارح قرآن نے قرآن کی شرح کی تو ہمیں پتہ چلا کہ آتُوا الزَّكوٰة کا کیا مطلب ہے ؟ یعنی زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے؟ زکوٰۃ کن پر واجب ہے اور اسکے مصارف کیا ہیں ؟

اسی لئے حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں قرآن کی تفسیر قرآن سے نہ ملے تو سنت رسول کی طرف رجوع کرنا چاہیے کیونکہ سنت رسولؐ قرآن کی شرح اور اجمال کی تفصیل ہے۔

بعض لوگ یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ آنحضرتؐ اپنے زمانے کے لئے تو معلم قرآن تھے۔ لیکن ہمارے زمانے میں (معاذ اللہ) آپ کی تعلیمات کی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن اس بے تکی بات کا اس کے سوا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ جن کی مادری زبان عربی تھی۔ جو اسکے ایک ایک لفظ کا لغوی مفہوم جانتے تھے جو نزول قرآن کے پورے ماحول سے نہ صرف باخبر تھے بلکہ اس سے عملاً" گزر رہے تھے۔ جو ایک ایک آیت کے پورے پس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ انہیں تو کسی پیغمبر کی تعلیم کے بغیر قرآن سمجھ میں نہیں آرہا تھا اور ان کے مقابلے میں اس

زمانے کے لوگ جن کی نہ مادری زبان عربی ہے۔ نہ نزول قرآن کا ماحول سامنے ہے۔ اور نہ اس کے پس منظر سے آگاہ ہیں۔ ان کو قرآن کی تفسیر جاننے کے لئے کسی پیغمبر کی راہنمائی کی ضرورت نہیں؟

اگر ذہن اور دل میں عدل وانصاف کی ادنی رمق بھی موجود ہو تو اس بے سروپا بات کو کون قبول کر سکتا ہے؟

آج جو لوگ سنت رسول کے بغیر قرآن کے فہم کے دعویدار ہیں۔ وہ خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ سنت رسولؐ سے بے نیاز ہو کر قرآن مجید کی جو تفسیر کی جائے وہ اور کچھ ہو تو ہو لیکن تفسیر ہرگز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ انکار حدیث در حقیقت انکار قرآن کے لئے چور دروازہ ہے۔

امام زرکشی لکھتے ہیں۔

"کہ یہ (سنت) قرآن کی شارح اور اس کی وضاحت کرنے والی ہے۔ اس لئے رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا۔

الا انی اوتیت القران و مثله معه یعنی السنته (بحوالہ تذکرۃ المفسرین ص ۱۷)

ترجمہ: خبردار بے شک مجھے قرآن دیا گیا۔ اور اس کے مثل اس کے ساتھ اور بھی یعنی سنت۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے برسر منبر یہ آیۂ مبارکہ تلاوت کی۔

واعدوالهم ما استطعتم من قوة (الانفال: ۶۰)

"کفار کے لئے جتنی قوت ہو سکے تیار کرو۔"

حضور ﷺ نے فرمایا اس میں قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔

تفسیر کے اصطلاحی مفہوم اگر سامنے رکھا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے اس مفہوم کے اعتبار سے بھی تفسیر کا فریضہ بطریق احسن انجام دیا اور ان تمام اجمالات کی آپ ﷺ نے اپنے قول وفعل سے وضاحت فرما دی۔ جن کی تفصیل قرآن مجید میں مذکور نہیں۔

الغرض سرور کائنات ﷺ کی ذات ہی وہ چشمہ ہے جس سے احکام الہی کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ قرآن مجید تو مجموعہ قوانین اور اسلامی طرز زندگی کے اصول و قواعد کا جامع ہے۔ حدیث نبویؐ نے ہی اس کے اجمال کی تفصیل اور ابہام کی توضیح کی ہے۔ خود قرآن نے اس حقیقت کو "الم نشرح" کہا ہے۔ کہ آنحضرتؐ شارح اور ترجمان ہیں۔

تیسرا ماخذ: اقوال صحابہ کرامؓ

علوم القرآن میں مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں۔

"جن حضرات نے قرآن کریم کی تعلیم براہ راست آنحضورؐ سے حاصل کی۔ وہ صحابہ کرامؓ ہیں۔ ان میں سے بعض حضرات نے اپنی پوری زندگیاں اسی کام کیلئے وقف کی ہوئی تھیں۔ کہ قرآن کریم اس کی تفسیر اور متعلقات کو براہ راست آپؐ کے اقوال وافعال سے حاصل کریں۔ یہ حضرات اہل زبان بھی تھے۔ اور نزول قرآن کے ماحول سے پوری طرح باخبر بھی۔ لیکن انہوں نے اپنی زبان دانی پر بھروسہ کرنے کی بجائے قرآن کو سبقاً سبقاً آپؐ سے پڑھا۔

صحابہ عموماً قرآن کی تفسیر و تشریح میں شدت کے ساتھ احتیاط برتتے تھے۔

امام ابو عبدالرحمن سلمیؒ مشہور تابعی عالم ہیں وہ فرماتے ہیں۔

(صحابہ کرام میں سے) جو حضرات قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عثمانؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ انہوں نے ہمیں بتایا کہ وہ جب آپؐ سے دس آیتیں سیکھتے تو ان سے اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک ان آیتوں کی تمام علمی و عملی باتوں کا علم حاصل نہ کر لیں۔

مسند احمد میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔

"جب کوئی شخص سورہ البقرہ اور سورہ آل عمران پڑھ لیتا تو ہماری نگاہوں میں وہ بہت قابل احترام ہو جاتا تھا۔"

اور موطا امام مالک میں روایت ہے کہ

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ آٹھ سال تک صرف سورہ البقرہ یاد کرتے رہے۔"

یہ مدت محض اس لئے صرف ہوئی وہ الفاظ قرآنی کو یاد کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی تفسیر اور متعلقہ علوم حاصل کرتے رہے تھے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ کی کتاب میں جو بھی آیت نازل ہوئی۔ میں جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔ اگر میں جانتا کہ تم میں سے کوئی مجھ سے بہتر جانتا ہو تو میں سواری لیتا اور اس کے ہاں ضرور جاتا۔ یہ بھی فرمایا کہ ہم میں سے جو کوئی دس آیات سیکھ لیتا تھا وہ زیادہ نہ سیکھتا تھا۔ جب تک ان کے معانی نہ جان لیتا اور ان پر عمل نہ کر لیتا۔"

صحابہ کرامؓ سے قرآن کی جو تفسیریں منقول ہیں ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ

تحریری طور پر بھی قلمبند کی گئی تھیں۔ مثلاً "ایک تفسیر ابن عباسؓ اور دوسری تفسیر ابن کعبؓ" ان کا بیشتر حصہ قرآن کے مفرد اور غریب الفاظ کی تشریح سے تعلق رکھتا ہے۔ یا آیات احکام سے متعلق کوئی حدیث انہیں معلوم ہوتی تو وہ ہی ان آیات کی تشریح میں بیان کر دیا کرتے۔ اور اگر کوئی حدیث انہیں معلوم نہ ہوتی اور وقت کا تقاضا ہوتا تو پھر خود ہی فقہی نقطہ نظر سے تفسیر و تشریح کرتے۔

صحابہ کرامؓ سے تفسیر کی نوعیت مندرجہ ذیل مثالوں سے واضح ہو جائے گی۔ مثلاً

۱۔ سورہ بقرہ میں کھانے پینے سے متعلق حرام اشیاء کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ

" مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔"

اس کی تفسیر میں ابن عباس نے فرمایا کہ :

" مَا ذُبِحَ لِلطَّوَاغِيْت

یعنی : جو جانور طاغوتوں کے نام پر ذبح کیے جائیں۔

۲۔ آیت وصیت کے فقرہ

" اِنْ تَرَكَ خَيْرًا "

اگر مرنے والا خیر چھوڑے۔

میں "خیرا" کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ نے مَالاً كثيرًا سے فرمائی ہے۔

حضرات صحابہ کرام میں سے وہ کون سی نمایاں شخصیات ہیں جن سے تفسیری سرمایہ منقول ہے۔ علامہ سیوطی نے اس سلسلہ میں درج ذیل دس صحابہ کرام کے نام لیے ہیں۔

۱۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ
۲۔ حضرت عمر فاروقؓ
۳۔ حضرت عثمانؓ
۴۔ حضرت علیؓ
۵۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ
۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
۷۔ حضرت ابی بن کعبؓ
۸۔ حضرت زید بن ثابتؓ
۹۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ
۱۰۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

صحابہ کرام میں سے صرف انہی حضرات ہی سے تفسیر منقول نہیں ہے بلکہ اس سلسلہ میں کچھ اور حضرات صحابہ کرام کے نام بھی لیے جا سکتے ہیں مثلاً"

حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت عائشہؓ۔ یہ سب صحابہ کرامؓ ایسے ہیں جن سے تفسیر کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور منقول ہے مگر ان میں سے جن حضرات نے تفسیر کے میدان میں شہرت دوام حاصل کی اور سرمایہ تفسیر میں خاطر خواہ اضافہ کیا اور تلامذہ کا ایک مستقل حلقہ چھوڑا۔ وہ صرف یہ چار حضرات ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن عباسؓ
۲۔ عبداللہ بن مسعودؓ
۳۔ علی بن ابی طالبؓ اور
۴۔ ابی بن کعبؓ

چنانچہ احادیث نبوی کے بعد تفسیر قرآن کا تیسرا اہم ماخذ ان صحابہ کرامؓ کے اقوال ہیں جنہوں نے بڑی محنت و جانفشانی سے قرآن کریم کی تفسیر سیکھی تھی۔ لیکن یہاں بھی چند امور کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ صحابہ کرامؓ کے تفسیری اقوال میں بھی صحیح، ضعیف ہر طرح کی روایات ملتی ہیں۔ لہذا ان اقوال کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اصول حدیث کے مطابق انکی جانچ پڑتال ضروری ہے۔

۲۔ جہاں آنحضرتؐ سے کوئی تفسیر مستند روایات میں منقول نہیں اور صحابہ کرامؓ کی بیان کی ہوئی تفسیروں میں کوئی اختلاف نہ ہو۔ وہاں انہی کے اقوال کو اختیار کیا جائے گا۔

چوتھا ماخذ : تابعین کے اقوال:

تابعین سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے صحابہ کرامؓ سے علم حاصل کیا۔ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے کہ تفسیر میں تابعین کے اقوال حجت ہیں یا نہیں ؟

حافظ ابن کثیر اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ :

" تابعی اگر کوئی تفسیر کسی صحابی سے نقل کر رہا ہو تو اس کا حکم وہی ہے جو صحابہ کرام کی تفسیر کا ہے۔ اور اگر خود اپنا قول بیان کرے تو یہ دیکھا جائے گا کہ دوسرے کسی تابعی کا قول اس کے خلاف ہے یا نہیں ؟ اگر کوئی قول اس کے خلاف موجود ہو تو اس وقت تابعی کا قول حجت نہیں ہوگا۔ بلکہ اس آیت کی تفسیر کے لئے قرآن کریم، لغت عرب، احادیث نبویہ، آثار صحابہؓ اور دوسرے شرعی دلائل پر غور کر کے کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔ اور تابعین کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہو تو اس صورت میں بلاشبہ ان کی تفسیر حجت اور واجب الاتباع ہوگی۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۵۔ ج ۱)

صحابہؓ کے ان شاگردوں نے حدیث و سنت کی مانند علم تفسیر بھی صحابہؓ سے حاصل کیا۔

Scanned with CamScanner

بقول حافظ ابن تیمیہؒ یہ حضرات تفسیر میں صرف منقول پر ہی اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ نظر و استدلال واجتہاد و استنباط کی راہیں بھی اختیار فرماتے تھے۔ مدینہ منورہ میں مشہور فقہائے سبعہ سنت وفقہ کی مانند علم تفسیر کے بھی امام تھے۔ بصرہ میں امام حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ تفسیر کے مرکز و منبع خیال کئے جاتے تھے۔ مکہ مکرمہ چونکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مسکن تھا۔ لہٰذا یہاں ان کے فیض صحبت سے مجاہدؒ، سعید بن جبیرؒ، عکرمہ، عطا بن ابی رباحؒ اور طاؤسؒ بن کیسان پر مشتمل ایک عظیم جماعت تیار ہوئی۔ علم تفسیر میں ان حضرات کی روایات واجتہادات نہایت قیمتی اور ثقہ شمار کئے گئے۔ اُدھر کوفہ میں عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شاگردوں میں علقمہؒ بن قیس، اسودؒ بن یزید اور ابوالاسود تیار ہوئے۔ ان کے شاگرد امام ابراہیم نخعی اور عامر ابن شراحبیل شعبی تھے۔ جو تفسیر، فقہ، سنت و حدیث میں مرجع امام ہوئے۔ اسی طبقہ میں ابوالعالیہؒ، ابو عبد الرحمن سلمیؒ، امام ضحاکؒ اور امام قتادہؒ بھی تھے۔ جن میں سے ہر ایک علم تفسیر و حدیث کا امام تھا۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان کی استدعا پر مشہور تابعی سعید بن جبیرؒ نے غالباً سب سے پہلی باقاعدہ تفسیر مرتب کی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد ہمام بن منبہ نے بدء الخلق کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں احادیث کے علاوہ کچھ آیات کی تفسیر بھی تھی۔ (تفسیری رجحانات ص۔ ۵۵)

دورِ تابعین کی تفسیر پر بھی نقل وروایت کی چھاپ بدستور رہی مگر عہدِ رسالت ﷺ میں عصرِ صحابہ کی طرح اس اخذ و نقل میں عموم شامل نہ تھا۔ بلکہ اس پر اختصاص کی مہر لگی ہوئی تھی۔ جس کا مطلب ہے کہ ہر شہر کے رہنے والے اپنے شہر کے امام اور عالم کے اقوال سے تمسک کرتے تھے۔ چنانچہ اہلِ مکہ حضرت ابن عباسؓ سے مدینہ والے حضرات ابی بن کعب سے اور عراقی حضرت ابن مسعودؓ سے تفسیری اقوال نقل کیا کرتے تھے۔

اس دور کی تفسیر میں اسرائیلیات کی آمیزش شروع ہوگئی تھی لیکن علماء کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ لوگوں کو کج بحثی سے ہٹا کر احکام کی پابندی کی راہ پر لگایا جائے مثلاً

محمد بن سیرینؒ سے ایک مرتبہ بعض لوگوں نے مسئلہ جبر و قدر کے بارے میں بحث کی تو ان کا جواب دیتے ہوئے آپؒ نے یہ آیات مبارکہ تلاوت فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ؁

یعنی آپ کا مطلب یہ تھا کہ اس طرح کے مسائل میں وقت برباد کرنے کی بجائے اعمال صالحہ کو اختیار کرو اسی کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔

قرآن مجید کا دیگر کتب سماویہ سے موازنہ

کتب سماویہ اُن کتب کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانی راہنمائی کے لئے انبیاء اور رُسل پر نازل ہوئیں۔ جن کی صحیح تعداد تو صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر مجھ تک (حضرت محمدؐ) تک ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے جن میں سے تین سو پندرہ (315) صاحب کتاب ہیں (مسند احمد بن حنبلؒ)

قرآن مجید اکثر انبیاء اور رسولوں پر صحف آسمانی کے نزول کا ذکر ہے لیکن ان کی تفصیل نہیں۔ ان میں اہم حضرت آدمؑ حضرت شیثؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ فِیْ صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ کا ذکر آیا ان تمام صحف کے علاوہ وہ کتب جو مسلمانوں اور اہل کتاب میں سابقہ کتب سماویہ کے طور پر مشہور ہیں وہ تین ہیں یعنی تورات جو موسیٰؑ پر نازل ہوئی حضرت داؤدؑ پر زبور اور تیسری آسمانی کتاب انجیل جو عیسیٰؑ کی طرف منسوب ہے اور چوتھی اور آخری کتاب قرآن مجید ہے اب قرآن کا تقابل لامحالہ ان تین کتب سے کیا جائے گا۔ جو دستیاب ہیں اس وقت ان تینوں کتب اور چند صحائف کو یکجا کر کے ایک ہی مجموعہ بنا دیا گیا ہے۔ جس کا نام کتاب مقدس یا بائبل ہے۔ کتاب مقدس کے دو حصے ہیں ایک حصہ تورات، زبور اور بعض صحف پر مشتمل ہے جسے عہد نامہ قدیم اور دوسرا حصہ انجیل ہے جسے عہد نامہ جدید کہا جاتا ہے۔

دیگر کتب سماویہ سے موازنہ کی بنیاد

دیگر کتب سماویہ کا قرآن مجید کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے چار امور کو مدنظر رکھا جائے گا۔ وہ چار امور یہ ہیں۔

اصلیت	Genuineness
صداقت	Authenticity
قابل اعتماد	Integrity
قابل عمل	Practicability

اصلیت (Genuineness) کا معنی ہے کہ فیصلہ کیا جائے کہ بانی مذہب نے اپنی امت کو کوئی کتاب دی بھی تھی یا نہیں؟ اگر دی تھی تو کیا وہی کتاب تھی جو اس پر نازل ہوئی تھی؟ اگر وہ اصل کتاب ہے تو کیا موجودہ کتاب وہی ہے جو بانی نے دی تھی یا یہ اصل کتاب خرد برد ہوگئی۔ نیز موجودہ کتاب اپنی اصل زبان میں ہے۔

صداقت (Authenticity) کا مطلب ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ بانی مذہب کے بعد اس کتاب میں کوئی لفظی ردوبدل، تغیر، تحریف اور ترمیم تو نہیں ہوگی۔

Scanned with CamScanner

قابل اعتماد (Integrity) کا مطلب ہے یہ طے کیا جائے کہ بانی مذہب کے بعد اس میں کوئی تحریف اور ترمیم تو نہیں ہوئی یا مذہبی راہنما نے یہ کتاب اس قدر مکمل حالت میں دی تھی کہ اس میں ہمیشہ کے لئے کسی تبدیلی کی ضرورت نہ تھی۔

قابل عمل (Practicability) کا معنی ہے کیا یہ کتاب قابل عمل بھی ہے یا نہیں؟ یا یہ کتاب محض خیالی تصورات اور نا قابل عمل افکار کا مجموعہ ہے۔

قرآن مجید کے علاوہ کوئی بھی کتاب ایسی نہیں جو ان میں سے کسی ایک معیار پر بھی پوری اترتی ہو۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل تفصیل سے واضح ہو جائے گا۔

۱۔ یہود کی مقدس کتاب ____ تورات

موجودہ بائبل میں عہد نامہ قدیم The Old Testament 39 کتب پر مشتمل ہے۔ تورات عہد نامہ قدیم کا ایک جزو ہے جس میں پہلی پانچ کتب ہیں۔ انہیں خمسہ موسوی۔ اسفار خمسہ، کتب موسیٰ نیز شریعت اور قانون (The Law) بھی کہا جاتا ہے۔ تورات میں مندرجہ ذیل پانچ کتابیں شامل ہیں۔

کتاب پیدائش، کتاب خروج، کتاب احبار، کتاب گنتی، اور کتاب استثنا

قرآن مجید عہد نامہ قدیم کا ذکر نہیں کرتا بلکہ صرف تورات کے نزول کا حوالہ دیتا ہے چنانچہ سورت آل عمران میں ہے۔

وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سے قبل تورات اور انجیل نازل کی جو لوگوں کے لئے ہدایت نامہ تھیں۔

تبصرہ:

۱۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ بنی اسرائیل پر سات مرتبہ تباہیاں آئیں۔ اس طرح کئی مرتبہ ان کی مقدس کتاب تورات تباہ اور گم ہوئی اور کئی بار لکھی گئی۔ مثلاً "۶۰۰ ق م میں بابل کے بادشاہ بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ کیا اور یہود کی کتاب کو جلا کر راکھ کر ڈالا۔ اس طرح ۷۰ عیسوی میں رومی حکمران طیطس Titus نے بیت المقدس کو برباد کیا اور یہود کے مقدس صحائف کو روم کے محلات میں لے گیا پھر ۶۱۴ء میں شاہ ایران خسرو پرویز نے یروشلم کو تباہ کیا۔ اور یہود کے مقدس صحیفے بھی جلا ڈالے۔ ان تباہیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہود کی مقدس کتب عہد نامہ قدیم بشمول تورات محفوظ نہ رہ سکا۔ یہودی اپنی مادری زبان تک بھول گئے۔

۲۔ یہودیوں کی اصل زبان عبرانی تھی۔ تورات اصل عبرانی زبان میں موجود نہیں بلکہ عہد نامہ قدیم سب کا سب یونانی زبان میں تھا۔ جس کا ترجمہ عبرانی اور رومی زبان میں کیا۔ اس طرح تورات بار بار تلف ہوئی اور پھر غیر زبانوں کے ترجموں سے مرتب ہوتی رہی۔ اس لئے غیر مستند ہے۔

۳۔ موجودہ تورات وہ تورات نہیں جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی بلکہ اس میں ہر زمانے میں، یہودی ضرورت کے مطابق ترمیم، تنسیخ اور تحریف کرتے رہے جس کی گواہی قرآن مجید نے ان الفاظ میں دی ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

(البقرہ: ۷۹)

بدبختی ہے ان لوگوں کے لئے جو کتاب اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ من جانب اللہ ہے۔

جدید تحقیق نے بھی قرآن کی تائید کی ہے۔ جیوش انسائیکلوپیڈیا میں ہے۔

"یہودی لٹریچر میں اس قسم کی تصنیف یعنی خود لکھ کر اسے دوسروں کی طرف منسوب کر دینے کی عادت بہت پرانی ہے۔ اعلیٰ ناقدین کی رائے کے مطابق کتب تورات کا بیشتر حصہ ایسا ہی ہے۔"

زبور.........دوسری مقدس آسمانی کتاب

مذاہب عالم کی تاریخ دوسری آسمانی کتاب "زبور" جسے "سام" بھی کہا جاتا ہے یہ کتاب حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی' زبور کے لفظی معنی "حمد وثنا" کے ہیں' اس کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی نظمیں ہیں یا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ پیغمبرانہ دعائیں ہیں۔ عہد نامہ قدیم تورات اور زبور پر مشتمل ہے۔

تاریخ میں جس طرح تورات کو مسلسل تباہی نابودگی اور گمشدگی کے واقعات پیش آئے۔ اسی طرح زبور بھی مسلسل تباہی اور گمشدگی کے واقعات سے دوچار ہوتی رہی۔ جس سے موجودہ زبور کی حیثیت مشکوک ہو کر رہ جاتی ہے۔ ایک صاحب کتاب نبی کو شریعت کے احکام دیئے جاتے ہیں لیکن موجودہ زبور میں کوئی احکام وغیرہ کا ذکر نہیں جس سے ان کے الہامی ہونے پر یقین متزلزل ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں زبور کی زبان وہ نہیں جو حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان تھی پھر تراجم کی وجہ سے تحریفات ہوتی رہیں اس طرح زبان کی تغیر اور ترجمہ در ترجمہ نے زبور کی حیثیت کو اور بھی مشکوک بنا دیا ہے۔

Scanned with CamScanner

انجیل ______ نصاریٰ کی آسمانی کتاب

حضرت عیسیٰ پر جو کلام الٰہی نازل ہوا تھا اور جسے قرآن نے انجیل کہا ہے وہ اپنی اصل شکل میں آج موجود نہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل تفصیل سے واضح ہے۔

موجودہ مسیحیت کی دینی کتب عہد نامہ جدید پر مشتمل ہے جس میں ۲۷ کتب ہیں۔ ان میں پہلی پانچ کتب تاریخی کتب کہلاتی ہیں۔ جو یہ ہیں۔ چار اناجیل۔ انجیل متی۔ انجیل مرقس۔ انجیل لوقا۔ انجیل یوحنا اور اعمال الرسل۔ تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ ان اناجیل کا حضرت مسیحؑ پر نازل شدہ انجیل سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت عیسیٰ کے بعد متعدد اناجیل لکھی گئیں جن کی تعداد ۳۴ بتائی جاتی ہے۔ یہ اناجیل در حقیقت حضرت عیسیٰ کی سوانح حیات تھیں جیسا کہ سنگر لکھتا ہے۔

"جب حضرت مسیحؑ کے دوست اور شاگرد بوڑھے ہو گئے تو انہوں نے ان قصص و روایات کو جو عام طور پر زبان زد خلائق تھیں یکجا مرتب کر کے آپ کی سوانح عمری مرتب کی یہی انجیل ہے۔"

(زوال مغرب ج ۲ صفحہ ۲۱۲)

حضرت عیسیٰ اور آپ کے حواریوں کی زبان آرامی تھی جبکہ یہ تمام اناجیل یونانی زبان میں لکھی گئیں۔ پھر اناجیل میں ترجمہ در ترجمہ کے ذریعے تحریف ہوتی رہی۔ نیقیہ کی مشہور کونسل منعقدہ ۳۲۵ء کے سامنے یہ تمام اناجیل رکھی گئیں تاکہ اصل اور صحیح اناجیل کا فیصلہ کیا جا سکے۔ ان متعدد اناجیل کی صحت جانچنے کے لئے ایک نرالہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ ایک رات تمام کتابوں کو فرش پر بکھیر دیا گیا۔ صبح آکر دیکھا تو کچھ کتابیں میز کے اوپر رکھی ہوئی تھیں ان کو مقدس اور درست سمجھ کو منتخب کر لیا گیا اور باقی کتابیں جعلی کہہ کر رد کر دی گئیں چنانچہ عیسائیوں کے ہاں یہ اناجیل آسمانی اور الہامی خیال کی جاتی ہیں۔

تبصرہ :

کیا موجودہ اناجیل الہامی ہیں؟

تاریخی اور دیگر شواہد موجودہ اناجیل کے الہامی ہونے کی تردید کرتی ہیں۔ مثلاً"

۱۔ ان اناجیل کے مصنفین نے خود اعتراف کیا ہے کہ وہ الہام کے تحت نہیں لکھی گئیں۔

۲۔ خود ان اناجیل میں باہمی اختلاف اور تضاد ہے۔ حالانکہ کلام ربانی میں اختلاف ممکن نہیں۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (نساء : ۸۲)

یہی بات پروفیسر جوڑ Joad اپنی کتاب God and Evil میں لکھتا ہے۔

"اناجیل کے باہمی تضاد نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔" (صفحہ نمبر ۳۱۸)

دوسری صدی عیسوی میں 34 اناجیل رائج تھیں۔ یہ سب یونانی زبان میں تھیں حالانکہ حضرت عیسیٰ کی زبان آرامی تھی پھر یہ چار اناجیل نرالے اور غیر سائنٹفک طریقے سے منتخب کی گئیں۔ ان اناجیل کا مواد سند کے لحاظ سے مشتبہ ہے اور یہ تحریف و ترمیم سے محفوظ نہیں رہی۔

۲۔ اناجیل میں مشرکانہ اور باطل عقائد۔ تثلیث۔ الوہیت اور ابنیت مسیح پائے جاتے ہیں جن کا کوئی نبی تبلیغ نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید میں اس کی تردید آئی ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (المائدہ : ۱۷)

بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے مسیح ابن مریم کو خدا کہا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ (المائدہ : ۷۳)

یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا بے شک اللہ تین خداؤں میں ایک ہے۔

الغرض موجودہ اناجیل ایجاد بندہ ہیں نہ کہ الہامی کیونکہ ان کے مؤلفین مجہول الحال لوگ ہیں۔ زمانہ تصنیف غیر متعین ہے۔ اصل آرامی زبان میں کوئی انجیل نہیں ملتی۔ پھر ان میں بے شمار اختلاف اور تضادات ہیں۔ ان میں تحریف و ترمیم ہوتی رہی یہ سب امور انہیں غیر مستند غیر موثر اور غیر الہامی ٹھہراتے ہیں۔

قرآن مجید.......... آخری مقدس آسمانی کتاب

مفہوم:

قرآن کا لفظ "قرآت" سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں "پڑھنا" "تلاوت کرنا" "قرآن" مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں بکثرت پڑھی جانے والی کتاب۔ اس کتاب الٰہی کا یہ نام "قرآن" کسی انسان کا رکھا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ نام خود خداوند تعالیٰ نے رکھا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ...... (۷۶ : ۲۳) بے شک ہم نے تجھ پر قرآن کریم آہستہ آہستہ نازل کیا۔

اس کتاب کو قرآن کریم کا نام دینے میں دراصل ایک زبردست پیش گوئی مضمر ہے یعنی یہ کتاب اس کثرت سے دنیا میں پڑھی جائے گی کوئی دوسری کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔

چودہ سو سال سے زائد کا طویل عرصہ اس امر کا شاہد ہے کہ یہ پیشگوئی نہایت تسلسل اور تواتر سے پوری ہو کر قرآن مجید کی صداقت پر ایک زبردست شہادت ثابت ہوئی اور قیامت تک ثابت ہوتی رہے

Scanned with CamScanner

گی۔ چنانچہ دشمنوں اور مخالفوں کو بھی مجبور ہو کر تسلیم کرنا پڑا:

''حقیقت یہ ہے کہ دنیا بھر میں صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے''......(انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا نولڈ کیے کا مقالہ قرآن)

یہی وہ کتاب ہے جسے کروڑوں افراد دن میں کم سے کم پانچ مرتبہ پڑھتے ہیں۔ جو بڑی عمر کے لوگوں کے علاوہ نوعمر بچوں کے سینوں میں محفوظ ہے اور رمضان المبارک میں پوری کتاب صحت لفظی اور حسن قرآن کے ساتھ سناتے ہیں۔

اب ہم قرآن مجید کے بعض ایسے امتیازات کا ذکر کرتے ہیں جو اسے دیگر آسمانی کتب پر فوقیت دیتے ہیں۔

قرآن مجید ـــــ محفوظ ترین کتاب

قرآن مجید آخری الہامی کتاب ہے جو آخری نبی حضور ﷺ پر نازل ہوئی۔ قرآن مجید اپنی حفاظت میں انسانی کوششوں سے بے نیاز ہے اس کی حفاظت کی ذمہ داری، محافظ کائنات نے خود لی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: ۹)

ہم نے اس (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

پھر قرآن مجید تحریف اور ترمیم سے محفوظ ہے اور یہ بات بھی خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی۔

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (حم السجدة: ۴۲)

باطل نہ تو اس کتاب کے سامنے سے داخل ہوگا اور نہ پیچھے سے

پس قرآن مجید کو یہ منفرد امتیاز حاصل ہے کہ زمانہ کی دست برد سے محفوظ رہا اور صحیح و سالم ہم تک پہنچا اور یہ کتاب قیامت تک محفوظ رہے گی۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا مولف لکھتا ہے۔

"جس حفاظت سے قرآن ہم تک پہنچا ہے اس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔"

اس وقت قرآن مجید ہی آسمانی کتابوں میں محفوظ ترین کتاب ہے۔ اس دعویٰ کی ہم تفصیل بیان کرتے ہیں۔

آپؐ نے قرآن کو اس صریح دعوے کے ساتھ پیش کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو مجھ پر نازل ہوا ہے۔ اس کتاب کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو یقینی طور پر محسوس ہوتا ہے کہ اس میں شامل کوئی آمیزش نہیں ہوئی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کوئی بھی قول اس میں شامل نہیں ہے

بلکہ آپؐ کے اقوال کو اس سے بالکل الگ رکھا گیا ہے۔ بائبل کی طرح آپ کی زندگی کے حالات اور عربوں کی تاریخ اور زمانہ نزول قرآن میں پیش آنے والے واقعات کو اس میں کلام الٰہی کے ساتھ خلط ملط نہیں کر دیا گیا۔ یہ خالص کلام اللہ (Word of God) ہے۔ اس کے اندر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا ایک لفظ بھی شامل نہیں ہے۔ اس کے الفاظ سے ایک لفظ بھی کم نہیں ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے جوں کا توں یہ ہمارے زمانے تک منتقل ہوا ہے۔

یہ کتاب جس وقت سے نبی کریم ﷺ پر نازل ہونی شروع ہوئی تھی اسی وقت سے آپؐ نے اسے لکھوانا شروع کر دیا تھا۔ جب کوئی وحی آتی اسی وقت آپ اپنے کسی کاتب کو بلاتے اور اسے لکھوا دیتے تھے۔ لکھنے کے بعد وہ آپ کو سنایا جاتا اور جب آپؐ اطمینان کر لیتے تھے کہ کاتب نے اسے صحیح لکھا ہے تب آپؐ اسے ایک محفوظ جگہ رکھ دیتے تھے۔ ہر نازل شدہ وحی کے متعلق آپ کاتب کو یہ ہدایت بھی فرما دیتے تھے کہ اسے کس آیت سے پہلے اور کس کے بعد درج کیا جائے۔ اس طرح آپ قرآن کو ترتیب بھی دیتے رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ تکمیل کو پہنچ گیا۔

پھر نماز کے متعلق آغاز اسلام ہی سے یہ ہدایت تھی کہ اس میں قرآن مجید پڑھا جائے۔ اس لئے صحابہ کرام اس کے نزول کے ساتھ ساتھ اس کو یاد کرتے جاتے تھے۔ بہت سے لوگوں نے اسے پورا یاد کر لیا اور ان سے بہت زیادہ بڑی تعداد ایسے اصحاب کی تھی جنہوں نے کم و بیش اس کے مختلف حصے اپنے حافظے میں محفوظ کر لئے تھے۔ الغرض:

۱۔ آپؐ نے خود کاتبین وحی سے اس کو اول تا آخر لکھوایا۔

۲۔ بہت سے صحابہؓ نے پورا کا پورا قرآن لفظ بہ لفظ یاد کر لیا۔

۳۔ صحابہ کرام میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے قرآن کا کوئی نہ کوئی حصہ، تھوڑا یا بہت یاد نہ کر لیا ہو کیونکہ اسے نماز میں پڑھنا ضروری تھا اور صحابہؓ کی تعداد کا اندازہ اس سے کر لیجئے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آخری حج میں ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہؓ شریک تھے۔

۴۔ پڑھے لکھے صحابہؓ کی اچھی خاصی تعداد نے اپنے طور پر قران کو لکھ بھی لیا اور رسول اللہ ﷺ کو سنا کر اس کی صحت کا اطمینان بھی کر لیا تھا۔

پس یہ ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے کہ آج جو قرآن ہمارے پاس موجود ہے یہ لفظ بہ لفظ وہی ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے کلام اللہ کی حیثیت سے پیش فرمایا تھا۔ حضور کی رحلت مبارک کے بعد آپؐ کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے تمام حافظوں اور تمام تحریری نوشتوں کو جمع کر کے اس کا ایک مکمل نسخہ کتابی صورت میں لکھوالیا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اس کی نقلیں سرکاری طور پر دنیائے اسلام کے مرکزی مقامات کو بھیجی گئیں۔ ان میں سے دو نقلیں آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔ ایک استنبول میں اور دوسری تاشقند میں جس کا جی چاہے قرآن مجید کا

Scanned with CamScanner

کوئی بھی مطبوعہ نسخہ لے جا کر ان سے ملا لے۔ کوئی فرق وہ نہ پائے گا اور فرق ہو کیسے سکتا ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک ہر نسل (Generation) میں لاکھوں اور کروڑوں حافظ موجود رہے۔ ایک لفظ بھی اگر کوئی شخص بدلے تو یہ حفاظ اس کی غلطی پکڑ لیں گے۔

جدید تحقیق :

پچھلی صدی کے آخر میں جرمنی کے میونخ یونیورسٹی کے ایک انسٹی ٹیوٹ نے دنیا اسلام کے مختلف حصوں میں ہر زمانے کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے قلمی اور مطبوعہ ۴۲ ہزار نسخ جمع کئے تھے۔ ان نسخوں میں کتابت کی غلطیوں کے سوا کوئی فرق نہیں ہے، حالانکہ پہلی صدی ہجری سے چودھویں صدی تک کے نسخ تھے اور دنیا کے ہر حصے سے فراہم کئے گئے تھے۔ افسوس کہ دوسری جنگ عظیم میں جب جرمنی پر بمباری کی گئی تو وہ انسٹی ٹیوٹ تباہ ہو گیا لیکن اس کی تحقیقات کے نتائج دنیا سے ناپید نہ ہوئے۔

زندہ زبان :

قرآن مجید کے بارے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ جس زبان میں یہ نازل ہوا تھا وہ ایک زندہ زبان ہے۔ عراق سے مراکو تک کروڑوں انسان آج بھی اسے مادری زبان کی حیثیت سے بولتے ہیں اور غیر عرب دنیا میں بھی کروڑوں آدمی اسے پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ عربی زبان کی گرامر، اس کی لغت، اس کے الفاظ کے تلفظ اور اس کے محاورے ۱۴ سو برس سے جوں کے توں قائم ہیں۔ آج ہر عربی دان اسے پڑھ کر اسی طرح سمجھ سکتا ہے جس طرح ۱۴ سو برس پہلے کے عرب سمجھتے تھے۔

لہذا تمام کتب سماویہ میں قرآن مجید ہی ایک ایسی منفرد کتاب ہے جو اپنی اصل حالت میں حرف بہ حرف موجود ہے۔ اس میں ایک شوشے اور ایک حرف کا بھی اضافہ یا کمی یا تبدیلی نہیں کی گئی اور نہ ہی اس کا آئندہ امکان ہے۔ اس امر کی شہادت غیر مسلم بھی دینے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ مشہور مستشرق ولیم میور نے اپنے کتاب "لائف آف محمد ﷺ" میں لکھا ہے۔

"قرآن مجید کا کوئی جزو، کوئی فقرہ اور کوئی لفظ ایسا نہیں بنا گیا جس کو جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو۔ اور نہ کوئی لفظ ایسا پایا جاتا ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ بعد میں داخل کیا گیا ہے۔ اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو ان احادیث میں جن میں محمد ﷺ کی چھوٹی چھوٹی باتیں محفوظ کی گئی ہیں۔ ان کا پتہ ضرور ملتا۔"

اس طرح قرآن پاک ہمارے پاس من و عن اسی طرح ہے جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ مسلمان اس بات پر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں کہ دنیا کی تمام آسمانی کتب میں فقط

Scanned with CamScanner

قرآن مجید ہی اصح الکتب ہے۔

قرآن سابقہ کتب سماویہ کا مصدق اور مھیمن ہے

قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو پہلی آسمانی کتب کی تصدیق کرتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاٰمِنُوا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ...... (بقرہ ۲: ۴۱)

یعنی ایمان لاؤ جو میں نے اتارا ہے اور اس کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے۔

پھر سورت مائدۃ میں ہی ارشاد الٰہی ہے کہ

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ

اور ہم نے آپ کی جانب وہ کتاب نازل کی جو خود بھی سچی ہے اور اس کے قبل جتنی کتابیں تھیں وہ ان کی تصدیق کرنے والی اور ان کتابوں کی تعلیمات کی محافظ ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیرؒ قرآن مجید اور دیگر کتابوں کے تعلق کے بارے میں لکھتے ہیں کہ قرآن پہلی کتابوں کا امین ہے یعنی جو کچھ اس میں ہے وہی کچھ پہلی کتابوں میں بھی تھا۔ (لیکن اب ان میں تحریف ہوگئی ہے) وہ ان کتابوں کی تعلیمات کو سمیٹ لینے والا ہے۔ جو اچھائیاں ان سب کتابوں میں مل کر تھیں وہ سب اچھائیاں اس کتاب میں ہیں۔ اس اعتبار سے یہ سب کتابوں پر مقدم ہے اور یہی معیار حق و باطل ہے اس طرح یہ سابقہ کتب پر نگران اور محافظ ہے جس کی مثال بائبل کی تحریف ہے۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ...... (بقرہ ۲: ۷۵)

پس کیا تم امید رکھتے ہو کہ وہ تمہاری بات مان لیں گے اور ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اللہ کے کلام کو سنتا ہے پھر سمجھ لینے کے بعد اس کو بدل دیتا ہے حالانکہ اللہ جانتا ہے۔

رومن تاریخ کلیسا مطبوعہ مرزا پور ۱۸۵۶ء صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے۔

''بہت سے مسیحی کتابیں خود لکھ کر کسی حواری مسیح یا حواری المسیح کے کسی خادم یا کسی بڑے اسقف کے نام سے مشہور کر دیتے تھے ایسی جعلی کارروائیاں تیسری صدی عیسوی سے شروع ہوئیں اور کئی سو برس تک جاری رہیں یہ نہایت ہی خلاف حق اور قابل شرم حرکت تھی''

عالمگیر ہونے کا دعویٰ

متعدد مقامات پر قرآن یٰٓاَيُّهَا النَّاسُ سے مخاطب کرتا ہے کسی خاص قوم یا نسل کو خطاب نہیں کرتا۔ دوسرے مذہب کے برعکس کسی آسمانی کتاب نے عالمگیر ہونے کے دعویٰ نہیں کیا۔ ایک توجہ یہ ہے کہ تمام سابقہ کتب کسی ایک قوم کی رہنمائی کے لئے آئی تھیں۔ جس زمانہ میں وہ کتب نازل ہوئیں تھیں وہ

عالمگیر دعویٰ کا متقاضی نہیں تھا۔ جب قرآن نازل ہوا تو اس نے عالمگیر ہونے کا دعویٰ کیا۔ ارشاد باری ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (یوسف: ۱۰۴)

یہ کتاب تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے

جامع کتاب:

قرآن مجید سابقہ الہامی کتابوں کی تعلیمات کی جامع ہے۔ قرآن مجید سے قبل کی الہامی کتابوں پر نظر ڈالیں۔ توریت میں صرف قوانین کا بیان ہے۔ زبور میں صرف دعائیں اور مناجاتیں ہیں' انجیل میں صرف اخلاقی ہدایات ہیں۔ لیکن قرآن مجید سب کی جامع ہے۔ معاشرت' معیشت' سیاست اور جنگ کے احکام بھی ہیں۔ نیز دیگر اقوام کے قصے بھی۔ عبرت کے درس بھی ہیں جو تفصیل سے بیان کر دیئے گئے ہیں۔

اس طرح ہر زمانہ اور ہر قوم کی ضروریات اور ہدایات بھی اس میں سمودی گئی ہیں اور قرآن مجید کے اپنے بیان کے مطابق:

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ یعنی ہر چیز کا جامع حل پیش کرنے والی کتاب ہے۔

فصاحت اور بلاغت کے لحاظ سے معجزہ:

قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے معجزہ ہے۔ اس کا اعتراف نہ صرف مسلمانوں کو ہے بلکہ مخالفین کو بھی۔ نزول قرآن کے وقت عرب میں بے شمار فصیح ترین خطیب اور شاعر تھے۔ جن کی زبان آوری مسلمہ تھی سب فصحاء بلغا قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے سامنے اپنی آپ کو ضعیف اور پست سمجھنے لگ پڑے۔ لبید معلقہ کا شاعر تھا جب وہ مسلمان ہوا تو اس نے شعر کہنے ترک کر دیئے اور کہا کرتا تھا۔

"جب خدا نے مجھے سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران سکھائی ہے تو اب مجھے شعر کہنا موزوں نہیں"

"Popular Eneyclopaedia" میں لکھا ہے کہ

"قرآن کی زبان بلحاظ لغت عرب نہایت فصیح ہے اس کی انتہائی خوبیوں نے اسے اب تک بے مثل اور بے نظیر ثابت کیا ہے"

قرآن مجید اثر ڈالنے' یقین دلانے کی طاقت' فصاحت و بلاغت اور تراکیب و بندش الفاظ میں بے نظیر ہے اور دنیائے سائنس کے تمام شعبوں کی حیرت انگیز ترقی کا باعث۔ مستشرق جارج لکھتا ہے:

"قرآن مجید بلاشبہ عربی زبان کی سب سے بہتر اور سب سے مستند کتاب ہے کسی انسان کا قلم ایسی معجزانہ کتاب نہیں لکھ سکتا اور یہ مردوں کو زندہ کرنے سے بڑھا ہوا معجزہ ہے"

عدم اختلاف کے لحاظ سے معجزہ:

قرآن مجید تئیس برس دکھ اور سکھ کے مختلف اوقات میں نازل ہوتا رہا ہے کیا کوئی انسان یہ بات ذہن میں لا سکتا ہے کہ اس قسم کے حالات میں انسان ایک ہی حالت پر قائم رہے اور جو وہ کلام پیش کرے اس میں اختلاف نہ ہو۔ قرآن مجید میں بھی منافقوں اور مخالفوں کو مخاطب کر کے کہا ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا

پھر کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں ضرور اختلاف پاتے ...... (نساء ۴: ۸۲)

قرآن کی برکتیں:

حضرت حارث اعورؓ کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے قرآن کی برکات اس طرح بیان فرمائیں۔

- قرآن مجید فتنے کے زمانے میں ذریعہ نجات ہے۔
- یہ سارے فتنوں اور جھگڑوں کا فیصلہ ہے۔
- اس میں تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے حالات ہیں اور بعد میں ہونے والی باتوں کی خبر ہے۔
- یہ دوٹوک بات ہے یعنی دل لگی نہیں۔
- خدا کی مضبوط رسی ہے۔
- حکمتوں سے لبریز یاد دہانی ہے۔
- اس کے ہوتے ہوئے خواہشیں گمراہ نہیں کرتیں۔
- علماء کا دل اس سے کبھی نہیں بھرتا۔
- اسے کتنا ہی پڑھو سیری نہیں ہوتی۔
- اس کی عجیب باتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔
- جس نے اس پر عمل کیا اجر پائے گا۔
- جس نے اس کی راہ کی طرف دعوت دی سیدھی راہ کی طرف دعوت دی۔
- جو سرکش اسے چھوڑے گا اللہ اُس کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دے گا۔

Scanned with CamScanner

متن القرآن

ترجمہ وتشریح

سُورَة البَقَرہ

آخری بیس رکوع

Scanned with CamScanner

تعارف سورہ البقرہ

سورہ البقرہ قرآن حکیم کی طویل ترین سورت ہے۔ اس میں 40 رکوع 286 آیات 62210 کلمات اور 25500 حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ: قرآن مجید میں جتنی بھی سورتیں ہیں۔ ان کے نام آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معین فرمائے ہیں۔ یہ اسماء زیادہ تر ان کے مضامین کی رعایت سے تجویز کیے گئے ہیں۔ ویسے تو ہر سورہ مبارکہ میں متعدد مضامین مذکور ہوتے ہیں۔ مگر بعض مضامین ایسے نمایاں اور اہم ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر خاص طور پر ہوتا ہے۔ ایسے ہی مضامین کے نام پر سورہ کا نام رکھا جاتا ہے۔ بقرہ کے لغوی معنی گائے کے ہیں کیونکہ اس سورت میں بنی اسرائیل کے واقعات میں سے ایک واقعہ گائے کے ذبح کرنے سے متعلق ہے۔ جس کی تفصیل آٹھویں رکوع کی آیت 67 تا 73 میں مذکور ہے اسی واقعہ کی مناسبت سے اس سورت مبارکہ کا نام سورہ البقرہ ہے۔

یہ واقعہ بڑا سبق آموز ہے۔ اس میں بنی اسرائیل کی مذہبی' اخلاقی' اور معاشرتی برائیوں کی مکمل تصویر کشی کی گئی ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ سورت میں تنہا وہی مضمون مذکور ہو جو اس کا عنوان قرار دیا گیا ہو۔ مثلاً اس سورت میں (جو اڑھائی پاروں پر مشتمل ہے) دیگر گوناگوں مضامین کا بھی بیان ہے۔

زمانہ نزول: حضرت عائشہؓ کا بیان ہے "سورہ البقرہ اور سورہ النساء جن دنوں نازل ہوئیں ان دنوں میں آنحضور ﷺ کے یہاں موجود تھی۔"

اس طرح سورہ بقرہ معتبر روایات کے مطابق بالاتفاق مدنی ہے کیونکہ یہ سورت آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ مدنی سورتوں میں اس کا نمبر اول ہے۔ ویسے ترتیب کے لحاظ سے قرآن حکیم میں اس کا دوسرا درجہ ہے۔ اس سورت میں اکثر لمبی لمبی آیات ہیں جو بعض کی سورتوں سے بھی طویل تر ہیں۔ اس سورت کی آیت 282 قرآن مجید کی طویل ترین آیت ہے۔ البتہ سورت بقرہ کی آخری دو آیات مکہ میں معراج کے موقع پر اور حرمت سود کے متعلق آیات آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے آخری دور میں اور آیت وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئیں۔

فضیلت و اہمیت: یوں تو پورے قرآن پاک کی تلاوت کے بے شمار فضائل ہیں۔ لیکن چند منفرد فضائل سورہ بقرہ کے ساتھ مختص ہیں۔ سورہ بقرہ کا شمار فضیلت کے اعتبار سے

قرآن شریف کی بزرگ ترین سورتوں میں ہے۔ کیونکہ عقائد و اعمال دونوں کے باب میں اسلام کی اہم ترین تعلیمات کو اس میں سمو دیا گیا ہے۔ چنانچہ احادیث کی روشنی میں سورہ بقرہ کے کچھ فضائل ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

1- آنحضورؐ نے فرمایا۔ "جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جائے شیطان اس گھر سے نکل جاتا ہے۔"

2- جو شخص سورہ بقرہ پڑھے گا اسے جنت میں تاج پہنایا جائے گا۔

3- سہل بن سعد سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ ہر چیز کی ایک کوہان (بلندی) ہوتی ہے۔ اور قرآن کی کوہان سورت بقرہ ہے۔ جو دن کے وقت اپنے گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت کرتا ہے اس میں تین دن تک شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔ اور جو رات کو اپنے گھر میں پڑھے گا تین رات تک شیطان گھر میں داخل نہ ہو گا۔

4- آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ جس سورت میں گائے کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ (سورہ بقرہ) قرآن کی میزان ہے۔ اسے سیکھا کرو۔ اس کا سیکھنا خیر و برکت کا موجب ہے۔ جادوگر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

5- صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا دو تر و تازہ سورتیں (بقرہ اور آل عمران) تلاوت کیا کرو۔ یہ دونوں بروز قیامت اپنے پڑھنے والوں کے لئے جھگڑا کریں گی۔ نیز فرمایا۔ قیامت کے دن قرآن پاک اور اس کے پڑھنے والے لائے جائیں گے۔ اور سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران سب سے آگے آگے ہوں گی۔

آیۃ الکرسی: سورہ بقرہ کی آیت نمبر 255 آیۃ الکرسی کہلاتی ہے۔ اللہ کی کتاب میں یہ آیت سب سے زیادہ عظمت والی ہے۔ اس ضمن میں آنحضور ﷺ کے ارشادات ہیں۔

1- جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتا ہے۔ اس کے جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا دوسری چیز مانع نہیں ہو سکتی۔

2- جو شخص سوتے وقت آیۃ الکرسی تلاوت کرے تو اس پر خدا کی جانب سے ایک محافظ مقرر کر دیا جاتا ہے۔

3- نیز احادیث میں سورہ بقرہ کی آخری دو آیات کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے۔

4- جو شخص سورہ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھے گا وہ جن و انس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ نیز معراج کی شب آپ کو تین چیزیں عطا ہوئیں۔

5- 1- پانچ نمازیں۔ 2- سورہ البقرہ کی آخری دو آیات۔ 3- امت محمدیہ کا ہر فرد

سوائے مشرک کے بخش دیا جائے گا۔ علاوہ ازیں حضورؐ نے فرمایا:

6- میری امت کو تین خصوصیات دی گئیں جو کسی دوسری امت کے حصہ میں نہیں آئی تھی۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ عرش کے نیچے ایک خزانہ ہے وہاں سے مجھے سورہ بقرہ کی آخری آیات عطا ہوئیں۔"

❀ سورہ البقرہ کے اہم مضامین ❀

سورہ بقرہ میں مضامین متعدد اور متنوع ہیں۔ یہ سورہ اپنی طوالت کے علاوہ معانی و مطالب کے اعتبار سے بھی قرآن حکیم کی اہم ترین سورت ہے۔ جو احکام، مضامین دوسری سورتوں میں مفصل مذکور ہیں۔ وہ سورہ البقرہ میں مجمل بیان کر دیئے گئے ہیں۔ کسی فرد یا معاشرے کو صحیح راہ پر ڈالنے کے لئے جن اعمال و نظریات کی ضرورت ہے۔ وہ سب اس میں موجود ہیں۔ اس لئے اہم مضامین کا خلاصہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

1- تین گروہوں کا تذکرہ: سورت کی ابتداء میں خدا تعالیٰ نے تین گروہوں کا ذکر کرکے ان کے کردار کے مختلف پہلوؤں کو بے نقاب کیا ہے۔ ان میں سے پہلا گروہ متقین کا ہے۔ ان کے اہم اوصاف، ایمان بالغیب، قیامت، قرآن پاک۔ سابقہ الہامی کتابوں پر ایمان، نماز کا قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی ہے۔ دوسرا گروہ کفار کا ہے جو مسلسل گمراہی میں پڑ کر قبول حق کی صلاحیت سے محروم ہو چکے ہیں۔ تیسرا گروہ منافقین کا ہے۔ جو زبان سے تو اسلام کا اقرار کرتا ہے۔ لیکن دل میں کفر چھپا ہوا ہے۔ یہ گروہ، خود فریبی، دھوکہ دہی، مفاد پرستی اور سہل پسندی کا مریض ہے۔ ان تین گروہوں کے ذکر کے بعد پوری انسانیت کو عبادت الٰہی کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہی فلاح کا راستہ ہے یہ بیان 1 تا 3 رکوع تک ہے۔

2- واقعہ آدم و ابلیس: چوتھے رکوع میں تخلیق آدم اور فرشتوں کے واقعہ کا ذکر ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ انسان کو زمین پر خدا کا نائب بنا کر بھیجا گیا ہے۔ خلیفہ کے تقرر فرشتوں کے سوال اور جواب خداوندی کا بیان ہے۔ اور بتایا کہ حضرت آدم علیہ السلام اس منصب کے واقعی اہل تھے۔

3- بنی اسرائیل اور انعامات خداوندی: پانچویں رکوع سے چودھویں رکوع تک خداوند تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی مفصل تاریخ بیان کی ہے جو دنیا کے ایک بڑے حصے پر مدتوں برسر اقتدار رہے۔ اس سورت میں بنی اسرائیل کی مذہبی اخلاقی اور معاشرتی برائیوں کی پوری داستان بیان کی گئی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی انعامات کا ذکر کیا جو اس قوم کو عطا کئے گئے۔ ان میں من سلویٰ کا نزول، فرعون مصر سے نجات، فرعون کی غرقابی، ہدایات

ربانی اور چشموں کا جاری ہونا وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن انہوں نے ہمیشہ کفران نعمت کیا اور سزا کے طور پر ذلیل و خوار اور محروم ہوئے۔

4- انبیاء بنی اسرائیل کا تذکرہ: سورہ بقرہ میں یہود کے طرز عمل پر شدید تنقید کرتے ہوئے۔ فرعون اور آل فرعون کے ہاتھوں مظالم اور نجات، حضرت موسیٰ سے بے جا سوالات، عہد شکنی کی سزا صورتوں کا مسخ ہونا۔ گائے کا مشہور واقعہ۔ احکام الٰہی کی اطاعت سے سرتابی اور چاہ بابل اور ہاروت و ماروت کے واقعات بتاتے ہوئے خاتمہ حضرت سلیمان داؤد علیہ السلام کی تشریف آوری پر ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد بھی یہود گمراہی اور ہٹ دھرمی کی راہ پر گامزن رہے۔ ان آیات میں یہود کی بربادی کا مفصل ذکر ملتا ہے۔ نیز بنی اسرائیل کی تاریخ کا اجمالی ذکر اور اہم واقعات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جو امت مسلمہ کے لئے بھی باعث عبرت ہے۔

5- ابراہیم و ملت ابراہیمؑ: رکوع 16 سے رکوع نمبر 19 تک حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش، ان کی امامت، قبولیت دعا، حضرت اسحاق و اسماعیل اور یعقوب علیہم السلام کا ضمنی تذکرہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم کی تعمیر خانہ کعبہ اور دعا ابراہیمی کا بیان ہے۔

6- تحویل قبلہ: ابتدائے اسلام میں بیت المقدس کو مسلمانوں کا قبلہ مقرر کیا گیا تھا۔ ہجرت مدینہ کے سولہ ماہ بعد اس کی بجائے بیت اللہ کو قبلہ بنایا گیا۔ یہود نے اعتراض کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے شافی جواب دیا۔

7- عبادات و دیگر شرعی احکام: رکوع نمبر 20 سے 27 تک اسلامی عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا بیان ہے۔ جو مسلمان اور اسلامی معاشرہ میں انقلاب برپا کرتے ہیں۔ نیز قصاص، وصیت، وراثت جہاد اور معاشرتی برائیوں مثلاً جوا شراب وغیرہ سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جو اسلامی سوسائٹی کے لئے بے حد نقصان دہ ہیں۔

8- عائلی زندگی کے احکام: رکوع نمبر 27 سے 31 تک عائلی زندگی اور اس کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سلسلے میں نکاح کی فضیلت، حقوق زوجین کی تفصیل، احکام رضاعت، طلاق، خلع، ایلاء عدت، مہر اور عائلی زندگی کے دیگر احکام کا ذکر کیا گیا ہے۔ تاکہ اہل اسلام کی عائلی زندگی جنت کا نمونہ بن جائے۔

9- جہاد کے احکام: باطل قوتوں کے خلاف مسلسل تگ و دو کو جہاد کہا جاتا ہے۔ اور جہاد کی ایک صورت قتال ہے جو کفر و باطل کے خلاف جسمانی طور پر نبرد آزما ہونے کا نام ہے۔ رکوع 32-33 میں دعوت جہاد دی گئی ہے۔ ضمناً" طالوت و جالوت کا قصہ بیان کیا اور یہ معیار بتایا ہے کہ فتح و شکست کا انحصار تائید ربانی اور قوت ایمانی پہ ہے۔ لہٰذا اہل اسلام کو

Scanned with CamScanner

ہمیشہ جہاد پر کمربستہ رہنا چاہئے۔

10- **انفاق فی سبیل اللہ :** رکوع 35 سے 39 تک انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر ہے۔ راہ خدا میں خرچ کی تعریف اور ریاکاری کی مذمت' اخلاص سے خرچ پر اجر۔ اس کی فضیلت اور افادیت بیان کی گئی ہے۔ نیز مصارف صدقات کا بھی اجمالی نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

آخر میں سود کی حرمت اور اس کے متعلقہ احکام' قرض لینے، دینے کے اصول اور وصیت کا حکم بیان ہوا ہے۔

غرضیکہ یہ سورہ البقرہ اس لحاظ سے منفرد حیثیت کی حامل ہے کہ اس میں ایک انسان کے لئے فکر و عمل کی راہوں کو صحیح نہج پر متعین کر دیا گیا ہے۔

11- **دین کے احکام :** آیہ الدین یعنی قرض، اور اس کے احکام کے متعلق آیت قرآن مجید کی طویل ترین آیت ہے۔ جو سورت کے چالیسویں رکوع میں ہے۔ اس آیت میں قرض کے احکام مسلسل بیان کئے گئے ہیں۔ جو خصوصا اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ باہمی معاملات انجام دیتے وقت دستاویز لکھ لی جائے تاکہ بعد میں جھگڑا پیدا نہ ہو۔ سورت کا خاتمہ ایک جامع دعا پر کیا گیا ہے۔ جس میں ایمان' اسلام اور ایک مومن کا انابت الی اللہ کا جامع بیان ہے۔

سُورَةُ الْبَقَرَة

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

میں پناہ لیتا ہوں ساتھ اللہ سے شیطان مردود

میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سے نام اللہ نہایت مہربان رحم کرنے والا

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا

اے لوگو! کھاؤ سے جو میں زمین حلال

اے لوگو زمین کی ان چیزوں میں سے کھاؤ جو حلال

طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ

پاک اور نہ پیروی کرو نقش قدم شیطان بیشک وہ تمہارا

اور پاک ہیں اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمہارا

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٦٨﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ

دشمن کھلا | صرف حکم دیتا ہے تمہیں | ساتھ | برائی

کھلا دشمن ہے ۔ وہ تو تمہیں برائی اور بے حیائی کا

وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦٩﴾

اور بے حیائی | اور یہ کہ تم کہو | پر اللہ | جو تم نہیں جانتے

ہی حکم دیتا ہے، اور اس بات کا کہ تم اللہ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کے متعلق تم نہیں جانتے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اور جب کہا جاتا ہے | لئے | اُن | پیروی کرو | جو | نازل کیا | اللہ

اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ ان احکام کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیے ہیں

قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ط

وہ کہتے ہیں بلکہ ہم پیروی کریں گے جو پایا ہم نے پر اس آباؤ اجداد ہمارے

تو کہتے ہیں بلکہ ہم اسی (طریقے) کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا

اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ

کیا اگر ہوں | آباؤ اجداد | ان نہیں سمجھتے | کچھ | اور

کیا اگرچہ ان کے آباؤ اجداد کچھ بھی عقل سے کام نہ لیتے ہوں اور

لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿١٧٠﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

نہیں راہ ہدایت پاتے | اور مثال | جن | کفر کیا

نہ ہدایت پر ہوں ۔ اور اُن لوگوں کی مثال جو کافر ہوئے

كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً

طرح | جو | پکارتا ہے کو جو | نہیں سنتا | سوائے | پکار

اُس شخص کی طرح ہے جو اُن جانوروں کو پکارتا ہے جو پکار اور آواز

وَّنِدَآءً ط صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٧١﴾

اور آواز | بہرے گونگے | اندھے پس وہ نہیں سمجھتے ہیں

کے سوا کچھ نہیں سنتے ، بہرے گونگے اندھے ہیں پس وہ نہیں سمجھتے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ

اے وہ | جو ایمان لائے | کھاؤ | سے پاک چیزیں جو دی ہم نے تم کو

اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ

وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿١٧٢﴾

اور شکر ادا کرو لئے اللہ اگر ہو تم صرف اسی عبادت کرتے ہو

اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اُسی کی عبادت کرتے ہو

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ

صرف حرام کیا پر تم مردار اور خون اور گوشت

اُس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سوّر کا گوشت

الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ج فَمَنِ اضْطُرَّ

سوّر اور جو پکارا جائے پر اُس لیے سوا اللہ پس جو مجبور ہو جائے

اور وہ جسے اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لئے پکارا جائے حرام کیا ہے۔ پس جو شخص مجبور ہو جائے

غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ

نہ سرکش اور نہ حد سے بڑھنے والا پس نہیں گناہ اُس پر

نہ سرکش ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اُس پر کوئی گناہ نہیں

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٧٣﴾

بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا

بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

Scanned with CamScanner

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ

بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو نازل کی اللہ سے کتاب

بے شک جو لوگ اُسے چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب سے اُتارا ہے

وَيَشْتَرُونَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولٰٓئِكَ مَا

اور خریدتے ہیں بدلے اس قیمت تھوڑی وہ لوگ نہیں

اور اُس کے بدلے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں وہ لوگ اپنے

يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا

کھاتے ہیں پیٹوں اپنے مگر آگ اور نہیں

پیٹوں میں سوائے آگ کے کچھ نہیں بھرتے اور اللہ

يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ

بات کرے گا ان اللہ دن قیامت اور نہ پاک قرار دے گا ان

قیامت کے دن اُن سے بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک قرار دیگا

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٤﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ

اور واسطے اُن عذاب دردناک۔ وہ لوگ جنہوں نے

اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے

اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ

خرید کیا انہوں نے گمراہی بدلے ہدایت اور عذاب بدلے بخشش

ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرت کے بدلے عذاب کو خرید لیا

فَمَآ أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿١٧٥﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ

پس کتنے صابر ہیں وہ پر آگ۔ وہ اس لئے کہ بیشک اللہ

پس کتنے صابر ہیں وہ آگ پر۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ نے

نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ

نازل کی کتاب ساتھ حق اور بے شک جن لوگوں

کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے، (مگر) جن لوگوں نے

اخْتَلَفُوا فِي الْكِتٰبِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿١٧٦﴾ ع ٢١

اختلاف کیا میں کتاب البتہ میں مخالفت دور۔

کتاب کے بارے میں اختلاف کیا وہ مخالفت میں دور (نکل گئے) ہیں

معانی وگرامر

اسماء

النَّاسُ ؛ لوگ۔ ال کی وجہ سے اسم معرفہ ہوگیا۔

خُطُوٰتِ ؛ قدم۔ خُطْوَةٌ کی جمع۔ چلنے والے کے دونوں قدموں کا درمیانی فاصلہ

الشَّيْطٰنُ ؛ ال کی وجہ سے اسم معرفہ ہوگیا۔ وہ خاص شیطان جس کو قرآن نے ابلیس کا نام دیا ہے۔ شَيَاطِينُ اس کی جمع ہے۔

عَدُوٌّ ؛ دشمن۔ اس کی جمع اَعْدَاءٌ ہے۔

مُبِينٌ ؛ واضح، کھلا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔

بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ ؛ برائی اور بے حیائی۔ اَلْفَحْشَاءُ اسم تفضیل واحد مؤنث۔ مادہ فُحْشٌ۔ برا کام۔

اٰبَآءَنَا ؛ ہمارے باپ دادا۔ اَبٌ کی جمع ہے۔

دُعَآءً وَّنِدَآءً ؛ چیخ پکار۔ آواز دینا۔ دُعَاءٌ۔ پکارنا، بلانا۔ اس کی جمع اَدْعِيَةٌ ہے۔ نِدَاءٌ آواز کا بلند کرنا۔ اسم نکرہ ہے۔

صُمٌّ ؛ بہرے۔ اسم نکرہ واحد اَصَمُّ

بُكْمٌ ؛ گونگے۔ اسم نکرہ واحد اَبْكَمُ

عُمْيٌ ؛ اندھے۔ اسم نکرہ واحد اَعْمٰى

Scanned with CamScanner

طَیِّبٰتِ ـــــــــــ ؛ پاکیزہ چیزیں۔ اسم نکرہ۔ واحد طَیِّبَۃٌ

اَلْمَیْتَۃَ ـــــــــــ ؛ مردار۔ وہ جانور جس کی روح بغیر ذبح کئے نکل جائے۔ اسم معرفہ

اَلدَّمَ ـــــــــــ ؛ خون۔ جمع دِمَاءٌ

لَحْمَ ـــــــــــ ؛ گوشت۔ جمع لُحُوْمٌ

خِنْزِیْرِ ـــــــــــ ؛ سؤر۔ جمع خَنَازِیْرُ

غَیْرَ بَاغٍ ـــــــــــ ؛ بَاغٍ، بَغْیٌ سے ہے۔ جس کا معنی اعتدال سے تجاوز کرنا ہے یعنی اپنے نفس میں اس کے لئے خواہش نہیں پاتا۔

وَّلَاعَادٍ ـــــــــــ ؛ حد سے بڑھنے والا

بُطُوْنِهِمْ ـــــــــــ ؛ ان کے پیٹ۔ واحد بَطْنٌ۔

اِثْمٌ ـــــــــــ ؛ گناہ۔ جمع آثَامٌ

اَلضَّلٰلَۃَ ـــــــــــ ؛ گمراہی

شِقَاقٍۢ بَعِیْدٍ ـــــــــــ ؛ دور کی ضد۔ شِقَاقٌ۔ ضد، مخالفت۔ بَعِیْدٌ۔ دور

ثَمَنًا قَلِیْلًا ـــــــــــ ؛ تھوڑی قیمت۔ جمع اَثْمَانٌ

اَفْعَال

کُلُوْا ـــــــــــ ؛ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم سب کھاؤ۔

وَاشْکُرُوْا ـــــــــــ ؛ تم سب شکر کرو۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر

یَاْمُرُکُمْ ـــــــــــ ؛ وہ تمہیں حکم دیتا ہے۔ یَاْمُرُ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

اِتَّبِعُوْا ـــــــــــ ؛ تم پیروی کرو۔ فعل امر حاضر جمع مذکر حاضر۔ لَاتَتَّبِعُوْا۔ تم پیروی نہ کرو فعل نہی۔

نَتَّبِعُ ـــــــــــ ؛ ہم پیروی کرتے ہیں۔ فعل مضارع صیغہ جمع متکلم

اَلْفَیْنَا ـــــــــــ ؛ ہم نے پایا۔ فعل ماضی معروف صیغہ جمع متکلم۔

لَایَعْقِلُوْنَ وَلَایَهْتَدُوْنَ ؛ نہ کچھ عقل رکھتے ہیں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔ فعل مضارع منفی معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔

یَنْعِقُ ـــــــــــ ؛ وہ پکارتا ہے۔ نَعِیْقٌ گدڑیے کی آواز کو کہتے ہیں فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

لَایَسْمَعُ ـــــــــــ ؛ نہیں سنتا ہے فعل مضارع منفی صیغہ واحد مذکر غائب۔

اٰمَنُوْا ـــــــــــ ؛ وہ ایمان لائے فعل ماضی معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔

رَزَقْنٰکُمْ ـــــــــــ ؛ ہم نے تمہیں دیا فعل ماضی معروف صیغہ جمع متکلم (رَزَقْنَا + کُمْ)

کُنْتُمْ ـــــــــــ ؛ تم تھے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر کَانَ فعل ناقص۔ اس سے یَکُوْنُ مضارع ہے۔

تَعْبُدُوْنَ ـــــــــــ ؛ تم عبادت کرتے ہو فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔

اُهِلَّ ـــــــــــ ؛ ہلال پہلی اور دوسری رات کے چاند کو کہتے ہیں۔ اور اِهْلَالٌ چاند دیکھنے کے معنی میں آتا ہے۔ پھر اس کا استعمال اس آواز پر ہوا جو چاند دیکھنے کے وقت بلند کی جاتی ہے۔ بعد میں ہر آواز میں اس کا اطلاق ہونے لگا۔ فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔

اُضْطُرَّ ـــــــــــ ؛ وہ مجبور کیا گیا۔ اضطرار انسان کی اپنی بے اختیاری اور دوسرے کے مجبور کرنے سے ہوتا ہے فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔

اَنْزَلَ ـــــــــــ ؛ اس نے نازل کیا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔

یَشْتَرُوْنَ ـــــــــــ ؛ بدلے میں لیتے ہیں۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب۔ شِرَاءٌ مصدر

یَکْتُمُوْنَ ـــــــــــ ؛ وہ چھپاتے ہیں۔ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔

مَایَاْکُلُوْنَ ـــــــــــ ؛ وہ نہیں کھاتے ہیں۔ فعل مضارع منفی صیغہ جمع مذکر غائب۔

لَایُکَلِّمُهُمْ ـــــــــــ ؛ وہ ان سے بات نہیں کرے گا۔ فعل مضارع منفی صیغہ واحد مذکر غائب (لَایُکَلِّمُ + هُمْ)

فَمَآ اَصْبَرَ ـــــــــــ ؛ پس وہ کس حد تک صبر کرنے والے ہیں۔ فعل تعجب ہے۔

اِخْتَلَفُوْا ـــــــــــ ؛ انہوں نے اختلاف کیا۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب۔

مرکب اضافی

خطوات الشیطن ۔ لحم الخنزیر ۔ اٰباءنا ۔ اٰباؤھم ۔ مثل الذین مثل الذی ۔ غیر اللہ ۔ غیر باغ ۔ بطونھم ۔ یوم القیٰمۃ ۔

Scanned with CamScanner

مرکب توصیفی

حلالا طیبا ۔ عدو مبین ۔ ثمنا قلیلا ۔ عذاب الیم
شقاق بعید ۔

حروف جارّہ

بِاللّٰہِ ــــــــ ، ہیں ب حرفِ جار جس نے اپنے اسم کے آخری حرف "ہ" کے نیچے کسرہ دیا ہے۔ حرفِ جار کے بعد آنے والے اسم کو مجرور کہتے ہیں مثلاً اللّٰہ

مِنْ ــــــــ ، سے ۔ حرفِ جار

فِیْ ــــــــ ، میں ۔ حرفِ جار ، اَلْاَرْضِ ۔ مجرور

عَلٰی ــــــــ ، پر ۔ حرفِ جار

کَمِثْلِ ــــــــ ، ہیں ک حرفِ جار جس نے ل کے نیچے کسرہ دیا۔

نوٹ ، جو مرکب جار ، جار اور اسم مجرور سے ترکیب پائے اسے مرکب جاری کہتے ہیں ۔ مثلاً
بِاللّٰہِ : ب حرف جار اور اللّٰہ مجرور ہے ۔

تفسیر .... رکوع نمبر ۲۱

آیت نمبر ۱۶۸ ...... یَا اَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ ....

حلال و حرام کا اصول : اصولی باتوں کی تلقین کے بعد اب یہاں سے فروعی مسائل کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ "ان میں سب سے پہلے خورد و نوش سے تعلق رکھنے والے احکام کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ تو ارشاد فرمایا گیا کہ اے بنی نوع انسان دنیا میں جو چیزیں پیدا کی گئی ہیں۔ تم ان سے پوری طرح مستفید ہو سکتے ہو۔ لیکن دو باتوں کا خیال رکھنا ہوگا۔"

۱۔ حلال : اول تو یہ کہ وہ چیز جس کو تم کھانا چاہتے ہو وہ حلال ہونی چاہیے۔ یعنی اس کے استعمال پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے کوئی پابندی نہ لگا رکھی ہو۔ نیز وہ جائز طریقہ سے حاصل کی گئی ہو۔ کیونکہ اگر کوئی چیز بذات خود حلال بھی ہو۔ لیکن ناجائز ذرائع سے حاصل کی جائے تو وہ بھی حرام ہو جاتی ہے۔ اس شرط کے تحت دونوں طرح کی اشیاء آ جاتی ہیں ایک تو وہ جن کا استعمال سرے سے ہی ممنوع ہے۔ مثلاً شراب 'خنزیر اور دیگر حرام جانوروں کا گوشت اور دوسری وہ جو خواہ حلال بھی ہو مگر حرام ذریعہ سے حاصل کی جائیں۔ مثلاً چوری کی مرغی یا رشوت کی رقم سے خریدا ہوا بکرا یا کہ دھوکا اور ظلم سے حاصل کیا ہوا کوئی حلال جانور۔ تو اس طرح کی چیزیں کھانے کی تمہیں اجازت نہیں۔

۲۔ طیب : دوم! یہ کہ وہ چیز طیب یعنی صاف ستھری ہو۔ بعض حلال چیزیں بھی ہوتی ہیں لیکن اگر وہ اس حالت میں ہوں کہ طبیعت میں ان سے نفرت پیدا ہو تو ایسی چیزوں کے استعمال سے اجتناب کرو۔

آیت نمبر ۱۶۹ : جو اشیاء ان ذو پابندیوں سے مستثنیٰ ہوں ان کے کھانے میں قطعاً کوئی حرج نہیں۔ نیز آگے متنبہ کیا گیا ہے کہ خورد و نوش جیسے احکام میں شیطان کے کہنے پر نہ چلنا چاہیے۔ کیونکہ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے اور ظاہر ہے کہ دشمن سے کسی اچھی بات کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ وہ تمہیں ورغلائے گا کہ فلاں چیز کھا لو کیونکہ وہ بہت لذیذ ہے۔ یا فلاں ناجائز طریقہ سے غذا حاصل کر لو کہ اس میں تمہیں کوئی خاص محنت نہیں کرنی پڑے گی۔ تو اس کی ایسی باتوں میں آکر اطاعت الٰہی سے سر تابی نہ کر بیٹھنا۔ اس کا تو کام ہی یہ ہے کہ لوگوں کو برائی اور فحاشی کی تلقین کرتا رہے۔ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ لوگ راہ حق سے ہٹ کر بدی اور فحش کی پگڈنڈی پر گامزن ہو جائیں۔ یا خدا کے ذمہ ایسی فرضی باتیں منسوب کرتے رہیں جن کا انہیں علم تک بھی نہیں ہے۔ تاکہ یہ ایمانی دولت سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور عذاب الٰہی کے مستحق قرار پائیں۔ (تفصیل عنوان "حلت و حرمت کے مسائل" دیکھیے)

آیت نمبر ۱۷۰ ...... وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ ....

مشرکوں کی آباء پرستی : لَھُمْ کی ضمیر مشرکین عرب کی طرف ہے جب ان سے کہا جاتا کہ وہ پچھلوں کی اندھی تقلید میں مبتلا ہونے کی بجائے کتاب اللہ کی مخلصانہ پیروی کریں تو وہ بڑے غرور سے یہ جواب دیتے کہ ہم باپ دادا کے طریقے کو پسند کرتے ہیں اور ہم اپنے اسی طریقے پر جمے رہیں گے ان سے پوچھا گیا کہ کیا وہ پھر بھی آباء پرستی کے مسلک پر قائم رہیں گے جب کہ ان کے آباء و اجداد نے اپنی عقل سے کام نہ لیا ہو اور خدا کی تعلیم ہدایت کو نہ اپنایا ہو۔ ایسی اندھی تقلید

Scanned with CamScanner

سے کیا فائدہ؟

امام قرطبیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ "اس آیت میں تقلید آبائی کے ممنوع ہونے کا ذکر ہے۔ اس سے مراد باطل اعمال و عقائد کی تقلید ہے۔ عقائد صحیحہ و اعمال صالحہ میں تقلید اس آیت میں شامل نہیں"۔ آگے چل کر لکھتے ہیں۔ "کچھ لوگوں نے اس آیت کو تقلید کی مذمت میں پیش کیا ہے۔ اور یہ باطل کے معاملہ میں تو صحیح ہے لیکن حق کے معاملے میں تقلید سے اس کا کوئی تعلق نہیں، حق میں تقلید کرنا تو دین کے اصول میں سے ایک مستقل بنیاد ہے۔ اور مسلمانوں کے دین کی حفاظت کا ذریعہ ہے کہ جو شخص اجتہاد کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ دین کے معاملہ میں تقلید پر مجبور ہے۔"

آیت نمبر ۱۷۱ ...... وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا ....

مراد یہ کہ باطل کی اندھی تقلید کرنے والوں کے سامنے عقل کی بات کرنا ایسا ہی ہے جیسے چارپایوں کو مخاطب کرنا، مولانا امین احسن اصلاحی کے الفاظ میں "جو لوگ عقل و بصیرت سے کام لینے کی بجائے اندھے بہرے ہو کر محض باپ دادا کی تقلید پر اڑتے ہیں۔ ان کی تشبیہ بھیڑ بکریوں کے گلے سے دی گئی ہے۔ جو عقل و فہم سے بالکل عاری اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے بالکل محروم ہوتا ہے۔ چرواہے کی آواز بے شک کانوں سے ٹکراتی ہے۔ لیکن اس سے آگے اسے کچھ خبر نہیں ہوتی کہ چرواہا کس کام کیلئے پکار رہا ہے۔ اور کیا کہہ رہا ہے۔ (تدبر قرآن)

اندھی تقلید : جو لوگ سیدھی راہ پر چلنے کی بجائے اپنے بدترین دشمن شیطان کے راستہ کو اپناتے ہیں۔ ان کی کم عقلی اور حماقت کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ کہ یہ عجیب قسم کے لوگ ہیں۔ انہیں رسول پاکؐ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب "قرآن مجید کی دعوت دیتے ہیں۔ جو ہدایت انسانی کیلئے تریاق اور روحانی امراض میں اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ لیکن یہ لوگ بڑی سادگی سے جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اس راہ کو اپنائیں گے یا انہی امور پر عمل پیرا ہوں گے۔ جن پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا تھا۔ وہی کام کریں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ ان عقائد کو اختیار کریں گے۔ جن کو انہوں نے اختیار کر رکھا تھا۔ خواہ ان کے آباؤاجداد کتنے ہی کم عقل، جاہل اور غیر معقول ہی کیوں نہ ہوں۔ اور پھر ان کی تقلید کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں اور اس کے بالمقابل قرآنی تعلیم جو معقول بنیادوں پر قائم ہے۔ اس کو ٹھکرا دیتے ہیں۔

اس طرح یہ دقیانوس اور رجعت پسند افراد اگرچہ بظاہر انسانی روپ میں ہیں۔ مگر ان کا یہ طور کردار بالکل ان جانوروں کی طرح ہے۔ جنہیں کوئی چرواہا ہانک کرلے جاتا ہے۔ جانور چرواہے کی پکار تو سن لیتے ہیں لیکن اس سے آگے انہیں دوسری باتیں سننے کی اہلیت نہیں ہوتی۔

اسی طرح یہ لوگ بھی اپنے اسلاف کی چند پٹی ہوئی باتوں پر تو بڑے خلوص سے گامزن ہیں مگر انہیں یہ توفیق نصیب نہیں ہوتی کہ ان کا تجزیہ کریں یا عقل و دلیل کی کسوٹی پر ان کے حق و باطل ہونے کو پرکھیں۔ قدرت نے انہیں حواس خمسہ سے نوازا تھا لیکن یہ اللہ کی دی ہوئی ان قوتوں کو استعمال کرنے سے محروم ہیں۔ اپنے کانوں میں کوئی کلمہ حق نہیں جانے دیتے۔ اپنی زبان سے کبھی کسی کو اچھی بات کی تلقین نہیں کرتے اور اپنی آنکھوں سے مناظر قدرت دیکھ کر بھی راہ حق کی طرف نہیں لوٹتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ قوتیں تو اس لئے عطا فرمائی تھیں کہ ان کے ذریعے حق و باطل میں تمیز کی جائے۔ لیکن یہ لوگ تو بالکل بہرے گونگے اور اندھے بن چکے ہیں۔ اور اللہ کی دی ہوئی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت سے قطعاً عاری ہو چکے ہیں۔ راہ حق کی تلاش اور منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے آباؤاجداد کے یہ اندھے مقلد نہ اپنی عقل استعمال کرتے نہ اپنے کان ہدایت کے حصول کیلئے نہ تو یہ اپنی زبان استعمال کرتے اور نہ ہی آنکھیں بلکہ ڈنگروں کی طرح ایک طویل راہ پر آنکھیں بند کر کے بھاگے دوڑے چلے جا رہے ہیں۔

بقول علامہ اقبالؒ سے

آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

آیت نمبر ۱۷۲۔۱۷۳ : دور جاہلیت میں لوگوں نے بغیر کسی ثبوت کے کئی چیزوں کو خواہ مخواہ اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ اور یہ تصور کرتے تھے۔ کہ ان کا یہ طرز عمل نیکی اور تقویٰ کا مظہر ہے۔ ان آیات میں اس غلط فہمی کا ابطال کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تمہیں عطا کر رکھی ہیں تم ان سے خوب مستفید ہو سکتے ہو اور تم پر کسی قسم کی کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ جب تم نے کلمہ پڑھ کر یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ ہم صرف خدا کی بندگی کریں گے تو اس قرار کے بعد اب ان خود ساختہ احکام کو اپنے اوپر مسلط کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہیں خدا کی طرف سے اجازت ہے کہ اس کے عطا کردہ رزق حلال میں سے جو چیز چاہو کھالو۔ البتہ مندرجہ ذیل چیزیں حرام کر دی گئی ہیں۔ ان کے قریب مت جاؤ۔

۱۔ مَیْتَةَ۔ ہر وہ جانور جو ذبح نہ کیا جائے۔ یا اس کے کھانے پر شریعت نے پابندی لگا رکھی ہو۔ یا وہ اپنی طبعی موت مرا ہو۔ تو اس طرح کے جانور کا گوشت کھانا ممنوع ہے۔

۲۔ خون۔ ذبح کرتے وقت جو خون رگوں سے نکلتا ہے اس کو سیال حالت میں یا خشک کر کے استعمال کرنا حرام ہے۔

۳۔ خنزیر۔ اگرچہ یہاں خنزیر کے گوشت کی ممانعت آئی ہے مگر احادیث نبوی میں بصراحت

Scanned with CamScanner

مذکور ہے کہ اس کی ہڈی بال چمڑہ وغیرہ کا استعمال بھی حرام ہے۔
۴۔ اگر کوئی شخص ایسی کیفیت میں ہو کہ اسے کھانے کی کوئی چیز میسر نہ ہو۔ جن جانوروں پر اللہ کے سوا کسی بت وغیرہ کا نام پکارا جائے یعنی اللہ کے سوا کسی بت یا جن یا کسی روح خبیث کیلئے نامزد کر کے اور اس جانور کی جان ان کے تقرب یا رضاجوئی کی نیت سے ذبح کیا جائے اور محض ان کی خوشنودی کی غرض سے ان کی جان نکالنی مقصود ہو۔ ایسے سب جانوروں کا کھانا حرام ہے۔ گو بوقت ذبح تکبیر پڑھی ہو اور اللہ کا نام لیا ہو۔ کیونکہ جان کو خدا کے سوا کسی دوسرے کیلئے نذر و نیاز کرنا ہرگز درست نہیں۔ اس لئے جس جانور کی جان غیر اللہ کی نذر کی جائے تو اس کی خباثت مردار کی خباثت سے بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ وہ بھی حرام ہیں۔

استثنائی صورت اور اس کی شرائط :

اگر کوئی شخص ایسی کیفیت میں ہو کہ اسے کھانے کی کوئی چیز میسر نہ ہو۔ اور فاقہ کی وجہ سے اس کے مرنے کا امکان ہے تو اس طرح کی مجبوری کے عالم میں وہ ان حرام چیزوں کو استعمال کر سکتا ہے اور اپنی جان بچانے کیلئے ان ممنوعات کو کھا سکتا ہے بشرطیکہ
۱۔ ان حرام چیزوں کو استعمال کرتے ہوئے اس کے دل میں خدا کی نافرمانی اور بغاوت کا جذبہ کار فرما نہ ہو بلکہ وہ اضطرار اور انتہائی مجبوری کے تحت ان سے استفادہ کرنا چاہیے۔
۲۔ وہ ان حرام اشیاء کو بقدر ضرورت اور صرف اتنی مقدار میں استعمال کرے۔ جس سے اس کی موت کا خطرہ ٹل جائے۔ مزے لے لے کر یا پیٹ بھر کر کھانے کی اجازت نہیں۔

آیت نمبر ۱۷۴...... اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآاَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْکِتٰبِ......

اس آیت میں علمائے یہود کی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ یہود کا اخفائے حق اور وحی آسمانی کے کتمان کا جرم حرام مال کھانے سے کہیں زیادہ سنگین ہے اس لئے ان کو سنگین ترین سزا سنائی گئی۔ یعنی یہ لوگ اپنے شکم میں آگ بھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لطف و مہربانی سے ان سے کلام نہیں کرے گا۔

یہود و نصاریٰ خوف خدا سے اس طرح بے نیاز اور زر و مال کے اس قدر حریص ہو گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور کتب خداوندی کے واضح مسائل پر پردہ ڈال دیتے اور تھوڑی بہت رقم لے کر لوگوں کی مرضی کے مطابق ان میں ردوبدل کر دیا کرتے۔ ان کے اس جرم کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی یہ سودابازی انتہائی مہلک اور ضرر رساں ثابت ہو گی۔ اللہ کی آیات میں ردوبدل کر کے جو روپیہ وہ کما رہے ہیں۔ وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ انگارے کھا رہے ہوں۔ خدائے پاک ان کی اس حرکت سے اس قدر ناراض ہے کہ قیامت

کے دن اظہار ناراضگی کے طور پر ان سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرے گا۔ اور نہ انہیں گناہوں کی گندگی سے پاک صاف کرے گا۔ یہ لوگ گناہوں کی اس گندگی کے بوجھ سمیت جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

آیت نمبر ۱۷۵ : یہ لوگ اس قدر احمق ہیں کہ ہدایت خداوندی کو تو پس پشت ڈال رکھا ہے اور گمراہی کو اپنا مطمع نظر بنائے بیٹھے ہیں۔ وہ کام جو مغفرت الٰہی کا سبب بن سکتے ہیں۔ انہیں تو ترک کر دیا جاتا ہے۔ اور ان کاموں میں منہمک ہو گئے ہیں جو عذاب الٰہی کو دعوت دینے والے ہیں۔ واقعی ان کے اس حوصلہ کی داد دینی پڑتی ہے کہ جہنم میں آگ جیسی خوفناک چیز کا بھی انہیں کوئی ڈر محسوس نہیں ہوتا اور بے پروائی سے اس طرح کی برائیوں میں شب و روز مصروف ہیں۔

آیت نمبر ۱۷۶ : یہ لوگ جن کا وطیرہ ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف کرنا اور ہر وقت اس میں طرح طرح کے اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہنا اب اپنی ان ناشائستہ حرکات کی وجہ سے راہ حق سے اس قدر دور جا پڑے ہیں کہ وہاں سے ان کے لوٹ کر آنے کی توقع کرنا بے کار اور عبث ہے۔

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ ط قِبَلَ
نہیں ہے نیکی یہ کہ تم پھیر لو چہرے اپنے طرف
نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ
مشرق اور مغرب اور لیکن نیکی جو ایمان لائیں
کی طرف پھیر لو بلکہ نیکی (ان لوگوں) کی ہے

Scanned with CamScanner

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ

پر اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب

جو اللہ پر، یوم آخرت پر، فرشتوں پر، کتابوں پر

وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ

اور نبیوں اور دیں مال پر محبت اُس

اور نبیوں پر ایمان لائیں اور اپنے مال اُس کی محبت کے بنے

ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ

رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں

رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں

وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ

اور سائلوں اور میں گردنیں آزاد کرانے اور قائم کریں نماز

سائلوں اور گردنیں آزاد کرانے پر خرچ کریں اور نماز قائم کریں

وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ

اور دیں زکوٰۃ اور پورا کرنے والے ساتھ وعدہ اپنے

اور زکوٰۃ ادا کریں اور جب وہ عہد کریں تو اُسے

اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ

جب وہ وعدہ کریں اور صبر کرنے والے میں تنگی

پورا کرنے والے ہوں اور تنگی اور

وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اور مصیبت اور وقت جنگ یہ لوگ جو

مصیبت کے وقت اور جنگ کے وقت صبر کریں۔ یہ لوگ

صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

سچے ہیں اور یہ لوگ وہ متقی

سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ

اے جو ایمان لائے لکھ دیا گیا ہے پر تم بدلہ

اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے بارے میں قصاص کا حکم

فِي الْقَتْلٰى ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ

میں مقتولوں آزاد بدلے آزاد اور غلام بدلے غلام

لکھ دیا گیا ہے آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام

وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ

اور عورت بدلے عورت پس جسے معاف کر دیا جائے لئے اس سے بھائی اُس

اور عورت کے بدلے عورت۔ تو جس شخص کو اس کے بھائی کی طرف سے

شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢبِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ

کچھ تو پیروی کرنا ساتھ معروف اور ادا کرنا طرف اُس

کچھ (خون بہا) معاف کر دیا جائے تو معروف طریقے سے پیروی کرنا ہے اور اچھے

بِاِحْسَانٍ ۭ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

سے احسان یہ تخفیف سے رب تمہارے

طریقے سے ادا کرنا ہے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی

Scanned with CamScanner

وَرَحْمَةٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ

اور مہربانی پس جو زیادتی کرے بعد اس

اور مہربانی ہے پھر جو کوئی اس کے بعد زیادتی کرے

فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ

پس واسطے اُس عذاب دردناک اور لئے تمہارے میں قصاص

تو اُس کے لئے دردناک عذاب ہے ۔ اور قصاص میں تمہارے لئے

حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

زندگی اے عقل والو! شاید کہ تم پرہیز کرو ۔

زندگی ہے اے عقل والو! تاکہ تم خونریزی سے بچو

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

فرض کیا گیا تم پر جب آئے کسی ایک تم موت

جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے تو تم پر فرض کیا گیا ہے

اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ

اگر چھوڑے مال وصیت کرنا واسطے والدین

کہ اگر کوئی مال چھوڑ رہا ہو تو والدین

وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى

اور رشتہ داروں ساتھ معروف حق ہے پر

اور رشتے داروں کے لئے معروف طریقے سے وصیت کرے یہ حق خدا سے ڈرنے

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ

خدا سے ڈرنے والوں ۔ پھر جو بدل دے اس کو بعد اس کے کہ سنا اس کو

والوں پر ہے ۔ پھر جو لوگ اسے سننے کے بعد بدل دیں

فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ

تو صرف گناہ اس کا پر ان جو بدلتے ہیں اسے

تو اس کا گناہ صرف ان لوگوں پر ہے جو اُسے بدلتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ۭ فَمَنْ خَافَ

بے شک اللہ سننے والا جاننے والا پس جو ڈرے

بے شک اللہ سننے اور جاننے والا ہے ۔ پھر جسے وصیت کرنے والے

مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ

سے وصیت کرنے والا جانبداری یا گناہ پس صلح کرا دے

کی طرف سے جانبداری یا گناہ کا اندیشہ ہو تو وہ ان کے درمیان

بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

درمیان اُن کے پس نہیں گناہ اس پر بے شک اللہ

صلح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بے شک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع ۲۲

بخشنے والا مہربان

بخشنے والا مہربان ہے

معانی و گرامر

اسماء

اَلْبِرّ ——— : نیکی، بھلائی۔ لغوی معنی کسی کے حق کو پورا کرنا۔

وُجُوْهُكُمْ ——— : تمہارے منہ۔ واحد وَجْهٌ چہرہ۔ مرکب اضافی

ذَوِي ——— : والے، واحد ذو۔

اَلْقُرْبٰى ——— : قرابت داری، رشتہ داری

ابنُ السَّبِیل ــــ ، راستے کا بیٹا یعنی مسافر جس طرح موقع پرست کو ابن الوقت کہہ دیتے ہیں۔

اَلسَّآئِلِیْن ــــ ، سوال کرنے والے ، مانگنے والے۔ واحد سائل۔

رِقَاب ــــ ، گردنیں مراد غلام ، واحد رَقَبَۃٌ

اَلْمُوْفُوْنَ ــــ ، پورا کرنے والے ، اسم فاعل ، اِیْفَاءٌ مصدر از (واحد المُوفِی)

اَلْبَاْسَآءِ ــــ ، مصیبت ، تنگی ، اسم مونث جس کا مذکر نہیں آتا۔

ضَرَّآءِ ــــ ، اسم مونث جس کا مذکر نہیں آتا۔

حِیْنَ ــــ ، وقت

اَلْمُتَّقُوْنَ ــــ ، اللہ سے ڈرنے والے اسم فاعل صیغہ جمع مذکر واحد مُتَّقِیْ

اَلْقِصَاصُ ــــ ، گناہ کی سزا خون کا بدلہ خون ، (مصدر ہے۔)

اَلْقَتْلٰی ــــ ، مقتولین۔ وہ لوگ جن کو قتل کیا گیا ہو۔ قَتِیْلٌ اس کا واحد ہے۔

حُرٌّ ــــ ، آزاد جس کی جمع اَحْرَارٌ ہے۔

عَبْدٌ ــــ ، غلام اس کی جمع عَبِیْدٌ ہے۔

اُنْثٰی ــــ ، مونث (مراد عورت) جمع اِنَاث

تَخْفِیْف ــــ ، کمی ، آسانی

یٰاُولِی الْاَلْبَاب ــــ ، اے عقلمندو۔ الباب (واحد لُبٌّ) اُولُو (واحد ذُو) خلاف قیاس

خَیْرًا ــــ ، مال

اَقْرَبِیْنَ ــــ ، رشتے دار۔

اِثْمٌ ــــ ، گناہ (آثام جمع)

مُوْصٍ ــــ ، وصیت کرنے والا۔ اسم فاعل صیغہ واحد مذکر

جَنَفًا ــــ ، بے انصافی ، حق تلفی

افعال

لَیْسَ ــــ ، نہیں فعل ماضی از افعال ناقصہ

تُوَلُّوْا ــــ ، تم پھر جاتے ہو فعل مضارع منصوب صیغہ جمع مذکر حاضر

اٰمَنَ ــــ ، وہ ایمان لایا۔ فعل معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

اٰتٰی ــــ ، اس نے دیا فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

اَقَامَ ــــ ، اس نے قائم کی فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

عَاھَدُوْا ــــ ، انہوں نے عہد کیا فعل ماضی معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔

عُفِیَ ــــ ، معاف کیا گیا۔ فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔

کُتِبَ ــــ ، فرض کیا گیا۔ فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔ ثلاثی مجرد صحیح۔

اِعْتَدٰی ــــ ، اس نے زیادتی کی۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

تَتَّقُوْنَ ــــ ، تم پرہیزگار بنتے ہو۔ فعل مضارع معروف ، صیغہ جمع مذکر حاضر۔

مَنْ بَدَّلَہٗ ــــ ، جس نے بدلا اسے۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

سَمِعَ ــــ ، اس نے سنا۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

خَافَ ــــ ، ڈرا۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

مرکب اضافی

وجوھکم - قبل المشرق - حبّہ - ذوی القربٰی - ابن السبیل
حین البأس - ربکم - بعد ذٰلک - اولی الالباب - احدکم
اثمہ - بینھم

مرکب توصیفی

الیوم الآخر - عذاب الیم

حروفِ جار

فِی الْقِصَاصِ ــــ ، فی حرفِ جار ، القصاص ، مجرور

عَلٰی ــــ ، پر۔ حرفِ جار

فِیْ ــــ ، میں۔ حرفِ جار

مِنْ ــــ ، سے۔ حرفِ جار

لِ ــــ ، لِلْوَالِدَیْنِ میں لام حرفِ جار ہے۔

Scanned with CamScanner

مرکب جاری

عَلَى النَّارِ ، فِى الْكِتَابِ ، بِالْمَعْرُوفِ ، فِى الْقِصَاصِ ، فِى الرِّقَابِ -

تشریح .... رکوع نمبر ۲۲

آیت نمبر ۱۷۷: لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ.........

ظاہری رسوم: نزول قرآن کے وقت دنیا کی عالمگیر مذہبی گمراہی یہ تھی کہ لوگ سمجھتے تھے کہ دین سے مقصود محض شریعت کے ظاہری رسوم ہیں اور انہی کے کرنے نہ کرنے پر انسان کی نجات موقوف ہے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ عبادت کی کوئی خاص شکل یا کھانے پینے کی کوئی خاص پابندی یا اسی طرح کی کوئی دوسری بات اختیار کر لی جائے تو انسان خدا کا برگزیدہ بندہ بن جاتا ہے۔ اور وہ رضائے الٰہی کی نعمت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس آیت میں اس غلط فہمی کا قلع قمع کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ نیکی اور بھلائی کے حصول کیلئے صرف یہ کافی نہیں کہ انسان مشرق یا مغرب کی طرف رخ کر کے عبادت کرے تو وہ تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو گیا اور فقط اسی کام کی بدولت وہ خدا کا نیک بندہ کہلانے کا مستحق قرار پا گیا حالانکہ عبادت کی کوئی ظاہری شکل نجات کی ضامن نہیں بلکہ اصل مطلوب اطاعت الٰہی کا سچا جذبہ ہے نہ کہ ظاہری رسوم کی پابندی۔

اصول دین اور ابواب البر: وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ. اگرچہ اس آیت میں نصاریٰ اور یہود کے قبلوں کی طرف اشارہ ہے لیکن اس کا درس مسلمان کیلئے بھی ہے۔ جب تک خلوص نہ ہو ظاہری عبادت بے سود ہے۔

بر: بر ایک جامع لفظ ہے۔ اس کا دائرہ عقائد، عبادات، معاملات اور حسن اخلاق سب کو محیط ہے۔ بر کیلئے اردو میں نیکی کا لفظ آتا ہے۔

قرآن حکیم اور کتب احادیث کے صفحات نیکی کی تلقین اور تاکید سے لبریز ہیں۔ اسلام کی نگاہ میں یہ نیکی ہی ہے جو صادق اور منافق میں امتیاز پیدا کرتی ہے۔ آیت زیر نظر میں صاف بتایا گیا کہ فضیلت کا معیار بے لوث اور پر خلوص بر ہے۔ جناب ہادی برحق ﷺ نے آگاہ فرمایا کہ نیکی ہی جنت کی راہ دکھاتی ہے (مسلم)

آیت زیر نظر میں بر کے جو اجزاء بتائے گئے ہیں۔ ان کے تین شعبے ہیں۔

۱۔ اجزائے ایمان یعنی عقائد

۲۔ ارکان اسلام یعنی عبادات

۳۔ حسن اخلاق و معاملات

عقائد: اصل اور کامل نیکی سمت اور جہت میں محدود نہیں بلکہ اس کا بڑا وسیع میدان ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے عقائد کی تصحیح کی گئی اور اس کا آغاز ایمان باللہ سے کیا گیا۔ اللہ کی ذات و صفات پر ایمان لانا اساس اسلام ہے۔ اس کے بغیر نیکی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان باللہ کو اسلامی عقائد میں اولین حیثیت حاصل ہے۔

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ دوسرا عقیدہ ہے۔ اس سے ان تمام فرقوں کی تردید مقصود ہے جو ہستی باری تعالیٰ کے قائل ہونے کے باوجود تصور آخرت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ پھر ملائکہ کتب مقدسہ اور انبیاء کرام پر ایمان لانے کا ذکر کیا۔

اعمال و معاملات: ان پانچ بنیادی عقائد کو بیان کرنے کے بعد اعمال کی تصحیح کا ذکر کیا اور اس کا آغاز معاملات سے کیا۔ معاملات کی حیثیت اسلام میں اساسی اور بنیادی ہے۔ ضمنی و جزوی نہیں۔ ارشاد ہوا کہ نیکی والا شخص وہ ہے جو اپنی محبت سے خدا کی راہ میں مال دیتا ہے۔

علیٰ حُبِّهٖ کی تفسیر مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ ایک مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی محبت کے پیش نظر مال عطا کرتے ہیں اور اس کی رضامندی کے طالب ہوتے ہیں۔ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ (کشاف) دوسرے معنی یہ ہیں کہ مال کی محبت کے باوجود اسے صرف کرتے ہیں گویا ضمیر مال کی طرف لوٹتی ہے۔ (تفسیر کبیر امام رازیؒ) تیسرا مفہوم یہ ہے کہ بطیب خاطر مال خرچ کرتے ہیں اور خرچ کرنے کے بعد انہیں ندامت کا احساس نہیں ہوتا۔ اس کے بعد انفاق مال کے مصارف بیان کئے اس سلسلہ میں اقارب و اعزہ کو سب پر ترجیح دی گئی۔ اسلامی نقطہ نظر سے مالی اعانت کے وقت اپنے قریبی عزیز اولین حق رکھتے ہیں۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ ایک بھائی گلچھرے اڑا رہا ہو۔ اور دوسرا نان جویں کو ترستا ہے۔ اسلام کی قائم کردہ ترتیب بڑے حکیمانہ مصالح پر مبنی ہے۔

دوسرے نمبر پر یتیم بچوں اور بچیوں کی کفالت کو ضروری قرار دیا گیا۔ پھر عام مفلسوں، محتاجوں، مسافروں، راہگیروں کی مالی اعانت کا ذکر کیا جو اگرچہ اپنے وطن میں خوشحال ہوں مگر دوران سفر تنگدستی اور افلاس سے دوچار ہو جائیں پھر سائلوں، قیدیوں اور غلاموں کو رہا کرانے کی فضیلت بیان فرمائی۔ فی الرقاب رقبہ کی جمع ہے۔ لفظی معنی گردن ہے۔ یعنی جن لوگوں کی گردنیں آزاد نہیں

Scanned with CamScanner

اور دوسروں کے غلام ہیں یا قیدی جو قید وبند کی صعوبتیں جھیل رہے ہیں۔ ان کا زر معاوضہ ادا کر کے قیدیوں سے اور غلاموں کو غلامی سے آزادی دلائی جائے۔ غلاموں کا آزاد کرنا بھی مال کے مصارف میں سے ایک ضروری مصرف قرار دیا۔ تاکہ تدریجی طور پر اسلامی معاشرہ سے غلامی کا وجود ختم ہو جائے اور ہر مخیر خوشحال مسلمان زر معاوضہ ادا کر کے غلاموں کو آزاد کرانے کی جانب متوجہ ہو۔

عبادات : عقائد واعمال کی تصحیح کے بعد عبادات کا ذکر کیا۔ عبادات میں سے صرف نماز وزکوۃ پر روشنی ڈالی۔ کیونکہ عبادات کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ (۱) بدنی اور (۲) مالی۔ بدنی عبادات میں سے صرف نماز کا ذکر کیا۔ کیونکہ بدنی میں نماز بڑی اہمیت کی حامل اور دین اسلام کے ستون کی حیثیت رکھتی ہے مالی عبادات میں زکوۃ کا خاص مقام ہے ان دونوں کی اہمیت کے پیش نظر قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر ان کو یکجا ذکر کیا گیا ہے۔

اخلاق : عقائد واعمال اور عبادات کے بعد اخلاق کا نمبر آتا ہے۔ اخلاقیات میں ایفائے عہد کا ذکر کیا۔ ایک عہد وہ ہے۔ جو بنی نوع آدم نے روز اول خدا سے کیا۔ دوسرے وہ معاہدات جو انسان آپس میں کرتے ہیں۔ آیت میں ان دونوں قسموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ حدیث نبوی میں عہد کی خلاف ورزی کو علامات نفاق میں شمار کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔ اَوْفُوا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً۔ اور وعدوں کو پورا کرو۔ کیونکہ وعدوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمان وعدہ کے اس حد تک پابند تھے کفار سے بھی عہد کر لیتے تو اسے پورا کرتے خواہ انہیں اس کیلئے کتنا ہی جانی ومالی نقصان اٹھانا پڑے۔

ایفائے عہد کے بعد صبر کی جانب توجہ دلائی کہ احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے دوران انسان اکثر حوادث وآلام سے دوچار ہوتا ہے۔ ان حالات میں (البأسا) مصیبت تنگدستی کا سامنا ہو یا (الضراء) جسمانی تکالیف مرض وغیرہ کا۔ یا (حین البأس) دشمنان دین سے ٹھنی ہو۔ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ مومن کامل ان حالات میں صابر وشاکر اور رضا بقضا ہوتا ہے۔ آیت کے آخری حصہ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوا۔ فرمایا۔ جس کی تفسیر مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں:

"اطاعت و پرہیزگاری میں پورے اترنے والوں کی علامتیں یہی ہیں جو آیت میں بیان ہو چکیں۔ اس معیار سے جس کو چاہو جانچ لو۔ صدقوا کا مفہوم یہ ہے کہ ایسے لوگ دین کی اطاعت اور حق کی پیروی میں صادق ہیں۔ (بحوالہ بیضاوی) آیت زیر نظر کے بارے میں حدیث نبوی میں یہاں تک صراحت

موجود ہے۔ کہ جس نے اس آیت پر عمل کیا اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ محققین کا قول ہے کہ یہ آیت قرآن مجید کی اہم ترین آیات میں سے ہے۔ اور اس میں دین وشریعت کے سوا احکام آگئے ہیں۔ (تفسیر قرطبی) بعض صوفیاء نے آیت زیر بحث کی جامعیت کے پیش نظر کہا ہے کہ شریعت وطریقت کا مدار اسی آیت پر ہے۔ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن کیلئے نہ صرف ظاہری۔ بلکہ دل میں ایمان ہونا بھی لازمی ہے۔ اور ظاہر میں احکام کی اطاعت بھی۔ (تفسیر ماجدی)

آیت نمبر ۱۷۸ ...... يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ ......

قصاص کے احکام : کسی کو قتل کر دینا اہل عرب میں معمولی سی بات سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ پورا معاشرہ درندگی اور سفاکی کا مظہر بن چکا تھا۔ جہاں نہ کسی کے خون کی کوئی عزت تھی اور نہ ہی انصاف کے تقاضوں کا کوئی احترام "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا جنگلی قانون تھا۔ اگر قتل ہو جاتا اور مقتول کے پس ماندگان کو انتقام لینے کی ہمت ہوتی تو پھر وہ انتہائی ظالمانہ طریقہ سے انتقام لیتے۔ اگر قاتل غلام ہوتا تو اسے حقیر سمجھ کو چھوڑ دیا جاتا۔ اور اس کے آقا کو پکڑ کر تہہ تیغ کیا جاتا۔ اگر کسی عورت نے قتل کیا ہوتا تو اسے نظر انداز کرتے ہوئے اس کے خاوند بھائی یا کسی دیگر قریبی مرد رشتہ دار کو قتل کر کے انتقام کی آگ بجھائی جاتی۔ الغرض وہاں قتل کے اصل مجرم کو نہیں دیکھا جاتا تھا۔ بلکہ دیکھا یہ جاتا تھا کہ ہم فریق ثانی کا زیادہ سے زیادہ نقصان کس صورت میں کر سکتے ہیں۔ خواہ وہ اس جرم میں ملوث تھا یا نہ۔ قرآن نے اس آیت کے ذریعے ان تمام غلط رواجوں کو ختم کرتے ہوئے مسلمانوں کو حکم دیا ہے۔ کہ قتل کے جرم میں ہمیشہ اصل مجرم کو سزا دی جائے۔ اور اس کے لواحقین کو خواہ مخواہ نشانہ انتقام نہ بنایا جائے۔ جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ فلاں شخص قاتل ہے تو پھر اس کی جگہ کسی اور کو قتل کرنے کی بجائے فقط اسی کو ہی قتل کیا جائے۔ آزاد ہو۔ غلام "غریب ہو یا امیر" مرد ہو یا عورت جس نے فی الحقیقت اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا ہو صرف اسی کو سزا دی جائے۔ اس معاملہ میں نہ تو کسی مادی امتیاز کو روا رکھا جائے۔ اور نہ ہی کسی طرح کی ظاہری برتری کا خیال رکھا جائے یہی مساوات انسانی کا تقاضا ہے۔ اور اسی میں عدل وانصاف کا راز مضمر ہے۔

خون بہا : قرآن نے اپنے نظام قصاص میں قتل کو ایک قابل مصالحت جرم کا درجہ دیتے ہوئے اس میں خون بہا ادا کرنے کی گنجائش بھی رکھی ہے۔ یعنی اگر مقتول کے ورثا معاف کرنے کی بجائے کچھ رقم لے کر اپنے مطالبہ سے دستبردار ہونے پر آمادہ ہو جائیں تو اس کی اجازت ہے کہ دونوں فریق ایک مقررہ رقم کے تعین کا باہمی فیصلہ کر لیں۔ قاتل کو یہ رقم مقتول کے ورثا کے سپرد کرنی پڑے گی۔ اس کے بعد وہ اس قتل کے جرم میں قتل ہونے سے بچ جائے گا۔ اس معاملہ

Scanned with CamScanner

میں قاتل اور مقتول دونوں فریق کو الگ الگ امور کی تلقین کی گئی ہے۔ قاتل کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس رقم کی ادائیگی نہایت عمدہ طریقہ سے کرے۔ مقتول کے ورثاء جو پہلے ہی اپنے رشتے دار کے قتل کی وجہ سے دل گرفتہ اور شکستہ خاطر ہیں۔ انہیں طعن و تشنیع یا رقم کی ادائیگی میں ٹال مٹول کے ذریعے مزید دکھی نہ کرے۔ بلکہ اسے ان کا ممنون ہونا چاہیے کہ انہوں نے رقم لے کر میری جاں بخشی کر دی۔ ورنہ انہیں یہ حق پہنچتا تھا کہ مجھے پھانسی پر چڑھا دیتے یا تہہ تیغ کر دیتے اور دوسری طرف مقتول کے ورثاء کو حکم دیا گیا کہ انہیں بھی خون بہا کا مطالبہ جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے اور قاتل کی مالی پوزیشن کو مد نظر رکھ کر کرنا چاہیے۔ یہ بات نامناسب ہے کہ اس سے اتنی گراں رقم کا مطالبہ کیا جائے جس کو فراہم کرنا کسی طرح سے بھی اس کے بس میں نہ ہو۔ اسی طرح ان کیلئے یہ بات بھی مناسب نہیں کہ وہ ایک طرف تو باہمی فیصلہ کے تحت اس سے خون بہا بھی وصول کر لیں اور دوسری طرف ان کا غصہ پھر بھی فرو نہ ہو اور وہ چوری چھپے اسے قتل کرنے کے درپے رہیں۔

آیت نمبر ۱۷۹:

قانون قصاص کی غرض وغایت : میں قصاص کو نافذ کرنے کی غرض کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ بات اگرچہ بڑی عجیب سی لگتی ہے۔ کہ قاتل نے اگر کسی کو قتل کر کے بنی نوع انسان کے ایک فرد کو ہلاک کر دیا ہے' تو اس کے بدلے میں اس قاتل کو بھی قتل کر کے مزید ایک فرد کو ہلاک کر دیا جائے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ قاتل کو قصاص میں قتل کر دینے سے مقتول تو دوبارہ زندہ نہ ہو سکے گا۔ تو پھر کیوں خواہ مخواہ مزید ایک آدمی کو جان بوجھ کر تختہ دار پر چڑھایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نظام قصاص کے نفاذ کا مقصد فقط امن و سکون کو قائم کرنا ہے۔ اگر قاتل کو اس کے جرم کی سزا نہ دی جائے اور وہ بدستور معاشرہ میں دندناتا پھرے تو واضح ہے کہ پھر دوسرے افراد کو بھی شہ مل جائے گی اور وہ بھی معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے کا گلہ کاٹنے پھریں گے۔ اور اس طرح پورا معاشرہ خونریزی کی آماجگاہ بن جائے گا۔ چنانچہ اس کا سدباب کرنے کیلئے یہ قانون نافذ کیا گیا ہے۔ تاکہ دیگر افراد کو عبرت حاصل ہو جائے۔ کہ انسانی خون کے ساتھ ہاتھ رنگنا اتنا مہنگا ہے کہ قاتل کو بھی اس جرم کے بدلہ میں خود اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ اور اس ضمن میں اس پر کسی کا رحم اور اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں کی جاتی۔ اس ردعمل اور اس سزا کو دیکھ کر ہر شخص یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ کسی کو قتل کرنا بچوں کا کھیل نہیں۔ بلکہ درحقیقت اپنے آپ کو قتل کرنا اور اپنے بچوں کو خود یتیم کرنے کے مترادف ہے۔ اگر یہ

نظام نافذ نہ کیا جائے۔ اور مجرموں کو کھلی چھٹی دیدی جائے تو تمام معاشرہ قتل گاہ بن جائیگا۔

الغرض آیت میں قصاص کی اہمیت اور افادیت پر حکیمانہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے کہ اس سے عدل و انصاف قائم ہوتا اور انسانی معاشرے سے شر و فساد کا خاتمہ ہوتا ہے۔ قوی و ضعیف اور امیر و غریب کے حقوق محفوظ ہو جاتے ہیں۔ امت کے مختلف طبقات میں ایک دوسرے کی طرف سے اطمینان و دلجمعی پیدا ہوتی ہے۔ قانون قصاص اجتماعی نظم کا بہترین کفیل اور امن و امان کا ضامن ہے۔

آیت نمبر ۱۸۰۔ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ......

احکام وصیت : موت کے بعد انسان جو کچھ چھوڑ جاتا ہے۔ اگرچہ دوسروں کے قبضہ میں آجاتا ہے۔ تاہم ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے متوفی اور اس کے پسماندگان کیلئے چند اصولوں کی پابندی لازمی قرار دی ہے۔

چنانچہ مرنے والے کو تو یہ حکم دیا جا رہا ہے۔ کہ جب وہ محسوس کرے کہ اس کی زندگی کے دن پورے ہونے والے ہیں اور عنقریب ہی موت کی گھڑی آنے والی ہے' تو اسے عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے ترکہ کے بارے میں وصیت ضرور کر دینی چاہیے تاکہ اس کے مرنے کے بعد رشتہ داروں میں ورثہ کی تقسیم پر کوئی جھگڑا نہ اٹھ کھڑا ہو۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت اسلام کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی تھی۔ جبکہ ورثہ کی تقسیم کے تفصیلی احکام نازل نہیں ہوئے تھے اور ہر شخص کیلئے ضروری تھا کہ مرنے سے قبل ورثا کے حصے خود متعین کر کے جائے۔ مگر بعد میں سورۃ نساء کے نازل ہونے پر تمام ورثا کے حصوں کی تفصیل خود اللہ نے مقرر فرما دی تو وصیت کرنے کی پابندی باقی نہ رہی۔

لیکن اس آیت کو منسوخ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اس آیت میں وصیت کی پابندی کا حکم اقربا کے ساتھ ساتھ رفاہ عامہ اور خدمت خلق کے کاموں سے بھی ہے۔ مثلاً کوئی ایسا شخص جس کے متوفی پر بے شمار احسانات تھے۔ اور متوفی سمجھتا ہے کہ اسے اس کے مال میں سے کچھ نہ کچھ ضرور ملنا چاہیے' تو ایسی صورت میں ضروری ہے کہ وہ موت سے قبل اس کا حصہ خود متعین کر جائے' یا پھر اگر کوئی شخص اپنے ترکہ میں سے کچھ حصہ کسی ہسپتال یا کسی مسجد کی تعمیر یا اسی طرح کے کسی اور رفاہی کام کیلئے مخصوص کرنا چاہتا ہے تو اسے پوری وضاحت سے اس کا تعین اپنی زندگی میں ہی کر دینا چاہیے۔ لیکن ایسی صورت حال میں اسے انصاف کے تقاضوں کو بہر حال مد نظر رکھنا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ اپنی تمام جائیداد کو فقط رفاہی امور کیلئے ہی وقف کر دے اور رشتہ دار جو حقیقی وارث تھے وہ تمام کے تمام محروم رہ جائیں۔ اس ضمن میں رسول ﷺ کی واضح ہدایت ہے کہ اگر

کوئی شخص خیراتی یا رفاہی کاموں میں وصیت کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنے پورے ترکہ میں سے صرف ایک تہائی حصہ تک وصیت کرنی چاہیے اور باقی دو تہائی حصہ بہرحال ورثہ کا حق ہے اور اس میں ردو بدل کرنے کا اسے کوئی اختیار نہیں۔

آیت نمبر ۱۸۱۔ ۱۸۲...... میں بتلایا گیا کہ وصیت ایک مقدس امانت ہے۔ وصیت کرتے وقت جو لوگ متوفی کے پاس تھے۔ اور جن کی موجودگی میں اس نے وصیت کی تھی۔ اب ان کا فرض ہے کہ اس وصیت کی صحیح تفصیل اور جس طرح اس نے حصوں کا تعین کیا تھا' ان کا تفصیلی ذکر عدالت میں یا ذمہ دار افراد کے سامنے کریں اور اس وصیت میں نہ تو اپنی طرف سے کمی بیشی کریں اور نہ ہی ردوبدل کریں بلکہ من و عن متوفی کی ہدایات اور اصل وصیت کی شہادت دیں البتہ اگر متوفی نے اپنی وصیت میں کسی شدید بے عنوانی کا مظاہرہ کیا ہو تو اس کی درستی کی جاسکتی ہے۔ مثلاً اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو تو قطعی محروم کر دیا ہو۔ اور اپنی جائیداد کا اکثر حصہ کسی اجنبی کے نام منتقل کر دینے کی ہدایت کی ہو۔ اسی طرح اگر متوفی نے کسی برے کام کی تکمیل کیلئے وصیت کر رکھی ہو۔ مثلاً اس نے مرنے سے پہلے یہ ہدایت کی ہے کہ میرے ترکہ سے کوئی شراب خانہ کھلوا دینا یا بدکرداری کا کوئی اڈاہ قائم کر دینا' تو اس طرح کی ناجائز وصیتوں کی تعمیل ضروری نہیں ہوتی اور ان میں درستی اور اصلاح کی خاطر ردوبدل کیا جاسکتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا

اے | جو | ایمان لائے | فرض کیا گیا | تم پر | روزے رکھنا | جس طرح

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح

كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ۱۸۳

فرض کیا گیا | پر | جو | سے | پہلے | تم | شاید کہ تم تقویٰ اختیار کرو

تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا

دن | گنے ہوئے | پس جو ہو | تم میں سے | بیمار

یہ چند دن گنے ہوئے۔ پھر جو شخص تم میں سے بیمار ہو

اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى

یا | پر | سفر | پس تعداد پوری کرنا ہے | دنوں | دوسرے | اور پر

یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں سے تعداد پوری کرے اور جو لوگ

الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ

ان لوگوں | طاقت رکھتے ہیں اس کی | فدیہ | کھانا کھلانا | ایک مسکین | پھر جو

روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں (پھر نہ رکھیں) تو فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے

تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا

خوشی سے کرے | نیکی | تو وہ | بہتر ہے | لئے اس | اور یہ کہ | تم روزہ رکھو

پھر جو شخص خوشی سے (مزید) نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اور یہ کہ تم روزہ رکھو

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ۱۸۴ شَهْرُ رَمَضَانَ

بہتر ہے | لئے تمہارے | اگر ہو | تم جانتے۔ | مہینہ | رمضان

تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو رمضان کا مہینہ

الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ

جو | نازل کیا گیا | اس میں۔ قرآن | ہدایت | لوگوں کے لئے | اور

وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا انسانوں کی رہنمائی کے لئے

بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ

واضح دلائل سے ہدایت اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا پس جو موجود ہو تم میں سے

ہدایت کے واضح دلائل اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے پھر تم میں سے جو کوئی

الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى

مہینہ | تو روزے رکھے | اور جو | ہو | مریض | یا | پر

اس مہینے میں موجود ہو تو وہ اس کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں

سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ

سفر تو تعداد پوری کرنا ہے دنوں دوسرے چاہتا ہے اللہ

ہو تو وہ دوسرے دنوں سے تعداد پوری کرے اللہ تم پر آسانی

بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ وَلِتُكْمِلُوا

ساتھ تمہارے آسانی اور نہیں چاہتا ساتھ تمہارے سختی اور تاکہ تم پوری کرو

کرنا چاہتا ہے اور تم پر سختی کرنا نہیں چاہتا اور تاکہ تم

الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ

تعداد اور تاکہ تم بڑائی کرو اللہ کی پر جو ہدایت دی تمہیں

تعداد پوری کرو اور جو ہدایت اللہ نے تمہیں دی ہے اس پر اس کی بڑائی کرو

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ

اور تاکہ تم شکر ادا کرو اور جب سوال کریں تم سے میرے بندے

اور تاکہ تم اُس کا شکر ادا کرو اور جب تم سے میرے بندے

عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ

میرے متعلق پس تحقیق میں قریب ہوں جواب دیتا ہوں پکار پکارنے والے کی

میرے متعلق سوال کریں تو میں قریب ہوں میں پکارنے والے کی پکار کا

اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ

جب مجھے بلائے پس چاہیئے کہ حکم مانیں میرا اور ایمان لائیں مجھ پر

جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے تو چاہیے کہ وہ میرے حکم کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں

لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ

تاکہ وہ راہ راست پالیں حلال کیا گیا تمہارے لئے رات

تاکہ سیدھی راہ کو پالیں تمہارے لئے روزے کی رات کو اپنی بیویوں

الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ

روزے کی رغبت کرنا طرف بیویوں تمہاری وہ لباس ہیں

کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے وہ تمہارے لئے لباس ہیں

لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ

تمہارے لئے اور تم لباس ہو اُن کے لئے معلوم ہے اللہ بے شک تم

اور تم اُن کے لئے لباس ہو اللہ کو معلوم ہے کہ تم

كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ

تھے تم خیانت کرتے اپنے نفسوں پس مہربانی کی تم پر اور معاف کر دیا تم سے

اپنے آپ سے خیانت کرتے تھے تو اُس نے تم پر مہربانی کی اور تمہیں معاف کر دیا

فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪

پس اب مباشرت کرو ان سے اور حاصل کرو جو لکھا اللہ تمہارے لئے

تو اب تم اُن سے مباشرت کرو اور جو کچھ اللہ نے (تمہاری قسمت میں) لکھ رکھا ہے اُسے حاصل کرو

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ

اور کھاؤ اور پیو حتی کہ نمایاں ہو جائے تمہارے لئے دھاری سفید

اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ فجر کی سفید دھاری (رات)

مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ

سے دھاری سیاہ سے فجر پھر پورا کرو روزہ

کی سیاہ دھاری سے نمایاں ہو جائے پھر رات تک روزہ

اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ

رات تک اور نہ مباشرت کرو اُن سے اور تم اعتکاف کرنے والے

پورا کرو اور اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو جبکہ تم مسجدوں

Scanned with CamScanner

فِی الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ

مسجدوں میں وہ حدیں اللہ پس نہ قریب جاؤ ان کے

میں اعتکاف کر رہے ہو ۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے قریب بھی نہ جاؤ

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿187﴾

اسی طرح واضح کرتا ہے اللہ نشانیاں اپنی لوگوں کے لیۓ تاکہ وہ بچیں

اسی طرح اللہ اپنی نشانیاں لوگوں کے لئے واضح کرتا ہے تاکہ وہ (نافرمانی سے) بچیں

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى

اور نہ کھاؤ تم مال اپنے درمیان اپنے ناجائز طریقے اور نہ لے جاؤ ان کو طرف

اور تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ اور ان کو حکام کے پاس ع

الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿188﴾

حکام تاکہ کھاؤ تم کچھ حصہ سے اموال لوگوں کے ساتھ گناہ اور تم جانتے ہو

اس لئے نہ لے جاؤ کہ تم لوگوں کے اموال کا کچھ حصہ جانتے ہوئے ظلم اور گناہ کے ساتھ نہ کھا جاؤ

معانی و گرامر

اسماء

اَلصِّيَامُ ——— ، روزہ رکھنا مصدر ہے

مَعْدُوْدَاتٍ ——— ، گنتی کے ۔ شمار شدہ

عِدَّةٌ ——— ، گنتی ۔ تعداد

فِدْيَةٌ ——— ، بدلہ

بَيِّنٰتٍ ——— ، واضح دلیلیں ۔ واحد بَيِّنَةٌ

اَلْفُرْقَانِ ——— ، حق کو باطل سے جدا کرنے والا ۔

اَلْيُسْرَ ——— ، آسانی

اَلْعُسْرَ ——— ، تنگی ، دشواری

اَلرَّفَثُ ——— ، جماع ، مباشرت ۔ گندی گفتگو

اَلْخَيْطُ الْاَبْيَضُ ——— ، سفید دھاگہ ، صبح کی سپیدی ۔

اَلْاَسْوَدِ ——— ، سیاہ ، رات کی دھاری ۔

عٰكِفُوْنَ ——— ، اعتکاف کرنے والے ۔ واحد عَاكِفٌ

حُكَّامُ ——— ، واحد حَاكِمٌ فیصلہ کرنے والے ۔

افعال

يُطِيْقُوْنَهٗ ——— ، طاقت رکھتے ہیں ۔ فعل مضارع معروف ، جمع مذکر غائب ۔

تَطَوَّعَ ——— ، اس نے خوشی سے کیا ۔ فعل ماضی معروف ، واحد مذکر غائب ۔

(اَنْ) تَصُوْمُوْا ——— ، تم روزے رکھو ۔ فعل مضارع معروف ، جمع مذکر حاضر ۔ لفظ اَنْ کی وجہ سے نون گر گیا ہے ۔ اصل میں تَصُوْمُوْنَ تھا ۔

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ——— ، تم جانتے تھے ۔ فعل ماضی استمراری جمع مذکر حاضر ۔ (جب فعل مضارع سے قبل كَانَ آجائے ، وہ فعل ماضی استمراری ہوتا ہے ۔

شَهِدَ ——— ، حاضر ہوا ۔ فعل ماضی معروف ، واحد مذکر غائب ۔

لِيَصُمْ ——— : وہ روزے رکھے ۔ فعل امر غائب معروف ۔ واحد مذکر غائب ۔

يُرِيْدُ ——— ، وہ چاہتا ہے ۔ وہ ارادہ کرتا ہے ۔ فعل مضارع معروف ، واحد مذکر غائب

لِتُكْمِلُوْا ——— ، تاکہ تم پوری کرو ۔ فعل مضارع معروف منصوب ہے ۔ لِ کی وجہ سے ن گر گیا ہے ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

لِتُكَبِّرُوْا ——— ، تاکہ تم بڑائی بیان کرو ۔ فعل مضارع معروف منصوب ۔ لِ کی وجہ سے ن گر گیا ہے ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

هَدٰى ——— ، اس نے ہدایت دی ۔ فعل ماضی معروف ، واحد مذکر غائب ۔

تَشْكُرُوْنَ ——— ، تم شکر ادا کرتے ہو ۔ فعل مضارع معروف جمع مذکر حاضر ۔

سَاَلَ ——— : سوال کیا ۔ فعل ماضی معروف ، واحد مذکر غائب ۔

اُجِيْبُ ——— : جواب دیتا ہوں ۔ میں قبول کرتا ہوں ۔ فعل مضارع معروف واحد متکلم

Scanned with CamScanner

لِيَسْتَجِيْبُوْا ـــــ ، چاہیئے کہ وہ حکم مانیں۔ فعل امر غائب صیغہ جمع مذکر غائب۔
لِيُؤْمِنُوْا ـــــ ، چاہیے کہ وہ ایمان لائیں۔ فعل امر غائب، صیغہ جمع مذکر غائب۔
يَرْشُدُوْنَ ـــــ ، وہ ہدایت پاتے ہیں۔ فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب
اُحِلَّ ـــــ ، حلال (جائز) ٹھہرایا گیا ہے۔ فعل ماضی مجہول، واحد مذکر غائب۔
كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ ـــــ ، تم خیانت کرتے تھے۔ فعل ماضی استمراری، جمع مذکر حاضر۔
بَاشِرُوْا ـــــ ، میل جول کرو۔ فعل امر جمع مذکر حاضر
اِبْتَغُوْا ـــــ ، تم طلب کرو۔ فعل امر جمع مذکر حاضر
كُلُوْا ـــــ ، تم کھاؤ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر
اِشْرَبُوْا ـــــ ، تم پیو۔ فعل امر جمع مذکر حاضر
يَتَبَيَّنَ ـــــ ، واضح ہو جائے۔ فعل مضارع معروف، واحد مذکر غائب۔
اَتِمُّوْا ـــــ ، تم پورا کرو۔ فعل امر جمع مذکر حاضر
لَا تُبَاشِرُوْا ـــــ ، تم نہ میل جول کرو۔ نہ ملو۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر
لَا تَقْرَبُوْا ـــــ ، تم نہ قریب جاؤ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔
لَا تَاْكُلُوْا ـــــ ، تم نہ کھاؤ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر
(لا)، تُدْلُوْا ـــــ ، نہ لے جاؤ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر
لِتَاْكُلُوْا ـــــ ، تاکہ تم کھاؤ۔ فعل مضارع منصوب "لَ" (حرف ناصبہ) کی وجہ سے "ن" گر گیا ہے۔ صیغہ جمع مذکر حاضر
تَعْلَمُوْنَ ـــــ ، تم جانتے ہو۔ فعل مضارع معروف جمع مذکر حاضر۔
يَسْئَلُوْنَ ـــــ ، وہ سوال کرتے ہیں، پوچھتے ہیں۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب۔
اَنْ تَاْتُوْا ـــــ ، تم آتے ہو۔ فعل مضارع اَنْ (حرف ناصبہ) کی وجہ سے "ن" گر گیا ہے۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔

مرکب اضافی

تِلْكُمْ۔ طعام مسکین ۔ شہر رمضان ۔ ہادی۔ دعوۃ الداع
لیلۃ الصیام۔ نسائکم ۔ انفسکم ، حدود اللہ ۔ اٰیتہ

اموالکم ۔ بینکم ۔ اموال الناس ۔

مرکب توصیفی

ایاما معدودات ۔ ایام اخر۔ الخیط الابیض
الخیط الاسود

حروف جار

ل ۔ مِنْ ۔ اِلٰی ۔ فِیْ ۔ ب ۔ عَنْ ۔ علیٰ

مرکب جاری

لَكُمْ ، مِنَ الْخَيْطِ ، مِنَ الْفَجْرِ ، اِلَى الَّيْلِ ، فِي الْمَسٰجِدِ ۔ لِلنَّاسِ
بِالْبَاطِلِ ، اِلَى الْحُكَّامِ ، مِّنْ اَمْوَالِ ، النَّاسِ ، بِالْاِثْمِ

تشریح .... رکوع نمبر ۲۳

آیت نمبر ۱۸۳۔ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ....

روزہ سے مقصود فاقہ کشی ہے نہ شب بیداری ارشاد نبوی ہے کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں بھوک پیاس کے سوا کچھ پلے نہیں پڑتا۔ اور کتنے ہی شب زندہ دار ایسے ہیں جنہیں جاگنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ روزہ تو وہ ہے جو دل میں خدا کا خوف اور تقویٰ پیدا کر دے۔
طفیل ہوشیار پوری نے کیا خوب لکھا ہے ۔

سر بسر پیکر ایثار بنا دیتا ہے
شاہد حق کا پرستار بنا دیتا ہے

روزہ شمع مقدس ہے کہ روشن ہوکر ۔۔۔ ب کو مرکزانوار بنادیتا ہے
دل کو سرچشمہ عرفان بنادیتا ہے ۔۔۔ مظہر عظمت ایقان بنادیتا ہے
صبروتسلیم ورضاو قناعت دے کر ۔۔۔ روزہ انسان کوانسان بنادیتا ہے

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ. کا حوالہ اس لیے دیا جارہا ہے کہ روزے کے احکام نفس انسانی پر زیادہ شاق نہ گذریں۔

اَيَّامًا مَّعْدُوٰدٰتٍ کے الفاظ بھی نفس انسانی کیلئے سامانِ تشفی ہے۔ یعنی روزے کی مشقت تم پر کچھ زیادہ مدت کیلئے نہیں ڈالی جارہی بلکہ سال بھر میں گنتی کے چند دن (شہر رمضان) مخصوص کیے گئے ہیں۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْعَلٰى سَفَرٍ. کے الفاظ کہہ کر قلوب انسانی کومزید مانوس کردیا گیا کہ جو کوئی تم میں بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اس کیلئے اجازت ہے کہ دوسرے دنوں میں روزے رکھ کر روزے کے دنوں کی گنتی پوری کرلے۔

آیت نمبر ۱۸۴......وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ.............

فدیہ کی رخصت: ابتدائے اسلام میں جو شخص تندرست ہوتا اور مسافر بھی نہ ہوتا اسے بھی اختیار تھا کہ روزے رکھے یا نہ رکھے اور فدیہ کے طور پر ایک مسکین کو کھانا کھلادے اور اگر ایک سے زیادہ کو کھلاتا تو اس کا یہ عمل اچھا سمجھا جاتا۔ گو آیت قرآنی کے اشارے کی رو سے روزہ رکھنا فدیہ دینے سے زیادہ بہتر تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ جیسے اکابر صحابہ کی یہی رائے مروی ہے۔ اگلی آیت نے اس رخصت کو منسوخ کردیا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے۔

آیت نمبر ۱۸۵......شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ..........

یہاں اشارہ کیا جارہا ہے کہ روزے کیلئے رمضان کا مہینہ اس لیے مخصوص کردیا گیا ہے کہ اسی مہینے میں قرآن حکیم کا نزول شروع ہوا جو اس دنیا کیلئے پیام بہار ہے اور رمضان کا مہینہ موسم بہار۔ یہاں قرآن مجید کے تین نمایاں اوصاف بیان ہوئے ہیں۔

۱۔هُدًى لِّلنَّاسِ. تمام دنیا کے انسانوں کیلئے مینارہ ہدایت گو اس کی روشنی سے فائدہ متقین ہی اٹھاسکتے ہیں۔

۲۔بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى. ہدایت کی روشن صداقتیں یعنی ایسے پکے دلائل جنہیں عقل و وجدان تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ دلیلوں اور حکمتوں کا یہ خزانہ ایسا لازوال ہے جو تا قیامت ختم نہ ہوگا۔

۳۔والفُرْقَانِ. حق و باطل میں امتیاز پیدا کردینے والا۔ نزول قرآن کے بعد اب یہ گنجائش نہیں رہتی کہ حق و باطل کو گڈمڈ کیا جائے۔

فدیہ کی رخصت کی منسوخی:۔فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. رمضان کے مہینے کی فضیلت جان لینے کے بعد یہ حکم سمجھ میں آسکتا ہے کہ کیوں ہر شخص کیلئے ماہ رمضان کا روزہ فرض کیا گیا ہے۔ بشرطیکہ آدمی بیماری یا سفر کی حالت میں نہ ہو۔ اور اگر بیماری کی حالت یا سفر کی وجہ سے روزے پورے نہ کرسکتا ہو تو دوسرے دنوں میں روزے رکھ کر پورے کرلے۔ سفر یا بیماری کے زمانے کے چھوڑے ہوئے روزوں کیلئے فدیہ کی جو اجازت دی گئی تھی۔ اب وہ منسوخ کی جاتی ہے البتہ ایسے بیمار یا بوڑھے جن کے صحت یاب و قوی ہونے کا امکان نہ ہو ان کیلئے فدیہ کا حکم بدستور باقی ہے جیسا کہ جمہور مفسرین کا مسلک ہے

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ. اللہ تعالیٰ نے سفر اور بیماری کی حالت میں تمہیں روزے ملتوی کردینے کی اجازت اس لیے دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تنگی میں ڈالنے کی بجائے سہولت پہنچانا چاہتا ہے

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ. میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فدیہ کی اجازت اس لیے منسوخ کردی (البتہ جو بیمار صحت یاب نہ ہوسکے اور جو بوڑھا روزے رکھنے کی سرے سے طاقت نہ رکھے ان کیلئے فدیہ کی رعایت باقی ہے)۔ کہ تم رمضان کے روزوں کی تعداد پوری کرو اور اس خیر و برکت کے مہینے سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ۔

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. سے مراد یہ ہے کہ تم قرآن مجید کی اس نعمت عظمیٰ کے ملنے پر شکر ادا کرو جو حضور سید المرسلین کے ذریعے تم تک پہنچی ہے۔

آیت نمبر ۱۸۶......وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ......

روزہ اور قبولیت دعا: دعا کی اس آیت کو روزوں کے احکام کی آیتوں کے درمیان لانے کی حکمت علامہ ابن کثیر نے یہ بیان فرمائی ہے کہ روزے ختم ہونے کے بعد لوگوں کو دعا کی ترغیب ہو بلکہ ہر روزہ افطار کرتے وقت وہ بکثرت دعائیں کیا کریں۔ اور علامہ موصوف نے عبداللہ بن عمر کے متعلق روایت نقل فرمائی ہے کہ وہ افطار کے وقت اپنے سب اہل و عیال کو جمع کرلیتے اور اجتماعی دعائیں فرمایا کرتے۔

جو لوگ پابند رضا ہوتے ہیں ۔۔۔ آئینہ تقدیر خدا ہوتے ہیں
بیتاب کرم ہوتا ہے ابر رحمت ۔۔۔ جس وقت وہ مصروف دعا ہوتے ہیں

قبولیت دعا کے سلسلے میں حضرت سلیمان فارسیؓ کا یہ قول پیش نظر رکھنا چاہیے کہ "بندہ جب خدا

Scanned with CamScanner

تعالیٰ کے سامنے ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ارحم الراحمین اس کے ہاتھوں کو خالی پھیرتے ہوئے شرماتا ہے۔" اسی طرح حضرت عبادہ بن صامت رسول اکرم ﷺ کی حدیث بیان فرماتے ہیں کہ سید عالمؐ نے فرمایا۔" روئے زمین کا جو مسلمان اللہ عزوجل سے دعا مانگے اُسے خداتعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ یا تو اسے اس کی منہ مانگی مراد ملتی ہے یا کوئی آنیوالی برائی ٹل جاتی ہے۔" اسی طرح احادیث میں یہ مضمون بھی آیا ہے کہ عادل بادشاہ روزے دار اور مظلوم کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ خصوصاً مظلوم کی دعا کیلئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے میری عزت کی قسم! میں تیری ضرور مدد کروں گا۔ ودیر سے کروں (مسند ترمذی نسائی۔ ابن ماجہ)

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید!

مظلوم کی آہوں سے لرز جاتا ہے عرش

ڈرتا ہے تو مظلوم کی آہوں سے ڈر!

آیت نمبر ۱۸۷...... اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ..........

روزے کے مزید احکام: عہد رسالت میں روزے کے احکام ابھی پورے نازل نہیں ہوئے تھے۔ صحابہ کرامؓ اور عام مسلمانوں نے سابقہ شرائع کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ گمان کیا کہ جس طرح روزے کی حالت میں دن میں زن وشوہر کے تعلقات کی اجازت نہیں اسی طرح رات میں بھی نہیں ہوگی۔ اور انہوں نے ازدواجی تعلقات قائم کرنے سے عموماً اجتناب کیا۔ لیکن اس معاملہ میں چونکہ کوئی واضح حکم نہیں تھا اس لئے نفس کی اکساہٹ کے باعث بھی کبھار انہوں نے جنسی تعلقات اپنی ازواج سے قائم کر لیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نظر رحمت فرمائی اور انہیں اجازت دے دی کہ وہ رمضان کے مہینے میں (راتوں میں) اپنی ازواج سے جنسی تعلقات قائم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ مرد وزن کا باہمی رشتہ بہت قریبی ہے جیسے چولی دامن کا رشتہ ہو اور ان کے درمیان مصنوعی پابندیوں کی دیواریں تا دیر قائم نہیں رہ سکتیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں

"یہودیوں کے ہاں روزے کی شرطیں نہایت سخت تھیں۔ ازاں جملہ یہ کہ اگر روزہ کھول کر شام کو سو جائیں تو پھر بیچ میں اٹھ کر کھا پی نہ سکتے تھے۔ اسی طرح راتوں میں زناشوئی کا تعلق بھی مطلقاً ممنوع تھا۔ مسلمانوں کو جب روزے کا حکم ہوا تو انہوں نے خیال کیا کہ ان کیلئے یہ پابندیاں ضرور ہوں گی۔ اور چونکہ پابندیاں سخت تھیں۔ اس لئے نبھا نہ سکے۔" تاہم جمہور مفسرین کا خیال ہے کہ شرائع سابقہ میں افطار کے بعد کھانا پینا اور مجامعت کرنا نماز عشاء تک حلال تھا۔ البتہ بعد نماز عشاء یہ سب چیزیں رات کو بھی حرام ہو جاتی تھیں۔ اور یہ حکم زمانہ اقدس تک باقی رہا۔ مذکورہ بالا آیت میں ان سب چیزوں کو رات میں حلال قرار دے دیا گیا۔

وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ۔ قرآنی آیت کا یہ ٹکڑا صاف بتا رہا ہے کہ ازدواجی زندگی کی اصل غایت جماع کی لذت نہیں بلکہ بقائے نسل ہے۔ اور عہد قدیم وجدید میں منع حمل اور قطع نسل کی جتنی تحریکیں بھی چلتی رہی ہیں وہ سب خلاف فطرت ہیں۔ مولانا عبدالماجد دریاآبادی نے کیا خوب لکھا ہے کہ "اسلام نے اس عمل (مباشرت) سے اصل اور بڑا مقصد افزائش نسل اور حصول اولاد رکھا ہے۔ تاکہ امت کی قوت اور کثرت میں برابر اضافہ ہوتا رہے۔ اور ذاتی لذت اجتماعی منفعت کا زینہ بنتی رہے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے کھانے پینے کی لذت طبعی ذریعہ بنتی رہتی ہے فرد کی حیات وبقا کا اور اس کی تقویت جسم کا" (تفسیر ماجدی)

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ۔ اس آیت میں یہ بات واضح طور پر بیان کر دی گئی ہے۔ کہ شریعت محمدیہ میں رات کے وقت کھانے پینے اور ہمبستری کرنے کی شرعی اجازت ہے حتیٰ کہ تاریکی شب دور ہو جائے اور سپیدہ سحر طلوع ہو۔ فجر کی سفید دھاری کا سیاہ دھاری سے ممتاز ہو جانا (حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر) ایک کنایہ ہے اور مراد ہے رات کی تاریکی اور صبح کی روشنی کا ممیز ہو جانا۔

اعتکاف اور اس کے مسائل: وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ۔ جہاں رمضان کی راتوں میں لوگوں کو ازدواجی تعلقات سے بہرہ مند ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔ وہاں معتکف کیلئے رات میں بھی اپنی زوجہ سے تعلقات زن وشو قائم کرنا حرام قرار دے دیا گیا۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول یہ ہے کہ رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں اعتکاف کرنے والے کیلئے بھی یہی حکم ہے۔ آنحضرت کی عادت مبارک تھی کہ وہ رمضان کے آخری دس دن مسجد نبوی میں اعتکاف فرماتے۔ فقہاء کے نزدیک اعتکاف سنت کفایہ ہے یعنی اگر ایک شخص مسجد میں رمضان کا آخری عشرہ (دہائی) معتکف رہے تو پوری بستی کی طرف سے وہ سنت ادا ہو جائے گی۔ جن لوگوں کو معتکف ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ روحانی قوت کی فراہمی کیلئے اعتکاف کتنا کارگر نسخہ ہے۔

آیت نمبر ۱۸۸...... وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ..........

جب روزے میں حلال مال کا بھی کھانا پینا طلوع سحر سے لے کر غروب آفتاب تک ممنوع ہو جاتا ہے۔ تو روزے کے تربیتی کورس سے گذرنے کے بعد اور خواہشات نفسانی پر غلبہ پالینے کے بعد مسلمانوں کو لازم ہے کہ ایک دوسرے کے مال کو ناجائز طریقہ سے نہ کھائیں۔ اور اس مال کو حکام رشوت کا ذریعہ نہ بنائیں کہ جس تدبیر سے وہ دوسروں کے مال کا کچھ حصہ حق تلفی کر کے ہڑپ کر سکیں۔ باطل طریقہ سے مال کھانے کے تحت جھوٹ، خیانت، غصب

رشوت، سود، سٹہ، جوئے، چوری اور ناجائز معاملات کی وہ ساری صورتیں آجاتی ہیں جن کو شریعت پاک نے حرام قرار دیا ہے۔ اگر آج مال کے ذریعے حکام رسی اور دوسروں کا مال غصب کرنے کی آیت پر عمل درآمد شروع ہو جائے تو جھوٹے دعووں، جعلی دستاویزوں، جھوٹے حلف ناموں، اہلکاروں اور مجسٹریٹوں کی رشوتوں، اعلیٰ حکام کی خدمت میں نذرنذرانے پیش کرنے والوں کی تمام خرابیوں سے معاشرہ پاک صاف ہو سکتا ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ

سوال کرتے ہیں تم سے متعلق نئے چاندوں کے کہو وہ وقت کی علامات ہیں

وہ تم سے چاند کی مختلف صورتوں کے متعلق سوال کرتے ہیں اُن سے کہو کہ یہ لوگوں کیلئے

لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا

لوگوں کے لئے اور حج کی اور نہیں ہے نیکی یہ کہ آؤ تم

اوقات کی اور حج کی علامات ہیں اور نیکی یہ نہیں کہ تم گھروں میں

الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ

گھروں سے پچھواڑے اُن کے اور لیکن نیکی جو بچے

ان کے پچھواڑے داخل ہو بلکہ نیکی (اُن کی ہے) جو اللہ کی ناراضگی سے بچیں

وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اور آؤ گھروں سے دروازوں ان کے اور ڈرو اللہ سے

اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو اور اللہ سے ڈرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور لڑو میں راہ اللہ کی

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اللہ کی راہ میں اُن سے لڑو

الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

جو لڑتے ہیں تم سے اور نہ حد سے بڑھو بے شک اللہ

جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو بے شک اللہ

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ

نہیں پسند کرتا حد سے بڑھنے والے اور قتل کرو انہیں

حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جہاں کہیں اُنہیں پاؤ

حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ

جہاں پاؤ تم ان کو اور نکالو انہیں سے جہاں

قتل کرو اور اُنہیں وہاں سے نکالو جہاں سے

اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ

نکالا انہوں نے تمہیں اور فتنہ زیادہ (بڑا) سے قتل

انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ بُرا ہے

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى

اور نہ لڑو اُن سے قریب مسجد حرام حتیٰ کہ

اور اُن سے مسجد حرام کے قریب نہ لڑو۔ حتیٰ کہ

يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ

وہ لڑیں تم سے اُس میں پس اگر وہ لڑیں تم سے تو قتل کرو اُنہیں

وہ اِس میں تم سے لڑیں پھر اگر وہ تم سے لڑیں تو اُنہیں قتل کرو

Scanned with CamScanner

كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا

اسی طرح سزا کافروں کی پس اگر وہ باز آ جائیں

کافروں کی ایسی ہی سزا ہے پھر اگر وہ باز آ جائیں

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ

پس بے شک اللہ مغفرت کرنے والا مہربان اور لڑو اُن سے

تو اللہ مغفرت کرنے والا مہربان ہے اور اُن سے لڑو

حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ

حتیٰ کہ نہ رہے فتنہ اور ہو جائے دین اللہ کے لئے

حتیٰ کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور اطاعت اللہ کے لئے ہو جائے

فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

پس اگر وہ باز آجائیں تو نہیں کوئی اقدام مگر ظالموں پر

پھر اگر وہ باز آجائیں تو کوئی اقدام جائز نہیں مگر ظالموں کے خلاف

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ

مہینہ حرام بدلے مہینہ حرام اور حرمتوں کا

ماہ حرام کا بدلہ ماہ حرام ہے اور تمام حرمتوں کا

قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ

بدلہ ہے پھر جو کوئی زیادتی کرے تم پر تو زیادتی کا جواب دو اس پر

بدلہ ہے پھر جو تم پر زیادتی کرے تو اسی طرح زیادتی کا

بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا

جس طرح کہ زیادتی کی اس نے تم پر اور ڈرو اللہ سے اور جان لو

جواب دو جس طرح اُس نے تم پر زیادتی کی اور اللہ سے ڈرو اور جان لو

اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ

بے شک اللہ ساتھ پرہیزگاروں اور خرچ کرو میں

کہ اللہ نافرمانی سے بچنے والوں کے ساتھ ہے اور اللہ کی راہ میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى

راہ اللہ اور نہ ڈالو کو ہاتھوں اپنے طرف

خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں

التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

ہلاکت اور اچھے کام کرو بے شک اللہ پسند کرتا ہے

نہ ڈالو اور اچھے کام کرو بے شک اللہ اچھے کام

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ

اچھے کام کرنے والوں کو اور پورا حج کرو اور عمرہ

کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور اللہ کے لئے حج اور عمرہ

لِلّٰهِ ۭ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ

اللہ کے لئے پس اگر گھر جاؤ تم تو جو میسر آئے سے قربانی

پورا کرو پھر اگر تم گھر جاؤ تو جو قربانی تمہیں میسر آئے پیش کر دو

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ

اور نہ مونڈو اپنے سر حتیٰ کہ پہنچ جائے قربانی اپنی جگہ

اور اپنے سر نہ مونڈو جب تک قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے

Scanned with CamScanner

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ

پس جو ہو تم سے بیمار یا اس کو تکلیف سے

پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی

رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ

اس کے سر پس فدیہ سے روزے یا صدقہ

تکلیف ہو (اور وہ سر مونڈے) تو اس کے لئے روزے یا صدقہ

أَوْ نُسُكٍ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ

یا قربانی پس جب امن میں ہو تم تو جو فائدہ اٹھائے سے عمرہ

یا قربانی (کی شکل میں) فدیہ ہے پھر جب تم امن میں ہو جاؤ تو جو شخص

إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ

طرف حج کے پس جو میسر آئے سے قربانی پھر جو نہ

عمرہ سے حج تک کے لئے فائدہ اٹھائے تو جو قربانی اُسے میسر آئے پیش کرے اور جو شخص نہ پائے

يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ

پائے تو روزے رکھنا ہے تین دن میں حج اور سات

تو وہ تین دن کے روزے حج کے دوران میں رکھے اور سات

إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَٰلِكَ لِمَنْ

جب تم واپس آؤ وہ دس ہیں پورے یہ اس کے لئے ہے

جب تم واپس آؤ یہ پورے دس ہیں یہ اس شخص کے لئے ہے

لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

کہ نہ ہو گھر بار اس کا قریب مسجد حرام کے

جس کا گھر بار مسجد حرام کے قریب نہ ہو

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾

اور ڈرو اللہ سے اور جان لو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے

معانی و گرامر

اسماء

أَهِلَّةٌ ـــــ : هِلَالٌ کی جمع۔ نیا چاند

مَوَاقِيتُ ـــــ : اوقات۔ اسم آلہ۔ اس کا واحد مِيقَاتٌ ہے۔

بُيُوتٌ ـــــ : گھر۔ اس کا واحد بَيْتٌ ہے۔

ظُهُورِهَا ـــــ : ان کے پچھواڑے۔ ظُهُورٌ کا واحد ظَهْرٌ ہے۔ (ظُهُورٌ + هَا)

أَبْوَابِهَا ـــــ : اس کے دروازے۔ (أَبْوَابٌ + هَا)

الْمُعْتَدِينَ ـــــ : حد سے بڑھنے والے واحد مُعْتَدٍ ہے۔ اسم فاعل اَلْ داخل ہونے سے اسم معرفہ۔

الْفِتْنَةُ ـــــ : فساد۔ اَلْ داخل ہونے سے اسم معرفہ

عُدْوَانَ ـــــ : زیادتی مصدر ہے۔

الشَّهْرُ الْحَرَامُ ـــــ : حرمت والا مہینہ مرکب توصیفی۔ اہل عرب چار مہینوں میں قتل و قتال کو حرام خیال کرتے تھے انہیں الاشہر الحرام کہا جاتا تھا۔ وہ یہ تھے ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ۔ محرم۔ رجب

حُرُمَاتُ ـــــ : حرمتیں۔ واحد حُرْمَةٌ جس کے معنی ہیں وہ چیز جس کا ادب ضروری ہے

التَّهْلُكَةِ ـــــ : ہلاکت، تباہی مصدر

مُحْسِنِينَ ـــــ : بھلائی کرنے والے، اس کا واحد مُحْسِنٌ ہے۔

الْعُمْرَةُ ـــــ : عمرہ، حج کے دنوں کے علاوہ کسی اور دنوں میں رسومات حج ادا کرنا۔

الْهَدْيُ ـــــ : قربانی، قربانی کا جانور

Scanned with CamScanner

رُؤُسَكُمْ ___ : تمہارے سر۔ واحد رَاسٌ ہے۔ (رُءُوْسِ + كُمْ)

مَحِلَّهٗ ___ : اس کی قربان گاہ۔ مراد حدودِ منیٰ۔ اسم ظرف مکان۔

نُسُكٍ ___ : قربانی، قربانی کا جانور۔ اس کا واحد نَسِيْكَةٌ ہے۔

حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : مسجد حرام کے باشندے، مسجد حرام کے رہنے والے۔ مرکب اضافی۔ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

عِقَابٌ ___ : عذاب، سزا

افعال

يَسْئَلُوْنَكَ ___ : وہ آپ سے پوچھتے ہیں فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب۔

تَأْتُوْا ___ : تم آتے ہو۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر

اِتَّقٰى ___ : اس نے پرہیزگاری کی۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

وَاْتُوْا ___ : اور تم آؤ۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔

وَاتَّقُوْا ___ : اور ڈرتے رہو۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔

تُفْلِحُوْنَ ___ : تم کامیاب ہو۔ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔

قَاتِلُوْا ___ : تم لڑو۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔

يُقَاتِلُوْنَكُمْ ___ : وہ تم سے لڑیں فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔

لَا تَعْتَدُوْا ___ : زیادتی نہ کرو۔ فعل نہی صیغہ جمع مذکر حاضر

ثَقِفْتُمُوْهُمْ ___ : انہیں پاؤ۔ فعل ماضی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر

اَخْرِجُوْهُمْ ___ : انہیں نکال دو۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر

اِنْتَهَوْا ___ : وہ باز رہے۔ فعل ماضی معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔

فَمَنِ اعْتَدٰى ___ : جو حد سے بڑھے۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

اِعْتَدُوْا ___ : تم زیادتی کرو۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر

اَنْفِقُوْا ___ : تم خرچ کرو۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر

لَا تُلْقُوْا ___ : تم نہ ڈالو۔ فعل نہی صیغہ جمع مذکر حاضر

اَحْسِنُوْا ___ : تم نیکی کرو۔ فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر

اُحْصِرْتُمْ ___ : تم روک دیئے گئے۔ فعل ماضی مجہول صیغہ جمع مذکر حاضر

يُحِبُّ ___ : وہ دوست رکھتا ہے۔ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب

اِسْتَيْسَرَ ___ : وہ آسان ہوا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔

لَا تَحْلِقُوْا ___ : تم نہ منڈواؤ۔ فعل نہی صیغہ جمع مذکر حاضر

يَبْلُغَ ___ : وہ پہنچ جائے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

اَمِنْتُمْ ___ : تم امن میں ہو گئے۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر۔

تَمَتَّعَ ___ : اس نے فائدہ اٹھایا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔

مرکب اضافی

ظهورها۔ ابوابها۔ سبيل الله۔ عند المسجد۔ جزاء الكافرين۔ مع المتقين۔ ايديكم۔ رءوسكم۔ محله۔ رأسه۔ اهله۔ صيام ثلاثة ايام۔ حاضري المسجد۔ شديد العقاب۔

مرکب توصیفی

المسجد الحرام۔ الشهر الحرام۔ عشرة كاملة

حروفِ جار

عن ___ : سے

لِ ___ : واسطے (لِلنَّاسِ)، اَلنَّاسِ، اسم مجرور

بِ ___ : ساتھ (بِمِثْلِ)

مِنْ ___ : سے ظُهُوْرِ، اسم مجرور

حَتّٰى ___ : یہاں تک

فِيْ ___ : میں

اِلٰى ___ : طرف

تشریح .... رکوع نمبر ۲۴

آیت نمبر ۱۸۹۔ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ....

اسلامی کیلنڈر اور اسلامی عبادات: پہلے احکام روزہ بیان ہو چکے ہیں۔ آگے احکام حج کا بیان آنے والا ہے۔ اور رمضان کے روزے ہوں یا حج کے مہینے ان کا تعین چاند کے طلوع و غروب سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہ آیت روزے اور حج کے مابین اسی مناسبت سے آئی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے رسول ﷺ سے چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کا سبب پوچھا اللہ رب العزت نے جواب دیا کہ اس سے قرض وغیرہ کے وعدوں کی میعاد معلوم ہوتی ہے۔ عورتوں کی عدت کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ حج کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ اور روزے کے افطار کا تعلق بھی اسی سے ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے چاند کو لوگوں کے وقت معلوم کرنے کیلئے بنایا ہے۔ اسے دیکھ کر روزے رکھو۔ اسے دیکھ کر عید مناؤ"۔

تجویز: جب اعمال شرعی کا دارومدار حساب قمر پر ہی ٹھہرا تو ممالک اسلامیہ کیلئے لازم ہے کہ وہ شمسی تقویم کی بجائے قمری تقویم اپنائیں۔

فریضہ حج کی تمہید' ایک تجدیدی اصلاح: وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا۔ جس طرح پہلے آیت ۱۷۷ میں ارشاد ہوا تھا کہ تقویٰ یہ نہیں ہے کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف رخ کر لو' بلکہ پورے دین پر ایمان و عمل اور اسکے ساتھ وفاداری تقویٰ ہے۔ اسی طرح یہاں ارشاد ہو رہا ہے کہ تقویٰ یہ نہیں کہ تم احرام باندھے ہوئے گھروں میں پچھواڑوں سے داخل ہو بلکہ تقویٰ ان کا ہے جو حدود الٰہی کے احترام کو ملحوظ رکھیں۔ غرضیکہ ظاہری تقویٰ کی بجائے اصل مطلوب روح کا تقویٰ ہے۔ عربوں نے حج کے سلسلہ میں بہت سی بدعات ایجاد کر لی تھیں' اور حج کے ارکان کو بالائے طاق اور اس کی روح کو نظر انداز کر دیا تھا۔ ان میں سے ایک

بدعت یہ تھی کہ حج کیلئے احرام باندھ لینے کے بعد (حج سے پہلے) اگر انہیں اپنے گھروں میں کسی ضرورت سے آنا پڑتا' یا حج کے بعد وہ اپنے گھروں کو لوٹتے تو ان دروازوں سے اپنے گھروں میں داخل نہ ہوتے جن سے نکلتے۔ بلکہ مکان کے پچھواڑوں سے کسی دوسرے راستے یا دیواریں پھاند کر گھر میں آتے۔ انہیں وہم تھا کہ جن دروازوں سے وہ گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے نکلے ہیں انہی دروازوں سے ان کا گھروں میں داخل ہونا خلاف تقویٰ ہو گا۔

آیت نمبر ۱۹۰۔ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ ....

احکام جہاد: معلوم رہے کہ قتال کا یہ حکم ان مظلوم مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے۔ جو دو چار مہینے نہیں بلکہ پورے تیرہ برس مکہ میں کفار کے مظالم کا تختہ مشق بنے رہے۔ اور اب وطن چھوڑنے کے بعد بھی کفار انہیں مدینہ میں سکھ کا سانس نہیں لینے دیتے اور بار بار مدینہ پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ تو کیا انہیں مدافعانہ جنگ لڑنے کا حق پہنچتا ہے یا نہیں؟ بالفاظ دیگر جارحیت اور ظلم کا مقابلہ کرنا کس ضابطے کی رو سے' خلاف انصاف ہے؟

کاروائی کرنیکی اجازت: اَلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ سے بقول مولانا عبدالماجدؒ دو باتیں معلوم ہو رہی ہیں۔

۱۔ جنگ کی ابتدا کرنے والے مسلمان نہ تھے۔ بلکہ ابتدا کرنے والا دوسرا فریق تھا۔

۲۔ قتال کا حکم صرف انہی افراد کے مقابلہ میں دیا جا رہا ہے جو واقعی لڑ رہے ہوں۔ پر امن شہریوں پر بم برسانا اور ان پر زہریلی گیس چھوڑنا' اسلام کے آئین جنگ میں جائز نہیں۔ آنحضور کے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بوڑھوں' بچوں' عورتوں' اپاہجوں بیماروں' گوشہ نشینوں کو جنگ سے مستثنیٰ قرار دیا تھا۔ آیت میں اس جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ (ابن جریر) حدیث میں بھی عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا۔ (تفسیر معالم)

فی سبیل اللہ: (خدا کی راہ میں) جہاد کی اجازت کے پہلو بہ پہلو یہ کڑی شرط عائد کی جا رہی ہے کہ لڑائی ذاتی غرض کیلئے نہیں ہونی چاہیے۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں۔

"دنیا میں لڑائیاں ہمیشہ لڑی گئیں۔ اب بھی لڑی جا رہی ہیں۔ آئندہ بھی لڑی جائیں گی۔ لیکن کاہے کیلئے' زیادہ سے زیادہ یہ کہ قوم اور وطن کیلئے .... یعنی زر و زمین کی طلب ختم کرنے کیلئے نہیں۔ بلکہ قوم کیلئے رہ جائے۔ یہ خصوصیت صرف اسلامی جہاد کی ہے۔ کہ جب کبھی اور جن حالات میں شروع ہو۔ اللہ کی راہ میں ہو۔ شرک کو مٹانے اور توحید کو بلند کرنے کیلئے ہو' دین کی حمایت و نصرت میں ہو۔ انسانی حکومت مٹا کر خدائی حکومت قائم کرنے کے لئے ہو۔ نہ کہ خودی کیلئے ہو۔ قبیلہ کیلئے۔ حلقہ اثر کی توسیع کیلئے' آزادی تجارت کیلئے۔ آزادی سمندر کیلئے' نو

Scanned with CamScanner

آبادیوں کے تحفظ کیلئے۔ غرض نئی اور پرانی کسی قسم کی بھی عصبیت جاہلی کے جھنڈے کے نیچے نہ ہو"۔ (تفسیر ماجدی)

وَلَا تَعْتَدُوْا مراد یہ کہ جنگ میں کسی قسم کی دشمن پر زیادتی نہ کرو جسکی شرح حضرت ابن عباسؓ کے اس قول سے ہوتی ہے۔ "اللہ کی نافرمانی نہ کرو۔ دشمن کے ناک کان وغیرہ نہ کاٹو۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کرو۔ دشمنوں کی عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو۔ بوڑھوں درویشوں اور تارک الدنیا لوگوں پر ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ بلاضرورت نہ درخت کاٹو اور نہ حیوانات کو ہلاک کرو۔"

الغرض دنیا کے تمام ادیان میں صرف اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس نے جنگ کے آداب سکھائے اور پیرکاروں کو اخلاقی حدود کا پابند بنا دیا۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ :۔ یعنی بیت اللہ کا حج تم پر فرض ہے اور ملت ابراہیمی پر ہونے کی حیثیت میں تمہارا مسجد ابراہیمی پر تولیت کا اولین حق بھی ہے پس اگر تمہارے اس حق کی ادائیگی میں قریش مکہ مزاحم ہوں تو ان کا مقابلہ کرو اور جہاں کہیں ان سے تصادم و معرکہ آرائی ہو وہیں ان کو قتل کرو خواہ اس قتال کی نوبت حدود حرم ہی میں پیش آئے۔ جس سرزمین مکہ سے مشرکوں نے تمکو نکالا ہے تم بھی ان کو وہاں سے نکالو۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کے ارشاد کے بموجب مکہ کی حکمرانی کے اصلی حقدار وہ ہیں جو ان کی ملت (مسلک توحید) پر قائم ہیں۔ فی الاصل اس مقدس سرزمین سے نکالے جانے کے وہ مشرک مستحق ہیں نہ کہ تم۔

آیت نمبر ۱۹۱۔ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ:..................

سے مراد کفار مکہ کا کفر و شرک پر جمے رہنا ہے اور مسلمانوں کو ادائے عبادت حج و عمرہ سے روکنا ہے جو قتل و قتال سے زیادہ سخت اور برا کام ہے (تفسیر کبیر)

مطلب یہ ہے کہ کفار مکہ کی یہ فتنہ سامانی اور نتیجے مسلمانوں پر ان کے غیر متناہی مظالم حرم مکہ میں قتل کے ارتکاب سے بھی شدید تر ہیں۔ لوگوں کو قبول حق سے جبراً روکنا اور دلائل کے بجائے حیوانی طاقت سے اس کا مقابلہ کرنا قتل سے بھی شدید تر جرم ہے۔

وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ :۔ خانہ کعبہ کے گرد و نواح میں کئی میل کا پورا علاقہ حرم کہلاتا ہے۔ اس کے احترام کے خاص قواعد ہیں۔ مسلمان کو حدود حرم میں لڑائی کا آغاز کرنے سے روکا جا رہا ہے۔ کیونکہ یہ احترام حرم کے منافی ہے۔ علماء نے اس آیت سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ مسجد حرام میں قتل و قتال ناجائز ہے۔ البتہ دشمن کا دفاع کیا جا سکتا ہے۔ آیت میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ کہ اگر دشمن ابتداً حملہ آور ہو۔ تو اس کے حملہ کو روکنا جائز ہے۔

آیت نمبر ۱۹۳۔۱۹۲۔ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ..................

اس آیت سے اوپر والی آیت کی مزید شرح ہو جاتی ہے کہ کفار قریش سے یہ جنگ اس وقت تک جاری رہنی چاہیے۔ جبکہ سرزمین حرم پر فتنہ کا کوئی اثر یا نقش باقی ہے۔ اور اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین قائم ہے اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی بعثت کا ایک اہم مقصد بیت اللہ کو قریش کے قبضہ سے چھڑانا اور اس کو کفر و شرک کی آلائشوں سے پاک کر کے اسے توحید و اسلام کا مرکز بنانا تھا۔ فتح مکہ سے (۸ھ) بعثت نبوی کی یہ اہم غایت پوری ہو گئی اور مکہ شرک و بت پرستی کی آلودگیوں سے پاک صاف ہوا بلکہ پورے عرب پر توحید کا آفتاب چمکنے لگا۔

يَكُوْنَ الدِّيْنُ :۔ دین سے مراد اللہ کی عبادت اور اسکے احکام کی اطاعت ہے۔

آیت نمبر ۱۹۴۔ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ :۔ عرب کے قبائل آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔

مگر انہوں نے یہ طے کر رکھا تھا کہ سال میں چار مہینے جنگ بند رہے وہ مہینے یہ تھے محرم، رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ یہاں ذی قعدہ ۷ھ کی جانب اشارہ ہے۔ آنحضور ﷺ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ عمرہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے تھے۔ مشرکین فساد پر آمادہ ہو گئے اور مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ آیت زیر نظر میں مسلمانوں کو کفار سے انتقام لینے کی اجازت دی جا رہی ہے۔

وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ۔ یعنی اگر کفار حرام مہینوں کی حرمت کا لحاظ کریں۔ تو مسلمان بھی کریں اور اگر وہ انکی حرمت کو نظر انداز کر کے کسی حرام مہینے میں مسلمانوں پر دست درازی کریں تو مسلمان بھی بدلہ لینے کے مجاز ہیں۔

آیت نمبر ۱۹۵.......... وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ..........

مالی اور جانی جہاد کی تاکید:

صحیح بخاری میں حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت ابو عمران فرماتے ہیں کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے قسطنطنیہ کی جنگ میں کفار کے لشکر پر دلیرانہ حملہ کیا اور ان کی صفوں کو چیرتا ہوا ان میں گھس گیا تو بعض لوگ یہ کہنے لگے یہ شخص اپنی جان کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ حضرت ابو ایوبؓ انصاری فرمانے لگے ہم اس آیت کا مطلب جانتے ہیں۔ سنو! یہ آیت ہمارے ہی بارے میں نازل ہوئی۔ ہم انصاریوں نے ایک دفعہ جمع ہو کر آپس میں مشورہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے مشرف فرمایا۔ ہم آپ کی خدمت میں رہے۔ آپ کی ہمرکابی میں جہاد کرتے رہے۔ اب بحمد اللہ اسلام پھیل گیا مسلمانوں کا غلبہ ہو گیا۔ ان دنوں میں ہم نے نہ اپنی اولاد کی خبر گیری کی نہ کھیتوں باغوں کا خیال رکھا پس اب ہمیں اپنے نجی معاملات پر توجہ دینا چاہیے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جہاد کو چھوڑ کر بال بچوں اور

Scanned with CamScanner

تجارت میں مشغول ہو جانا اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاک کرنا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

جو رزم گہ حق میں قدم دھرتے ہیں
وہ بھلا موت سے کب ڈرتے ہیں
درکار جنہیں سجدۂ حق ہوتا ہے
خود اپنے لہو سے وہ وضو کرتے ہیں

آیت ۱۹۵: میں مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کریں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اشاعت دین کی خاطر ایثار و قربانی کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ مسلمان اگر دین کو سربلند کرنے کیلئے اپنا مال خرچ نہیں کریں گے اور اپنے ذاتی فوائد کو ترجیح دیں گے۔ تو یہ دین و دنیا میں ان کے لئے ہلاکت کا موجب ہوگا۔ دنیا میں وہ کفار سے مغلوب ہوں گے اور آخرت میں ان سے سخت باز پرس کی جائے گی۔

آیت نمبر ۱۹۶۔ واتموا الحج والعمرة لله ....

عمرہ حج کا مقصد: اس آیت کریمہ میں حج و عمرہ کا مقصود اصلی بیان فرمایا جا رہا ہے۔ یعنی حج و عمرہ کا مقصد نہ تجارتی و مادی منفعتیں ہیں اور نہ بتوں کی خوشنودی و پرستش نہ میلوں ٹھیلوں کا انعقاد اور نہ ہی کاروباری قسم کی سرگرمیاں۔ حج و عمرہ کا مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

بالفاظ دیگر حج صرف خدائے وحدہ لاشریک کیلئے کیا جائے اس میں شرک و بدعت کی کوئی آلائش نہ شامل ہونے پائے۔

فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ۔ میں اس صورت حال کی طرف اشارہ ہے کہ اگر دشمن مزاحمت کرے اور تمہیں گھیر لے اور بیت اللہ تک تمہارا پہنچنا ممکن ہو جائے تو جو قربانی تمہیں میسر ہوئی ہے۔ اسے وہیں پیش کر دو کہ جہاں تم گھر جاؤ۔ البتہ حالت احصار میں لازم ہے کہ تم اپنے سر اس وقت تک نہ مونڈو (اور احرام نہ کھولو) جب تک کہ قربانی خانہ کعبہ تک نہ پہنچ جائے۔ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں صورتوں پر عمل فرمایا۔ حدیبیہ کے موقع پر مجبوری کی حالت میں حدیبیہ میں قربانی دی۔ اور بعد میں عمرۃ القضا اور حج الوداع کے موقع پر وہ طریقہ اختیار فرمایا جو امن کی حالت کیلئے وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ کے ارشاد ربانی میں مضمر ہے۔

قربانی سے پہلے سر منڈانے کا کفارہ: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى۔ میں بتایا گیا ہے کہ اگر قربانی سے پہلے زائر خانہ کعبہ کسی بیماری وغیرہ کے سبب سر منڈانے پر مجبور ہو جائے تو اس پر کفارہ لازم ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ تفصیل بیان فرمائی ہے کہ ایسا شخص یا تو تین دن کے روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا کم از کم ایک بکری کی قربانی دیدے۔

حج تمتع: فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ۔ حدود میقات کے اندر رہنے والے حج اور عمرہ جمع نہیں کر سکتے البتہ حدود حرم سے باہر اور حرم سے دور رہنے والے عازمین حج کیلئے یہ اجازت ہے کہ وہ ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ ادا کر سکتے ہیں۔ یعنی پہلے عمرہ ادا کر کے احرام کی پابندیوں سے فارغ ہو جائیں پھر حج کی تاریخوں میں (یعنی آٹھ ذوالحجہ سے تیرہ ذوالحجہ تک) اس کیلئے نیا احرام باندھیں اور مناسک حج ادا کریں۔ البتہ اس رعایت پر شکر گزاری کیلئے ایک بکرے یا بکری کی قربانی دیں اور اگر یہ قربانی میسر نہ آئے تو حاجی دس دن کے روزے رکھے۔ تین دن کے روزے ایام حج ہی میں اور سات دن کے روزے حج سے لوٹنے کے بعد۔

حج اور عمرہ کے مسائل: حج تین طریقوں سے ادا کیا جاتا ہے۔ افراد، قران اور تمتع

افراد: یہ ہے کہ حج اور عمرہ کی الگ الگ ادائیگی ہو۔ مثلاً حج کرنے کے بعد عمرہ کر لیا جائے یا حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ ادا کر لیا جائے۔ اور پھر حج کیا جائے۔

قران: یہ ہے کہ حج کے مقررہ مہینوں میں بیک وقت حج اور عمرہ دونوں کئے جائیں اور جب تک دونوں نہ ادا کرے احرام نہ کھولے۔

تمتع: یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ کر کے کھول دے اور پھر حج کے مخصوص دنوں میں حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرے گویا حج کے مہینوں میں عمرہ اور حج دونوں سے متمتع ہو جائے۔

آیت نمبر ۱۹۶۔ آیت میں حج و عمرہ کے وہ احکام بیان کئے جا رہے ہیں جن کا تعلق احرام اور قربانی کیساتھ ہے۔ ہر حاجی کیلئے ضروری ہے کہ جب وہ حج کیلئے چل پڑے تو اپنا عام لباس اتار کر دو ان سلی چادریں زیب تن کرے۔ اس کو شریعت کی اصطلاح میں احرام کہا جاتا ہے۔ احرام کی حالت میں حجامت کرنا شکار کرنا یا سلے ہوئے کپڑے پہننا ممنوع ہے۔ پھر جب وہ بیت اللہ کی زیارت اور طواف و سعی جیسے دیگر مناسک ادا کرنے کے بعد مکہ سے تقریباً تین میل باہر منیٰ پر پہنچتا ہے۔ تو وہاں اسے قربانی ذبح کرنی ہوتی ہے۔ جب قربانی کا جانور ذبح کر دیا جائے۔ تو احرام کی وجہ سے عائد شدہ تمام پابندیاں ساقط ہو جاتی ہیں۔ اب اسے اجازت ہے کہ سلے ہوئے کپڑے پہنے شکار کرے اور حجامت وغیرہ کرائے۔ جب تک قربانی ذبح نہ کر لی جائے۔ اتنے تک اسے احرام کی حالت میں رہنے ہوئے۔ ان پابندیوں پر لازماً عمل کرنا پڑتا ہے۔ البتہ مندرجہ ذیل ناگزیر صورتوں میں اسے کچھ رعایات مل جاتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

۱۔ حاجی اپنے گھر سے حج کی نیت سے چلا تھا اس نے حج کیلئے باقاعدہ احرام بھی باندھ لیا لیکن راستہ میں بیمار ہو گیا یا چوری ہو گئی یا دشمن کے حملوں کی وجہ سے اسے آگے بیت اللہ تک پہنچنا ناممکن ہو گیا تو ایسی مجبوری کے عالم میں اسے اجازت ہے کہ وہ وہیں رک جائے اور قربانی کا جانور یا اس کی قیمت کسی آدمی کے ذریعے مکہ مکرمہ بھیج دے اور جب اسے یقین ہو جائے کہ قربانی ذبح کر دی گئی ہو گی تو پھر یہ یہاں راستہ میں ہی احرام کھول دے۔ گویا اس طرح کی شدید مجبوری کی صورت میں حاجی کا بذات خود وہاں پہنچنا ضروری نہیں رہے گا۔

۲۔ یا اگر کسی شخص نے حج کا احرام باندھ لیا تھا۔ ظاہر ہے کہ احرام کی حالت میں بال کٹانا یا حجامت کرانا اس پر ممنوع تھا۔ مگر سر میں پھوڑا نکلنے یا کسی زخم کی وجہ سے اسے بال کٹانا ناگزیر ہو گیا تو ایسی صورت میں اسے اجازت ہے کہ بال کٹوالے اور اپنے اس عمل کی تلافی کیلئے وہ مندرجہ ذیل شکلوں میں سے کسی ایک میں فدیہ یا معاوضہ ادا کر دے۔

۱۔ تین دن روزے رکھے

۲۔ محتاجوں کو خیرات دے دے۔ فقہا نے کہا ہے کہ اسے کم از کم چھ مساکین کو صدقہ فطر کے برابر رقم دینی ہو گی۔

۳۔ قربانی کی شرائط پر پورا اترنے والا کوئی جانور ذبح کر دے۔

جو شخص حج اور عمرہ کو بیک وقت ایک ہی احرام سے ادا کرنا چاہتا ہے۔ اور اسے قربانی کیلئے تلاش کے باوجود کوئی جانور نہیں ملا تو اسے اجازت ہے کہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور پھر سات روزے اس وقت رکھے جب وہ واپس اپنے گھر پہنچ جائے۔ گویا اسے قربانی کی جگہ پورے دس روزے رکھنے پڑیں گے۔

اس آیت میں یہ وضاحت کر دی گئی کہ حج اور عمرہ کو بیک وقت ادا کرنے کی اجازت صرف ان افراد کیلئے مخصوص ہے جو دوسرے شہروں سے آئے ہیں۔ وہ لوگ جو مکہ میں ہی رہتے ہیں ان کو حج اور عمرہ ملانے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ وہ تو حج کے بعد کسی وقت بھی عمرہ ادا کر سکتے ہیں۔ البتہ جو لوگ دوسرے ممالک سے آئے ہیں انہیں ایک بار حج کیلئے اور پھر دوسری بار عمرہ کیلئے آنے میں سفر اور اخراجات کا زیر بار ہونا پڑتا ہے اس لئے انہیں اجازت ہے کہ وہ ایک ہی سفر میں ان دونوں طرح کی عبادات سے متمتع ہو لیں۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ

حج مہینے معلوم (ہیں) پس جو عزم کرے اُن میں

حج کے معلوم مہینے ہیں پھر جو شخص ان میں حج کا عزم کرے

الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ

حج کا پس نہیں شہوت اور نہ گالی گلوچ اور نہ جھگڑا! میں حج

تو وہ حج کے دوران کوئی شہوت کا کام نہ کرے نہ فسق و فجور اور نہ لڑائی جھگڑا کرے

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا

اور جو کرو تم کوئی نیکی جانتا ہے اُسے اللہ اور زاد راہ لو

اور تم جو بھی نیکی کا کام کرو گے اللہ اُسے جانتا ہے اور زاد راہ لے کر جاؤ

فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

پس بے شک بہتر زاد راہ تقویٰ اور ڈرو مجھ سے اے عقل والو

اور بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرو

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ

نہیں تم پر گناہ یہ کہ تم طلب کرو فضل سے

تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل طلب کرو

رَّبِّكُمْ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا

اپنے رب پس جب تم واپس آؤ سے عرفات پس ذکر کرو

پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام

Scanned with CamScanner

اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا

اللہ کا پاس مشعر حرام اور یاد کرو اُسے جیسا

کے پاس اللہ کو یاد کرو اور اُسے اس طرح یاد کرو

هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾

ہدایت کی اس نے تم کو اور بے شک تم تھے پہلے اس کے البتہ سے گمراہوں

جس طرح اس نے تم کو ہدایت کی ہے اور بلاشبہ اس سے پہلے تم گمراہوں میں سے تھے

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ

پھر واپس آؤ سے جہاں واپس آتے ہیں لوگ

پھر جہاں سے لوگ واپس آئیں تم بھی واپس آؤ

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

اور معافی مانگو اللہ سے بے شک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے

اور اللہ سے معافی مانگو بے شک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ

پس جب پورے کرلو تم ارکانِ حج تو یاد کرو اللہ کو

پھر جب تم اپنے ارکانِ حج پورے کرلو تو اللہ کو یاد کرو

كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ

طرح یاد کرنا تمہارا آباؤ اجداد تمہارے یا زیادہ یاد کرنا

جس طرح تم اپنے آباؤ اجداد کو یاد کرتے تھے یا اس سے بھی زیادہ

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا

پس سے لوگوں جو کہتا ہے اے رب ہمارے عطا کر ہمیں میں دنیا۔

سو کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں عطا کر

وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ

اور نہیں واسطے اس کے بیچ آخرت کوئی حصہ اور سے ان

اور ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور ان میں سے

مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي

جو کہتا ہے اے رب ہمارے عطا کر ہمیں میں دنیا بھلائی اور میں

کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما

الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

آخرت بھلائی اور بچا ہمیں عذاب دوزخ

اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ

وہ لوگ اُن کے لیے حصہ سے جو کمایا انہوں نے اور اللہ

ان لوگوں کو ان کی کمائی کا حصہ ملتا ہے جو انہوں نے کی۔ اور اللہ

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ

جلدی لینے والا ہے حساب اور یاد کرو تم اللہ

جلد حساب لینے والا ہے اور اللہ کو یاد کرو

فِىٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِىْ

میں دنوں گنتی کے پس جو جلدی کرے میں

گنتی کے چند دنوں میں پھر جو جلدی کرے اور دو دنوں

يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ

دو دنوں پس نہیں گناہ اس پر اور جو تاخیر کرے پس نہیں

میں (واپس ہو جائے) تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو دیر کرے تو اس پر

اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا

گناہ اس پر لئے جو ڈرتا ہے اور ڈرو اللہ اور جان لو

بھی کوئی گناہ نہیں یہ اس شخص کے لئے ہے جو اللہ سے ڈرے اور اللہ سے ڈرو اور

اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (٢٠٣) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ

بے شک تم طرف اس اکٹھے کئے جاؤ گے اور سے لوگوں جو

جان رکھو کہ تم اسی کے حضور اکٹھے کئے جاؤ گے اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے

يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ

بھلی لگتی ہے تمہیں بات اس کی میں زندگی دنیا اور گواہ بناتا ہے اللہ

جس کی باتیں تمہیں اس دنیا کی زندگی کے بارے میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اپنی

عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ ۙ وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (٢٠٤) وَاِذَا تَوَلّٰى

پر جو میں دل اس کے اور وہ کٹر دشمن اور جب حاکم بنتا ہے

دلی نیت پر خدا کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ کٹر دشمن ہے اور جب وہ با اختیار

سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ

کوشش کرتا ہے میں زمین تاکہ فساد برپا کرے میں اس اور تباہ کرے کھیتی

ہوتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد برپا کرے اور کھیتوں

وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (٢٠٥)

اور نسل انسانی اور اللہ نہیں پسند کرتا فساد

اور نسل انسانی کو تباہ کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ

اور جب کہا جاتا ہے لئے اس ڈر اللہ سے جما دیتا ہے اس وقار

اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو وقار (کا خیال) اسے

بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ (٢٠٦)

پر گناہ پس کافی ہے اسے جہنم اور البتہ برا ہے ٹھکانہ

گناہ پر جما دیتا ہے ایسے شخص کے لئے جہنم کافی ہے یقیناً وہ بہت برا ٹھکانہ ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ

اور سے لوگوں جو بیچ دیتا ہے اپنے آپ کو طلب میں

اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی رضا طلبی میں اپنے آپ کو

مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (٢٠٧)

رضا اللہ (کی) اور اللہ بہت مہربان پر بندوں

قربان کر دیتا ہے اور اللہ ایسے بندوں پر بہت مہربان ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ

اے جو ایمان لائے داخل ہو جاؤ میں اطاعت

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت میں پورے پورے داخل

كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ

پورے کے پورے اور نہ پیروی کرو نقش قدم شیطان

ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو

Scanned with CamScanner

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٢٠٨﴾ فَإِن زَلَلْتُم

بے شک وہ لئے تمہارے دشمن کھلا پس اگر پھسل گئے تم

بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے پھر اگر تم واضح ہدایات

مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا

سے بعد جو آگئی ہیں تم کھلی ہدایات پس جان لو

آجانے کے بعد پھسل گئے تو جان رکھو

أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٠٩﴾ هَلْ يَنظُرُونَ

بے شک اللہ غالب حکمت والا کیا وہ انتظار کرتے ہیں

کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے کیا وہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں

إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ

مگر یہ کہ آجائے اُن اللہ میں سایوں سے بادلوں

کہ اللہ بادلوں کے سائے میں اُن کے سامنے آجائے

وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ ۚ وَإِلَى اللَّهِ

اور فرشتے اور فیصلہ کر دیا جائے معاملہ اور طرف اللہ

اور فرشتے بھی اور معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے اور تمام معاملے

تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٢١٠﴾ ع ۲۵ ۹

لوٹائے جائیں گے معاملات

اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے

معانی و گرام

اسماء

أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ ـــــ ، معلوم اور جانے پہچانے مہینے (واحد شَهْرٌ - مہینہ)

فُسُوقٌ ـــــ ، بُرے کام، گناہ حق و صلاح کے راستے سے ہٹ جانا

جِدَالَ ـــــ ، خلق - اولاد اَلْ داخل ہونے کی وجہ سے اسم معرفہ

زَادٌ ـــــ ، توشہ، زادِ راہ - اس کی جمع ازواد ہے -

فَضْلًا ـــــ ، فضل، روزی

أُولِي الْأَلْبَابِ ـــــ ، عقلمند - اَلْبَابٌ کی واحد لُبٌّ عقل

جُنَاحٌ ـــــ ، گناہ

الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ـــــ ، مشعر حرام - مشعر کے لفظی معنی نشانی یا علامت کے ہیں - حرام بمعنی محترم و مقدس - یہ مزدلفہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان ہے - سارے مزدلفہ کو بھی مشعر الحرام کہا جاتا ہے - مزدلفہ مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پہ ہے -

الضَّالِّينَ ـــــ ، بھٹکے ہوئے - اس کا واحد ضَالٌّ ہے - ال کی وجہ سے اسم معرفہ ہے

عَرَفَاتٍ ـــــ ، ایک مقام جو مکہ سے تقریباً دس میل کے فاصلے پہ ہے - ۹ ذوالحجہ کو تمام حاجی یہاں جمع ہوتے ہیں -

مَنَاسِكَكُمْ ـــــ ، تمہارے حج کے ارکان - واحد مَنْسَكٌ ہے - مرکب اضافی

خَلَاقٍ ـــــ : حصہ

سَرِيعُ الْحِسَابِ ـــــ ، جلد حساب کرنے والا - مرکب اضافی -

حَسَنَةً ـــــ : نیکی - حَسَنَات کی جمع -

نَصِيبٌ ـــــ ، حصہ اَنْصِبَةٌ جمع ہے -

أَلَدُّ الْخِصَامِ ـــــ ، سب سے زیادہ جھگڑالو خِصَامٌ خَصْمٌ کی جمع ہے - مرکب اضافی

الْحَرْثَ ـــــ ، کھیتی اَلْ کی وجہ سے اسم معرفہ ہو گیا -

النَّسْلَ ـــــ ، جانیں اَلْ داخل ہونے کی وجہ سے اسم معرفہ

اَلْعِزَّةُ ——— ، حصولِ عزت کے مقابلے میں غالب ہونا۔ حمیت اور گھمنڈ۔

اَلْمِهَادُ ——— ، بچھونا، ٹھکانا۔ مَهْدٌ اس کی جمع ہے۔ اَلْ داخل ہونے سے اسم معرفہ۔

اِبْتِغَاءَ ——— ، تلاش کرنا۔ طلب کرنا۔ مصدر

مَرْضَاتِ اللّٰهِ ——— ، اللہ کی رضا۔ مرکب اضافی۔

رَءُوْفٌ ——— ، مہربان

اَلسِّلْمِ ——— ، اسلام۔ سلامتی۔ امن۔

ظُلَلٌ ——— ، سائبان۔ بدلیاں اس کی جمع ظُلَّةٌ ہے۔

غَمَامَ ——— ، بادل۔ غَمَامَةٌ واحد ہے۔

اُمُوْرُ ——— ، معاملات۔ واحد اَمْرٌ ہے۔

كَافَّةً ، سب کے سب

اَفعال

اِتَمُّوْا ——— ، تم پورا کرو۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر

تَزَوَّدُوْا ——— ، تم سب زادِ راہ لو۔ فعل امر جمع مخاطب۔

فَرَضَ ——— ، اس نے عزم کیا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔

يَعْلَمْهُ ——— ، وہ اس کو جانتا ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب (يَعْلَمُهُ ، هُ)

تَبْتَغُوْا ——— ، تم تلاش کرتے ہو۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر

اَفَضْتُمْ ——— ، متفرق و منتشر ہونا۔ فعل ماضی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر

وَاذْكُرُوْهُ ——— ، اس کو یاد کرو۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر

اِتَّقِ ——— ، تو ڈر، فعل امر

اَفِيْضُوْا ——— ، تم پلٹو۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر

اِسْتَغْفِرُوْا ——— ، تم بخشش طلب کرو۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر

اُدْخُلُوْا ——— ، تم سب داخل ہو۔ فعل امر جمع مخاطب

قَضَيْتُمْ ——— ، تم ادا کر چکو۔ فعل ماضی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر

كَسَبُوْا ——— ، انہوں نے کمایا۔ فعل ماضی معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔

تَعَجَّلَ ——— ، اس نے جلدی کی۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

تَاَخَّرَ ——— ، اس نے تاخیر کی۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

تُحْشَرُوْنَ ——— ، تم جمع کیے جاؤ گے۔ فعل مضارع مجہول صیغہ جمع مذکر حاضر

يُعْجِبُكَ ——— ، تجھے خوش کرتا ہے۔ تم کو وہ پسند آتا ہے۔ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

يُشْهِدُ ——— ، وہ گواہ لاتا ہے۔ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

تَوَلّٰى ——— ، ترجمہ: منہ پھیر لینا۔ اعراض کرنا۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

سَعٰى ——— ، کوشش کی۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

يُفْسِدَ ——— ، وہ ہلاک کرتا ہے۔ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

يُهْلِكَ ——— ، وہ ہلاک و تباہ کرتا ہے۔ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

يَشْرِيْ ——— ، وہ فروخت کرتا ہے۔ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

لَا تَتَّبِعُوْا ——— ، تم پیچھے نہ چلو۔ فعل نہی صیغہ جمع مذکر حاضر۔

زَلَلْتُمْ ——— ، تم نے لغزش۔ فعل ماضی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر

يَنْظُرُوْنَ ——— ، وہ انتظار میں ہیں۔ فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔

يَاْتِيَهُمْ ——— ، ان پر آجائے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

قُضِيَ الْاَمْرُ ——— ، کام تمام ہو جائے۔ فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔

تُرْجَعُ ——— ، لوٹائے جائیں گے۔ فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب۔

مرکب اضافی

خیر الزاد ۔ اولی الالباب ۔ ربکم ۔ عند المشعر ۔ قبلہ ۔ مناسککم ذکرکم ۔ اٰباءکم ۔ ربنا ۔ عذاب النار ۔ سریع الحساب ۔ قولہ قلبہ ۔ الدّ الخصام ۔ حسبہ ۔ نفسہ ۔ مرضات اللّٰہ ۔ خطوٰت الشیطٰن ۔

Scanned with CamScanner

مرکب توصیفی

اشہر معلومات ۔ المشعرُ الحرام ۔ ایام معدودات ۔ الحیٰوۃ الدنیا

عدو مبین

حروف جار

فِیْ ــــــ میں ، مِنْ ــــــ : سے

علیٰ ۔ کَ ۔ لِ ۔ الیٰ ۔ بِ

تشریح .... رکوع نمبر ۲۵

آیت نمبر ۱۹۷ ۔ اَلْحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۔ ....

آداب حج: ۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اور زمانہ اسلام میں بھی شوال ' ذیقعد ' اور ذوالحجہ (کے دس روز) حج کے مہینوں کے طور پر مقرر رہے ہیں ۔ اور ان متبرک مہینوں میں رفث شہوانی باتوں (فسوق) خدا کی نافرمانیوں (جدال) لڑائی جھگڑوں کی ممانعت فرما کر گناہ کے تمام ابتدائی محرکات پر پابندی لگا دی گئی ۔

مقاصد حج: حج میں تین باتوں سے بالخصوص منع کیا گیا ہے ۔

رفث: ۔ یعنی ہر وہ بات جو مرد اور عورت کے جنسی تعلقات کی غمازی کرتی ہو ۔

فسوق: یعنی نافرمانی اور برے کام سے ' اور **جدال** یعنی لڑائی جھگڑے سے ۔ ان تینوں باتوں میں اشارہ ہے کہ حج کی اصل غرض کیا ہے وہ انسان کو کس مقام پر پہنچاتا ہے ۔ اس ضمن میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حج مومن کی ایک ایسی عاشقانہ عبادت ہے ۔ جس میں عشق الٰہی کا جذبہ بدرجہ اتم پایا جاتا ہے ۔ حج پر جانے والا شخص اپنے محبوب حقیقی کے کوچہ کی زیارت کی خاطر وطن سے بے وطن ہوتا ہے ۔ فخر و زینت والا لباس اتار کر ایک جوگی اور تارک الدنیا کا لباس زیب تن کر لیتا ہے ۔ مکہ میں پہنچ کر اپنے محبوب کے مکان کے گرد پروانوں کی طرح چکر لگاتا ہے ۔ اور طواف کرتا ہے ۔ گویا حج میں یہ بتانا مقصود ہے کہ عشق الٰہی کے سامنے اس کی تمام دنیاوی محبتیں ختم اور تمام مادی اور شہوانی جذبات سرد پڑ گئے ہیں ۔ چنانچہ اس لئے اللہ تعالے نے حکم فرمادیا کہ اس دوران جنسی تعلقات اور ہیجان آمیز گفتگو سے مکمل اجتناب کیا جائے تاکہ اس عشق حقیقی اور محبت خداوندی میں کسی دنیاوی محبت کی آمیزش نہ ہو ۔ اور انسان عشق الٰہی کا جیتا جاگتا نمونہ اور فنا فی اللہ کا پوری طرح مظہر بن جائے ۔

۲ ۔ حج سے دوسری غرض مساوات انسانی کا اظہار الٰہی ہے ۔ اس عبادت کی تکمیل میں بادشاہ سے لیکر گدا تک تمام ایک ہی لباس میں ملبوس ہوتے ہیں جو مناسک ایک امیر کو بھی ادا کرنے پڑتے ہیں ۔ کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں اور نہ ہی کسی کو کوئی امتیاز حاصل ہے ۔ خدا کے حضور تمام یکساں اور مساوی ہیں اس لئے اس آیت میں دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ احساس برتری کی غلط فہمی میں آکر کہیں کسی کو گالی گلوچ نہ دے بیٹھنا ۔ ورنہ تمہارا یہ فعل حج کی اصل غرض کو ضائع کر دے گا ۔ مساوات انسانی کے اس اصول کو ہمیشہ ذہن میں رکھتے ہوئے نہ تو کبھی کو گالی دینا اور نہ ہی کسی کی عزت پر حملہ کرنا ' کیونکہ جس شخص کو تم گالی دے رہے ہو ۔ من حیث الانسان تم

Scanned with CamScanner

اس سے نہ تو برتر ہو اور نہ ہی تمہیں کوئی خصوصی فوقیت حاصل ہے۔ پھر حج چونکہ روحانیت کی اس آخری منزل کا نام ہے۔ جہاں انسان کو طمانیت نصیب ہوتی ہے۔ اور لڑائی جھگڑا اطمینان قلبی کو تباہ کرنے والا ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا گیا کہ حج کے دوران لڑائی جھگڑا نہ کرو۔ تاکہ تمہاری اس روحانی طمانیت میں خلل نہ پڑے۔

آیت نمبر ۱۹۸۔ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ.........

تجارت کی اجازت:۔ سابقہ آیت میں ارشاد تھا کہ حج کا اصل مقصد عبادت ہے اور اس کا اصل مقصود تقویٰ ہے۔ لیکن اس آیت میں اجازت دے دی گئی کہ اصل مقصد کو ملحوظ خاطر رکھنے کے ساتھ اگر کوئی مخص نفع بخش کاروبار بھی کرے تو اس سے عبادت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک خاص رعایت ہے جس سے فائدہ اٹھانے میں کوئی قباحت نہیں۔

اہل عرب اس غلط فہمی کا شکار تھے کہ حج چونکہ ایک خالصتاً دینی عبادت ہے۔ اس لئے اس میں دنیا کی آمیزش باعث گناہ ہے۔ چنانچہ جب وہ حج کیلئے جایا کرتے تھے تو زادِ راہ اور سفر کے اخراجات کیلئے رقم ساتھ لے جانا گناہ اور خلاف توکل سمجھتے تھے۔ جس کی وجہ سے انہیں طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خام خیالی کا قلع قمع کر دیا اور حکم دیا کہ حج کیلئے جب بھی روانہ ہو تو زادِ راہ ساتھ لے لیا کرو۔ اس میں نہ تو کوئی گناہ ہے اور نہ ہی یہ عمل خلاف حج ہے۔ اخراجات کیلئے رقم ساتھ لے کر چلنے سے حج کی مقبولیت پر قطعاً کوئی حرف نہیں آتا۔ اصل مطلوب تو یہ ہے کہ انسان کے دل میں تقویٰ موجزن ہو اور وہ ہر آن خدائے حقیقی سے ڈرتا رہے۔

جاہلیت کے دور میں حج کے دنوں عکاظ مجنہ اور ذوالمجاز میں منڈیاں لگتی تھیں۔ بعض اہل عرب اپنی ضرورت کی چیزیں بھی ان منڈیوں اور بازاروں میں خریدنا یا فروخت کرنا حرام سمجھتے تھے۔ اللہ نے انکے اس عمل کی بھی تردید فرما دی اور اجازت دے دی کہ دوران حج تجارت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

عند المشعر الحرام:۔ عرفات کے میدان سے لوٹتے وقت مشعر الحرام کے پہاڑ پر قیام کیجئے اور ذکر خداوندی بجا لائے۔ یوں تو وادی محسر کے علاوہ تمام مزدلفہ میں جہاں قیام کریں جائز ہے۔ مگر مشعر الحرام پر خصوصی طور سے قیام کرنے کی ہدایت کی جا رہی ہے۔

حج اور ذکر الٰہی: وَاذْکُرُوْہُ کَمَا ھَدٰکُمْ۔ یہاں عرفات سے لوٹ کر مشعر حرام (مزدلفہ) میں رات گذارنے اور اللہ کی یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایام جاہلیت میں عرب مزدلفہ

میں آگ جلاتے، قصیدہ گوئی کرتے اور مفاخرت کی مجلسیں آراستہ کرتے۔ قرآن مجید نے انہیں ان خرافات کو ترک کر کے ذکر الٰہی میں مشغول ہونے کی تاکید فرمائی ہے۔ جو ان مقامات مقدسہ کی حاضری کا اصل مقصد ہے۔

آیت نمبر ۱۹۹۔ ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ...........

قریش مکہ زمانہ جاہلیت میں صرف مزدلفہ (حدود حرم) تک جاتے اور وہیں سے لوٹ آتے یعنی عرفات کی حاضری اپنے لیے ضروری نہ سمجھتے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ بیت اللہ کے متولی اور مجاور ہیں اس لئے حدود حرم سے باہر نکلنا ان کیلئے ضروری نہیں۔ قرآن مجید نے ان کے اس خود ساختہ امتیاز کی تردید فرمائی اور انہیں دوسروں کے ہم سطح قرار دینے کا اعلان فرمایا۔ فریضہ حج کا بلاشبہ نمایاں ترین پہلو یہ ہے کہ امیر و غریب، آقا و غلام، شریف و رذیل، سب یکساں فقیرانہ لباس میں ایک ہی محبوب حقیقی کی تلاش و جستجو میں سرگرداں ہوتے ہیں۔

قدیم زمانے سے عرب کا معروف طریقہ یہ تھا کہ وہ ذی الحج کو مکہ سے عرفات جاتے تھے اور ۱۰۔ کی صبح کو وہاں سے پلٹ کر مزدلفہ میں ٹھہرتے تھے مگر بعد میں جب رفتہ رفتہ قریش کا غرور بڑھ گیا تو انہوں نے کہا "ہم اہل حرم ہیں دیگر لوگوں کیساتھ عرفات تک جانا ہمارے مرتبہ سے فروتر ہے۔ چنانچہ وہ مزدلفہ تک جا کر واپس آجاتے۔ پھر یہی امتیاز دوسرے قبائل کو بھی حاصل ہو گیا۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ جو قبیلے قریش کے حلیف تھے انہوں نے بھی عرفات کے میدان میں جانا چھوڑ دیا۔ فخر و غرور کے اس بت کو اس آیت میں پاش پاش کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۲۰۰۔ فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ.........

یوں تو مناسک حج کو بھی قریش مکہ نے کھیل تماشا بنا دیا تھا لیکن حج سے فارغ ہوتے ہی وہ تفریح کے مختلف مشغلے اختیار کر لیتے خصوصاً شعراء اور خطباء اپنے اپنے قبائل اور اپنے آباء واجداد کے مفاخر نثر و نظم میں بڑی وضاحت سے بیان کرتے قرآن مجید نے اس رسم نازیبا کی نفی فرمائی اور انہیں اس سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ صرف ذکر الٰہی میں مشغول ہو جانے کی ہدایت فرمائی۔

آیت نمبر ۲۰۱-۲۔ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَا......

اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ مشرکین مکہ زیارت خانہ کعبہ کے وقت اس فریضہ کے روحانی و اخلاقی پہلوؤں سے صرف نظر کر کے محض مادی منفعتوں کے پیچھے پڑ گئے اور ان کی دعائیں بھی دنیوی سامان عیش و عشرت کیلئے وقف ہو کر رہ گئی تھیں۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنی تفسیر کے حاشیہ میں کیا خوب لکھا ہے "دین اور دنیا کے معاملہ میں دنیا کی عالمگیر گمراہی یہ ہے کہ

Scanned with CamScanner

یا تو افراط میں پڑ گئے یا تفریط میں اور راہِ اعتدال گم ہو گئی۔ یعنی یا تو دنیا کا انہماک اس درجہ بڑھ جاتا ہے کہ آخرت سے یک قلم بے پرواہ ہو جاتے ہیں یا آخرت کے استغراق میں اتنے دور نکل جاتے ہیں کہ ترک دنیا اور رہبانیت کا دم بھرنے لگتے ہیں۔ لیکن دینِ حق کی راہ میں ہر گوشہ عمل کی طرح یہاں بھی اعتدال کی راہ ہے جو کہتا ہے "میں دنیا اور آخرت دونوں کی سعادتیں چاہتا ہوں"

مولانا آزاد سبحانی کے الفاظ میں "ربانی معاشرت دنیا و آخرت، مادیت اور روحانیت دونوں کو لپیٹے اور سمیٹے ہوئے ہے۔ اس توازن و تعاون کے ساتھ کہ زندگی کی ترازو میں ان دونوں پلڑوں میں سے ایک بھی جھکا ہوا دیکھا نہیں جا سکتا۔ جتنی دنیا اتنی ہی آخرت، جتنی آخرت اتنی دنیا۔

دنیا بدستے عقبیٰ بدستے
ایں ہم بجائے آں ہم بجائے

آیت نمبر ۲۰۳۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ......

یہاں مراد ایام تشریق یا قیام منیٰ کے ایام ہیں۔ مقصد یہ کہ یہ گنتی کے چند دن ہیں ان میں ذکر الٰہی کے ذریعے تم جتنا ثواب حاصل کر سکتے ہو کر لو۔ اس قلیل مدت کو اپنی طبع پر ہرگز گراں نہ سمجھو۔ تاہم اگر کسی زائر خانہ کعبہ کو مجبوری کے باعث عجلت لاحق ہو تو وہ بارہ ذوالحجہ کو واپس لوٹ جائے ورنہ تیرہ ذالحجہ تک کے قیام کا ثواب حاصل کر لے کیونکہ دوسری صورت بہتر ہے۔

آیت ۲۰۳ میں ارشاد ہوتا ہے کہ ذی الحجہ کے چند ایام میں خدا کا ذکر کیجئے۔ گنتی کے ایام سے مراد ذی الحجہ کی گیارہویں، بارھویں اور تیرھویں تاریخیں ہیں جن میں حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں قیام کا حکم ہے ان دنوں میں کنکریوں کے مارنے کے وقت اور ہر نماز کے بعد تکبیریں کہتے رہنا چاہیے۔ ان دنوں کے دیگر اوقات میں بھی کثرت سے ذکر الٰہی کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ فَمَنْ تَعَجَّلَ کا مفہوم یہ ہے کہ منیٰ سے مکہ معظمہ کی جانب واپسی کے وقت دونوں صورتیں جائز ہیں۔ اگر کوئی شخص ۱۰ ذی الحجہ کے بعد صرف دو دن قیام کر کے ۱۲ ذی الحجہ کی شام کو مکہ چلا آئے تو بھی درست ہے۔ اور جس کا جی چاہے ۱۳ تک وہیں ٹھہرا رہے جب بھی درست ہے۔ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ دونوں صورتوں میں کوئی گناہ نہیں۔ صرف گناہ کی نفی کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دونوں صورتیں درجہ کے لحاظ سے بھی برابر ہیں فقہاء حنفیہ کے ہاں ۱۳ کا قیام افضل ہے۔

آیت نمبر ۲۰۴۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ......

مدینہ کے بعض منافقین کا ایک گروہ ایسا تھا جو بڑا چرب زبان تھا۔ اور اپنی خوش گفتاری

سے اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔ ان کی شکلیں زیبا تھیں، لباس صاف ستھرے، انداز گفتگو بڑا دلکش، لیکن وہ دل کے کھوٹے تھے اور عمل کے چور، جب آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو بات بات پر قسم کھاتے کیونکہ ان کے پاس کردار کی مضبوطی نہ تھی۔ بلکہ ان کے دلوں میں تو اسلام کے خلاف شدید قسم کا بغض بھرا ہوتا چنانچہ جب یہ رسول اکرمؐ کی مجلس سے چلے جاتے تو فتنہ فساد کی آگ بھڑکا دیتے اور جب ان پر خلاف اسلام سرگرمیوں میں معروف ہونے کے باعث گرفت کی جاتی، تو کج روی میں اور زیادہ دلیر ہو جاتے۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ یہ لوگ جہنم کا ایندھن بننے کیلئے تیار ہو جائیں جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔ رہے مخلص مسلمان، تو نہ وہ مفاد پرست ہیں نہ ابن الوقت، وہ اپنا تن من اور دھن سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کرنے کا عہد کر چکے ہیں۔ اور اپنی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتے۔

دین اسلام دنیا کا مخالف نہیں البتہ دنیا پرستی اور غرور و تکبر کا ضرور مخالف ہے۔ دنیا پرستی کا یہ غرور ہی تو ہے جو انسان کو خدا پرستی اور راستبازی سے بے پروا کر دیتا ہے۔ اور جب اسے حکومت اور طاقت مل جاتی ہے۔ تو نفس کی پرستش میں وہ سب کچھ کر گذرتا ہے جو ایک ظالم، فسادی اور فتنہ پرور انسان کر سکتا ہے۔ لیکن جو لوگ سچے خدا پرست ہیں وہ دنیا میں خواہ کتنے ہی مشغول ہوں ان کے پیش نظر نفس پرستی نہیں ہوتی، بلکہ رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔ وہ ایسے امور سرانجام دیتے ہیں جو خدا کے ہاں پسندیدہ اور اخلاقی لحاظ سے برتر ہوں۔ ایک دنیا پرست آدمی تو اپنے نفس کی خاطر دوسروں کو قربان کر دیتا ہے مگر ایک خدا پرست اور مخلص مسلمان اللہ کی رضا جوئی میں خود اپنے نفس کو قربان کرتا ہے۔

ایک شخص کی دنیوی زندگی بظاہر کتنی ہی خوشنما ہو۔ اور وہ اپنی نیکی اور ایمان کا کتنا ہی دعویٰ کرے لیکن ان باتوں سے کچھ نہیں بنتا۔ اصل کسوٹی یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ طاقت، اختیار اور حکومت پا کر وہ نوع انسان کیساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ جو لوگ صحیح معنوں میں مومن ہوتے ہیں انہیں اقتدار مل بھی جائے تو نہ ان میں شیخی پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی مفسدانہ عزائم۔ اللہ کی مخلوق پر رحم کرنا ان کا شیوہ اور خدمت خلق ان کا نصب العین ہوا کرتا ہے۔ اور اس کے برعکس منافق کا کردار یہ ہوتا ہے کہ وہ ویسے تو بلند بانگ دعاوی اور اصلاحات کے لمبے چوڑے پروگرام پیش کرتے ہیں۔ لیکن جب انہیں اقتدار نصیب ہو جاتا ہے۔ تو پھر خلق خدا سے ہمدردی کرنے کی بجائے اپنی ذاتی منفعت کو مطمح نظر بنا لیتے ہیں۔ اپنے مفاد کی خاطر خواہ لوگوں کو اور ان کے مال و متاع اور کھیتی باڑی کو بھی تباہ کرنا پڑے تو کر گذرتے ہیں۔ ان کو قوم یا بنی نوع انسان سے قطعاً کوئی

Scanned with CamScanner

دلچسپی باقی نہیں رہتی بلکہ حکومت حاصل کرنے کے بعد ان کی دلچسپیوں کا مرکز اپنا ذاتی مفاد رہ جاتا ہے۔

آیت نمبر ۲۰۵۔۲۰۷۔اَلْحَرْثَ وَالنَّسْلَ...........

نسل سے ہر قسم کی جانور مراد ہیں۔ازہری لغوی کی رائے میں کھیتی سے اس آیت میں عورتیں مراد ہیں۔اور نسل سے اولاد انسانی (روح المعانی) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي پہلی آیت اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی جو دین کے بدلے دنیا لیتا تھا اسکے مقابلہ میں اب اس آیت میں اس مومن مخلص کا ذکر کیا گیا جو جان ومال کو طلب دین میں صرف کرتا ہے۔تفاسیر میں منقول ہے کہ حضرت صہیب رومیؓ ہجرت کے ارادہ سے گھر سے نکلے۔راستہ میں مشرکین نے گھیر لیا۔صہیب نے کہا کہ میں اپنا گھر اور تمام مال اس شرط پر دیتا ہوں کہ مجھے مدینہ جانے دو اور ہجرت سے نہ روکو۔مشرکین اس پر راضی ہو گئے۔صہیبؓ بخیرت مدینہ پہنچ گئے۔تب یہ آیت بااخلاص مومنین کی مدح میں نازل ہوئی۔

آیت نمبر ۲۰۸-۹-يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً......

اس آیت کریمہ میں اگرچہ بظاہر مومنین مخاطب ہیں لیکن قرینہ کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ روئے سخن منافقین کی طرف ہے جو ایک طرف اسلام کی حمایت کے مدعی تھے اور دوسری طرف مخالفین اسلام سے سازباز کیے ہوئے تھے۔اور جو قرآن مجید کی روشن ہدایت کے ہوتے ہوئے بھی اپنے ازلی ابدی دشمن شیطان کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ خدا کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔

اس آیت کی شرح میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی رقم طراز ہیں۔

"یہ حکم (اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً) قابل غور ہے۔اسلام صرف چند عقائد یا صرف چند عبادات یا صرف چند قوانین کا نام نہیں وہ تو ایک جامع وکامل نظام حیات ہے۔ایک مکمل و منظم دستور زندگی ہے۔انسانیت کے ایک ایک شعبہ ہر گوشہ پر حاوی اور اس کا ہر جزو اس کے کل سے اس کے دوسرے اجزاء سے نہایت درجہ ملحق و مرتبط ہے۔یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی شخص توحید تو اسلام سے لے لے لیکن عبادات کیلئے مسجد، مندر، کلیسا سب کو یکساں سمجھے۔یا رسالت پر تو ایمان لے آئے لیکن معاشیات کے قاعدے کارل مارکس سے اور اخلاق کے ضابطے گوتم بدھ سے لیئے جائے۔معاملات، معاشیات، اخلاقیات اور اجتماعیات سب کے سب اسلام کے اپنے ہیں۔کسی اور فلسفہ، کسی اور دین اور کسی اور نظریہ کی پیوندکاری اس کے ساتھ نبھ نہیں سکتی۔(تفسیر ماجدی)۔

Scanned with CamScanner

آیت نمبر ۲۱۰۔اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِي ظُلَلٍ.........

جو لوگ صاف صاف احکام الٰہی کے بعد بھی ضلالت وجہالت سے باز نہیں آئے انکو رسول اور قرآن پر تو یقین اور اعتماد نہ ہوا۔اب اتنی کسر باقی ہے کہ خدائے پاک خود اور اسکے فرشتے ان پر آئیں اور جزا و سزا کا فیصلہ، جو قیامت کو ہونے والا ہے آج ہی کیا جائے۔ایسے لوگوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں حساب وعذاب سے متعلق جملہ امور کا مرجع خدا ہی کی ذات ہے۔تمام احکام اسی کے حضور سے صادر ہوں گے۔اس آیت سے ایک اہم حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس دنیا میں انسان کی ساری آزمائش صرف اس بات کی ہے کہ وہ حقیقت کو دیکھے بغیر مانتا ہے یا نہیں۔یہی وجہ ہے کہ خدا نے کبھی حقیقت کو اس طرح بے پردہ نہیں کیا کہ آدمی اسے تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے کیونکہ اس کے بعد آزمائش بے معنی ہو جاتی ہے اور امتحان میں کامیابی و ناکامی کا کوئی مفہوم ہی باقی نہیں رہتا۔اسی بناء پر یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ اس وقت کا انتظار نہ کرو جب اللہ اور اس کی سلطنت کے کارکن فرشتے خود سامنے آ جائیں گے۔کیونکہ پھر تو فیصلہ ہی کر ڈالا جائے گا۔ایمان لانے کی ساری قدر و قیمت اسی وقت تک ہے جب تک حقیقت حواس سے پوشیدہ ہے اور تم محض دلیل سے اس کو تسلیم کر کے اپنی دانشمندی اور اطاعت شعاری کا ثبوت دیتے ہو۔ورنہ جب حقیقت بے نقاب سامنے آ جائے اور تم بذات خود دیکھ لو کہ خدا تعالیٰ اپنے تخت جلال پر متمکن ہے فرشتے زمین و آسمان کے انتظام میں لگے ہوئے ہیں اس وقت تم ایمان لائے اور اطاعت پر آمادہ ہوئے تو ایسے ایمان اور اطاعت کی قیمت ہی کیا ہے؟

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ اٰیَۃٍۢ بَیِّنَۃٍ

پوچھو بنی اسرائیل سے کتنی دی ہم نے ان کو سے نشانیاں کھلی

بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے انہیں کتنی کھلی نشانیاں دیں

وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَۃَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْہُ

اور جو بدل ڈالے نعمت اللہ کی سے بعد جو آئی اُسے

لیکن جو اللہ کی نعمت کو اس کے آجانے کے بعد بدل ڈالے

فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ

پس بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ خوشنما بنا دی گئی کیلئے جن

تو اللہ بڑی سخت سزا دینے والا ہے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا

کَفَرُوا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ

کفر کیا زندگی دنیاوی اور وہ مذاق اڑاتے ہیں سے

ان کے لیۓ دنیا کی زندگی خوشنما بنا دی گئی ہے اور وہ ایمان والوں کا

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ

جو ایمان لائے اور جو تقویٰ اختیار کیا اوپر اُن دن قیامت

مذاق اڑاتے ہیں اور جو لوگ تقویٰ اختیار کئے ہوئے ہیں وہ قیامت کے دن ان کافروں سے بلند ہونگے

وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

اور اللہ رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے بغیر حساب

اور اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے

کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ۟ فَبَعَثَ اللّٰہُ

تھے لوگ امت ایک پس بھیجے اللہ

سب انسان ایک ہی [illegible] تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو

النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَھُمُ

انبیاء خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور اتاری ساتھ اُن

خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ

الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا

کتاب ساتھ حق تاکہ فیصلہ کرے درمیان لوگوں جس میں اختلاف کیا انہوں نے

کتاب برحق نازل کی تاکہ لوگوں کے درمیان حق کے بارے میں فیصلہ کرے جس میں انہوں نے اختلاف کیا

فِیْہِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِیْہِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْہُ مِنْۢ

اس میں اور نہیں اختلاف کیا اس میں مگر جن کو دیا گیا سے

اور اس میں ان لوگوں نے اختلاف کیا جنہیں حق کا علم دیا جا چکا تھا

بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًۢا بَیْنَھُمْ ۚ فَھَدَی اللّٰہُ

بعد جو آگئی ان کے پاس واضح ہدایات زیادتی کرنے کے لئے درمیان ان کے پس ہدایت دی اللہ نے

واضح ہدایات آجانے کے بعد محض آپس میں زیادتی کرنے کے لئے پس جو لوگ ایمان لے آئے

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِہٖ ؕ

جو ایمان لائے واسطے جو اختلاف کیا انہوں نے اس میں حق سے ساتھ اجازت اسکی

انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اذن سے حق کی ہدایت دی جس میں لوگوں نے اختلاف کیا تھا

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۱۳﴾

اور اللہ ہدایت دیتا ہے جسے وہ چاہتا ہے طرف راستہ سیدھا

اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دے دیتا ہے

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ وَلَمَّا یَاْتِکُمْ

کیا گمان کر رکھا ہے تم نے کہ داخل ہو گے تم جنت میں اور نہیں آئی تمہارے پاس

کیا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تم پر وہ حالات نہیں آئے

مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ

مثال ان کی جو ہو گزرے ہیں تم سے پہلے پہنچی ان کو سختی

جو اُن لوگوں پر آئے تھے جو تم سے پہلے ہو گزرے ان کو سختیاں

وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ

اور مصیبت اور وہ ہلائے گئے حتیٰ کہ پکار اٹھے ہیں رسول

اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ ہلائے گئے حتیٰ کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ

اور جو ایمان لائے ساتھ اس کے کب مدد اللہ کی

پکار اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی

اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (٢١٤) يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا

خبردار بے شک مدد اللہ کی قریب وہ پوچھتے ہیں تم سے کیا

سنو اللہ کی مدد قریب ہے وہ تم سے پوچھتے ہیں

يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ

خرچ کریں کہو جو خرچ کرو تم سے مال

کہ وہ کیا خرچ کریں ان سے کہو جو مال بھی تم خرچ کرو

فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ

پس والدین کے لئے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں

اپنے والدین پر رشتہ داروں پر یتیموں اور مسکینوں

وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ

اور مسافروں کے لئے اور جو کرو تم بھلائی سے

اور مسافروں پر خرچ کرو اور جو بھلائی بھی تم کروگے

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (٢١٥) كُتِبَ عَلَيْكُمُ

پس بے شک اللہ اُسے جانتا ہے فرض کی گئی تم پر

تو اللہ اُسے جانتا ہے تم پر جنگ فرض

الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا

جنگ اور وہ ناگوار ہے تمہارے لئے اور ہو سکتا ہے کہ ناگوار سمجھو تم

کی گئی ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو

شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا

کسی چیز کو اور وہ بہتر ہو تمہارے لئے اور ہو سکتا ہے کہ تم پسند کرو

اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ کسی چیز کو

شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

کسی چیز کو اور وہ بری ہو تمہارے لئے اور اللہ جانتا ہے

تم پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو اور اللہ جانتا ہے

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (٢١٦) ع ٢٦ ١٠

اور تم نہیں جانتے

اور تم نہیں جانتے

معانی وگرامر

اسماء

اِسْرَآءِيْلَ ——— ، اللہ کا بندہ (حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب)

اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ——— ، کھلی نشانی ۔ مرکب توصیفی

نِعْمَةَ اللّٰهِ ـــــ ، اللہ کی نعمت۔ مرکب اضافی

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ـــــ ، سخت عذاب دینے والا۔

يَوْمَ الْقِيَامَةِ ـــــ : قیامت کا دن۔ مرکب اضافی

اُمَّةً وَّاحِدَةً ـــــ ، ایک اُمت۔ اس کی جمع اُمَمٌ ہے مرکب توصیفی

مُبَشِّرِيْنَ ـــــ : بشارت دینے والے، اس کا واحد مُبَشِّرٌ ہے۔

مُنْذِرِيْنَ ـــــ ، ڈرانے والے اس کا واحد مُنْذِرٌ ہے۔

بَغْيًا ـــــ ، ضد میں آکر

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ـــــ ، سیدھی راہ۔ مرکب توصیفی

اَلْبَاْسَآءُ ـــــ ، سختیاں۔ اَل داخل ہونے سے اسم معرفہ

وَالضَّرَّآءُ ـــــ ، مصیبتیں۔ اَل داخل ہونے سے اسم معرفہ

نَصْرُ اللّٰهِ ـــــ ، اللہ کی مدد مرکب اضافی نَصْرٌ مصدر ہے۔

خَيْرٍ ـــــ ، بھلائی

اَقْرَبِيْنَ ـــــ ، قریبی رشتہ دار

يَتَامٰى ـــــ ، یتیم کی جمع

مَسَاكِيْنَ ـــــ : مسکین کی جمع

اِبْنُ السَّبِيْلِ ـــــ ، مسافر۔ مرکب اضافی

كُرْهٌ ـــــ ، ناگوار۔ ناپسندیدہ

شَرٌّ ـــــ ، بری، نقصان

اَلْقِتَالُ ـــــ ، جہاد، جنگ مصدر ہے۔

افعال

سَلْ ـــــ ، تو پوچھ۔ فعل امر۔ صیغہ واحد مذکر حاضر

يُبَدِّلْ ـــــ ، وہ بدلتا ہے فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

جَآءَتْهُ ـــــ ، وہ اس کے پاس آئی۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مونث غائب۔

زُيِّنَ ـــــ : خوشنما بنا دیا گیا۔ فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔

يَسْخَرُوْنَ ـــــ ، وہ تمسخر کرتے ہیں فعل مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔

يَرْزُقُ ـــــ ، وہ رزق دیتا ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

بَعَثَ ـــــ ، اس نے بھیجا۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

اَنْزَلَ ـــــ ، اس نے اتاری۔ فعل ماضی۔ واحد مذکر غائب۔

لِيَحْكُمَ ـــــ ، تاکہ فیصلہ کرے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

اِخْتَلَفَ ـــــ ، اس نے اختلاف کیا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔

حَسِبْتُمْ ـــــ : تم نے گمان کیا۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر

تَدْخُلُوْا ـــــ ، تم داخل ہو جاؤ گے۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر

خَلَوْا ـــــ ، وہ گزرے۔ فعل ماضی۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔

مَسَّتْهُمُ ـــــ ، ان کو پہنچی۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مؤنث غائب۔

زُلْزِلُوْا ـــــ ، وہ ہلا دیے گئے۔ فعل ماضی مجہول صیغہ جمع مذکر غائب۔

يُنْفِقُوْنَ ـــــ ، وہ خرچ کرتے ہیں۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب۔

تَكْرَهُوْا ـــــ ، تم ناپسند کرو۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر

تُحِبُّوْا ـــــ ، تم پسند کرو۔ فعل مضارع۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔

مرکب اضافی

بنی اسرائیل۔ نعمة الله۔ شدید العقاب۔ فوقهم۔ یوم القیٰمة۔ غیر حساب۔ معهم۔ بین الناس۔ بینهم۔ اذنه۔ مثل الذین قبلكم۔ معه۔ نصر الله۔ ابن السبیل

مرکب توصیفی

اٰیة بینة۔ الحیٰوة الدنیا۔ امة واحدة۔ صراط مستقیم

Scanned with CamScanner

حروفِ جار

مِنْ ــــ: سے ، بِ ــــ: ساتھ ، لِ ــــ، واسطے

فی ۔ الیٰ ۔حتّٰی ۔علیٰ ۔ ۔

تشریح .... رکوع نمبر ۲۶

آیت نمبر ۲۱۱: اس سے پہلے فرمایا تھا کہ احکام الٰہی کی نافرمانی موجب عذاب ہے۔ اس کی تائید مزید ہو رہی ہے۔ کہ بنی اسرائیل کی تاریخ پہ نظر ڈالو کہ ہم نے ان پر کس قدر کھلے احکام نازل کئے تھے۔ بنی اسرائیل نے جب ان سے منہ پھیرا تو مبتلائے عذاب ہوئے۔

جو اللہ کی نعمت کو تبدیل کردے: تبدیلی کے معنی ہیں کسی چیز کی اصل حقیقت کو بگاڑ دینا۔ اور مسخ کرنا۔ خدا کی نعمتوں میں تبدیلی کے دو معنی ہیں۔ اول جو چیزیں بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے تھیں الٹا انہیں کو فسق و کفر کیلئے استعمال کرنے لگے۔ دوسرا یہ ہے کہ کلام الٰہی میں تحریف شروع کردی اور اس کے الفاظ و معانی کی تحریف کردی۔ (بیضاوی) "نعمۃ اللہ" کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔ یہ دینی و دنیوی ہر قسم کی نعمتوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور یہاں ہر نعمت کے بدل ڈالنے پر سخت عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔

آیت نمبر ۲۱۲۔ قبل ازیں فرمایا تھا کہ کافر خدا کے کھلے احکام کی نافرمانی کرتے ہیں۔ آیت ۲۱۲ میں اس کا سبب بتایا گیا کہ کفار کی نگاہ میں دنیا کی دلکشی اور اس کی محبت ایسی سمائی ہے۔ کہ اس کے مقابل آخرت کے رنج و راحت کا خیال ہی نہیں کرتے۔ بلکہ مسلمانوں کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے شرعی احکام کی اطاعت کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ان کی جہالت ہے۔ وہ اس حقیقت سے آگاہ نہیں کہ یہی غربا و فقراء جن کو وہ بنظرِ حقارت دیکھتے ہیں قیامت کے دن ان سے اعلیٰ درجے پر ہوں گے۔ اور اللہ دنیا و آخرت میں جسے چاہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ خلافت راشدہ میں اللہ تعالیٰ نے انہی غریب مسلمانوں کو آخر کار قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت کا وارث بنایا۔

آیت نمبر ۲۱۳۔ اسلام دین فطرت: آیت ۲۱۳ میں یہ حقیقت صاف طور پہ بیان کی

گئی ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر سب لوگ ایک ہی فطری مذہب پر تھے اور ایک ہی امت تھے۔ خالق نے جب انسانوں کو پیدا کیا تو فطری طور پر شرک سے نفرت ان کی فطرت میں جاگزین کردی۔ اس کے بعد ایک مدت تک نسل آدم راہ راست پر قائم رہی۔ پھر لوگوں نے نئے نئے راستے نکالے اور مختلف راہیں ایجاد کیں۔ اس وجہ سے نہیں کہ وہ حقیقت سے ناآشنا تھے بلکہ اس سبب سے کہ حق کو جاننے کے باوجود بعض لوگ اپنے جائز حق سے بڑھ کر فوائد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے خواہش مند تھے۔ اسی خرابی کو دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کی بعثت فرماتا رہا۔ انبیاء اس لئے نہیں بھیجے گئے تھے کہ ہر ایک اپنے نام سے ایک نئے دین کی بنیاد ڈالے بلکہ ان کو بھیجنے کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کے سامنے ہدایت اور حق کو واضح کر کے انہیں پھر دوبارہ ایک امت بنا دیں۔

اس آیت میں بقول مولانا عبدالماجد دریاآبادی "ان نام نہاد مغربی محققین کی تردید ہے۔ جو کہتے ہیں کہ انسان نے اپنی زندگی کی ابتداء شرک کی تاریکیوں سے کی۔ پھر تدریجی طور پر تاریکی چھٹتی اور روشنی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ آدمی توحید کے مقام پر پہنچا۔ اس کے برعکس آیت سے واضح ہوتا ہے۔ کہ انسانی زندگی کا آغاز عقیدہ توحید سے ہوا۔ اور یہ انسان کا فطری عقیدہ ہے۔" (تفسیر ماجدی)

آیت نمبر ۲۱۴۔ پہلے ذکر ہوا تھا۔ کہ دشمنوں کے ہاتھوں انبیاء اور ان کی امتوں کو ہمیشہ ستایا گیا۔ اب اہل اسلام کو ارشاد ہے کہ تم سمجھتے ہو۔ سابق اقوام کی طرح تکالیف برداشت کئے بغیر ہم جنت میں چلے جائیں گے۔ اگلی امتوں کو فقر و فاقہ اور مرض اور خوف اس قدر زیادہ پیش آئے کہ مجبور اور عاجز ہو کر نبی اور ان کی امت بول اٹھی کہ "دیکھئے اللہ نے جس اعانت کا وعدہ فرمایا تھا وہ کب آئے گی"۔ بتقاضائے بشریت گھبراہٹ اور پریشانی کی حالت میں مایوسانہ کلمات سرزد ہونے لگے۔ انبیاء اور مومنین کا یہ کہنا اس لئے نہ تھا کہ وہ تائید ربانی سے مایوس تھے بلکہ حالت اضطرار اس کی نوبت آئی جس میں ان پر کوئی الزام نہیں۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی۔ تو رحمت الٰہی متوجہ ہوئی اور ارشاد ہوا کہ فکر نہ کیجئے۔ اللہ کی مدد آ گئی۔ لہٰذا دشمنوں کے غلبہ سے مت گھبرایئے۔ اور صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیئے۔" (مولانا شبیر احمد عثمانی)

آیت نمبر ۲۱۵۔ انفاق فی سبیل اللہ: بعض صحابہؓ نے آنحضور ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ مال میں سے کیا خرچ کریں اور کس پر خرچ کریں۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ سوال کا تعلق فرضی زکوٰۃ سے نہیں بلکہ نفلی صدقات سے ہے۔ روح المعانی میں

Scanned with CamScanner

حضرت حسنؓ سے منقول ہے کہ سوال نفلی صدقات کے بارے میں تھا۔ من خیر۔ خیر سے وہ مال مراد ہے۔ جو نیک کمائی سے حاصل کیا گیا ہو۔ (مفردات امام راغبؒ)

صحابہؓ کے جواب میں ارشاد ہوا کہ تھوڑا یا بہت جو مال بھی خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ وہ والدین۔ اقارب، محتاجوں اور مسافروں کیلئے ہے پھر حصول ثواب کیلئے خرچ کرنا چاہو تو جتنا چاہو کرو۔ اس کی کوئی تحدید نہیں۔ ہاں اتنا ضروری ہے کہ جو مصارف ہم نے بتائے ہیں۔ ان میں صرف کرو۔

آیت نمبر ۲۱۶۔ جہاد: جب تک آنحضور ﷺ مکہ میں رہے۔ جہاد کی اجازت نہ تھی۔ جب مدینہ کو ہجرت فرمائی تو قتال کی اجازت مل گئی۔ شروع میں صرف یہ ان کفار سے لڑنے کی اجازت تھی۔ جو اہل اسلام کے خلاف لڑیں۔ بعد میں کفار سے لڑنے کی عام اجازت مرحمت ہوئی۔ اب اگر دشمنان دین مسلمانوں پر چڑھائی کریں۔ تو جہاد فرض عین ہے۔ ورنہ فرض کفایہ بشرطیکہ جملہ شرائط جہاد موجود ہوں۔ البتہ جن لوگوں سے مسلمان صلح کر لیں یا وہ مسلمانوں کی حفاظت میں آجائیں تو ان سے لڑائی کرنا یا ان کے مقابلہ میں ان کے کسی مخالف کو مدد دینا ہرگز جائز نہیں۔ کرہ لکم۔ برا لگنے کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو دشوار معلوم ہو۔ آیت زیر نظر میں واضح کیا گیا ہے۔ کہ جس چیز کو تم اپنے حق میں مفید خیال کرتے ہو۔ ضروری نہیں۔ کہ فی الواقع سودمند ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو مضر سمجھو کہ وہ تمہارے لئے گراں ہے کہ اس سے جان و مال کو نقصان پہنچتا ہے مگر اس میں دنیا و آخرت کے بے شمار فوائد بھی ہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ

وہ پوچھتے ہیں تم سے متعلق ماہ حرام (قتال حرام) لڑنا اس میں

وہ تم سے ماہ حرام میں لڑنے سے متعلق پوچھتے ہیں

قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

کہہ دو لڑنا اس میں بڑا ہے اور روکنا ہے سے راہ اللہ

ان سے کہہ دو اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے لیکن اللہ کی راہ سے روکنا

وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ

اور کفر کرنا ساتھ اس کے اور مسجد حرام اور نکال دینا

اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور

اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ

باشندوں اس کا اس سے زیادہ بڑا ہے نزدیک اللہ اور فتنہ

اس کے باشندوں کو اس سے نکال دینا اللہ کے ہاں اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور فتنہ

اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ

زیادہ بڑا ہے سے قتل کرنا اور ہمیشہ رہیں گے لڑتے تم سے

قتل کرنے سے بھی زیادہ بڑا جرم ہے اور وہ تم سے لڑتے رہیں گے

حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ

حتیٰ کہ پھیر دیں تمہیں سے تمہارے دین اگر وہ کر سکیں

حتیٰ کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر وہ ایسا کر سکیں

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ

اور جو پھرے گا تم سے سے دین اپنے پس مر جائے گا اور وہ

اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھرے گا اور کفر کی حالت میں

كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى

کافر پس وہ لوگ ضائع ہو گئے ان کے عمل میں

مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

دنیا اور آخرت اور وہ لوگ ساتھی ہیں

ضائع ہو گئے اور وہ جہنمی ہیں۔

النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ (۲۱۷) اِنَّ الَّذِيْنَ

دوزخ کے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے بے شک جو لوگ
اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جو لوگ

اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا

ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا
ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۗ

میں راہ اللہ وہ لوگ امید رکھتے ہیں رحمت اللہ
یہی لوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۲۱۸) يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ

اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے وہ تم سے پوچھتے ہیں متعلق
اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور وہ تم سے شراب

الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۗ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ

شراب اور جوا کہہ دو ان دونوں میں گناہ ہے بڑا
اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں ان سے کہہ دو ان میں بڑا گناہ ہے

وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ

اور فائدے لوگوں کے لئے اور ان دونوں کا گناہ زیادہ بڑا سے
اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں (مگر) ان کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ بڑا ہے

نَّفْعِهِمَا ۗ وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ

اُن دونوں کے فائدے اور وہ پوچھتے ہیں تم سے کیا خرچ کریں کہہ دو
اور وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں ان سے کہو جو تمہاری

الْعَفْوَ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ

ضرورت سے زائد اس طرح بیان کرتا ہے اللہ لئے تمہارے آیات
ضرورت سے زائد ہو اس طرح اللہ تمہارے لئے آیات بیان کرتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (۲۱۹) فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۗ

شاید کہ تم فکر کرو میں دنیا اور آخرت
تاکہ تم دنیا اور آخرت کی فکر کرو

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۗ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ

اور وہ پوچھتے ہیں تم سے متعلق یتیموں کہہ دو بہبود ان کی
اور وہ تم سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں ان سے کہو جس میں ان کی بہبود ہو

خَيْرٌ ۗ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۗ

بہتر ہے اور اگر شامل کر لو تم ان کو پس تمہارے بھائی ہیں
وہی بہتر ہے اور اگر تم انہیں اپنے ساتھ شامل کر لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۗ

اور اللہ جانتا ہے بگاڑ کرنے والا سے بھلائی کرنے والا
اور اللہ بگاڑ کرنے والے اور بھلائی کرنے والے دونوں کو جانتا ہے

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

اور اگر چاہتا اللہ البتہ مشکل میں ڈال دیتا تم بے شک اللہ غالب
اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشکل میں ڈال دیتا بے شک اللہ غالب

حَكِيْمٌ (۲۲۰) وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۗ

دانائی والا ہے اور نہ نکاح کرو مشرک عورتوں سے حتی کہ وہ ایمان لائیں
اور دانا ہے اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں

Scanned with CamScanner

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ

اور البتہ لونڈی مومن بہتر ہے سے آزاد مشرک عورت

اور مومن لونڈی آزاد مشرک عورت سے بہتر ہے

وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ

اگرچہ تمہیں اچھی لگے اور نہ نکاح دو مشرکوں کو

خواہ تمہیں وہ اچھی لگے اور مشرکوں کو اپنی عورتیں نکاح میں نہ دو

حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ

حتیٰ کہ وہ ایمان لائیں اور البتہ غلام مومن بہتر ہے

حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں اور ایک مومن غلام آزاد مشرک

مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

سے مشرک مرد اگرچہ تمہیں اچھا لگے وہ لوگ

سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں اچھا لگے وہ لوگ

يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى

دعوت دیتے ہیں طرف آگ اور اللہ بلاتا ہے طرف

دوزخ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اللہ اپنے اذن سے

الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ

جنت کے اور مغفرت کے اپنے حکم سے اور بیان کرتا ہے

جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔ اور اپنی

اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ ع

اپنی آیات واسطے لوگوں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں

آیات • لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

معانی و گرامر

اسماء

اَلْخَمْرُ ــــــ : شراب

اَلْمَيْسِرُ ــــــ : جُوا

اَمَةٌ ــــــ : لونڈی

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ ــــــ : عزت والا مہینہ، حرمت والا۔ مرکب توصیفی۔

قِتَالٌ ــــــ : لڑائی

اَلْعَفْوُ ــــــ : ناگوار ضرورت

اَلْمُصْلِحُ ــــــ : اصلاح کرنے والا

افعال

يَعْلَمُ ــــــ : وہ جانتا ہے۔ فعل مضارع معروف، واحد مذکر غائب۔

تَعْلَمُوْنَ ــــــ : تم جانتے ہو۔ فعل مضارع معروف، جمع مذکر حاضر

يَسْـَٔلُوْنَ ــــــ : وہ سوال کرتے ہیں، پوچھتے ہیں۔ فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب

قُلْ ــــــ : تو کہہ۔ فعل امر، واحد مذکر حاضر۔

لَا يَزَالُوْنَ ــــــ : ہمیشہ رہیں گے۔ فعل مضارع معروف، جمع مذکر غائب۔

يُقَاتِلُوْنَ ــــــ : وہ لڑتے ہیں یا لڑیں گے۔ فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب

(حَتّٰى) يَرُدُّوْا ــــــ : وہ پھیر دیں گے۔ فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب۔ حتیٰ کے بعد "اَنْ" مضمر ہے۔ اَنْ حرف ناصبہ ہے، جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔ يَرُدُّوْنَ سے اَنْ کی وجہ سے "ن" اعرابی گر گیا ہے

اِسْتَطَاعُوْا ــــــ : انہیں طاقت ہو۔ فعل ماضی معروف جمع مذکر غائب۔

(مَنْ) يَّرْتَدِدْ ــــــ : پھر جائے۔ فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب۔ مَنْ حرف شرط داخل ہو جانے کی وجہ سے فعل مضارع پر جزم آگئی ہے۔ جس وجہ سے يَرْتَدُّ، يَرْتَدِدْ بن گیا۔

Scanned with CamScanner

يَمُتْ ـــــــــ : وہ مر جائے۔ فعل مضارع معروف، واحد مذکر غائب یَمُتْ پر جزم ہے۔ جملہ شرط "مَنْ يَّرْتَدِدْ" کی جزا ہے۔ عربی قاعدہ کی رُو سے شرط اور جزا دونوں کا فعل مضارع ہو۔ تو فعل مضارع پر لازماً جزم آتی ہے۔

حَبِطَتْ ـــــــــ : ضائع ہوا۔ گر گیا۔ فعل ماضی معروف واحد مؤنث غائب۔

اٰمَنُوْا ـــــــــ : وہ ایمان لائے۔ فعل ماضی معروف، جمع مذکر غائب۔

هَاجَرُوْا ـــــــــ : انہوں نے ہجرت کی۔ فعل ماضی معروف جمع مذکر غائب۔

جٰهَدُوْا ـــــــــ : انہوں نے جہاد کیا۔ فعل ماضی معروف، جمع مذکر غائب۔

يَرْجُوْنَ ـــــــــ : وہ امید رکھتے ہیں۔ فعل مضارع، جمع مذکر غائب۔

يَسْئَلُوْنَ ـــــــــ : وہ پوچھتے ہیں۔ سوال کرتے ہیں۔ فعل مضارع معروف، جمع مذکر غائب

قُلْ ـــــــــ : تو کہہ، فعل امر، واحد مذکر حاضر۔

يُنْفِقُوْنَ ـــــــــ : وہ خرچ کرتے ہیں۔ فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب۔

يُبَيِّنُ ـــــــــ : واضح کرتا ہے۔ فعل مضارع معروف، واحد مذکر غائب۔

تَتَفَكَّرُوْنَ ـــــــــ : تم غور و فکر کرتے ہو۔ فعل مضارع معروف جمع مذکر حاضر

(اِنْ) تُخَالِطُوْا ـــــــــ : (اگر) تم میل جول کرلو۔ فعل مضارع معروف، جمع مذکر حاضر

اِنْ حرفِ شرط ہے۔ جب حرف فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس کو جزم دیتا ہے۔ تُخَالِطُوْا پر اِنْ داخل ہونے کی وجہ سے ن اعرابی گر گیا ہے۔ تُخَالِطُوْنَ رہ گیا ہے۔

يَعْلَمُ ـــــــــ : وہ جانتا ہے۔ فعل مضارع معروف، واحد مذکر غائب۔

شَآءَ ـــــــــ : چاہا۔ فعل ماضی معروف، واحد مذکر غائب۔

لَاَعْنَتَكُمْ ـــــــــ : اَعْنَتَ، اس نے مشقت میں ڈالا۔ فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب

لَا تَنْكِحُوْا ـــــــــ : نہ نکاح کرو۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔

يُؤْمِنَّ ـــــــــ : وہ ایمان لائیں۔ فعل مضارع معروف جمع مؤنث غائب۔

اَعْجَبَتْكُمْ ـــــــــ : اَعْجَبَتْ۔ وہ بھلی لگے اچھی لگے۔ فعل ماضی معروف جمع مؤنث غائب

(حَتّٰى) يُؤْمِنُوْا ـــــــــ : (یہاں تک کہ) وہ ایمان لے آئیں فعل مضارع معروف، جمع مذکر غائب

جب حَتّٰى فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو حَتّٰى کے بعد اَنْ مضمر ہوتا ہے جو فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔ اَنْ (حرف ناصبہ) کی

وجہ سے "ن" اعرابی گر گیا ہے۔ "يُؤْمِنُوْا" يُؤْمِنُوْنَ تھا۔ اَنْ کی وجہ سے "ن" اعرابی گر گیا ہے۔

٥

اَعْجَبَكُمْ ـــــــــ : اَعْجَبَ وہ اچھا لگے۔ فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب۔

يَدْعُوْنَ ـــــــــ : وہ بلاتے ہیں۔ فعل مضارع معروف، جمع مذکر غائب۔

يَدْعُوْ ـــــــــ : بلاتا ہے۔ فعل مضارع معروف، واحد مذکر غائب۔

يُبَيِّنُ ـــــــــ : واضح کرتا ہے۔ فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب۔

يَتَذَكَّرُوْنَ ـــــــــ : وہ نصیحت پکڑیں۔ فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب۔

يَسْئَلُوْنَكَ ـــــــــ : وہ پوچھتے ہیں تجھ سے۔ يَسْئَلُوْنَ فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب۔

فَاعْتَزِلُوْا ـــــــــ : پس تم الگ رہو۔ اِعْتَزِلُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔

لَا تَقْرَبُوْهُنَّ ـــــــــ : ان کے قریب نہ جاؤ۔ لَا تَقْرَبُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر۔

يَطْهُرْنَ ـــــــــ : وہ پاک ہو جائیں۔ فعل مضارع معروف جمع مؤنث غائب۔

تَطَهَّرْنَ ـــــــــ : وہ پاک ہو جائیں۔ فعل ماضی معروف جمع مؤنث غائب۔

مرکب اضافی

سبیل اللہ۔ اخراج اھلہ۔ عند اللہ۔ دینکم۔ دینہ۔ اعمالھم۔ اصحٰب النار۔ رحمۃ اللہ۔ اثمھما۔ نفعھما۔ اخوانکم۔ باذنہ۔ اٰیٰتہ۔

مرکب توصیفی

الشھر الحرام۔ المسجد الحرام۔ اثم کبیر۔ امۃ مؤمنۃ۔ عبد مؤمن

حروف جار

مِنْ ، اِلٰى ، ب ، ل ، عَنْ ، فی

مرکب جاری (جار مجرور)

مِن مُّشْرِكَةٍ ، مِن مُّشْرِكٍ ، اِلَى النَّارِ ، اِلَى النَّارِ ، اِلَى الْجَنَّةِ
بِاِذْنِهٖ ، لِلنَّاسِ ، عَنِ الْمَحِيْضِ ، فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، عَنِ الْخَمْرِ

تشریح .... رکوع نمبر ۲۷

آیت نمبر ۲۱۷۔ شان نزول : رجب ۲ھ میں نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش کی سرکردگی میں آٹھ آدمیوں کاایک دستہ نخلہ نامی وادی کی جانب بھیجااور انہیں ہدایت فرمائی کہ قریش کی نقل و حرکت اوران کے آئندہ عزائم کے متعلق معلومات حاصل کرے۔ راستہ میں قریش کاایک تجارتی قافلہ ملا۔ مسلمانوں نے حملہ کر کے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ یہ کاروائی ایسے وقت ہوئی جبکہ رجب ختم اور شعبان کاآغاز ہورہاتھا۔ واقعہ کی تاریخ صحابہؓ کے خیال میں ۳۰ جمادی الثانی تھی۔ بعد کو معلوم ہواکہ وہ تاریخ یکم رجب تھی اور پچھلا مہینہ ۲۹ دن کا تھا۔ مشرکین مکہ نے اس رائی کو پہاڑ بنا کر پیش کیااور الزام لگایا کہ مسلمان حرام مہینوں کی حرمت کو بھی مد نظر نہیں رکھتے۔

ماہ حرام کی حرمت : کفار مکہ کے الزام کاجواب یہ دیاگیاہے کہ بلاشبہ ماہ حرام میں لڑنا بری بات ہے۔ مگران لوگوں کواس پر معترض ہونا زیب نہیں دیتا جنہوں نے تیرہ برس مسلسل اپنے سینکڑوں ہم وطنوں پر محض اس لئے ظلم کے پہاڑ توڑے کہ وہ ایک خدا پر ایمان رکھتے تھے۔ پھران کو یہاں تک تنگ کیاکہ وہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہوگئے پھر اپنے اہل ایمان کیلئے مسجد حرام تک جانے کاراستہ بھی بند کر دیاحالانکہ مسجد حرام کسی کی ذاتی ملکیت نہیں۔ اب جن ظالموں کانامہ اعمال اس ظلم وزیادتی سے سیاہ ہے ان کاکیا حق ہے کہ ایک معمولی سی جھڑپ پر اس قدر زور و شور کے ساتھ اعتراضات کریں۔ حالانکہ اس جھڑپ میں جو کچھ ہوا۔ وہ نبی کی اجازت کے بغیر ہوا۔ اس مقام پر یہ بھی مد نظر رہے کہ جب یہ دستہ قیدی اور مال غنیمت لے کر مدینہ حاضر ہوا تو آپ نے اسی وقت فرمادیاتھاکہ میں نے تمہیں لڑنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ آپ نے مال غنیمت سے بیت المال کاحصہ نہ لیا۔ جواس بات کی علامت تھی کہ یہ لوٹ ناجائز ہے۔ عام مسلمانوں نے بھی اس فعل پر اپنے ان آدمیوں کو سخت ملامت کی تھی۔ (تفہیم القرآن جلداول)

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ۔ مسلمانوں میں سے بعض سادہ لوح کفار کے ان اعتراضات سے متاثر ہوگئے تھے۔ آیت میں ان کو سمجھایاگیاہے۔ کہ تم ان کفار سے یہ امید نہ رکھو۔ کہ تمہارے

اوران کے درمیان صلح ہو جائے گی۔ ان کے اعتراضات حقیقت اوراخلاص پر مبنی نہیں بلکہ وہ دراصل کیچڑ اچھالنا چاہتے ہیں۔ جب تک وہ اپنے کفر پر اڑے ہوئے ہیں اور تم اس دین پر قائم ہو۔ تمہارے اوران کے درمیان صلح اور سمجھوتہ کسی طرح نہ ہو سکے گا۔

آیت نمبر ۲۱۸۔ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے جس کاذکر سابقہ آیت میں ہواہے۔ گذشتہ آیت سے ان کو معلوم ہوگیاکہ اس بارہ میں ان پر کوئی مواخذہ نہیں مگر وہ اس تردد میں مبتلا تھے کہ دیکھیں اس جہاد کا ثواب بھی ملتاہے یانہیں۔ تب یہ آیت اتری کہ جولوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور خدا کی راہ میں اس کے دشمنوں سے لڑے۔ وہ بے شک اللہ کی رحمت کے امیدوار اوراس کے مستحق ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خطائیں بخشنے والااور مومنوں پر رحم کرنیوالا ہے۔

آیت نمبر ۲۱۹۔ حرمت خمرو میسر : آیت ۲۱۹ شراب اور جوئے کے متعلق ہے۔ اس میں صرف ناپسندیدگی کااظہار کر کے چھوڑ دیاہے۔ تاکہ ذہن ان کی حرمت قبول کرنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى (نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھو) پھر شراب اور جوئے اور اسی نوعیت کی تمام چیزوں کو قطعی حرام کر دیاگیا (دیکھئے سورۃ نساء رکوع ۷۔ سورۃ مائدہ رکوع ۱۲)

اَلْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ۔ یعنی لوگ ان کے حلال و حرام کے متعلق آپ سے سوال کرتے ہیں خمرو میسر یہاں اپنے وسیع معنی میں ہیں۔ خمر کے تحت ہر وہ نشہ اور مشروب شامل ہے جو عقل کو مختل کردے۔ حدیث میں ہے ہر نشہ آور چیز کو خمر سے تعبیر کیاگیاہے۔ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (مسلم شریف) نیز ارشاد ہوتاہے۔ مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُہ، فَقَلِيْلُهٗ حَرَامٌ (جو چیز کثیر تعداد میں نشہ آور ہو۔ اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ (ترمذی) اَلْمَيْسِرِ : جوئے کے تمام اقسام کو شامل ہے لاٹری اور شطرنج وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں۔ (تفسیر مدارک)

اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔ اثم کااطلاق ہرایسے فعل پر ہوتاہے جو نیکی کی جڑ کاٹ دینے والا ہو۔ (مفردات راغب) اس کی تاکید میں کبیر (بڑا) کالفظ بھی لایاگیاہے۔ اِثْمٌ كَبِيْرٌ سے فقہانے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ شراب کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ علاوہ ازیں شراب وقمار میں بے شمار نقصانات ہیں۔ معاشرہ میں جتنے فسادات شراب نوشی سے ہوتے ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ شرابی گالیاں بکتاہے۔ بے حیائی پھیلاتاہے۔ دنگہ فساد چوری پر آمادہ ہوتاہے۔ یہاں تک کہ قتل کی نوبت آتی ہے۔ قماربازی کی لائی ہوئی مصیبتیں بھی کچھ کم نہیں۔ ہر سال لاکھوں روپیہ تلف ہوتاہے۔ موجودہ دور میں اس کی بے شمار شکلیں رائج ہیں۔ بیمہ کمپنیوں کے جوئے گھوڑ دوڑ کے جوئے لاٹری کے جوئے وسٹے وغیرہ۔

Scanned with CamScanner

شراب وقمار میں کچھ فائدے بھی ہیں۔ حق تعالیٰ کی پیدا کردہ کائنات میں خالص مضر کوئی چیز بھی نہیں۔ کوئی نہ کوئی فائدہ اس میں ضرور ہوتا ہے۔ اسی طرح شراب ہے۔ مثلاً اس سے بعض بیماریوں کا علاج بھی ہو جاتا ہے۔ شراب سے فوری لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح جوئے سے بعض اوقات بغیر محنت کے بہت سا مال بھی ہاتھ لگتا ہے۔ مگر ان دونوں کے نقصان کثیر اور لاتعداد ہیں۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے موضوع حرمت خمر و میسر)

آیت نمبر ۲۲۰۔ اس آیت کے نزول سے قبل قرآن میں یتیموں کے حقوق کی حفاظت سے متعلق بار بار احکام آچکے تھے۔ حتیٰ کہ ارشاد ہوا "یتیم کے مال کے پاس نہ پھٹکو" اور یہ کہ "جو لوگ یتیموں کا مال ظلم کے ساتھ کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں" ان سخت احکام کی بناء پر یتیموں کے سرپرست ڈر ہو گئے اور انہوں نے یتیموں کا کھانا پینا تک اپنے سے الگ کر دیا تھا۔ انہیں یہ خدشہ لاحق تھا کہ یتیم کے مال کا کوئی حصہ ان کے مال میں نہ مل جائے اس لئے انہوں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ یتیموں کے ساتھ معاملہ کی صحیح صورت کیا ہے؟ جواب دیا گیا کہ۔ اِنْ تُخَالِطُوهُمْ جہاں شرکت میں بہتری نظر آئے تو ان کا خرچ شامل کر لیا جائے۔ کیونکہ وہ یتیم بچے دینی یا نسبی بھائی ہیں۔ اور بھائیوں میں شرکت کرنا اور کھانا کھلانا روا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ یتیموں کی اصلاح کی رعائت پوری رہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اس اشتراک سے کون شخص خیانت کرنا چاہتا ہے اور کون یتیموں کی اصلاح کا خواہاں ہے۔

آیت نمبر ۲۲۱۔ ابتداء اسلام میں مسلمان مرد اور کافر عورت اور اس کے برعکس دونوں صورتوں میں نکاح کی اجازت تھی۔ اس آیت سے اس طریق کو منسوخ کر دیا گیا اگر مرد یا عورت مشرک ہو تو اس کا نکاح مسلمان سے جائز نہیں یا نکاح کے بعد ایک مشرک ہو گیا تو نکاح ختم ہو جائے گا۔ مشرک سے مراد یہاں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم یا قدرت یا کسی اور صفت الٰہی میں کسی کو اللہ جیسا سمجھے یا اللہ کی طرح کسی قسم کی تعظیم کرنے لگے۔ مثلاً کسی کو سجدہ کرے یا کسی کو مختار سمجھ کر اس سے اپنی حاجت مانگے۔ یعنی شرک فی الصفات یا شرک فی العبادات کا مرتکب ہو۔

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان مرد کو مشرک عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ تاوقتیکہ وہ مسلمان نہ ہو جائے۔ بے شک مسلمان لونڈی کافر عورت سے بہتر ہے۔ اگرچہ کافر عورت مال و دولت حسن و جمال اور حسب و نسب کے اعتبار سے پسندیدگی کے قابل ہو۔ مرد کے متعلق بھی یہی الفاظ دہرائے گئے۔ (شبیر احمد عثمانی)

آیت میں ذکر کردہ حکم کی وجہ یہ ہے کہ میاں بیوی کا رشتہ محض ایک شہوانی تعلق نہیں۔ بلکہ وہ ایک گہرا تمدنی اخلاقی اور قلبی رابطہ ہے۔ مومن اور مشرک کے درمیان اگر یہ قلبی

تعلق ہو تو جہاں اس بات کا امکان ہے۔ کہ مومن شوہر یا بیوی کے اثر سے مشرک شوہر یا بیوی پر اور اس کے خاندان اور اولاد پر اسلام کے عقائد اور طرز زندگی کا نقش ثبت ہو گا۔ وہیں اس بات کا بھی امکان ہے کہ مشرک شوہر یا بیوی کے خیالات سے نہ صرف مومن شوہر یا بیوی بلکہ اس کا خاندان اور دونوں کی اولاد تک متاثر ہو جائے گی۔ جو شخص صحیح معنوں میں مومن ہو وہ کبھی یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا کہ اس کے گھر اور اس کے خاندان میں کافرو مشرکانہ خیالات اور طور طریقے رواج پائیں۔

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى

اور وہ پوچھتے ہیں تم سے متعلق حیض کہو وہ گندگی ہے

اور وہ تم سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں ان سے کہو یہ گندگی ہے

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ

پس الگ رہو عورتوں سے میں حیض اور نہ قریب جاؤ ان کے

حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ

حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ

حتی کہ پاک ہو جائیں پھر جب پاک ہو جائیں پس آؤ ان کے پاس

حتی کہ وہ پاک صاف ہو جائیں پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ

مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

سے جہاں حکم دیا ہے تم کو اللہ نے بے شک اللہ پسند کرتا ہے

جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے بے شک اللہ توبہ کرنے والوں

التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾

توبہ کرنے والوں کو اور پسند کرتا ہے پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو

اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ

تمہاری عورتیں کھیتی تمہارے لئے پس آؤ اپنی کھیتی میں

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تم اپنی کھیتی میں

اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا

جدھر سے چاہو تم اور آگے بھیجو اپنے آپ کے لئے اور ڈرو

جدھر سے چاہو آؤ اور مستقبل کی فکر کرو اور اللہ

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾

اللہ سے اور جان لو بے شک تم اس سے ملنے والے ہو اور خوشخبری دے دو ایمان والوں کو

سے ڈرو اور جان لو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دو

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ

اور نہ بناؤ اللہ نشانہ لئے قسمیں اپنی یہ کہ

اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ کہ

تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۭ

نہ احسان کرو گے اور بچو گے اور صلح کراؤ گے درمیان لوگوں

تم احسان نہ کرو گے یا (حدود اللہ سے) نہ بچو گے یا لوگوں کے درمیان صلح نہ کراؤ گے

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ

اور اللہ سننے والا جاننے والا نہیں مؤاخذہ کرے گا تمہیں

اور اللہ سننے جاننے والا ہے۔ اللہ نہیں گرفت کرے گا تم پر

اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ

اللہ بے معنی میں قسمیں تمہاری اور لیکن وہ گرفت کرے گا تم پر

تمہاری (بلا ارادہ اور) بے معنی قسموں پر لیکن جو تمہارے دلوں نے

بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

بوجہ جو کمایا دلوں تمہارے اور اللہ بخشنے والا

کمایا ہے اس کی وجہ سے ضرور مؤاخذہ کرے گا اور اللہ بخشنے والا

حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ

بردبار واسطے جو قسم کھالیتے ہیں سے

بردبار ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی بیویوں سے

نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ

اپنی عورتوں مہلت چار مہینے

(نہ ملنے کی) قسم کھائیں چار مہینوں کی مہلت ہے

فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾

پس اگر وہ رجوع کریں بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے

پھر اگر وہ رجوع کریں تو یقیناً اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

اور اگر وہ ارادہ کریں طلاق پس بے شک اللہ سننے والا

اور اگر انہوں نے طلاق کا ارادہ کر لیا تو یقیناً اللہ سننے والا اور

عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ

جاننے والا اور طلاق یافتہ عورتیں توقف کریں

جاننے والا ہے اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے بارے میں

Scanned with CamScanner

بِأَنفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوٓءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن

ہیں اپنے آپ تین حیض اور نہیں جائز ان کے لئے یہ کہ

تین حیض تک انتظار کریں اور ان کے لئے جائز نہیں

يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِىٓ أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ

وہ چھپائیں جو پیدا کیا اللہ میں رحموں ان کے اگر وہ ہیں

کہ اللہ نے جو کچھ ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے اسے چھپائیں اگر

يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَبُعُولَتُهُنَّ

ایمان رکھتی ساتھ اللہ اور دن آخرت اور ان کے شوہر

وہ فی الحقیقت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں اور ان کے شوہر ان کو

أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِى ذٰلِكَ إِنْ أَرَادُوٓا

زیادہ حق دار ہیں ان کو واپس لے جانے کے اس میں اگر وہ ارادہ کریں

اس مدت میں واپس لے جانے کے زیادہ حق دار ہیں اگر وہ اصلاح

إِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِى عَلَيْهِنَّ

اصلاح کا اور ان کے لئے طرح جو ان پر

کا ارادہ کریں اور ان کے لئے حقوق ہیں جس طرح ان پر فرائض

بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ

معروف سے اور مردوں کے لئے ان پر درجہ ہے

ہیں دستور کے مطابق اور مردوں کو ان پر ایک درجہ ہے

وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۲۸﴾ ع ۲۸ ۱۲

اور اللہ غالب حکمت والا ہے

اور اللہ غالب حکمت والا ہے

معانی وگرامر

اسماء

اَلْمَحِيْضِ ــــــ ، ماہواری خون جاری ہونا۔ آل کی وجہ سے اسم معرفہ ہوگیا۔ مصدر

اَذًى ــــــ ، گندگی ، آلائش

اَلتَّوَّابِيْنَ ــــــ ، توبہ کرنے والے۔ اسم فاعل مبالغے کا صیغہ (تواب کی جمع)

اَلْمُتَطَهِّرِيْنَ ــــــ ، پاک باز ، پاک صاف رہنے والے اسم فاعل (متطہر کی جمع)

حَرْثٌ ــــــ ، کھیتی

عُرْضَةٌ ــــــ ، آڑ ، نشانہ۔ مصدر

اَللَّغْوُ ــــــ ، بے معنی۔ مصدر ہے۔ لغو فی الیمین : بلا ارادہ قسم کھانا

اَيْمَانٌ ــــــ ، قسمیں۔ یَمِیْنٌ کی جمع۔

قُلُوْبٌ ــــــ ، دل۔ اس کا واحد قَلْبٌ ہے۔

تَرَبُّصُ ــــــ ، انتظار کرنا۔ مہلت۔ مصدر ہے۔

اَلطَّلَاقُ ــــــ ، علیحدگی۔ عورت کو قید نکاح سے علیحدہ کرنا۔ مصدر

مُطَلَّقَاتٌ ــــــ ، طلاق دی ہوئیاں۔ مُطَلَّقَةٌ واحد ہے۔

قُرُوْءٍ ــــــ ، حیض ، واحد قُرْءٌ ہے۔ پاکی ، متضاد معنوں کا جامع ہے۔

اَرْحَامُ ــــــ ، پیٹ ، اس کا واحد رِحْمٌ ہے : بچہ دانی۔

بُعُوْلَتُهُنَّ ــــــ ، خاوند ان کے ، بُعُوْلَةٌ کا واحد بَعْلٌ ہے۔

رِجَالٌ ــــــ ، لوگ۔ اس کا واحد رَجُلٌ ہے۔

دَرَجَةٌ ــــــ ، مرتبہ ، اس کی جمع دَرَجَاتٌ ہے۔

افعال

اِعْتَزِلُوْا ــــــ ، تم علیحدہ رہو۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اس کا مادہ عَزْلٌ ہے

لَا تَقْرَبُوْا ــــــ ، قریب نہ جاؤ۔ فعل نہی صیغہ جمع مذکر حاضر۔

يَطْهُرْنَ ــــــ ، وہ پاک ہولیں۔ فعل مضارع صیغہ جمع مونث غائب۔

Scanned with CamScanner

يُحِبُّ ——— : وہ محبت کرتا ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

شِئْتُمْ ——— : تم چاہو۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر۔

قَدِّمُوْا ——— : آگے بھیجو۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر

بَشِّرْ ——— : خوشخبری دو۔ فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر۔

اَتُوْا ——— : تم آؤ۔

لَا تَجْعَلُوْا ——— : نہ بناؤ۔ فعل نہی صیغہ جمع مذکر حاضر

تَبَرُّوْا ——— : تم نیکی کرتے ہو۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر، بَرَّ، یَبَرُّ

تُصْلِحُوْا ——— : تم اصلاح کرتے ہو۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔

لَا يُؤَاخِذُ ——— : نہیں پکڑے گا۔ فعل مضارع معروف منفی صیغہ واحد مذکر غائب۔

كَسَبَتْ ——— : اس نے کمایا۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مونث غائب۔

يُؤْلُوْنَ ——— : جو عورتوں کے پاس جانے کی قسم کھا بیٹھیں۔ فعل مضارع۔ ایلاء مصدر

عَزَمُوْا ——— : عزم کرلیں۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب۔

يَتَرَبَّصْنَ ——— : وہ انتظار کریں۔ فعل مضارع صیغہ جمع مونث غائب، تَرَبُّص مصدر

يَكْتُمْنَ ——— : وہ چھپاتیں۔ فعل مضارع صیغہ جمع مونث غائب۔

خَلَقَ ——— : اس نے پیدا کیا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔

اَرَادُوْا ——— : انہوں نے ارادہ کیا۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب۔

مرکب اضافی

نساءکم۔ حرثکم۔ انفسکم۔ ملقوہ۔ ایمانکم۔ بین الناس۔
قلوبکم۔ نسائھم۔ اربعۃ اشھر۔ ثلثۃ قروٓء۔ ارحامھن
بعولتھن۔ ردھن۔ مثل الذی۔

مرکب توصیفی

الیوم الاخر

حروف جار

عَنْ ——— : سے

فِی ——— : میں

مِنْ ——— : سے

ل ——— : واسطے، لِلرِّجَالِ ، ل + جار + رجال مجرور

ب ——— : ساتھ

تشریح .... رکوع نمبر ۲۸

آیت نمبر ۲۲۲۔ عورت کے مخصوص ایام کے دوران مختلف مذاہب میں مختلف قسم کا طریقہ پایا جاتا تھا۔ بعض مذاہب میں تفریط پائی جاتی تھی۔ تو بعض افراط کا شکار کرتے تھے۔ نصاریٰ اس حد تک تفریط کے مرتکب تھے کہ نجاست تک کو جائز قرار دیتے۔ یہودی اور مشرکین اس ضمن میں انتہائی سختی سے کام لیتے تھے۔ بعض مشرک قوموں میں رواج تھا کہ اس زمانہ میں عورت کو میلا لباس پہنا کر گھر کے ایک کونے میں اچھوت بنا کر بٹھا دیا جاتا تھا۔ تورات کے مندرجہ ذیل بیان ایام حیض میں عورت سے طرز عمل کا ترجمان ہے۔ لکھا ہے :۔

"عورت ماہواری کے زمانہ میں خود ہی ناپاک نہیں ہوتی۔ بلکہ جو شخص یا جو چیز بھی اس سے چھو جاتی ہے۔ وہ بھی ناپاک ہو جاتی ہے"۔

"جو کوئی اسے چھوئے گا۔ اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے غسل کرے اور شام تک ناپاک رہے۔ اور جو کوئی اس چیز کو جس پر وہ بیٹھی ہے چھوئے۔ اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے نہائے اور شام تک ناپاک رہے" (تفسیر ماجدی بحوالہ تورات باب پار د ا۔ ۱۹۔ ۲۴)

اس ضمن میں اسلام نے اعتدال اور فطرت انسانی کے مطابق حکم دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حیض ایک لاذی یعنی گندگی یا تکلیف ہے۔ اس حالت میں عورت تندرستی کی بہ نسبت بیماری سے قریب تر ہوتی ہے۔ لہذا ارشاد ہوا۔ فاعتزلو النسآء۔ ان ایام میں عورتوں سے الگ رہیے۔ آنحضور ﷺ نے اس آیت کی تشریح فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الگ رہنے کا مطلب وظیفہ زوجیت ادا کرنا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ عورت کو اچھوت بنا دو۔ اور یہود کی طرح اس سے مکمل طور پر قطع تعلق کرلو۔ قرآن مجید کا اسلوب بیان چونکہ تہذیب و شائستگی کے اس مقام پر واقع ہے۔ جہاں انسانی فصاحت و بلاغت اور بیان و زبان کی حدود ختم ہو جاتی ہیں۔ لہذا اس مفہوم کو بڑے

Scanned with CamScanner

لطیف پیرایہ میں بیان کیا۔ جنسی مسائل کی وضاحت کرتے وقت قرآن حکیم کا عام اسلوب یہی ہے۔ حدیث نبوی سے واضح ہوتا ہے۔ کہ ان ایام میں عورت کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا یا کھانا پینا ہرگز منع نہیں ہے۔ بلکہ نجاست کے سواسب کچھ روا ہے۔ بخاری و مسلم میں بروایت حضرت انس آنحضورؐ سے یہ الفاظ منقول ہیں۔ اَصۡنَعُوۡا کُلَّ شَیۡءٍ اِلَّا النِّکَاحَ۔ (مباشرت کے سواسب کچھ کر سکتے ہو۔ (تفسیر مظہری جلد اول)

آیت نمبر ۲۲۳۔ فَأۡتُوۡهُنَّ مِنۡ حَیۡثُ۔۔۔۔۔۔۔

حصول طہارت کے بعد جب عورت غسل کرکے پاک ہو جائے۔ تو مباشرت جائز ہے۔ بلکہ جنسی تعلق جو قبل ازیں بوجہ نجاست ممنوع تھا۔ اب اس کو جائز قرار دیا۔ اور اس کے ساتھ یہ شرط بھی عائد کر دی۔ کہ مجامعت کا طریقہ فطری ہونا چاہیے۔ غیر فطری طریقے مثلاً لواطت وغیرہ کی اجازت نہیں ہے۔ فَأۡتُوۡا حَرۡثَکُمۡ اَنّٰی شِئۡتُمۡ۔ یہاں لفظ اَنّٰی کَیۡفَ کے معنی میں مستعمل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ مجاہدؒ قتادہؒ عکرمہؒ اسی کے قائل ہیں۔ قرآن حکیم کے بیشتر مقامات پر اَنّٰی بمعنی کَیۡفَ استعمال ہوا ہے۔ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ۔ (میرے یہاں لڑکا کیونکر پیدا ہوگا)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری جلد اول میں لکھتے ہیں۔ کہ سابقہ آیت میں ارشاد ہوا تھا۔ "تم اپنی بیویوں کے پاس وہاں سے آؤ۔ جہاں سے حکم دیا گیا" اب آیت میں اس کی تشریح کر دی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ قرآنی نقطہ نظر کے مطابق نکاح سے اصلی غرض نسل انسانی کا بقا ہے۔ صرف لذت مقصود نہیں۔ پھر بطریق تمثیل ذہن نشین کیا گیا ہے۔ کہ مرد و عورت کے درمیان کھیت اور کسان کا سا تعلق ہے۔ کھیت میں کسان پیداوار حاصل کرنے کیلئے جاتا ہے۔ تفریح کیلئے نہیں۔ نسل انسانی کے کسان کو بھی انسانیت کے اس کھیت میں اس لئے جانا چاہیے۔ کہ وہ اس سے نسل کی پیداوار حاصل کرے۔ اس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ آیت زیر نظر سے جواز لواطت پر استدلال کرنے والوں کا طرز فکر حق سے متضاد ہے۔

حدیث نبوی میں مذکور ہے کہ یہود نے وظیفہ زوجیت ادا کرنے کیلئے ایک مخصوص طریقہ مقرر کر رکھا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اس کی خلاف ورزی کرنے سے اولاد ناقص پیدا ہوتی ہے۔ جب آنحضور ﷺ سے اس ضمن میں سوال کیا گیا۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی سوال کرنیوالوں پر یہ حقیقت واضح ہو گئی۔ کہ یہود کا یہ تصور سراسر غلط ہے اس معاملہ میں انسان کو پوری پوری آزادی دی گئی ہے۔ البتہ بیوی سے مقاربت دینی حدود اور مقاصد کے تحت رہے۔ اس سے ثواب حاصل ہوگا۔

آیت نمبر ۲۲۴۔ قسم کے احکام: ایام جاہلیت میں اہل عرب کے ہاں ایک رسم یہ پائی جاتی تھی کہ خدا کی قسم کھا کر کہتے کہ ہم فلاں نیکی کا کام نہیں کریں گے۔ اور جب دریافت کیا جاتا تو کہہ دیتے کہ ہم قسم کھا چکے ہیں۔ یہ آیت اس جاہلی رسم کو ختم کرنے کیلئے نازل ہوئی۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کو اعمال صالحہ کے بجالانے میں حجاب اور آڑ نہیں بنانا چاہیے۔ بلکہ جیسا کہ حدیث نبویؐ میں وارد ہے۔ اگر کوئی شخص حلف اٹھالے۔ کہ میں فلاں نیکی کا کام نہیں کروں گا تو قسم توڑ کر وہ کام کر ڈالے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔

آیت نمبر ۲۲۵۔ میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ لغو قسموں پر گرفت نہیں کرتے۔ حدیث نبویؐ میں فرمایا گیا ہے کہ لغو قسم وہ ہے جو محض تکیہ کلام کے طور پر بغیر ارادہ و نیت کھائی جائے۔ جیسے بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بات بات پر قسم کھاتے ہیں۔ گرفت اس قسم پر ہوگی۔ جس میں انسان کی نیت شامل ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ قسم کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ایک بات انسان کو خوب معلوم ہے۔ مگر عمداً وہ دروغ گوئی سے کام لے کر اس سے انکار کرتا ہے۔ یہ یمین غموس (گناہ میں ڈبو دینے والی) کہلاتی ہے۔ اس میں کفارہ نہیں۔

۲۔ ایک قسم یہ ہے کہ کوئی شخص حلف اٹھا کر کہے۔ میں اپنے والدین کی خدمت نہیں کروں گا۔ کسی فقیر کو کچھ نہ دوں گا۔ ایسی قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرنا واجب ہے۔ پس اس قسم سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یاد رہے کہ قسم کو پورا کرنے کی اسلام میں بہت تاکید کی گئی ہے بشرطیکہ یہ قسم اسلامی احکام کے منافی نہ ہو۔

آیت نمبر ۲۲۶۔ مسئلہ ایلاء: ایلاء کے لفظی معنی قسم کھانا ہے۔ شرعی اصطلاح میں ایلاء سے مراد ہے کہ خاوند کا بیوی سے قطع تعلق کرنے کی قسم کھانا ہے۔ اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر چار مہینے کے اندر اپنی قسم توڑ دی تو قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا اور عورت اس کے نکاح میں رہے گی۔ اور اگر چار مہینے گذر گئے۔ اور خاوند اپنی قسم پر قائم رہا۔ تو عورت پر بلا طلاق دیئے خود بخود طلاق بائن واقع ہو گی۔ اگر چار مہینے سے کم مدت کیلئے قسم کھائی ہو۔ کہ میں تین ماہ عورت سے قطع تعلق کروں گا۔ تو یہ ایلا شرعی نہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم کو توڑا مثلاً مذکورہ صورت میں تین ماہ کے اندر عورت سے مباشرت کی تو قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ اور اگر قسم کو پورا کر لیا اور تین ماہ کی مدت لاتعلقی میں گذر گئی۔ تو نہ عورت پر طلاق پڑے گی اور نہ ہی کفارہ لازم ہوگا۔

اسلام سے قبل بیوی سے ایلا کرنے کے بعد خاوند اس کے اخراجات اور دوسرے کے

Scanned with CamScanner

حقوق سے دست بردار ہو جاتے تھے۔ اسلام نے اس میں یہ اصلاح کی کہ ایلاء کو طلاق یا تنسیخ نکاح قرار نہیں دیا۔ بلکہ اصلاح احوال کیلئے ایک مدت مقرر کر دی اور مدت بھی چار ماہ مقرر کی تاکہ اس پر اچھی طرح سے غور کر لیا جائے۔ (تفصیل موضوع "ایلاء" دیکھئے)

فَاِنْ فَآءُوْ۔ یعنی خاوند اگر ترک تعلق سے رجوع کرے اور رشتہ نکاح کو قائم رکھے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی اس غلطی کو معاف فرمائیں گے۔

آیت نمبر ۲۲۸۔ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ۔......

اس آیت میں مطلقہ عورتوں کا حکم بتلایا جا رہا ہے۔ کہ جب مرد عورت کو طلاق دیدے تو عورت اس وقت کسی دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ جب تین حیض یا طہر پورے ہو جائیں شرعی اصطلاح میں اس مدت انتظار کو عدت کہتے ہیں۔ عدت میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔ ایک طرف شوہر کو ٹھنڈے دل سے سوچنے کا موقع مل جاتا ہے۔ دوسری جانب حمل کی پوری تحقیق ہو جاتی ہے۔ اور اس بات کا خدشہ نہیں رہتا کہ ایک کی اولاد دوسرے کو مل جائے۔ اسلام کے سوا دوسرے سب مذاہب عدت کی ان مصلحتوں سے محروم ہیں۔

علماء کا قول ہے کہ اس آیت میں عام مطلقہ عورتوں کا حکم بیان نہیں کیا جا رہا۔ بلکہ یہ آیت ان عورتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو نکاح کے بعد خاوند کے گھر میں آباد رہ چکی ہوں۔ بالغ اور آزاد ہوں یا نابالغ نہ ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو عورت ابھی خاوند کے ہاں آباد نہ ہوئی ہو۔ طلاق کے بعد اس پر کوئی عدت نہیں۔ کم سنی یا ادھیڑ عمر ہو تو اس کی عدت تین حیض کی بجائے تین ماہ ہے۔ حاملہ ہونے کی صورت میں عدت وضع حمل ہے۔ قرآن و حدیث میں یہ تفصیل مذکور ہے۔

اَنْ يَّكْتُمْنَ مَاخَلَقَ اللّٰهُ۔ عورت کے بطن میں جو اولاد ہے وہ اسے چھپائے نہیں۔ بلکہ خاوند کو بتا دے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَيْهِنَّ۔ جس طرح مردوں کا حق عورتوں پر ہے اسی طرح عورتوں کا حق بھی مردوں پر ہے۔ مقصود یہ ہے کہ صرف مردوں کے حقوق ہی عورتوں پر نہیں ہیں۔ بلکہ عورتوں کے بھی حقوق مردوں کے ذمہ ہیں۔

آیت واضح کرتی ہے کہ اسلام اس زمانہ میں حقوق نسواں کا اثبات کر رہا ہے۔ جب کہ دنیا اس تخیل سے بھی ناآشنا تھی۔ اور یہودیت و نصرانیت کی مذہبی دنیا میں عورت کو ہر برائی کا سرچشمہ خیال کیا جاتا تھا۔ یہودی انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے۔

"پہلی نافرمانی عورت کی جانب سے ہوئی تھی۔ اس لئے اس کو شوہر کا محکوم کر کے رکھا گیا۔ اور شوہر اس کا حاکم ہے۔ شوہر اس کا مالک و آقا ہے۔ اور وہ اس کی مملوکہ ہے"۔ (جلد ۲۔ ص ۵۰۸) مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے کتب یہود و نصاریٰ سے بہ کثرت حوالے دیکر ثابت کیا ہے۔ کہ عورت کی حیثیت اس زمانہ میں ایک لونڈی سے زیادہ نہ تھی۔ جہاں تک حقوق کا تعلق ہے۔ اسلام نے مرد و عورت کو مساوی درجہ دیا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ فرمایا۔ کہ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ یعنی مردوں کو عورتوں پر فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ جسمانی اور ذہنی قوت نیز انتظامی صلاحیت کے اعتبار سے مرد فائق ہے۔ اور اس کا احترام موجودہ دور کے ماہرین بھی کر چکے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ قانون کی حکمت اور باریکی اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ جو حکمت والا اور غلبے والا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ

طلاق دو مرتبہ ہے پھر روک لینا ہے ساتھ معروف یا

طلاق دو مرتبہ ہے پھر معروف طریقے سے روک لینا ہے یا

تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا

رخصت کر دینا ہے ساتھ احسان کے اور نہیں جائز تمہارے لئے یہ کہ لو تم

احسان کے ساتھ رخصت کر دینا ہے اور تمہارے لئے یہ جائز نہیں

مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا

سے جو دیا تم نے ان کو کچھ مگر یہ کہ دونوں خوف کریں کہ

کہ تم اس مال میں سے کچھ واپس لو جو تم نے انہیں دیا ہے سوائے اسکے

يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ

نہ قائم رکھیں گے حدود اللہ پس اگر خوف ہو تمہیں یہ کہ نہ قائم رکھیں گے حدود

کہ دونوں کو ڈر ہو کہ اللہ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے پھر اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ وہ دونوں

اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ

اللہ پس نہیں گناہ ان پر میں جو فدیا ہیں وے عورت اس کو

اللہ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ عورت فدیہ میں دیدے

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ

یہ حدود اللہ نہ تجاوز کرو ان سے اور جو تجاوز کرے

یہ اللہ کی حدیں ہیں پس ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ

حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٢٩﴾

حدود اللہ پس وہ لوگ وہ ظالم ہیں

کی حدوں سے آگے بڑھتے ہیں پس وہی ظالم ہیں

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى

پھر اگر وہ اُسے طلاق دے دے پس نہیں جائز اس کے لئے بعد حتیٰ کہ

پھر اگر وہ اُسے طلاق دے دے تو وہ عورت اس کے بعد اس کے لئے جائز نہیں یہاں تک کہ

تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ

نکاح کرے خاوند سے علاوہ اس کے پھر اگر وہ اُسے طلاق دے دے پس نہیں گناہ

وہ اس کے سوا کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے پھر اگر وہ دوسرا مرد اُسے طلاق دے دے تو ان دونوں

عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا

ان پر یہ کہ رجوع کریں اگر وہ سمجھیں یہ کہ قائم رکھیں گے

پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ آپس میں رجوع کرلیں اگر وہ سمجھیں کہ اب وہ اللہ کی حدوں کو قائم

حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا

حدود اللہ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں بیان کرتا ہے انہیں

رکھیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جن کو وہ ان لوگوں کے

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٠﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ

واسطے قوم جانتے ہیں اور جب طلاق دے دو تم عورتوں کو

لئے بیان کررہا ہے جو جانتے ہیں اور جب تم عورتوں کو رجعی طلاق دے دو

فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

پس وہ پہنچ جائیں مدت اپنی پس روک لو انہیں ساتھ اچھے طریقے

اور وہ مقررہ مدت (یعنی عدت) کو پہنچ جائیں تو ان کو اچھے طریقے سے روک لو

اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ

یا رخصت کردو انہیں ساتھ اچھے طریقے اور نہ روکو تم انہیں

یا اچھے طریقے سے رخصت کردو اور ان کو دکھ دینے کے

ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ

دکھ دینے کے لئے تاکہ زیادتی کرو تم اور جو کرے یہ بات پس تحقیق

لئے نہ روکو تاکہ تم زیادتی کرو اور جو یہ حرکت کرے گا

ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ز

ظلم کرے گا اپنے آپ پر اور نہ بناؤ آیات اللہ مذاق

تو وہ اپنے آپ پر ہی ظلم کرے گا اور اللہ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ

وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ

اور یاد کرو فضل اللہ اوپر اپنے اور جو نازل کی ہے تم پر

اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو یاد کرو اور اس کتاب و حکمت

مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

سے کتاب اور حکمت نصیحت کرتا ہے تمہیں اس سے اور ڈرو اللہ سے

کو یاد رکھو جو اس نے تم پر نازل کی ہے وہ اس کے ذریعے تمہیں نصیحت کرتا ہے

ع ٢٩ ١٣ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٣١﴾

اور جان لو بے شک اللہ کو ہر چیز جاننے والا

اور اللہ سے ڈرو اور جان لو اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

Scanned with CamScanner

معانی وگرامر

اسماء

مَرَّتٰنِ ــــــــ ؛ دو بار۔ اس کا واحد مَرَّةٌ

اِمْسَاکٌ ــــــــ ؛ روک رکھنا، مصدر ہے۔ یعنی پہلی طلاق پائی بیوی کو رجوع کرکے پھر اپنے پاس رکھنا۔

تَسْرِیْحٌ ــــــــ ؛ رخصت کرنا، مصدر ہے۔

مَعْرُوْفٌ ــــــــ ؛ نیکی۔ بھلائی یعنی شرعی قواعد کے مطابق

اِحْسَانٌ ــــــــ ؛ خوش اسلوبی یہ باب افعال کا مصدر ہے۔ (بھلی طرح سے) یعنی طلاق سے مقصود جھگڑے کو دُور کرنا ہے۔

حُدُوْدَ اللّٰہِ ــــــــ ؛ اللہ کی حدیں۔ مرکب اضافی۔ خدا کے مقرر کردہ ضابطے، آیات اللہ مرکبِ اضافی۔

جُنَاحٌ ــــــــ ؛ گناہ، حرج

زَوْجًا ــــــــ ؛ شوہر، بیوی کے لئے بھی زَوْجٌ کا لفظ آتا ہے۔

ضِرَارًا ــــــــ ؛ ستانا۔ مصدر ہے۔ ضرر رسانی کے لئے۔

هُزُوًا ــــــــ ؛ جس کا مذاق اڑایا جائے۔ اسم مصدر بمعنیٰ اسم مفعول

اَجَلَهُنَّ ــــــــ ؛ (اُن کی عدت) اس سے مُراد یہ ہے کہ اُن کی عدت کا زمانہ ختم ہونے کے بعد رجوع باقی نہیں رہتا۔ مرکب اضافی۔

افعال

تَاْخُذُوْا ــــــــ ؛ تم لے لو، تم پکڑ لو فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر

اٰتَیْتُمُوْهُنَّ ــــــــ ؛ تم نے ان کو دیا۔ فعل ماضی۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ عام مفسرین نے اس سے مہر کی رقم مراد لی ہے۔ (اٰتَیْتُمُوْ + هُنَّ)

یَخَافَا ــــــــ ؛ وہ دونوں ڈریں۔ فعل مضارع صیغہ تثنیہ مذکر غائب۔

یُقِیْمَا ــــــــ ؛ وہ دونوں قائم رکھیں۔ فعل مضارع صیغہ تثنیہ مذکر غائب۔

طَلَّقْتُمُ ــــــــ ؛ ماضی معروف صیغہ جمع مذکر مخاطب (جب تم طلاق دو) یہاں طلاق رجعی مُراد ہے۔

خِفْتُمْ ــــــــ ؛ تم کو خوف ہے۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر۔

اِفْتَدَتْ ــــــــ ؛ اس عورت نے فدیہ دیا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مونث غائب معاوضہ دیا۔

یَتَعَدَّ ــــــــ ؛ وہ تجاوز کرے، زیادتی کرے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

طَلَّقَهَا ــــــــ ؛ اس نے اس عورت کو طلاق دی فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔ (طَلَّقَ + هَا)

تَحِلُّ ــــــــ ؛ وہ حلال ہوتی ہے فعل مضارع صیغہ واحد مونث غائب۔

تَنْکِحَ ــــــــ ؛ وہ نکاح کرتی ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مونث غائب۔

یَتَرَاجَعَا ــــــــ ؛ وہ دونوں رجوع کرلیں۔ فعل مضارع صیغہ تثنیہ مذکر غائب۔

ظَنَّا ــــــــ ؛ ان دونوں نے گمان کیا۔ فعل ماضی صیغہ تثنیہ مذکر غائب۔

بَلَغْنَ ــــــــ ؛ وہ پہنچیں۔ فعل ماضی صیغہ جمع مونث غائب۔

اَمْسِکُوْهُنَّ ــــــــ ؛

سَرِّحُوْهُنَّ ــــــــ ؛ ان کو رخصت کردو۔ فعل امر حاضر صیغہ جمع مذکر حاضر۔ (سَرِّحُوْ + هُنَّ)

تُمْسِکُوْهُنَّ ــــــــ ؛ تم ان عورتوں کو روک رکھو۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔

تَتَّخِذُوْا ــــــــ ؛ تم پکڑو۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔

اُذْکُرُوْا ــــــــ ؛ تم یاد کرو۔ فعل امر حاضر صیغہ جمع مذکر حاضر۔

اَمْسِکُوْا اور سَرِّحُوْا بھی امر کے صیغے ہیں۔

مُرکب اضافی

حدود اللہ ۔ غیرہ ۔ اجلھن ۔ نفسہ ۔ اٰیٰت اللہ ۔ نعمۃ اللہ کل شیئٍ۔

حُروفِ جار

بِ ــــــــ ؛ ساتھ

حَتّٰی ــــــــ ؛ یہاں تک

مِنْ ــــــــ ؛ سے

عَلٰی ــــــــ ؛ پر

فِیْ ــــــــ ؛ میں

تشریح .... رکوع نمبر ۲۹

آیت نمبر ۲۲۹ : طلاق رجعی :اسلام سے قبل عرب میں یہ دستور تھا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو جتنی بار چاہتا طلاق دے دیتا اور جب چاہتا اسے آباد کر لیتا۔ تاکہ نہ تو وہ اس کے ساتھ ہی بس سکے اور نہ اس سے آزاد ہو کر کسی اور سے نکاح کر سکے۔ قرآن مجید کی یہ آیت اسی ظلم کا دروازہ بند کرتی ہے۔ اس آیت کی رو سے ایک مرد اپنی بیوی کو صرف دو مرتبہ طلاق دے کر دوبارہ اسے آباد کرنے کا حق رکھتا ہے۔ جو شخص اپنی منکوحہ کو دو مرتبہ طلاق دے کر اس سے رجوع کر چکا ہو۔ وہ اپنی عمر میں جب کبھی اس کو تیسری دفعہ طلاق دے گا۔ عورت اس سے مستقل طور پر علیحدہ ہو جائے گی۔ رجوع کا حق صرف عدت کے دوران ہو گا۔ عدت کے بعد اگر دونوں راضی ہوں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ طلاق کے معنی بندش سے آزاد کرنا ہے۔ شریعت میں قید نکاح سے آزاد ہونے کا نام طلاق ہے۔

فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ۔ مقصود یہ ہے کہ دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد اگر چاہو تو حسب دستور اسے اپنے پاس رکھ لو نہ کہ عورت کو قید میں رکھنا اور تنگ کرنا اور تکلیف دینا مقصود ہو۔

اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ۔ اگر رجوع نہیں کرنا چاہتے تو بطریق احسن عورت کو فارغ کر دو۔ تاکہ ہمیشہ کا جھگڑا ختم ہو اور گھر میں امن و سکون قائم ہو جائے نہ یہ کہ عورت کی دل شکنی اور تذلیل مقصود ہو۔ بقول مولانا دریا آبادی "اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن مومن کے خاندان اور اس کے گھربار کی کتنی عزت ملحوظ رکھتا ہے۔ اس کی بے حرمتی کسی حال میں اسے گوارا نہیں۔ آج مسلمان کو خود اپنی اور اپنے خاندان کی عزت کا اتنا بھی خیال ہوتا۔ جتنا ان کے خدا کو ہے۔ تو آج خانگی جھگڑوں کا کوئی وجود معاشرہ میں نہ پایا جاتا"۔

وَلَا یَحِلُّ لَکُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا۔ مہر اور زیور اور کپڑے وغیرہ جو شوہر اپنی بیوی کو دے چکا ہے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی واپس مانگنے کا اسے اختیار نہیں ہے۔ یہ بات ویسے بھی اسلامی اخلاق کے منافی ہے۔ کہ کوئی شخص کسی ایسی چیز کو جسے وہ دوسرے شخص کو ہدیہ یا تحفہ کے طور پر دے چکا ہو۔ واپس مانگے۔ اس ذلیل حرکت کو حدیث میں کتے کے فعل سے تشبیہ دی گئی جو اپنی ہی قے کو خود چاٹ لیتا ہے۔ خصوصاً ایک شوہر کیلئے یہ بات باعث شرم ہے کہ وہ طلاق دے کر رخصت کرتے وقت اپنی بیوی سے وہ سب کچھ واپس لینا چاہے جو اس نے کبھی اسے دیا تھا۔ اس کے برعکس اسلام نے یہ اخلاق سکھائے ہیں کہ آدمی جس عورت کو طلاق دے اسے رخصت کرتے وقت کچھ نہ کچھ دیکر رخصت کرے۔ (تفہیم القرآن جلد اول)

شان نزول : فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡہِمَا فِیۡمَا افۡتَدَتۡ۔ ایک عورت بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئی کہ میں اپنے خاوند سے ناخوش ہوں۔ اس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ تو عورت نے کہا کہ وہ میرے حقوق میں کوتاہی نہیں کرتا اور نہ اس کے اخلاق اور دینداری پر مجھ کو اعتراض ہے لیکن مجھ کو اس سے طبعی نفرت ہے۔ آپ نے عورت کو مہر واپس کرنے کیلئے کہا اور خاوند کو طلاق دینے کا حکم دیا۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

خلع : آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر خاوند اور بیوی میں ایسی بیزاری پائی جائے کہ انکا یکجا رہنا ممکن نہ ہو۔ تو اس صورت میں عورت مال دے کر طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں اسے خلع کہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اگر عورت اور مرد کے درمیان گھر ہی میں کوئی بات ہو جائے تو جو کچھ طے ہوا ہو اس پر عمل کیا جائے۔ اگر معاملہ عدالت تک پہنچے تو عدالت صرف اس امر کی تحقیق کرے گی کہ آیا فی الواقع یہ عورت اس مرد سے اس حد تک نفرت کرتی ہے کہ اس کے ساتھ اس کا نباہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی تحقیق ہو جانے پر عدالت کو اختیار ہے کہ حالات کے لحاظ سے جو فدیہ چاہے تجویز کرے۔

اس فدیہ اور معاوضہ کو قبول کر کے شوہر اسے طلاق دیدیگا۔ فقہا نے اس بات کو عموماً پسند نہیں کیا ہے کہ جو مال شوہر نے اس عورت کو دیا ہو اس سے زیادہ فدیہ اسے دلوایا جائے۔ خلع کی صورت میں جو طلاق واقع ہوتی ہے۔ وہ رجعی نہیں بلکہ بائنہ ہے۔ چونکہ عورت نے معاوضہ دے کر اسے خریدا ہے۔ اس لئے شوہر اس بات کا مجاز نہیں رہتا کہ اس طلاق سے رجوع کر سکے۔ البتہ اگر یہی مرد و عورت پھر ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں۔ اور دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو ایسا کرنا ان کیلئے جائز ہے۔ (تفصیل موضوع "خلع" دیکھئے)

آیت نمبر ۲۳۰۔ حلالہ : کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو تیسری مرتبہ طلاق دے دے۔ تو پھر عورت اس پر حلال نہ ہو گی تاوقتیکہ وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے۔ اور دوسرا خاوند اس سے صحبت کر کے اپنی مرضی سے طلاق نہ دے دے۔ دوسرے خاوند کی طلاق کی عدت پوری کر کے پھر پہلے خاوند سے نکاح جدید ہو سکتا ہے۔ پہلے خاوند کے ساتھ نکاح اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب زوجین ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں۔ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص محض اپنی مطلقہ بیوی کو اپنے لئے حلال کرنے کی خاطر کسی سے سازش کے طور پر اس کا نکاح کرائے اور پہلے یہ طے کرے۔ کہ وہ نکاح کے بعد طلاق دے دیگا۔ تو یہ سراسر ایک ناجائز فعل ہے۔ ایسا نکاح نکاح نہ ہو گا۔ بلکہ محض ایک بدکاری ہو گی اور ایسے سازشی نکاح سے عورت ہرگز اپنے سابق شوہر کے لئے حلال نہ ہو گی کہ

Scanned with CamScanner

آنحضور نے اس طریقہ سے حلالہ کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

آیت نمبر ۲۳۱۔ سابقہ آیت میں فرمایا گیا تھا کہ دو طلاق تک خاوند کو اختیار ہے کہ وہ رجوع کر کے عورت کو پھر آباد کرے۔ یا بالکل چھوڑ دے۔ اب اس آیت میں واضح کیا گیا کہ یہ اختیار صرف عدت تک ہے۔ عدت کے بعد خاوند کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم عورتوں کو دو طلاق رجعی دے چکو۔ اور ان کی عدت ختم ہونے کو آئے۔ مگر ابھی پوری طرح ختم نہ ہوئی ہو تو شوہر کو اب دو اختیار ہیں ایک یہ کہ اپنی اس نیم مطلقہ بیوی کو پھر شرافت و وقار کے ساتھ اپنی زوجیت میں واپس لے لے۔ اور یا پھر شرافت و وقار کے ساتھ اپنے گھر سے رخصت کر دے اور مستقل طور پر علیحدگی اختیار کرے۔ غرض دونوں صورتوں میں سے جو بھی اختیار کی جائے وہ شرعی اصولوں کے موافق (بالمعروف) ہے۔

فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ۔ یعنی ان کی عدت ختم ہونے کو آئے۔ مگر ابھی ختم نہ ہوئی ہو (احکام القرآن للجصاص) علامہ زمخشری کشاف میں لکھتے ہیں کہ لغت عرب میں بلغ البلد (شہر میں پہنچ گیا) سے مراد یہ ہوتا ہے کہ شہر کے قریب پہنچ گیا۔ لہذا یہ استعمال لغت عرب کے عین موافق ہے۔

وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا۔ بیوی سے اگر رجوع کیا جائے تو اس کا مقصد خانہ آبادی ہو نہ کہ انتقامی کاروائی اور تکلیف دینا ہو

وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔ خدا کے احکام کو مذاق نہ بناؤ کہ جس پر جی چاہا عمل کیا اور جس کو چاہا چھوڑ دیا۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی لکھتے ہیں۔

"شریعت اسلامی میں حیات اجتماعی و معاشرتی کا سنگ بنیاد خاندان اور خاندانی زندگی ہے۔ اور خاندان کا انحصار میاں بیوی کے صحیح تعلقات پر ہے۔ اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ سارے نظام معاشرت کی بنیاد یہی حقوق زناشوئی کی ادائیگی ہے۔ اور جس طرح بعض بظاہر معمولی بے احتیاطیاں بڑی بڑی سخت بیماریوں کا سبب بن جاتی ہیں۔ بعض جزئی احکام شریعت سے بے پرواہی بڑے بڑے سخت فتنوں کا دروازہ کھول دیتی ہے۔" (تفسیر ماجدی جلد اول)

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا

اور جب طلاق دو تم عورتوں کو پس پہنچ جائیں وہ اپنی مدت پس نہ

اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی مدت (کی انتہا)

تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا

روکو انہیں یہ کہ وہ نکاح کریں اپنے شوہروں جب راضی ہوں وہ

تک پہنچ جائیں تو انہیں اس بات سے مت روکو کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کریں جب،

بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ

آپس میں ساتھ اچھے طریقے یہ نصیحت کی جاتی ہے ساتھ اس کے

وہ آپس میں پسندیدہ طریقے پر راضی ہوں تم میں سے اس شخص کو یہ نصیحت کی جاتی ہے

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

جو ہو تم میں ایمان رکھتا پر اللہ اور دن

جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا

الْاٰخِرِ ۗ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۗ وَاللّٰهُ

آخرت یہ زیادہ پاکیزہ تمہارے لئے اور ستھرا اور اللہ

ہے یہ تمہارے لئے بہت پاکیزہ اور صفائی کی بات ہے اور اللہ

يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

وَالْوٰلِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ

اور مائیں دودھ پلائیں بچوں اپنے دو سال

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ

كاملين لمن اراد ان يتم الرضاعة

پورے ۔ کے لئے جو وہ چاہتا ہے کہ پورا کرے دودھ پلانے کی مدت

پلائیں جو رضاعت کی مدت پوری کرنا چاہتے ہوں

وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن

اور اوپر بچہ اس کے لئے خوراک ان کی اور لباس ان ۔ کا

اور بچے والے کے ذمے ۔ بچوں کی ماؤں کو اچھے طریقے سے خوراک

بالمعروف ط لا تكلف نفس الا وسعها ج

معروف (اچھے) طریقے سے نہ تکلیف دی جائے کسی شخص کو مگر اس کی طاقت کے مطابق

اور لباس دینا ہے ۔ کسی شخص کو تکلیف نہ دی جائے مگر اس کی طاقت کے مطابق ۔

لا تضار والدة بولدها ولا مولود له

نہ ۔ نقصان پہنچایا جائے والدہ بوجہ اپنے بچے اور نہ بچے والا

نہ کسی ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور نہ کسی باپ کو اس کے

بولده ق وعلى الوارث مثل ذلك ج فان

بوجہ اپنے بچے اور اوپر وارث اسی طرح پس اگر

بچے کی وجہ سے وارث پر بھی ۔ اسی طرح ذمہ داری ہے پھر اگر دو

ارادا فصالا عن تراض منهما وتشاور

ارادہ کریں دودھ چھڑانے کا سے رضامندی سے ان دونوں کے اور باہمی مشورہ

دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانے کا ارادہ کر لیں

فلا جناح عليهما ط وان اردتم ان

پس نہیں کوئی حرج ان دونوں پر اور اگر تم ارادہ کرلو کہ

تو ان پر کوئی گناہ نہیں اور اگر تم اپنے بچوں کو کسی اور

تسترضعوا اولادكم فلا جناح عليكم

دودھ پلواؤ ۔ تم بچوں کو ۔ اپنے پس نہیں کوئی حرج تم پر

سے دودھ پلوانا چاہو تو اس ۔ میں بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے

اذا سلمتم ما اتيتم بالمعروف ط

جب ادا کردو تم جو تم نے دینے کا وعدہ کیا تھا عمدگی سے

جب تم وہ کچھ ۔ اچھے طریقے سے ادا کردو جو تم نے دینے کا وعدہ کیا تھا

واتقوا الله واعلموا ان الله بما

اور ڈرو اللہ سے اور جان لو بے شک اللہ ساتھ جو

اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ وہ سب کچھ

تعملون بصير (٢٣٣) والذين يتوفون

تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا اور جو وفات پا جائیں

جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں

منكم ويذرون ازواجا يتربصن

سے تم اور چھوڑ جائیں بیویاں انتظار کریں

اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ

بانفسهن اربعة اشهر وعشرا ج فاذا

میں اپنے آپ چار ماہ اور دس دن پس جب

اور دس دن روکے رکھیں پھر جب وہ اپنی

بلغن اجلهن فلا جناح عليكم

پہنچ جائیں مدت اپنی پس نہیں گناہ تم پر

مدت (کی انتہا) تک پہنچ جائیں تو تم پر (اس فیصلے کی وجہ سے) کوئی گناہ نہیں

فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ

ہیں جو کریں وہ میں اپنے آپ ساتھ اچھے طریقے
جو انہوں نے اپنے بارے میں معروف طریقے سے کیا ہو

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا

اور اللہ ساتھ جو تم کرتے ہو باخبر اور نہیں
اور اللہ اس سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو اور تم پر

جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ

گناہ تم پر میں جو تم نے اشارہ کیا ساتھ اس کے سے
اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ تم عورتوں سے منگنی کے لئے

خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ

منگنی عورتیں یا تم چھپاؤ میں دلوں اپنے
اشارہ کرو یا اپنے دلوں میں چھپائے رکھو

عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن

معلوم ہے اللہ کو بے شک تم عنقریب یاد کرو گے تم انہیں اور لیکن
اللہ کو علم ہے کہ تم انہیں (اپنے دلوں میں) یاد کرو گے لیکن

لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا

نہ وعدہ کرو ان سے خفیہ مگر یہ کہ کہو تم
ان سے خفیہ طور سے وعدہ نہ کرو مگر یہ کہ تم ان سے

قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ

بات پسندیدہ اور نہ عزم کرو گرہ
پسندیدہ بات کرو اور عقد نکاح کا عزم نہ کرو

النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا

نکاح کی یہاں تک کہ پہنچ جائے لکھا ہوا مدت اس کی اور جان لو
یہاں تک کہ مقرر کیا ہوا وقت اپنی انتہا کو پہنچ جائے

أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ

بے شک اللہ جانتا ہے جو میں تمہارے دلوں پس ڈرو اس سے
اور جان لو کہ اللہ ان سب باتوں کو جانتا ہے جو تمہارے دلوں

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۲۳۵﴾ ع ۳۰ ۱۴

اور جان لو بے شک اللہ بخشنے والا بردبار ہے
میں ہیں پس اس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ مغفرت کرنے والا بردبار ہے

معانی و گرامر

اسماء

يَوْمَ الْآخِرِ ______ : قیامت کا دن۔ یوم آخرت، مرکب اضافی

أَزْكَىٰ ______ : بہت صاف۔ اسم تفضیل

أَطْهَرُ ______ : پاکیزہ تر۔ اسم تفضیل

الْوَالِدَاتُ ______ : مائیں۔ ال سے اسم معرفہ ہوا۔ اس کا واحد اَلْوَالِدَۃُ ہے۔

أَوْلَادُ ______ : بچے۔ اس کا واحد وَلَدٌ ہے۔

حَوْلَيْنِ ______ : دو سال۔ حَوْلٌ کا تثنیہ، حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ، مرکب توصیفی۔

كَامِلَيْنِ ______ : پورے دو۔ کَامِلٌ کا تثنیہ

الرَّضَاعَةُ ______ : شیر خوارگی۔ مصدر

مَوْلُودٌ ______ : جنا ہوا۔ یعنی بچہ

رِزْقُهُنَّ ______ : ان عورتوں کا کھانا۔ مرکب اضافی۔

كِسْوَتُهُنَّ ______ : ان عورتوں کا کپڑا۔ مرکب اضافی

وُسْعَهَا ــــــ ، اس کی قوت ۔ مرکب اضافی

قَوْلاً مَّعْرُوْفًا ــــــ ، اچھی بات ۔ مرکب توصیفی ۔

مَوْلُوْدٌ لَّهٗ ــــــ ، جس کا بچہ ہو یعنی بچے کا باپ ۔

فِصَالاً ــــــ ، دودھ چھڑانا ۔ مصدر

تَرَاضٍ ــــــ ، آپس کی رضامندی ۔ مصدر ہے ۔

تَشَاوُرٍ ــــــ ، باہمی مشورہ ۔ مصدر ہے ۔

جُنَاحَ ــــــ ، گناہ

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ ــــــ ، چار مہینے

عَشْرًا ــــــ ، دس (دن)

خَبِيْرٌ ــــــ ، جاننے والا ۔ صفت مشبہ

خِطْبَةِ ــــــ ، منگنی کرنا مصدر ہے ۔

سِرًّا ــــــ ، بھید ، راز ۔ اَسْرَارٌ جمع ہے ۔

عُقْدَةَ النِّكَاحِ ــــــ ، نکاح کی گرہ ۔ مرکب اضافی ۔

حَلِيْمٌ ــــــ ، بردبار

افعال

طَلَّقْتُمُ ــــــ ، تم طلاق دو ۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ ــــــ ، پس نہ روکو ان عورتوں کو ۔ فعل نہی صیغہ جمع مذکر حاضر

يَنْكِحْنَ ــــــ ، وہ عورتیں نکاح کریں ۔ فعل مضارع صیغہ جمع مونث غائب ۔

تَرَاضَوْا ــــــ ، وہ آپس میں راضی ہوئے ۔ فعل ماضی جمع مذکر غائب ۔

يُوْعَظُ ــــــ ، وہ نصیحت کیا جاتا ہے ۔ فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب ۔

يُرْضِعْنَ ــــــ ، وہ دودھ پلائیں ۔ فعل مضارع صیغہ جمع مونث غائب ۔

يُتِمَّ ــــــ ، پورا کرنا ۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب ۔

تُكَلَّفُ ــــــ ، ذمہ داری ڈالی جاتی ہے ۔ فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مونث غائب ۔

تُضَآرَّ ــــــ ، اسے تکلیف دی جائے ۔ فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مونث غائب ۔

اَرَادَا ــــــ ، ان دونوں نے ارادہ کیا ۔ فعل ماضی صیغہ تثنیہ مذکر غائب ۔

اَرَدْتُّمْ ــــــ ، تم نے چاہا ۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

تَسْتَرْضِعُوْا ــــــ ، تم دودھ پلواؤ ۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

سَلَّمْتُمْ ــــــ : تم نے سپرد کردیا ، سونپ دیا ۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر

اٰتَيْتُمْ ــــــ ، تم نے دینا کیا ۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

تَعْمَلُوْنَ ــــــ ، تم کرتے ہو ۔ فعل مضارع ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر

يُتَوَفَّوْنَ ــــــ ، وہ مرجائیں ۔ فعل مضارع مجہول صیغہ جمع مذکر غائب ۔

يَذَرُوْنَ ــــــ ، وہ چھوڑ جائیں ۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب ۔

فَعَلْنَ ــــــ ، ان عورتوں نے کیا ۔ فعل ماضی صیغہ جمع مونث غائب ۔

لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ ــــــ ، تم ان سے وعدہ نہ کرو ۔ فعل نہی صیغہ ۔ جمع مذکر حاضر

لَا تَعْزِمُوْا ــــــ ، تم پختہ ارادہ نہ کرو ۔ فعل نہی صیغہ جمع مذکر حاضر

يَبْلُغَ ــــــ ، وہ پہنچ جائے ۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب ۔

يَعْلَمُ ــــــ ، وہ جانتا ہے ۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب ۔

وَاعْلَمُوْا ــــــ ، اور جان لو ۔ فعل امر ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

فَاحْذَرُوْهُ ــــــ ، پس اس سے ڈرو ۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

مرکب اضافی :-

اجلهن ۔ ازواجهن ۔ بينهم ۔ اولادهن ۔ رزقهن ۔ كسوتهن ۔
وسعها ۔ ولدها ۔ ولده ۔ مثل ذلك ۔ اولادكم ۔ انفسهن ۔ اربعة اشهر
خطبة النساء ۔ انفسكم ۔ عقدة النكاح ۔ اجله ۔

مرکب توصیفی :-

اليوم الآخر ۔ حولين كاملين ۔ قولا معروفا ۔

حروفِ جار

بِ ــــــ ، ساتھ

عَلٰى ــــــ ، پر

فِيْ ــــــ : میں

مِنْ ــــــ ، سے

حَتّٰى ــــــ ، یہاں تک

Scanned with CamScanner

تشریح..............رکوع نمبر ۳۰

آیت نمبر ۲۳۲۔ آیت میں ذکر کردہ مسئلہ کی صورت یہ ہے۔ کہ ایک عورت کو اس کے خاوند نے ایک یا دو طلاق دے دی۔ اور پھر عدت میں اس سے رجوع بھی نہ کیا۔ جب عدت کا زمانہ گذر گیا۔ تو دوسرے لوگوں کے ساتھ پہلے خاوند نے بھی نکاح کا پیام دیا۔ عورت بھی پہلے خاوند سے نکاح کرنے پر راضی تھی۔ مگر اس کے عزیز و اقارب مانع ہوئے۔ اس ضمن میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ عورت کی خوشنودی اور رضا کو پیش نظر رکھو۔ اس کی مرضی کے مطابق نکاح ہونا چاہیے۔ اپنی خوشی یا ناخوشی کو مت دخل دو۔ آیت میں خطاب عام ہے۔ اس میں پہلا خاوند بھی شامل ہے۔ اور عورت بھی شامل ہے۔ اور عورت کے عزیز و اقارب بھی گویا پہلے خاوند کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے مت روکے۔ اسی طرح عورت کے وارثوں کو بھی یہ اجازت نہیں دی گئی۔ کہ وہ پہلے خاوند سے نکاح نہ کرنے دیں۔ اس کے ساتھ بالمعروف (حسب دستور) کی پابندی عائد کر دی۔ کہ عورت اگر شرعی قواعد کی خلاف ورزی کرے۔ تو اس کو روکا جا سکتا ہے۔ مثلاً کسی ایسے شخص سے نکاح کرنا چاہے جو اس کا کفو نہیں۔ یا پہلے خاوند کی مدت کے اندر کسی دوسرے سے نکاح کرنا چاہیے۔ تو بے شک ایسے نکاح سے اسے روکنا درست ہے۔ اللہ اور آخرت پر ایمان لانے کا یہ لازمی تقاضا ہے۔

ذٰلِکُمْ ازکی لَکُمْ۔ یعنی عورت کو نکاح سے نہ روکنے میں تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ اور ستھرا طریقہ ہے۔ نیز عورت جب پہلے خاوند کی طرف راغب ہو۔ تو اسی کے ساتھ نکاح کر لینے میں وہ پاکیزگی ہے۔ جو دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے میں ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی باتوں اور ان کے نفع و نقصان کو خوب جانتا ہے۔ اور تم نہیں جانتے" یعنی تمہارا علم محدود ہے۔ تمہارے لئے زندگی کی اونچ نیچ کو سمجھنا مشکل ہے۔ اس وجہ سے جو کچھ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دے رہا ہے اس پر عمل کرو۔

آیت نمبر ۲۳۳۔ رضاعت: بچے کی ماں کو حکم دیا جاتا ہے۔ کہ دو برس تک وہ اسے دودھ پلائے۔ مدت کی یہ تعیین ان والدین کیلئے ہے۔ جو اس پوری مدت سے فائدہ اٹھا کر بچے کو ایام شیر خواری کی تکمیل کرنا چاہیں۔ آیت کے اخیر میں بتایا گیا ہے کہ باہم مشورہ سے اگر دو سال سے پہلے دودھ چھڑانا چاہیں۔ تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اس حکم میں وہ مائیں بھی داخل ہیں۔ جن کا نکاح باقی ہے۔ اور وہ بھی جن کو طلاق مل چکی ہو۔ یا ان کی عدت بھی گذر چکی ہو۔ اتنا فرق ہو گا کہ جو عورت فی الحال نکاح میں ہے۔ یا جس کی عدت ابھی پوری نہیں ہوئی۔ اسکا نان و نفقہ اور لباس یوں

بھی خاوند پر واجب ہے۔ وہ دودھ پلائیں یا نہ پلائیں۔ عدت ختم ہونے کے بعد نان و نفقہ صرف اسی صورت میں دینا ہو گا۔ جب عورت بچے کو دودھ پلا رہی ہو۔

حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ (پورے دو سال) کی قید لگانے سے واضح ہوا۔ کہ زیادہ سے زیادہ رضاعت دو سال ہے۔ اس سے زیادہ عرصہ تک دودھ پلانا درست نہیں۔ البتہ اس مدت میں کمی کی جا سکتی ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ حولین کاملین سے زائد مدت تک دودھ پلانے کا عدم جواز ثابت ہو رہا ہے۔ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ۔ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ دو سال کی مدت اس شخص کیلئے ہے جو مدت رضاعت کی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔ حضرت قتادہؓ سے منقول ہے۔ کہ اس آیت کی رو سے عورت پر اپنے بچے کو دو سال تک دودھ پلانا فرض کیا گیا تھا۔ پھر لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ۔ کے الفاظ سے اس میں تخفیف کر دی گئی ہے۔ کہ اس سے کم عرصہ تک دودھ پلانا بھی جائز ہے۔ البتہ اس سے زیادہ عرصہ تک دودھ پلانے کی حرمت اس آیت سے ثابت ہوئی۔ امام ابو یوسف" محمد" شافعی" اور امام احمد" سے یہی منقول ہے۔ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ سے ابن ابی شیبہ نے یہی مسلک نقل کیا ہے۔ (مظہری جلد اول ص ۳۲۲)

وَعَلَی المولودله رزقهن:۔ بچے کا والد ہر حال میں اس کی ماں کو کھانا کپڑا دے گا۔ اگر عورت اس کے نکاح میں ہے یا عدت گذار رہی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ نان و نفقہ دودھ پلانے کے بغیر بھی اس پر واجب ہے۔ اور اگر عدت گذار چکی ہے۔ تو دودھ پلانے کی وجہ سے نان و نفقہ دینا ضروری ہو گا۔ اس میں یہ بھی ہدایت کی گئی ہے۔ کہ بچے کے ماں باپ اس کی وجہ سے ایک دوسرے کو تکلیف نہ دیں۔ مثلاً ماں بلاوجہ دودھ پلانے سے انکار نہ کرے یا باپ بلا سبب ماں سے بچے کو جدا کر کے کسی اور سے دودھ نہ پلوائے اسی طرح بچے کا باپ کھانے کپڑے کی ادئیگی میں عورت کو تکلیف نہ دے۔

وَعَلَی الوارث مثل ذٰلِکَ۔ بچے کا باپ اگر مر چکا ہو۔ تو اس کے وارثوں پر لازم ہے۔ کہ دودھ پلانے کی مدت میں اس کی ماں کے کھانے کپڑے کا خرچ برداشت کریں۔ اور تکلیف نہ پہنچائیں۔ وارث سے مراد وہ وارث ہے۔ جو بچے کا محرم بھی ہو۔

فَاِنْ ارادفصالاً۔ باہم مشورے اور رضامندی سے یہ جائز ہے کہ دو سال سے قبل بچے کا دودھ چھڑا دیا جائے۔

ان تسترضعوا۔ مقصد یہ ہے کہ بعض اوقات ماں کی بجائے کسی دوسری انا سے دودھ پلانے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ جب ایسی صورت حال پیش آئے۔ تو بچے کو کسی دوسری عورت سے دودھ پلوا دیا جائے۔ اور اجرت حسبِ معاہدہ ادا کر دیجائے۔ آیت کے آخر میں وارننگ ہے کہ

Scanned with CamScanner

اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو سب خدا کے علم میں ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ (تفصیل موضوع "رضاعت" دیکھئے)

آیت نمبر ۲۳۴: بیوہ کے مسائل: اب بیوہ عورت کی عدت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

عورتوں کے مسائل میں بیوہ عورت کا مسئلہ بھی کچھ کم اہمیت کا حامل نہیں۔ دوسرے مذاہب میں بیوہ عورتوں کا کچھ خیال نہیں رکھا گیا اسلام پہلا مذہب ہے۔ جس نے اس معاشرتی مسئلہ کو حل کیا۔ بعض مذاہب نے تو ستی جیسی ظالمانہ رسم کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اسلام نے بیوہ کو شادی شدہ عورتوں کی طرح زندہ رہنے کا حق دیا ہے۔ جہاں تک دنیوی فوائد کا تعلق ہے۔ یہ اسلام کا ایک روشن ترین باب ہے۔ اس آیت میں واضح کیا گیا ہے۔ کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو چکا ہو۔ اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ یہ عدت ان عورتوں کیلئے ہوگی۔ جو ابھی تک اپنے شوہر کے گھر میں آباد نہ ہوئی ہوں۔ البتہ حاملہ عورت اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس کی عدت وضع حمل ہے۔ خواہ وضع حمل شوہر کی وفات کے بعد ہی ہو جائے۔ یا اس میں کئی مہینے صرف ہوں۔

اَنۡ یَّتَرَبَّصۡنَ۔ (اپنے آپ کو روکے رکھیں) سے مراد صرف یہی نہیں ہے۔ کہ وہ اس مدت میں نکاح نہ کریں۔ بلکہ اس سے مراد اپنے آپ کو زینت سے بھی روکے رکھنا ہے۔ چنانچہ احادیث میں واضح طور پر یہ احکام ملتے ہیں کہ زمانہ عدت میں عورت کو رنگین کپڑے اور زیور پہننے سے مہندی اور سرمہ اور خوشبو اور خضاب لگانے سے اور بالوں کی آرائش سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا عدت کے زمانہ میں عورت گھر سے نکل سکتی ہے یا نہیں۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ ابن عمرؓ زید بن ثابت ابن مسعودؓ ام سلمہؓ سعید بن مسیبؓ ابراہیم نخعیؒ محمد بن سیرینؒ اور ائمہ اربعہ اس بات کے قائل ہیں کہ زمانہ عدت میں عورت کو اسی گھر میں رہنا چاہیے۔ جہاں اس کے شوہر نے وفات پائی ہو۔ دن کے وقت کسی ضرورت سے وہ باہر جا سکتی ہے۔ مگر اس کا قیام اسی گھر میں ہونا چاہیے۔ اس کے برعکس حضرت عائشہ ابن عباسؓ حضرت علیؓ جابر بن عبداللہ عطار طاؤس حسن بصری عمر بن عبدالعزیزؒ اس بات کے قائل ہیں کہ عورت اپنی عدت کا زمانہ جہاں چاہے گذار سکتی ہے۔ اور اس زمانہ میں سفر بھی کر سکتی ہے۔

(تفہیم القرآن جلد اول)

فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ۔ جب عورتیں اپنی عدت پوری کر لیں تو ان کو شرعی دستور کے مطابق نکاح کر لینے میں کچھ گناہ نہیں ہے۔ اور زینت اور خوشبو وغیرہ بھی ان کیلئے حلال ہے۔

عورت کیلئے مَعۡرُوۡف کی پابندی کی جو شرط لگائی ہے اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ نکاح کے معاملے میں کفو یعنی برابری کا بھی لحاظ ہونا چاہیے تاکہ متعلقہ خاندانوں کے وقار اور عزت کو کوئی

نقصان نہ پہنچے۔

آیت نمبر ۲۳۵: فِيۡمَا عَرَّضۡتُمۡ بِهٖ..........

یعنی جب تک عورت عدت میں ہے۔ تو اس سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔ البتہ اگر دل میں یہ نیت ہو۔ کہ عدت گزرنے کے بعد اس سے نکاح کر لوں گا۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اشارۃً اپنا مطلب بیان کرنے کی بھی اجازت دی گئی ہے۔ تاکہ کوئی دوسرا اس سے پہلے پیام نہ دے بیٹھے۔ اشارۃً کہنے کی مثال یہ ہے کہ عورت سے کہے۔ میرا ارادہ کہیں نکاح کرنے کا ہے۔ اشارۃً و کنایہ سے اپنا مطلب بیان کرنے کی اجازت ہے۔ مگر صاف پیام دینا منع ہے۔ کیونکہ اسلامی معاشرے میں غم میں ایک دوسرے کے جذبات کا احترام بڑا اہم ہے۔ (تفصیل موضوع "عدت" دیکھئے)

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمۡ۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم ان عورتوں کا ذکر کرتے رہتے ہو۔ کیونکہ یہ بشری فطرت ہے کہ جس عورت سے محبت ہو جاتی ہے۔ آدمی ادھر ادھر گھوم گھما کر اس کا ذکر ضرور لاتا ہے۔ اور اس کا تذکرہ چھیڑنے کا بہانہ ڈھونڈا کرتا ہے۔ بقول مولانا عبدالماجد دریا آبادی "آیت کا یہ ٹکڑا ہمیں اسی فطرت بشری کا ترجمان ہے اس سلسلہ میں مزید فرمایا کہ عدت کے دوران عورتوں سے نکاح کا خفیہ وعدہ نہ لو۔ البتہ کوئی معقول بات جو اصول شریعت کے خلاف نہ ہو۔ ان سے کہہ دو۔ تو اس میں کچھ حرج نہیں"۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علم کا پھر حوالہ دیا اور فرمایا۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔ جو غفور اور بردبار ہے اسی وجہ سے درگذر کرتا ہے لیکن کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ

نہیں گناہ تم پر اگر طلاق دے دو تم عورتوں کو جب تک

تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو

تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ

نہ ہاتھ لگایا ہو تم نے ان کو یا مقرر کیا ہو ان کے لئے حق مہر

اگرچہ تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا ان کے لئے مہر مقرر کیا ہو

وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى

اور کچھ دو تم ان کو پر خوشحال وسعت اس کی اور پر

اور انہیں کچھ فائدہ دے کر رخصت کرو خوشحال آدمی پر اس کی وسعت کے مطابق

الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا

تنگ دست وسعت اس کی نفع پہنچانا ساتھ اچھے طریقے حق ہے

اور غریب آدمی پر اس کی وسعت کے مطابق عمدہ طریقے سے یہ حق ہے

عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٢٣٦﴾ وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ

پر نیکی کرنے والے اور اگر طلاق دو تم انہیں سے

نیک آدمیوں پر اور اگر تم انہیں ہاتھ لگانے

قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ

پہلے کہ ہاتھ لگاؤ تم انہیں اور تحقیق مقرر کیا ہو تم نے لئے ان

سے پہلے طلاق دے دو جبکہ تم نے اُن کے لئے حق مہر

فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ

مہر پس آدھا جو مقرر کیا تم نے مگر یہ کہ

مقرر کر دیا ہو تو جو تم نے مقرر کیا ہو اس کا نصف (دینا ہوگا) مگر یہ کہ

يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِىْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ

وہ معاف کر دیں یا معاف کر دے جو میں ہاتھ اس کے گرہ

وہ عورتیں معاف کر دیں یا وہ مرد جس کے ہاتھ میں عقد نکاح ہے معاف کر دے

النِّكَاحِ ۭ وَ اَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ

نکاح کی اور یہ کہ معاف کر دو تم زیادہ قریب ہے واسطے تقویٰ کے

(اور پورا مہر دے دے) اور یہ کہ تم (مرد) معاف کر دو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے

وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا

اور نہ بھولو نیک سلوک درمیان اپنے بے شک اللہ ساتھ جو

اور آپس میں نیک سلوک کرنا نہ بھولو بے شک جو تم کرتے ہو

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٧﴾ حٰفِظُوْا عَلَى

عمل کرتے ہو تم دیکھنے والا حفاظت کرو پر

اللہ اُسے دیکھ رہا ہے نمازوں کی حفاظت کرو

الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۤ وَ قُوْمُوْا

نمازوں اور نماز درمیانی اور کھڑے ہو جاؤ

خاص طور پر درمیانی (عصر کی) نماز کی اور اللہ کے سامنے

لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿٢٣٨﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ

لئے اللہ فرمانبردار پس اگر خوف ہو تمہیں پس پیدل یا

فرمانبردار بن کر کھڑے ہو جاؤ پھر اگر تمہیں خوف ہو تو پیدل

رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ

سوار پس جب تم امن ہو تو یاد کرو اللہ کو

یا سوار ہو کر نماز پڑھ لو پھر جب امن میں ہو جاؤ تو اللہ

Scanned with CamScanner

كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٩﴾

جس طرح سکھایا اُس نے تم کو جو نہیں تھے تم جانتے

کو اسی طرح یاد کرو جس طرح اُس نے تمہیں سکھایا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ

اور جو وفات پا جائیں سے تم اور چھوڑ جائیں۔

تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور (اپنے پیچھے) بیویاں

اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا

بیویاں وصیت واسطے بیویوں ان کی نان و نفقہ

چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے لئے سال تک کے نان و نفقہ

اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ

تک سال بغیر نکالنا پس اگر

کی وصیت کریں گھر سے نکالے بغیر پھر اگر وہ خود

خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ

نکل جائیں وہ پس نہیں کوئی گناہ تم پر میں جو کیا انہوں نے

گھر سے چلی جائیں تو جو کچھ انہوں نے اپنے بارے میں معروف

فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ

میں اپنے آپ سے اچھے طریقے اور اللہ غالب

طریقے سے کیا اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں اور اللہ غالب

حَكِيْمٌ ﴿٢٤٠﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ

دانا اور لئے مطلقہ عورتوں فائدہ دینا ہے معروف

ودانا ہے اور مطلقہ عورتوں کو پسندیدہ طریقے پر فائدہ

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿٢٤١﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ

حق ہے پر پرہیزگاروں اس طرح بیان کرتا ہے

پہنچانا چاہیئے یہ متقی لوگوں پر لازم ہے اسی طرح اللہ

اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٤٢﴾

اللہ لئے تمہارے آیات اپنی تاکہ تم سمجھو

تمہارے لئے اپنی آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو

معانی وگرامر

اسماء

فَرِيْضَةً ـــــــ ، جو چیز لازم قرار دی گئی ہو (مراد مہر ہے)

اَلْمُوْسِعِ ـــــــ ، خوشحال۔ فراخ دست

مَتَاعًا ـــــــ ، فائدہ پہنچانا۔

رِجَالًا ـــــــ ، پیدل (واحد راجل)

رُكْبَانًا ـــــــ : سوار (واحد راکب)

افعال

(اَنْ) تَقُوْلُوْا ـــــــ ، یہ کہ تم کہو، فعل مضارع معروف جمع مذکر حاضر۔ اَنْ (حرف ناصبہ) کی وجہ سے 'ن' اعرابی گر گیا ہے۔ تَقُوْلُوْنَ تھا۔ اَنْ کی وجہ سے تقولوا رہ گیا اور 'ن' اعرابی گر گیا۔

لَا تَعْزِمُوْا ـــــــ ، نہ پختہ ارادہ کرو، فعل نہی جمع مذکر حاضر۔

يَبْلُغَ ـــــــ ، پہنچ جائے، فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب۔ حتیٰ جب فعل مضارع سے قبل آئے تو اَنْ مضمر ہوتا ہے۔

اِعْلَمُوْا ـــــــ ، تم جان لو، فعل جمع مذکر حاضر۔

Scanned with CamScanner

يَعْلَمُ ـــــــــــ ، وہ جانتا ہے۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔

فَاحْذَرُوْا ـــــــــــ ، پس اس سے ڈرو۔ اِحْذَرُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔

طَلَّقْتُمُ ـــــــــــ ، تم نے طلاق دی۔ فعل ماضی معروف جمع مذکر حاضر۔

لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ ـــــــــــ ، نہ تم نے انہیں چھوا ہو۔ جب فعل مضارع پر لَمْ (حرف جازم) داخل ہو فعل مضارع کو جزم دیتا ہے۔ تَمَسُّوْنَ پر لَمْ داخل ہوا تو "ن" اعرابی گر گیا۔ تَمَسُّوْا رہ گیا ہے۔ جب لَمْ مضارع پر داخل ہو تو، مضارع ماضی کا معنی دیتا ہے۔

مَتِّعُوْهُنَّ ـــــــــــ ، انہیں فائدہ پہنچاؤ۔ متاع کے معنی ایک وقت تک فائدہ پہنچانا ہے۔ یہاں مُراد خرچ دینا ہے، جس سے مطلقہ اپنی عدت میں فائدہ اُٹھائے۔ مَتِّعُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔

طَلَّقْتُمُوْهُنَّ ـــــــــــ ، تم انہیں طلاق دو۔ طَلَّقْتُمْ۔ فعل ماضی معروف جمع مذکر حاضر۔

اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ ـــــــــــ ، یہ کہ تم نے ان کو چھوا۔ تَمَسُّوْا۔ فعل مضارع معروف جمع مذکر حاضر۔ "اَنْ" کی وجہ سے "ن" اعرابی گر گیا ہے۔

فَرَضْتُمْ ـــــــــــ ، تم نے مقرر کیا ہے۔ فعل ماضی معروف جمع مذکر حاضر۔

يَعْفُوْنَ ـــــــــــ . وہ (عورتیں) معاف کر دیں۔ فعل مضارع معروف۔ جمع مؤنث غائب۔

يَعْفُوَا ـــــــــــ . معاف کر لے۔ فعل مضارع معروف۔ واحد مذکر غائب۔

تَعْفُوْا ـــــــــــ ، تو (مرد) معاف کرتا ہے۔ فعل مضارع معروف۔ واحد مذکر حاضر۔

لَاتَنْسَوُا ـــــــــــ ، نہ بھولو۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔

تَعْمَلُوْنَ ـــــــــــ ، تم کرتے ہو۔ فعل مضارع معروف، جمع مذکر حاضر۔

حٰفِظُوْا ـــــــــــ ، تم حفاظت کرو۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔

قُوْمُوْا ـــــــــــ ، تم کھڑے رہو۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔

خِفْتُمْ ـــــــــــ ، تم ڈر گئے۔ تمہیں ڈر ہو۔ فعل ماضی معروف۔ جمع مذکر حاضر

اَمِنْتُمْ ـــــــــــ ، تم امن میں ہو۔ فعل ماضی معروف۔ جمع مذکر حاضر۔

عَلَّمَكُمْ ـــــــــــ ، اس نے تمہیں سکھایا۔ عَلَّمَ فعل ماضی معروف، واحد مذکر غائب

لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ـــــــــــ ، تم نہ جانتے تھے۔ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔ فعل ماضی استمراری۔ جمع مذکر حاضر

يُتَوَفَّوْنَ ـــــــــــ ، وہ وفات پا جائیں۔ فعل مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔

يَذَرُوْنَ ـــــــــــ ، وہ چھوڑ جائیں۔ فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب۔

خَرَجْنَ ـــــــــــ ، وہ (عورتیں) نکل گئیں۔ فعل ماضی معروف۔ جمع مؤنث غائب۔

فَعَلْنَ ـــــــــــ ، ان عورتوں نے کیا۔ فعل ماضی معروف۔ جمع مؤنث غائب۔

يُبَيِّنُ ـــــــــــ . وہ واضح کرتا ہے۔ فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب۔

تَعْقِلُوْنَ ـــــــــــ ، تم عقل کرتے ہو۔ تم سمجھتے ہو۔ فعل مضارع معروف، جمع مذکر حاضر۔

مرکب اضافی

قَدَرُہٗ ۔ نصف ما ۔ یدہٖ ۔ عقدۃ النکاح ۔ بینکم ۔ ازواجھم
غیر اخراج ۔ انفسھن ۔ اٰیتہٖ ۔

مرکب توصیفی

الصلوٰۃ الوسطٰی[1]

حروف جار

فِیْ ـــــــــــ ، میں

مِنْ ـــــــــــ ، سے

لِ ـــــــــــ ، واسطے

بِ ـــــــــــ ، ساتھ

اِلٰی ـــــــــــ ، طرف

عَلٰی ، پر

مرکب جاری

فِیْ اَنْفُسِهِنَّ ، لِلْمُطَلَّقٰتِ ، بِالْمَعْرُوْفِ ، عَلَى الْمُتَّقِيْنَ
مِنْ دِيَارِهِمْ ، عَلَى النَّاسِ ، فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
علی الموسع ۔ علی المقتر ۔ علی المحسنین ۔ علی الصلوٰت

تشریح............رکوع نمبر ۳۱

آیت نمبر ۲۳۶ :

حق مہر : ۔مہر اور طلاق کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔

☆ نکاح کرتے وقت مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔اور مجامعت سے قبل طلاق دے دی جائے۔

☆ مہر مقرر کیا گیا ہو۔مگر مجامعت کی نوبت نہ آئے۔

☆ مہر مقرر کیا گیا ہو۔اور مجامعت بھی کی جاچکی ہو۔

☆ مہر مقرر نہ کیا گیا ہو۔اور گھر میں آباد کرنے کے بعد طلاق دی۔

پہلی اور دوسری صورت کا حکم دونوں آیتوں میں مذکور ہے۔ پہلی صورت (متعوھن) یعنی عورت کو متعہ (جوڑا وغیرہ) دینے کا حکم ہے۔

دوسری صورت میں نصف مہر ادا کرنا ضروری ہے۔

تیسری صورت میں پورا مہر ادا کرنا ضروری ہے۔

چوتھی صورت میں مہر مثل ادا کرنا ہوگا یعنی جو اس عورت کے والد کی رشتہ دار عورتوں کا حق مہر عموماً مقرر کیا جاتا ہو۔

آیت میں طلاق کی پہلی صورت کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ مَتِّعُوْهُنَّ...... یعنی عورت کو کچھ فائدہ پہنچاؤ۔اس کو متعہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ متعہ کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ مقدار ایک غلام اور کم سے کم تین درہم بتائی گئی ہے۔ (روح المعانی) البتہ فقہاء نے یہاں عموماً تین کپڑوں کا جوڑا مراد لیا ہے۔ یہ جوڑا بھی ملکی رواج اور خاوند کی حیثیت کے مطابق ہوگا۔ایک غریب اپنی حیثیت کے مطابق اور امیر اپنی حیثیت کے مطابق دیگا۔

آیت نمبر ۲۳۷ : میں طلاق کی دوسری قسم کا حکم بیان کیا گیا ہے۔اس میں نصف مہر ادا کرنا ہوگا۔

اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ۔یعنی عورتیں عفو سے کام لیں اور نصف مہر بھی وصول نہ کریں۔

اَوْيَعْفُوَالَّذِیْ۔یعنی خاوند جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔اور اسے توڑنے اور جوڑنے کا اختیار ہے۔وہ نصف مہر ادا کرنے کے بجائے اپنی مرضی سے پورا مہر ادا کردے۔اور اس اجازت سے فائدہ اٹھائے۔جو شریعت نے اسے دی ہے۔(تفصیل موضوع "مہر" دیکھئے)

وَلَا تَنْسَوُاالْفَضْلَ:۔اس آخری وقت میں جو تعلقات کے استحکام اور بقاء کا وقت نہیں۔ بلکہ ان کے اختتام کا اعلان ہے۔باہمی حسن سلوک اور احسان کو نہ بھولو۔ مولانا دریاآبادی فرماتے

ہیں "کہ آیت سے صاف اشارہ نکل رہا ہے۔کہ طلاق کا واقعہ پیش آجانے سے محبت کے وہ سابقہ حقوق زائل نہیں ہو جاتے۔بلکہ اس وقت بھی تقویٰ، حسن اخلاق اور عفو واحسان کا برابر خیال رکھنا چاہیے۔ان احکام کا مقصد یہ ہے کہ اہل اسلام میں خیر خواہی کا جذبہ قائم رہے اگر زوجین کو مجبوراً علیحدہ ہی ہونا پڑے تو دلوں میں بغض، نفرت اور عداوت نہ ہو۔کیونکہ ان میں اخوت اسلامی کا جذبہ اب بھی قائم ہے۔

آیت نمبر ۲۳۸ : میں نماز کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔ محققین کی رائے میں محافظت صلوٰۃ سے مراد اس کے لوازم شرائط اور اس کے آداب وارکان ہیں۔پھر محافظت صلوٰۃ کے تین درجے ہیں۔

ادنیٰ درجہ : نماز وقت پر پڑھی جائے۔اور فرائض وواجبات ترک نہ کئے جائیں۔

اوسط درجہ : جسم ہر طرح طہارت ظاہری سے آراستہ ہو۔طبیعت حلال کھانے کی عادی ہو دل میں انکسار ہو۔ سنن ومستحبات کا خیال رکھا جائے۔

اعلیٰ درجہ : نماز گویا حق تعالیٰ کے روبرو ادا کی جارہی ہے۔ محویت واستغراق طاری رہے۔

اَلصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى: درمیانی نماز سے مراد اکثر ائمہ تفسیر کے نزدیک عصر کی نماز ہے۔ نیز امام ابو حنیفہؒ وامام نخعیؒ سے بھی یہی قول نقل کیا گیا ہے۔ لیکن تفسیر ابن جریری میں دوسرے معنی نماز ظہر، نماز مغرب اور نماز فجر کے بھی اسی پایہ کے حضرات سے منقول ہیں (ماجدی)

قانتین : قنوت میں ذکر، دعا، خضوع وخشوع سب شامل ہیں۔ قنوت کے اصل معنی اطاعت شعاری ہیں۔(ابن کثیر) یعنی نماز حضور قلب اور خشوع وخضوع سے پڑھی جائے۔

آیت نمبر ۲۳۹ : میں بیان کیا گیا ہے۔اگر نماز کے دوران دشمن کا خوف ہو تو جیسے بھی بن پڑے۔اسے ادا کرلیا جائے۔ حالت جنگ میں بھی نماز معاف نہیں۔ محافظت صلوٰۃ کا حکم بہر حال قطعی اور دائمی ہے۔ترک نماز کی اجازت اس خطرہ کے وقت بھی نہیں۔ جس سے واضح ہے کہ تلواروں کی چھاؤں میں بھی جس چیز کو مومن نہیں بھولتا ہے۔وہ نماز ہے۔

گو میں رہا رہین ستمہائے روزگار
لیکن تمہاری یاد سے غافل نہیں رہا

آیت نمبر ۲۴۰ : عدت کا پہلا حکم : آغاز اسلام میں مرد کو حکم دیا گیا تھا کہ آخری وقت میں اپنی بیوی کے حق میں وصیت کر جائے۔کہ اس کو مال کی ایک متعین مقدار دے دی جائے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے۔جہاں خاوند فوت ہوا ہو۔اس کو وہاں سے نکالنے کی اجازت نہ

Scanned with CamScanner

تھی۔ آگے چل کر جب میراث کے احکام نازل ہوئے۔ اور ورثہ میں سے بیوی کا حصہ متعین کر دیا گیا۔ تو وصیت کا حکم منسوخ ہوا۔ اسی طرح عدت وفات سال کے بجائے چار ماہ دس دن مقرر ہوئی۔ اور سال کا حکم باقی نہ رہا۔

احکام میراث نازل ہونے سے قبل شریعت نے بیوہ عورتوں کیلئے حسب ذیل رعائتیں دے رکھی تھیں۔

۱۔ وہ اگر شوہر کے گھر میں رہنا چاہیں۔ تو ایک سال تک انہیں کوئی بیدخل نہیں کر سکے گا۔

۲۔ انہیں کھانا کپڑا بھی اس مدت تک شوہر ہی کے ترکہ سے ملتا رہے گا۔

۳۔ عورت اگر خود اپنی کسی مصلحت سے اس گھر میں رہنا نہ چاہے تو عدت ختم ہونے کے بعد ان کیلئے اس کی اجازت تھی۔

بیوہ عورت ظہور اسلام کے وقت ہر مذہب میں کسی مپرسی میں پڑی ہوئی تھی۔ اور عرب جاہلیت میں تو کوئی اس کی بات پوچھنے کا بھی روادار نہ تھا۔ اسلام نے آکر دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ بیوہ کی عزت اور اس کے حقوق کا تحفظ کیا۔ مشرکانہ مذاہب میں تو بیوگی اور نحوست لازم و ملزوم تھیں۔ اور بیوہ کو پورے گھر کی تحقیر و طعن کا نشانہ بنا پڑتا تھا۔

آیت نمبر ۲۴۱: میں ارشاد ہوا۔ لِلْمُطَلَّقَاتِ۔ جس عورت کو طلاق دی جائے۔ یہ نہ ہو کہ اسے بغیر لباس بھوکا پیاسا اسی وقت گھر سے نکال دیا جائے۔ بلکہ ایک مدت تک اس کی آسائش کا خیال اور اس کی ضرورتوں کی کفالت شوہر کے ذمہ ہے۔ علماء نے حدیث نبوی کی روشنی میں ایک سہ ماہی کی مدت مقرر کی ہے۔ کہ اتنی مدت تک کھانے پینے اور رہنے سہنے کا انتظام شوہر پر واجب ہے۔ مطلقہ عورتوں کے بارے میں متاع بالمعروف کا حکم دیا گیا ہے۔ سابقہ آیات میں متاع یعنی جوڑا دینے کا حکم صرف اس مطلقہ کے بارے میں دیا گیا تھا۔ جس کیلئے نہ مہر مقرر کیا گیا ہو۔ اور نہ خاوند کے گھر میں آباد ہوئی ہو۔ اب اس آیت میں سب مطلقہ عورتوں کو جوڑا دینے کا حکم صادر کیا گیا۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ دیگر مطلقہ عورتوں کو جوڑا دینا مستحب ہے۔ ضروری نہیں اور پہلی صورت میں ضروری ہے۔

آیت نمبر ۲۴۲: میں فرمایا گیا کہ دینی احکام ان کے فوائد اور اس کو سمجھنے کیلئے غور و فکر تدبر اور تعقل ضروری ہے۔ اسلام اندھی تقلید کا حامی نہیں۔ بلکہ وہ عقلی دین ہے اور اس کا ہر حکم عقل کے مطابق ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

کیا نہیں دیکھا تم نے طرف جو نکلے سے گھروں اپنے

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے

وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ

اور وہ ہزاروں تھے ڈر موت پس کہا ان کے لئے

ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکل پڑے تو اللہ نے

اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ

اللہ نے مرجاؤ پھر زندہ کیا انہیں بے شک اللہ البتہ

انہیں کہا مرجاؤ پھر انہیں زندہ کیا بے شک اللہ لوگوں

فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

فضل والا ہے پر لوگوں اور لیکن اکثر لوگ نہیں

پر بڑا فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا

يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

شکر ادا کرتے اور لڑو میں راہ اللہ

نہیں کرتے اور اللہ کی راہ میں لڑو

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾

اور جان لو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا

اور جان لو کہ اللہ سننے جاننے والا ہے

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

کون ہے وہ جو قرض دے اللہ کو قرض حسن

وہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے

Scanned with CamScanner

فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَاللّٰهُ

پس بڑھائے اس کے لئے گنا بہت اور اللہ

پھر اللہ اس کو کئی گنا بڑھا دے ۔ اور اللہ

يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٤٥﴾

تنگ دستی دیتا ہے اور کشادگی دیتا ہے اور طرف اس کے تم واپس لائے جاؤ گے

تنگ دستی اور کشادگی دیتا ہے اور اسی کی طرف تم واپس لائے جاؤ گے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ

کیا تو نے نہیں دیکھا طرف سرداروں سے بنی اسرائیل

کیا تم نے بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا

مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰىۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ

سے بعد موسیٰ جب کہا انہوں نے لئے نبی اپنے

جب انہوں نے موسیٰ کے بعد اپنے نبی سے کہا

ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

مقرر کردو ہمارے لئے بادشاہ ہم لڑیں گے میں راہ اللہ

ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کردو ۔ تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں

قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ

کہا کیا ہو سکتا ہے کہ تم اگر فرض کر دیا جائے تم پر لڑنا

اس نے کہا کیا ایسا تو نہیں کہ اگر تم پر جہاد فرض کر دیا جائے

اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا

کہ نہ لڑو تم کہا انہوں نے اور کیا ہے ہمارے لئے کہ نہ

تو تم نہ لڑو کہنے لگے ہم اللہ کی راہ میں کیوں نہ

نُقَاتِلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ

لڑیں ہم میں راہ اللہ اور تحقیق نکالا گیا ہمیں سے

لڑیں گے جب ہمیں ہمارے گھروں اور

دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ

گھروں ہمارے اور بچوں ہمارے پس جب فرض کیا گیا ان پر

بچوں سے نکالا گیا ہے پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا

الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ

جہاد منہ موڑ گئے مگر بہت کم ان میں سے

تو تھوڑے سے لوگوں کے سوا سب منہ موڑ گئے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٤٦﴾ وَقَالَ لَهُمْ

اور اللہ جاننے والا ہے ظالموں کو اور کہا لئے ان

اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے اور انہیں ان کے نبی نے کہا

نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ

نبی ان کے بے شک اللہ تحقیق مقرر کیا ہے تمہارے لئے طالوت کو

بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارے لئے بادشاہ

مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا

بادشاہ انہوں نے کہا کیسے ہو سکتا ہے اس کے لئے بادشاہی ہم پر

مقرر کر دیا ہے انہوں نے کہا کہ ہم پر اس کی بادشاہت کیسے ہو سکتی ہے

وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ

اور ہم زیادہ حقدار ہیں بادشاہت کے اس سے اور نہیں دی گئی اسے

اس سے زیادہ بادشاہت کے ہم حقدار ہیں اسے تو مال

سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ

وسعت سے مال کہا اُس نے بے شک اللہ نے چنا اس کو

ہیں وسعت بھی جنہیں دی گئی ہے اس نے کہا کہ اللہ نے تم پر

عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ

تم پر اور زیادہ دی اسے کشادگی میں علم اور جسم

اسے ترجیح دے کر چن لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں کشادگی عطا کی ہے

وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ط

اور اللہ دیتا ہے بادشاہت اپنی جسے چاہتا ہے

اور اللہ اپنی بادشاہی جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَقَالَ لَهُمْ

اور اللہ وسعت والا علم والا ہے اور کہا ان کے لئے

اور اللہ وسعت اور علم والا ہے اور ان کے نبی نے ان سے کہا

نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

نبی نے ان کے بے شک نشانی بادشاہی اس کی کہ آئے گا تمہارے پاس

بے شک اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس

التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ

تابوت اس میں سکون ہے سے رب کے تمہارے اور یادگاریں

وہ صندوق آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے

مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ

سے جو چھوڑیں آل موسیٰ اور آل ہارون نے اٹھائے ہوئے ہیں اس کو

لئے سکون قلب ہے اور آل موسیٰ اور آل ہارون کی چھوڑی ہوئی یادگاریں ہیں

الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ

فرشتے بے شک اس میں البتہ نشانی ہے تمہارے لئے اگر

اسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے اس بات میں یقیناً تمہارے لئے نشانی ہے

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ ع ۳۲ / ۱۶

ہو تم مومن

اگر تم مومن ہو

معانی و گرامر

اسماء

دِيَارٌ ــــــ، گھر۔ دار کی جمع ہے۔

اُلُوْفٌ ــــــ، ہزاروں۔ واحد اَلْفٌ ہے۔

قَرْضًا حَسَنًا ــــــ، اچھا قرض، (قرض حسن)، مرکب توصیفی۔

اَلْمَلَأُ ــــــ، اشراف قوم۔ جمع املاء

مَلِكًا ــــــ، بادشاہ۔ مُلُوْكٌ جمع

اَبْنَآئِنَا ــــــ، ہمارے بیٹے، اَبْنَآءٌ کا واحد اِبْنٌ ہے مرکب اضافی۔

طَالُوْتُ ــــــ، بنی اسرائیل کا ایک بادشاہ۔

بَسْطَةً ــــــ، وسعت

اَلتَّابُوْتُ ــــــ، صندوق۔ الٓ کی وجہ سے اسم معرفہ ہوا۔ تابوت کی جمع تَوَابِيْتُ ہے۔

سَكِيْنَةٌ ــــــ، سکون، اطمینان، مصدر ہے۔

بَقِيَّةٌ ــــــ، باقی ماندہ۔

افعال

تَرَ ــــــ، تو نے دیکھا۔ فعل مضارع۔ صیغہ واحد مذکر حاضر۔

خَرَجُوْا ــــــ، وہ نکلے۔ فعل ماضی۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔

Scanned with CamScanner

مُوْتُوْا ـــــــــ : مر جاؤ۔ فعل امر۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔
يَشْكُرُوْنَ ـــــــــ : وہ شکر کرتے ہیں۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب۔
يُقْرِضُ ـــــــــ : قرض دیتا ہے۔ فعل مضارع۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔
يُضٰعِفَهٗ ـــــــــ : وہ اسے بڑھا کر دیتا ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔
يَقْبِضُ ـــــــــ : وہ روکتا ہے۔ فعل مضارع۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔
يَبْصُطُ ـــــــــ : وہ بڑھاتا ہے۔ فعل مضارع۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔
اِبْعَثْ ـــــــــ : تو بھیج، تو اٹھا۔ فعل امر، صیغہ واحد مذکر حاضر۔
اُخْرِجْنَا ـــــــــ : ہم نکالے گئے۔ فعل ماضی مجہول صیغہ جمع متکلم۔
كُتِبَ ـــــــــ : لکھا گیا۔ فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔
تَوَلَّوْا ـــــــــ : وہ پیٹھ پھیر گئے۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب،
لَمْ يُؤْتَ ـــــــــ : وہ نہیں دیا گیا۔ فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔
اِصْطَفٰهُ ـــــــــ : اس نے اس کو چنا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔ (اِصْطَفٰى ٥٠ م)
زَادَهٗ ـــــــــ : اس نے اس کو زیادہ دیا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔
يُؤْتِيْ ـــــــــ : وہ دیتا ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔
تَحْمِلُهُ ـــــــــ : اس کو اٹھاتے ہوئے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مؤنث غائب۔

مرکب اضافی

دیارھم ۔ حذر الموت ۔ ذو فضل ۔ اکثر النّاس ۔ سبیل الله ۔ بعد موسیٰ
دیارنا ۔ ابناءنا ۔ نبیّھم ۔ ملکه ۔ اٰیة ملکه ۔ ربّکم
اٰل موسیٰ ۔ اٰل ھٰرون ۔

مرکب توصیفی

قَرضًا حسنًا ۔ اضعافًا کثیرۃ

حرُوفِ جار

عَلٰى ـــــــــ : پر
فِيْ ـــــــــ : میں
اِلٰى ـــــــــ : طرف
مِنْ ـــــــــ : سے
لِ ـــــــــ : واسطے

تشریح .... رکوع نمبر ۳۲

آیت نمبر ۲۴۳۔ اس آیت میں بنی اسرائیل کی تاریخ کے ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر صحیفہ سموئیل میں ہے۔ چنانچہ تفسیر مظہری میں بحوالہ معالم التنزیل لکھا ہے کہ "ملک ایران کے مشہور شہر واسط کے گرد و نواح میں داور دان نامی ایک بستی تھی وہاں ایک مرتبہ طاعون پڑا کچھ لوگ گاؤں میں مقیم رہے اور کچھ ڈر کے مارے گاؤں سے نکل گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گاؤں والے طاعون میں ہلاک ہوئے اور جو لوگ نکل گئے تھے۔ وہ بچ گئے۔ جب طاعون ختم ہوا تو گاؤں واپس آئے۔ گاؤں کے باقی ماندہ لوگوں نے جب انہیں صحیح سلامت دیکھا تو کہنے لگے۔ تم ہم سے زیادہ دانشمند نکلے اگر ہم بھی تمہاری طرح گاؤں سے نکل جاتے۔ تو ہمارے عزیز و اقارب موت کے منہ سے رہائی پاتے۔ چنانچہ اگلے سال پھر طاعون پڑا۔ گاؤں والے گاؤں چھوڑ کر چل دیئے اور ایک وادی میں پناہ گزیں ہوئے۔ فرشتہ غیبی نے آواز دی مر جاؤ۔ وہ سب کے سب مر گئے"۔

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں کہ "جن لوگوں کا قصہ اس آیت میں مذکور ہے۔ یہ لوگ بڑی تعداد میں مصر سے نکلے تھے۔ دشت و بیابان میں بے خانماں پھر رہے تھے۔ جب اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ نے ان کو حکم دیا۔ کہ ظالم کنعانیوں کو سرزمین فلسطین سے نکال دو اور اس علاقہ کو فتح کر لو۔ تو انہوں نے بڑی بزدلی دکھائی۔ اور آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار اللہ نے انہیں چالیس سال تک زمین میں سرگرداں پھرنے کیلئے چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ ان کی ایک نسل ختم ہو گئی۔ اور دوسری نسل صحراؤں کی گود میں پل کر اٹھی تب اللہ تعالیٰ نے انہیں کنعانیوں پر غلبہ عطا کیا۔"

(تفہیم القرآن ج ۱)

اس واقعہ کو یہاں ذکر کرنے کا مقصد مسلمانوں میں جذبہ جہاد کا پیدا کرنا اور ان سے خوف وہراس کو زائل کرنا ہے۔ مسلمان مکہ میں انتہائی مظلومی کی زندگی بسر کرنے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے۔ اور سخت بے تابی سے اذن جہاد کے منتظر تھے۔ مگر جب انہیں لڑائی کی اجازت ملی تو ان میں سے بعض لوگ دل چھوڑنے لگے۔ یہاں بنی اسرائیل کی تاریخ کے واقعات بیان کر کے مسلمانوں کو عبرت دلائی گئی ہے۔

مُوتُوا .... اللہ نے ان سے کہا مر جاؤ؟ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فی الواقع یہی لفظ فرمایا تھا۔ مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جب یہ ارادہ کر لیا تو کوئی امر اس میں مانع نہ ہو سکا۔ تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ وہ سب کے سب فی الفور موت سے ہم آغوش ہو گئے۔ ان کے چارپائے بھی مر گئے۔ ادھر ادھر سے لوگ ان کے پاس پہنچے مگر انہیں دفن نہ کر پائے۔ ابن جریر لکھتے ہیں۔ کہ وہاں سے حزقیل علیہ السلام کا گذر ہوا۔ آپ نے دیکھ کر اظہار تعجب کیا۔ اور دعا کی جس سے ان سب کو نئی زندگی ملی۔ خداوند کریم نے انہیں مشاہدہ کروایا کہ موت وزندگی کا اختیار اس کے ہاتھ میں ہے۔ عقل وتدبیر انسانی کے ہاتھ میں نہیں۔ اس لئے جہاد یا دوسرے احکام شریعت کی تکمیل سے جی چرانا نادانی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی جیسی نعمت عطا کی ہے۔ اور زندگی کے تمام سامان مہیا کئے ہیں۔ لہٰذا انسان کو اس کی قدر کرنی چاہیے۔ اور اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ جس کا طریقہ احکام الٰہی کی اطاعت ہے۔

آیت نمبر ۲۴۴۔ میں حکم ہوا کہ مسلمانوں کی جنگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہو نہ کہ نفس یا شیطان کی راہ میں ہو۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ وہ تمہاری جانبازی کا صلہ دیگا۔ اور تمہاری نصرت فرمائے گا۔

آیت نمبر ۲۴۵۔ میں انفاق فی سبیل اللہ کی تائید ہے۔ قبل ازیں قتال کا حکم دیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جنگ وقتال میں روپیہ پیسہ خرچ کرنے کی ضرورت بھی لاحق ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں پرزور حصہ لینے کی ترغیب دی جارہی ہے۔ قرضاً حسناً سے مراد وہ رقم ہے۔ جو دین کی کسی مد میں خرچ کی جائے۔ یہاں مراد مصارف جہاد ہیں۔ جو مال راہ خدا میں خرچ کیا جائے۔ اسے اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ قرض کا نام دیتا ہے۔ اور وعدہ کرتا ہے۔ کہ میں نہ صرف اصل ادا کروں گا۔ بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ دوں گا۔ البتہ شرط یہ ہے کہ وہ قرضہ حسنہ ہو۔ یعنی اپنی کسی نفسانی غرض کیلئے نہ دیا گیا ہو۔ بلکہ محض اللہ کی خوشنودی کی خاطر ان کاموں میں صرف کیا جائے۔ جن کو وہ پسند کرتا ہے۔

آیت نمبر ۲۴۶۔ سابقہ آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ رزق کو فراخ بھی کرتے ہیں۔

اور اسے تنگ بھی کر دیتے ہیں۔ طالوت کا واقعہ بیان کر کے اس کا عملی ثبوت مہیا کیا۔ کہ غربت کے باوجود اسے تخت سلطنت پر بٹھایا۔ اور اس طرح اس کے فقروفاقہ کو حکومت وسلطنت کی صورت میں تبدیل کر دیا۔

واقعہ طالوت: ان آیات میں جو قصہ مذکور ہے۔ وہ ایک ہزار قبل مسیح کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس زمانہ میں بنی اسرائیل مغلوب ہو چکے تھے۔ عمالقہ ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھارہے تھے۔ انہوں نے اسرائیلیوں سے فلسطین کے اکثر علاقے چھین لئے تھے۔ حضرت سموئیل نبی اس زمانے میں بنی اسرائیل پر حکومت کرتے تھے۔ مگر وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ اور آپ کے صاحبزادوں میں حکومت وامارت کی کوئی صلاحیت نہ تھی۔ اس لئے سرداران بنی اسرائیل نے یہ ضرورت محسوس کی کہ کوئی اور شخص ان کا سردار ہو۔ جس کی قیادت میں وہ جنگ کر سکیں۔ لیکن اس وقت بنی اسرائیل میں اس قدر جاہلیت آچکی تھی۔ اور وہ دوسری قوموں کے طور طریقوں سے اتنے متاثر ہو چکے تھے کہ خلافت اور بادشاہی کا فرق ان کے ذہنوں سے نکل چکا تھا۔ اس لئے انہوں نے خلیفہ کے بجائے ایک بادشاہ کے تقرر کی درخواست کی۔ حضرت سموئیل کا یہ فرمانا کہ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ۔ کہ اگر لڑائی تم پر فرض کی گئی تو شاید تم لڑنے سے گریز کرو۔ اس بناء پر تھا کہ وہ بنی اسرائیل سے اچھی طرح واقف تھے۔ اور ان کو معلوم تھا کہ یہ ایک بزدل قوم ہے۔ اور ان میں اطاعت شعاری کے جذبہ کا فقدان ہے۔ بنی اسرائیل نے جواباً عرض کیا۔ کہ لڑائی سے فرار کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ عمالقہ نے ہمیں بہت ستایا ہے۔ ہمیں جلاوطنی پر مجبور کیا۔ عزیز واقارب سے الگ ہوئے گھربار اور سب مال وجائیداد کو چھوڑنا پڑا۔

آیت نمبر ۲۴۷۔ لکم طالوت ملکاً ....

طالوت بن کش تاریخ میں قوم اسرائیل کے پہلے بادشاہ تسلیم کئے گئے۔ زمانہ حکومت ۱۰۲۸ قبل مسیح تا ۱۰۱۲ قبل مسیح تورات میں ان کا ذکر ساؤل Saul کے نام سے آیا ہے۔ یہ قبیلہ بنی یمین کا ۳۰ سالہ نوجوان تھا۔ بنی اسرائیل میں اس سے زیادہ خوبصورت آدمی نہ تھا۔ اور ایسا قد آور تھا کہ لوگ اس کے کندھے تک آتے تھے۔ غریب محنتی آدمی تھا۔ بنی اسرائیل کی نگاہ میں وہ حکومت وسلطنت کا اہل نہ تھا۔ اپنے باپ کے گم شدہ گدھے ڈھونڈنے نکلے تھے۔ راستہ میں جب سموئیل نبی کی قیام گاہ کے قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے نبی کو اشارہ کیا کہ یہی شخص ہے۔ جس کو ہم نے بنی اسرائیل کی بادشاہی کیلئے منتخب کیا ہے۔ چنانچہ سموئیل علیہ السلام اسے اپنے گھر لائے۔ تیل کی بوتل لیکر ان کے سر پر انڈیلی اور اسے چوما۔ اور کہا کہ خداوند نے تجھے بادشاہ بنایا ہے۔ تاکہ تو اس کی میراث کا پیشوا ہو۔ اس کے بعد انہوں نے بنی اسرائیل کا اجتماع عام کر کے ان کی بادشاہی کا اعلان

Scanned with CamScanner

کیا۔(تفہیم القرآن بحوالہ بائبل (۱۔سموئیل باب ۹۔۱۰)

لَمۡ یُؤۡتَ سَعَةً: بنی اسرائیل کا اعتراض یہ تھا کہ طالوت مفلس ہونے کی بناء پر حکومت کی اہلیت نہیں رکھتے تھے۔ان کو جواب یہ دیا گیا کہ یہ انتخاب انسانی نہیں خدائی ہے۔اور اس لئے ہر طرح سے مناسب ہے۔ سموئیل علیہ السلام نے دوسرا جواب یہ دیا کہ سپہ سالار اور قائد میں دو ہی صفات ہونی ضروری ہیں۔ایک یہ کہ اسے سپہ داری وملک گیری کے فنون سے واقفیت ہونا چاہیے۔اور وہ طالوت کو حاصل ہے۔دوسرے خود ان کی جسمانی قوت وتوانائی جس میں وہ ممتاز ہیں۔

بَسۡطَةً فِی الۡعِلۡمِ: علمی وسعت سے مراد یہاں فنون حرب وضرب ہیں۔(روح المعانی)

فِی الۡجِسۡمِ: یعنی جسمانی قوت اور قد کی درازی میں دوسروں سے بڑھ کر ہے۔

التابوت: بنی اسرائیل میں ایک صندوق پایا جاتا تھا۔جسے تابوت سکینہ کہتے تھے۔یہ بنی اسرائیل کا اہم ترین قومی ورثہ تھا۔اس میں تورات کا اصل نسخہ محفوظ تھا۔اور اس میں انبیاء کے تبرکات بھی تھے۔اسرائیلی اس کو انتہائی برکت کا موجب سمجھتے تھے۔اور اس کا بے حد احترام کرتے تھے۔سفر وحضر جنگ وامن ہر حال میں اسے بڑی حفاظت سے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔موجودہ علماء یہود کی تحقیق کے مطابق اس کا طول اڑھائی فٹ اور بلندی ڈیڑھ فٹ تھی۔بنی اسرائیل اپنی خوش بختی اسی سے وابستہ سمجھتے تھے اہل فلسطین نے یہ تابوت بنی اسرائیل سے چھین لیا اور بنی اسرائیل اس کو واپس لینے کیلئے بے تاب تھے۔طالوت کے زمانہ میں یہ تابوت واپس آنے کے بعد تاریخی بیانات کے مطابق بنی اسرائیل کے قبضہ میں حضرت سلیمان متوفی ۹۳۲ قبل مسیح تک رہا۔آپ نے ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے بعد اسے بیت المقدس میں رکھ دیا تھا۔اس کے بعد اس کا پتہ نہیں چلتا۔یہود کا عام خیال یہ ہے کہ یہ تابوت اب بھی ہیکل کی بنیادوں کے اندر دفن ہے۔

آیت نمبر ۲۴۸۔اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ التَّابُوۡتُ..........

تابوت سکینہ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔یہ صندوق اہل فلسطین نے بنی اسرائیل سے چھین لیا تھا۔مگر ان کو اس سے کچھ فائدہ نہ پہنچا۔وہ جہاں اسے رکھتے وہاں وبا پھوٹ پڑتی۔آخر کار انہوں نے مارے خوف کے اسے ایک بیل گاڑی پر رکھ کر گاڑی کو ہانک دیا۔غالباً اسی معاملے کی طرف قرآن ان الفاظ میں اشارہ کرتا ہے کہ اس وقت وہ صندوق فرشتوں کی حفاظت میں تھا۔کیونکہ گاڑی کسی گاڑی بان کے بغیر ہانک دی گئی تھی۔فرشتے ہانک کر اسے بنی اسرائیل کی طرف لے آئے۔

فِیۡهِ سَکِیۡنَةٌ.(اس میں تمہارے لئے سکون قلب کا سامان ہے)۔بنی اسرائیل اس

صندوق کو بڑا متبرک سمجھتے تھے۔اور اپنے لئے فتح ونصرت کا نشان قرار دیتے تھے۔جب وہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔تو پوری قوم کی ہمت ٹوٹ گئی۔اور ہر اسرائیلی یہ سمجھنے لگا کہ خدا کی رحمت ہم سے روٹھ گئی ہے۔اور اب ہمارے برے دن آگئے ہیں۔پس اس صندوق کا واپس آنا قوم کیلئے بڑی تقویت قلب کا موجب تھا۔اور یہ ایک ایسا ذریعہ تھا۔جس سے ان کی ٹوٹی ہوئی ہمتیں بندھ سکتی تھیں۔

تَرَکَ اٰلُ مُوۡسٰی وَ اٰلُ هٰرُوۡنَ: آل موسیٰ اور آل ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات جو اس صندوق میں رکھے ہوئے تھے۔ان سے مراد پتھر کی وہ تختیاں ہیں جو کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو دی تھیں۔اس کے علاوہ تورات کا وہ اصل نسخہ بھی اس میں رکھا تھا۔جسے حضرت موسیٰ نے خود لکھوا کر بنی لاوی کے سپرد کیا تھا۔نیز ایک بوتل میں من (ترنجبین) بھر کر اس میں رکھ دیا گیا تھا۔تاکہ آئندہ نسلیں اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کریں۔جو صحرا میں اس نے ان کے باپ دادا پر کیا تھا۔اور حضرت موسیٰ کا وہ عصا بھی اس کے اندر تھا۔جو خدا کے عظیم الشان معجزات کا مظہر تھا۔قاضی ثناء اللہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ تابوت سکینہ میں حضرت موسیٰ کے جوتے اور حضرت ہارون کا عمامہ بھی محفوظ تھا۔

آخر میں فرمایا گیا ہے کہ تابوت سکینہ کی معجزانہ واپسی اللہ تعالیٰ کی کھلی اور واضح نشانی ہے تاکہ تم بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے احکام خوش دلی سے مانو چنانچہ تابوت سکینہ کی واپسی سے بنی اسرائیل نے حضرت سموئیل کی بات مان لی اور طالوت کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوۡتُ بِالۡجُنُوۡدِ قَالَ اِنَّ

پس جب | الگ ہوا | طالوت | ساتھ لشکروں | تو کہا | بے شک

پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر نکلا تو اس نے کہا یقیناً اللہ

اللّٰهَ مُبۡتَلِیۡکُمۡ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنۡ شَرِبَ مِنۡهُ

اللہ | آزمانے والا ہے تمہیں پر دریا | پس جو | پی لے | اس سے

ایک دریا پر تمہاری آزمائش کرنے والا ہے جو شخص اس میں سے

فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا

پس نہیں ہے مجھ سے اور جو نہ چکھے اس میں سے پس بے شک وہ مجھ سے ہے مگر

پی لے گا وہ مجھ سے نہیں اور جو اس کو نہیں چکھے گا وہ یقیناً مجھ سے ہے

مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ فَشَرِبُوْا

جو بھر لے ایک چلو اپنے ہاتھ سے پس پی لیا انہوں نے

مگر یہ کہ اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے تو انہوں نے اس میں سے

مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ

اس میں سے مگر تھوڑے ان میں سے پس جب پار کر لیا اس کو

خوب پیا سوائے ان میں سے تھوڑے لوگوں کے پھر جب

هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ قَالُوْا لَا

وہ اور جو ایمان لائے ساتھ اس کہا انہوں نے نہیں

طالوت اور جو ایمان لائے تھے اس کے ساتھ دریا پار کر گئے انہوں نے کہا

طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ

طاقت ہمارے لئے آج ساتھ جالوت اور لشکر اس کے

آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکروں کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں

قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ

انہوں نے کہا جو سمجھتے تھے کہ بے شک وہ ملنے والے ہیں اللہ سے

جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ اللہ سے ملنے والے ہیں۔

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ

کتنے سے گروہ تھوڑے غالب آ گئے گروہ بڑے پر

انہوں نے کہا کتنے قلیل گروہ اللہ کے حکم سے بڑے گروہوں

بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٢٤٩﴾

ساتھ اذن اللہ اور اللہ ساتھ ہے صبر کرنے والوں کے

پر غالب آ گئے ہیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ

اور جب مقابلے پر نکلے واسطے جالوت اور لشکر اس کے انہوں نے دعا کی اے رب ہمارے

اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکروں سے مقابلے پر نکلے تو انہوں

اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا

ڈال دے ہم پر صبر اور ثابت رکھ قدم ہمارے

نے دعا کی اے رب ہمارے ہم پر صبر کا فیضان کر اور ہمیں ثابت قدم رکھ

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٥٠﴾

اور مدد کر ہماری پر قوم کافروں

اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۟ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ

پس شکست دی ان کو ساتھ اجازت اللہ اور قتل کیا داؤد نے

تو انہوں نے اللہ کے حکم سے ان کو شکست دے دی اور

جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ

جالوت کو اور عطا کی اسے اللہ نے بادشاہت اور دانائی

داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اسے بادشاہت اور دانائی عطا کی

وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ

اور سکھایا اسے جو چاہتا ہے اور اگر نہ ہٹاتا اللہ لوگوں کو

اور اس علم سے اسے سکھایا جس میں سے وہ چاہتا تھا اور اگر اللہ لوگوں کو

Scanned with CamScanner

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ

بعض ان کے ساتھ بعض کے ضرور فساد سے بھر جاتی زمین

ایک دوسرے کے ذریعے نہ ہٹاتا تو زمین فساد سے بھر جاتی

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

لیکن اللہ فضل والا ہے اوپر دنیا والوں کے

لیکن اللہ سب جہانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ

یہ نشانیاں ہیں اللہ کی سنا رہے ہیں ہم ان کو تم پر ساتھ حق کے

یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جو ہم تمہیں حق کے ساتھ سنا رہے ہیں اور

وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾ تِلْكَ

اور بے شک تو البتہ سے رسولوں کے وہ

اور یقیناً تم اللہ کے رسولوں میں سے ہو

الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ

رسول ہیں ہم نے فضیلت دی بعض ان میں سے اوپر بعض کے سے ان میں

ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی

مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ

جو کلام کی اللہ نے اور بلند کئے بعض ان کے درجے

ان میں سے اللہ نے بعض سے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند کئے

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ

اور عطا کیں ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح دلیلیں اور مدد کی ہم نے اس کی

اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو روشن دلائل عطا کئے اور روح پاک سے

بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ

ساتھ روح پاک کے اور اگر چاہتا

اس کی مدد کی اور اگر اللہ چاہتا

اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ

اللہ نہ آپس میں لڑتے جو سے بعد ان کے اس کے بعد

تو ان (رسولوں) کے بعد والے روشن دلائل آ جانے کے بعد آپس

مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ

جو آگئیں ان کے پاس واضح دلائل اور لیکن اختلاف کیا انہوں نے پس سے ان

میں نہ لڑتے لیکن انہوں نے اختلاف کیا ان میں سے

مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

جو ایمان لائے اور سے ان جو کفر کیا اور اگر چاہتا اللہ

کچھ ایمان لائے اور کچھ نے کفر کیا اور اگر اللہ چاہتا

مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ ع ۳۳

نہ آپس میں لڑتے وہ اور لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے

تو وہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے

معانی و گرامر

اسماء

بِالْجُنُوْدِ ـــــ : لشکر کے ساتھ (واحد جُنْدٌ)

مُبْتَلِيْكُمْ ـــــ : تمہاری آزمائش کرنے والا ہے۔ ابتلی۔ آزمائش کرنا

غُرْفَةً ———— ، چُلّو (غرفات جمع)

مُلٰقُوا ———— ، ملنے والے

اَقْدَامَنَا ———— ، ہمارے قدم (واحد قَدَمٌ)

دَفْعُ ———— ، ہٹانا ۔ مصدر

افعال

فَصَلَ ———— ، وہ باہر نکلا، روانہ ہوا۔ ماضی معروف واحد مذکر غائب

شَرِبَ ———— ، اس نے پیا۔ فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب۔

قَالَ ———— ، اس نے کہا۔ فعل ماضی معروف، واحد مذکر غائب

لَمْ يَطْعَمْهُ ———— ، اس نے نہ چکھا۔ لَمْ يَطْعَمْ فعل مضارع پر لَمْ (حرفِ جازم) داخل ہو تو فعل مضارع پر جزم آتی ہے۔ ۲۔ فعل مضارع، فعل ماضی کے معنی دے گا۔ واحد مذکر غائب۔

اِغْتَرَفَ ———— ، چُلّو بھرے۔ فعل ماضی معروف، واحد مذکر غائب۔

فَشَرِبُوا ———— ، پس انہوں نے پی لیا۔ شَرِبُوا فعل ماضی معروف جمع مذکر غائب۔

جَاوَزَهٗ ———— ، اس کو پار کیا۔ جَاوَزَ۔ فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب۔

اٰمَنُوا ———— ، وہ ایمان لائے۔ فعل ماضی معروف جمع مذکر غائب۔

قَالُوا ———— ، انہوں نے کہا۔ فعل ماضی معروف۔ جمع مذکر غائب۔

يَظُنُّوْنَ ———— ، یقین رکھتے ہیں۔ گمان کرتے ہیں۔ فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب۔

غَلَبَتْ ———— ، غالب ہوئی۔ فعل ماضی معروف۔ واحد مونث غائب۔

اَفْرِغْ ———— ، ڈال دے۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔

ثَبِّتْ ———— ، جمادے۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔

اُنْصُرْنَا ———— ، ہماری مدد کر۔ اُنْصُرْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔

فَهَزَمُوْهُمْ ———— ، پس انہوں نے شکست دی۔ هَزَمُوا۔ فعل ماضی معروف جمع مذکر غائب

قَتَلَ ———— ، قتل کیا۔ فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب۔

اٰتٰىهُ ———— ، اس کو دیا۔ اٰتٰى۔ فعل ماضی معروف۔ واحد مذکر غائب۔

عَلَّمَهٗ ———— ، اسے سکھایا۔ عَلَّمَ فعل ماضی معروف واحد مذکر حاضر۔

يَشَآءُ ———— ، چاہتا ہے۔ فعل مضارع معروف واحد مذکر غائب۔

لَفَسَدَتِ ———— ، ضرور تباہ ہوتی۔ فساد سے بھر جاتی۔ فعل ماضی معروف واحد مونث غائب ل، حرف تاکید ہے۔

نَتْلُوْهَا ———— ، ہم پڑھتے ہیں اس کو۔ نَتْلُوْ۔ فعل مضارع جمع متکلم۔

فَضَّلْنَا ———— ، ہم نے فضیلت دی۔ فعل ماضی معروف جمع متکلم۔

كَلَّمَ ———— ، کلام کیا۔ فعل ماضی معروف۔ واحد مذکر غائب

رَفَعَ ———— ، بلند کیا۔ فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب۔

اٰتَيْنَا ———— ، ہم نے دی۔ فعل ماضی معروف۔ جمع متکلم۔

اَيَّدْنٰهُ ———— ، ہم نے اس کی تائید کی۔ اَيَّدْنَا فعل ماضی معروف جمع متکلم۔

شَآءَ ———— ، چاہا۔ فعل ماضی معروف۔ واحد مذکر غائب۔

اقْتَتَلَ ———— ، باہم لڑا۔ فعل ماضی معروف۔ واحد مذکر غائب۔

جَآءَتْهُمْ ———— ، آگئی ان کے پاس۔ جَآءَتْ فعل ماضی معروف، واحد مؤنث غائب۔

اِخْتَلَفُوا ———— ، انہوں نے اختلاف کیا۔ فعل ماضی معروف جمع مذکر غائب۔

اٰمَنَ ———— ، ایمان لایا۔ فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب۔

كَفَرَ ———— ، کفر کیا۔ انکار کیا۔ فعل ماضی معروف۔ واحد مذکر غائب۔

اقْتَتَلُوا ———— ، وہ باہم لڑے۔ فعل ماضی معروف۔ جمع مذکر غائب۔

يَفْعَلُ ———— ، وہ کرتا ہے۔ فعل مضارع معروف۔ واحد مذکر غائب۔

يُرِيْدُ ———— ، وہ چاہتا ہے۔ فعل مضارع معروف۔ واحد مذکر غائب۔

اٰمَنُوا ———— ، وہ ایمان لائے۔ فعل ماضی معروف۔ جمع مذکر غائب

مرکب اضافی

مبتليكم ۔ يده ۔ معه ۔ جنوده ۔ مُلٰقوا الله ۔ اذن الله

مع الصابرين ۔ رُوح القُدُس ۔ ربنا ۔ اقدامنا ۔ دفع الله

بعضهم ۔ ذو فضل ۔ اٰيت الله ۔ ابن مريم ۔ روح القدس ۔ بعدهم

مرکب توصیفی

فِئَۃٍ قَلِیلَۃٍ - فِئَۃً کَثِیرَۃً - القَومِ الکٰفِرِینَ

مرکب جاری

عَلٰی بَعْضٍ ، بِرُوحِ الْقُدُسِ ، مِنْ بَعْدِهِمْ

حروفِ جار

عَلٰی ———— : پر

مِنْ ———— : سے

بِ ———— : ساتھ

تشریح .... رکوع نمبر ۳۳

آیت نمبر ۲۴۹- فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ............

فصل فصولاً- کے معنی کہیں سے چلنے نکلنے اور روانہ ہونے کے ہیں۔ یعنی طالوت اپنی فوجیں لیکر مہم پر روانہ ہوئے جن کی تعداد اسی ہزار تھی۔ لیکن یہ فوج نظم اور ڈسپلن کی پابند نہ تھی۔ مال و جان کی قربانی دینے کیلئے تیار نہ تھی۔ چنانچہ طالوت نے ان کا امتحان لینے کا اعلان کیا تا کہ کھرے کھوٹے میں تمیز ہو جائے اور عین میدان جنگ میں ان کے ہاتھوں دھوکا نہ کھانا پڑے۔

وَالَّذِینَ اٰمَنُوا مَعَہٗ:- وہ صداقت شعار اور کامل الایمان لوگ ہیں جو اس امتحان میں پورے اترے۔ جبکہ کمزور ایمان لوگوں نے بزدلی دکھائی اور کہا کہ ہم جالوت کی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے اہل ایمان بولے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کتنے قلیل دستے بڑی اور کثیر فوج پر غالب آئے لیکن شرط ثابت قدمی ہے۔ لہٰذا تم بھی ثابت قدم رہو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریگا۔

آیت نمبر ۲۵۰- جالوت:- عمالقہ قوم کا مشہور سردار جو بڑا گرانڈیل اور دیوہیکل پہلوان تھا۔ تورات میں اس کی جسامت اس کی شہ زوری اور اس کے اسلحہ کا ذکر تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا قد دس فٹ تھا۔ سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق رہتا تھا۔ اس کی ڈھال کا وزن تین من تھا۔ وہ ماہر جنگ سپہ سالار مانا جاتا تھا۔ حضرت طالوت بنی اسرائیل کا امیر لشکر جب اپنی فوج لے کر دشمن کے مقابلہ کیلئے نکلا۔ تورات میں ایک دریا پڑتا تھا۔ بقول مولانا عبدالماجد اس کا نام دریائے یردن Jorden ہے۔ یہ دریا ۶۵ میل لمبا ہے۔ علاقہ فلسطین میں اہم ترین دریا یہی ہے۔ اور ملک کی قدرتی سرحد کا کام دیتا ہے۔ طالوت بنی اسرائیل کے لشکر کو لے کر پار اترنا چاہتا تھا۔ مگر چونکہ اسے معلوم تھا کہ اس کی قوم کے اندر اخلاقی نظم و ضبط بہت کم رہ گیا ہے۔ اس لئے اس نے مخلص اور پارسا لوگوں کو منتخب کرنے کیلئے یہ آزمائش تجویز کی۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ تھوڑی دیر کیلئے اپنی پیاس تک ضبط نہ کر سکیں۔ ان پر کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ دشمن کے مقابلہ میں بہادری کا ثبوت دیں گے۔

فَمَنْ شَرِبَ مِنْہُ فَلَیْسَ مِنِّی۔ (جو جی بھر کے پانی پئے وہ مجھ سے نہیں) مراد یہ ہے کہ میرے رفقاء اور خواص میں سے نہیں۔ مفسر ابن کثیر سدی سے روایت کرتے ہیں کہ طالوت کی فوج اسی ہزار اشخاص پر مشتمل تھی۔ جب وہ طالوت کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے۔ طالوت نے کہا تھا کہ صرف طاقتور نوجوان اور وہی لوگ لشکر میں شرکت کریں جو ہر طرح کے خوف اور بزدلی سے آزاد ہوں۔ طالوت نے ان کو آزمانا چاہا۔ ایک منزل تک پانی نہ ملا۔ دوسری منزل میں دریائے یردن کو عبور کرنا تھا۔ طالوت نے حکم دیا کہ جو ایک چلو سے زیادہ پانی پئے وہ میرے ساتھ نہ چلے۔ ابن جریر کی روایت کے مطابق صرف تین سو تیرہ آدمی ان کے ساتھ رہ گئے۔ جنہوں نے حکم کی تعمیل کی تھی۔ وہ چلو بھر پانی سے سیر ہو گئے۔ اور سیر ہو کر پینے والے نافرمان جوں کے توں پیاسے رہے۔ یہ حکم ہوا کہ پانی بالکل نہ پیا جائے۔ دوسرا حکم بطور رخصت و اجازت تھا کہ ایک آدھ چلو سے منہ تر کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

قَالُوا لَا طَاقَۃَ لَنَا۔ یہ گفتگو وہ آپس میں کر رہے تھے۔ دشمن کی کثرت تعداد اور سامان پر نظر کر کے اس کا رعب دل پر بیٹھ جانا اور مایوسی کا اظہار کرنا ایک طبعی امر تھا۔ اچھے اچھے اہل ایمان ایسے موقع پر ہمت ہار جاتے ہیں۔ تورات میں مذکور ہے۔

"جس وقت ساؤل اور سارے اسرائیل نے اس فلسطینی کی بات سنی تو ان کی دلیری نکل گئی اور وہ ڈر گئے۔" (ماجدی بحوالہ تورات سموئیل ۱۷_۱۲)

کَمْ مِنْ فِئَۃٍ قَلِیلَۃٍ۔ بارہا قلیل جماعتوں نے تائید ربانی کی بنا پر بڑی بڑی جماعتوں پر فتح

پائی ہے۔ لہذا خوف وہراس کی ضرورت نہیں۔ لشکر طالوت میں مومن تو سب ہی تھے۔ البتہ اکثر لوگوں پر جالوت کے لشکر کی ہیبت طاری ہو گئی تھی۔ لیکن کچھ وہ بھی تھے۔ جن کا ایمان خدا اور آخرت پر مستحکم اور پختہ رہا۔ اس وقت بھی ان کے ذہن میں یہ عقیدہ راسخ تھا کہ جب مر کر خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے تو ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

قَالُوا رَبَّنَا۔ طالوت کے لشکر نے جب جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابل میدان جنگ میں قدم رکھا تو اللہ تعالیٰ سے اخلاص سے دعا مانگی "اے اللہ! ہمیں صبر و استقامت عطا فرما۔ ہمیں ثابت قدمی دے اور کفار کے مقابل ہماری مدد فرما!" ان کو شکست دے دو!

آیت نمبر ۲۵۱۔ فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ۔......

طالوت کے لشکر نے جالوت والوں کو شکست دی۔ اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا۔ داؤد علیہ السلام التوفی ۱۰۲۴ قبل مسیح تا ۹۶۲ قبل مسیح ایک پیغمبر ہوئے ہیں۔ قرآن مجید کے ۱۶ مقامات پر آپ کا ذکر آیا ہے۔ حضرت داؤد اپنے تیرہ بھائیوں اور والد سمیت طالوت کی فوج میں شامل تھے۔ حضرت داؤد سب بھائیوں سے چھوٹے تھے۔ اور بکریاں چرایا کرتے تھے۔ وقت کے پیغمبر کو بذریعہ وحی علم ہوا کہ حضرت داؤد جالوت کو قتل کریں گے۔ حضرت داؤد کو راستہ میں تین پتھر نظر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب میں قوت گویائی پیدا کر دی۔ وہ بولے "اے داؤد! ہمیں اٹھا لے"۔ ہم جالوت کو قتل کریں گے۔ جب مقابلہ ہوا جالوت باہر نکلا۔ اور کہا میں اکیلا تم سب کیلئے کافی ہوں۔ میرے سامنے آتے جاؤ۔ پیغمبر وقت حضرت سموئیل نے حضرت داؤد کے باپ کو بلایا اور کہا۔ مجھے اپنے بیٹے دکھایئے۔ انہوں نے تعمیل حکم کی مگر حضرت داؤد کو پیش نہ کیا۔ کیوں کہ ان کا قد چھوٹا تھا۔ اور آپ بکریاں چراتے تھے۔ حضرت سموئیل نے ان کو بلوایا۔ اور پوچھا آپ جالوت سے لڑیں گے۔ حضرت داؤد نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر وہ پتھر تھیلے میں ڈالے اور جالوت کے سامنے گئے۔ جالوت نے تمسخر کے انداز میں کہا۔ تم فلاخن پتھر لے کر آئے ہو۔ گویا کسی کتے کو مارنا ہے۔ حضرت داؤد نے بولے "تم کتے سے بھی گئے گذرے ہو"۔ چنانچہ آپ نے وہ پتھر فلاخن میں ڈالے اور خدا کا نام لے کر اسے چھوڑ دیا۔ جالوت کی پیشانی کھلی تھی۔ باقی جسم لوہے میں غرق تھا۔ تینوں پتھر اس کے ماتھے پر لگے۔ اور سر کو پار کر گئے۔ جالوت کا لشکر بھاگا اور اہل ایمان کو فتح نصیب ہوئی۔ طالوت نے حسب وعدہ اپنی بیٹی حضرت داؤد کے نکاح میں دے دی۔ طالوت کے بعد یہ بادشاہ ہوئے۔ (تفسیر مظہری جلد اول)

وآتاهُ المُلكَ وَالحِكمَةَ۔ ملک سے مراد حکومت اور حکمت سے نبوت مراد ہے۔

حضرت داؤد اسرائیلی نسل کے دوسرے تاجدار تھے۔ پہلا بادشاہ طالوت تھا۔ طالوت

جب اپنے بڑے فرزند سمیت میدان میں کام آ گئے تو قبیلہ یہودا نے آپ کو اپنا بادشاہ منتخب کیا۔ اور دو سال بعد باقی قبیلوں نے بھی آپ کی حکومت تسلیم کر لی۔ سات سال تک آپ نے اپنا پایہ تخت مقام الخلیل کو رکھا۔ اس کے بعد یروشلم کو دشمنوں کے قبضہ سے نکال کر اسے دارالسلطنت بنایا۔ آپ نے گردوپیش کے بادشاہوں کو مغلوب کیا۔ آپ کا عہد حکومت تاریخ اسرائیل میں فتوحات ملکی اور حسن انتظام دونوں کیلئے یادگار ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ۔ یعنی کائنات ارضی کے نظام کو قائم رکھنے کیلئے یہ قانون الٰہی مقرر کیا گیا ہے۔ کہ وہ کسی خاص قوم کو مخصوص حد تک سیاسی غلبہ واقتدار عطا کرتا ہے۔ جب وہ قوم حد اعتدال سے تجاوز کرنے لگتی ہے۔ تو کسی دوسرے گروہ کے ذریعہ وہ اس کا زور توڑ دیتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا کہ ایک قوم اور ایک پارٹی ہی کا اقتدار زمین میں ہمیشہ قائم رکھا جاتا۔ اور اس کا ظلم و ستم دائمی ہوتا تو یقیناً ملک خدا میں فساد عظیم برپا ہو جاتا۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ دنیا میں حکومتوں اور سلطنتوں کے انقلابات بلا مصلحت و ضرورت نہیں ہو جایا کرتے۔ بلکہ ہمیشہ بامقصد پر حکمت ہی ہوا کرتے ہیں۔ اور ان سے ظلم و تشدد کی اصلاح مد نظر ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۲۵۲ : اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔.........

یہ خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے۔ یعنی گذشتہ قوموں کے واقعات آپ کو بتائے جاتے ہیں۔ مثلاً ہزاروں افراد کا گھر سے نکلنا۔ ان کا موت سے ہم کنار ہونا اور پھر حیات نو پانا۔ اسی طرح طالوت اور داؤد علیہ السلام کا بادشاہ ہونا۔ جالوت کی ہلاکت۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں۔ جو آپ کو سنائی جا رہی ہیں۔ یہ واضح ثبوت ہے آپ کے رسول برحق ہونے کا۔ کیوں کہ آپ گذشتہ زمانہ کے ان واقعات کو بلا کم و کاست بیان کرتے ہیں۔ یہ حقائق نہ کسی کتاب میں درج ہیں۔ نہ آپ نے کسی تاریخ دان سے سنے۔ لہذا وحی الٰہی کی راہنمائی کے ماسوا ان کے بیان کرنے کا کوئی امکان ہی سرے سے موجود نہیں۔ لہذا یہ علم وحی کے ذریعے حاصل ہوا اور آپ یقیناً اللہ کے رسول برحق ہیں۔

آیت نمبر ۲۵۳ : اس سے پہلی آیت میں فرمایا گیا تھا۔ انكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ (آپ رسولوں میں سے ایک ہیں)۔ آیت زیر نظر میں ارشاد ہوا کہ رسول سب ایک ہی درجہ کے نہیں۔ بلکہ ان میں فرق مراتب پایا جاتا ہے۔ ان کے مقامات و واقعات و فضائل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مگر ان کی فضیلت اور تقابل عوام کے منصب سے باہر ہے۔ یہ فضیلت و افضلیت سب خدا کے یہاں ہے۔ جہاں تک نبی نوع انسان پر ان کی اطاعت کے ضروری ہونے کا تعلق ہے۔ اس میں یہ سب برابر ہیں۔ اطاعت و تعظیم میں کوئی فرق نہیں۔ قرآن مجید کی دوسری آیت اسی سورت کے آخر میں

Scanned with CamScanner

آرہی ہے۔ لانفرّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِن رُسلِہ۔ (ہم رسولوں میں تفریق نہیں کرتے)۔

مِنھم من کَلَّمَ اللّٰہ۔ یعنی بعض انبیاء کو براہ راست فرشتوں کی وساطت کے بغیر شرف ہمکلامی بخشا۔ مثلاً حضرت موسیٰ کلیم اللہ ویسے تو بذریعہ وحی سب انبیاء مکالمہ خداوندی سے مشرف ہو چکے ہیں۔

رَفَعَ بعضھم درجٰت۔ سے مراد بقول علامہ زمخشری! "محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ آنحضور کی عظمت و فضیلت اس قدر واضح ہے۔ کہ یہاں نام لینے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ جہاں شناخت و تعین میں کوئی دشواری نہ ہو۔ وہاں نام لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اتینہ عیسی ابن مریم۔ عیسیٰ علیہ السلام کو ابن مریم کہنے سے ان کی الوہیت کی نفی بڑے ہی واضح الفاظ میں ہو رہی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کنواری خاتون کے بیٹے تھے۔ جو بشری لوازمات کی حامل نہ تھیں۔ نہ ان میں الوہیت کا کوئی شائبہ تھا۔ اور نہ ان کے گرامی قدر فرزند عیسیٰ علیہ السلام میں باقی انبیاء کے نام لینے اور عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ ابن مریم کا اضافہ کرنے میں نصرانیت کے باطل عقیدہ پر ضرب کاری لگانا مقصود ہے۔

ایّدناہ بروح القدس:۔ نصرانیت کی تردید کرنے کے بعد یہودی مذہب کا ابطال کیا گیا۔ کہ یہودی عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر تو درکنار ایک نیک انسان بھی نہیں مانتے تھے۔ پس فرمایا: ہم نے عیسیٰ علیہ اسلام کو واضح معجزات عطا کئے تھے۔ مثلاً مردوں کو زندہ کرنا۔ مادرزاد اندھے اور مبروص کو بحکم خداوندی چنگا بھلا کر دینا۔ مزید براں ہم نے روح القدس (جبریل) سے آپ کی تائید کی تھی۔ جبریل ایک ملکوتی مخلوق ہیں۔ اور انہیں حد درجہ قرب خداوندی حاصل ہے۔ مگر خدائی کی کوئی صفت ان میں موجود نہ تھی۔ آیت سے واضح ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام معجزات و فضائل کے باوجود انسان ہی تھے۔ اور انسانوں کی طرح دفع ضرر اور حصول نفع دونوں میں خدا کے محتاج تھے۔ قدرت کاملہ نے ان کی حفاظت اور تقویت کیلئے حضرت جبرائیل کو مقرر کر رکھا تھا۔ جو ایک لطیف اور غیر مرئی جنس سے تعلق رکھتے تھے۔

ولوشاء اللّٰہ ما اقتتل الذین۔ آیت کے اس آخری حصہ کے متعلق مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں۔ "رسولوں کے ذریعے علم حاصل ہو جانے کے بعد جو اختلاف لوگوں کے درمیان رونما ہوئے۔ اور اختلاف سے بڑھ کر لڑائیوں تک جو نوبتیں پہنچیں تو اس کی وجہ یہ نہیں تھی۔ کہ معاذ اللہ خدا بے بس تھا۔ اور اس کے پاس مجال نہ تھی۔ کہ انبیاء کی دعوت سے کوئی سرتابی کر سکتا۔ اور کفر و بغاوت کی راہ پر چل سکتا۔ اور اس کی زمین میں فساد برپا کر سکے۔ مگر اس کی مشیت یہ نہ تھی کہ انسانوں سے ارادہ و اختیار کی آزادی چھین لے اور انہیں ایک خاص طرز

Scanned with CamScanner

چلنے کیلئے مجبور کر دے۔ اس نے امتحان کی غرض سے انہیں پیدا کیا تھا۔ اس لئے ان کو اعتقاد و عمل کی راہوں میں انتخاب کی آزادی عطا کی۔ اور انبیاء کو لوگوں پر کوتوال بنا کر نہیں بھیجا۔ کہ زبردستی انہیں ایمان و اطاعت کی طرف کھینچ لائیں۔ بلکہ اس لئے بھیجا کہ دلائل سے لوگوں کو راستی کی طرف بلانے کی کوشش کریں۔ پس جس قدر اختلافات اور لڑائیوں کے ہنگامے ہوئے وہ سب اس وجہ سے ہوئے کہ اللہ نے لوگوں کو ارادے کی جو آزادی عطا کی تھی۔ اس سے کام لے کر لوگوں نے یہ مختلف راہیں اختیار کر لیں۔ ایسا نہیں کہ اللہ ان کو راستی پر چلانا چاہتا تھا۔ مگر معاذ اللہ اسے کامیابی نہ ہوئی"۔ (تفہیم القرآن جلد اول)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ

اے جو ایمان لائے خرچ کرو سے جو دیا ہم نے تمہیں سے

اے ایمان والو جو کچھ ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِىَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ

پہلے کہ آجائے دن نہیں خرید و فروخت اس میں اور نہ دوستی

خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی کام

وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۵۴

اور نہ سفارش اور کافر وہ ظالم ہیں

آئے گی اور نہ سفارش اور کافر ہی اصل میں ظالم ہیں

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلْـحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ لَا

اللہ نہیں کوئی معبود مگر وہ زندہ قائم رکھنے والا نہیں

اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ زندہ ہے (اور ساری کائنات کو) قائم رکھنے والا ہے۔

تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

طاری ہوتی اس پر اونگھ اور نہ نیند لئے اس کے جو میں آسمانوں

اس کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند جو کچھ آسمانوں اور زمین

وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ

اور جو میں زمین کون ہے وہ جو سفارش کرے حضور اس کے

میں ہے اسی کا ہے کون ہے جو اس کے حضور کسی کی سفارش کر سکے

اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

مگر سے اجازت اس کے وہ جانتا ہے جو سامنے ان کے

مگر اس کی اجازت سے وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے

وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ

اور جو پیچھے ان کے اور نہیں احاطہ کر سکتے کسی چیز کا سے

اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ

عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ

علم اس کے مگر جو وہ چاہے وسیع ہے کرسی اس کی آسمانوں

نہیں کر سکتے مگر جو وہ چاہے اس کی کرسی آسمانوں اور زمین

وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ

اور زمین اور نہیں تھکا دیتی اس کو حفاظت ان دونوں کی اور وہ

پر وسیع ہے اور ان کی حفاظت اسے نہیں تھکا دیتی اور وہ

الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾ لَآ اِكْرَاهَ فِي

بلند اور عظیم ہے نہیں زبردستی میں

بلند اور عظیم ہے دین کے معاملے میں؟

الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

دین کے تحقیق واضح ہو چکی ہدایت سے گمراہی

کوئی زبردستی نہیں ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ

پس جو کفر کرے ساتھ شیطان اور ایمان لائے ساتھ اللہ

پس جو شیطان سے کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى

پس تحقیق تھام لیا اُسنے کو سہارا مضبوط

تو اس نے ایک مضبوط سہارا تھام لیا

لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾

نہیں ٹوٹنا لئے اس کے اور اللہ سننے والا جاننے والا

جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سننے جاننے والا ہے

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ

اللہ حامی و مددگار جو ایمان لائے نکال لاتا ہے انہیں سے

اللہ ایمان والوں کا حامی و مددگار ہے وہ انہیں تاریکیوں سے

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

تاریکیوں طرف روشنی اور جو کفر کریں

روشنی کی طرف نکال لاتا ہے اور جو کفر کریں

اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ

حامی و مددگار ان کے شیطان وہ نکال دیتے ہیں انہیں

ان کے حامی و مددگار شیطان ہیں وہ انہیں روشنی سے

Scanned with CamScanner

مِنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

سے روشنی طرف بتاریکیوں کے وہ لوگ ساتھی ہیں

تاریکیوں کی طرف نکال لے جاتے ہیں یہی لوگ

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥٧﴾ ع ٣٤

آگ کے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

دوزخی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

معانی وگرامر

اسماء

بَيْعٌ ـــــــ ، خرید وفروخت۔ مصدر ہے۔ بُیُوْعٌ جمع ہے۔

خُلَّةٌ ـــــــ ، دوستی، خِلَالٌ جمع ہے۔

شَفَاعَةٌ ـــــــ ، سفارش

اَلْحَیُّ ـــــــ ، زندہ، جاوید۔ مبالغے کا صیغہ

اَلْقَیُّوْمُ ـــــــ ، قائم رہنے والا۔ ہر چیز کا نگہبان۔ اسم فاعل۔ مبالغے کا صیغہ

سِنَةٌ ـــــــ ، اونگھ۔ غنودگی۔ مصدر ہے۔

نَوْمٌ ـــــــ ، نیند۔ مصدر ہے۔

بِاِذْنِهٖ ـــــــ ، اس کی اجازت سے۔

كُرْسِيُّهٗ ـــــــ ، اس کا تخت۔ اس کی حکومت۔

عَلِیُّ ـــــــ ، عالی مرتبہ۔

عَظِیْمٌ ـــــــ ، عظمت والا۔ بڑائی والا۔

اِكْرَاهٌ ـــــــ ، جبر۔ مصدر ہے۔

رُشْدٌ ـــــــ ، ہدایت۔ مصدر ہے۔

اَلْغَیُّ ـــــــ ، گمراہی۔

اَلْعُرْوَةُ ـــــــ ، حلقہ۔ برتن کا دستہ مراد سہارا۔

اَلْوُثْقٰى ـــــــ ، بہت مضبوط۔ اسم تفضیل ہے الاوثق سے مؤنث کا صیغہ

اِنْفِصَامَ ـــــــ ، ٹوٹنا۔ مصدر ہے۔

وَلِیُّ ـــــــ ، دوست۔ اَوْلِیَاءُ اس کی جمع ہے۔

طَاغُوْتُ ـــــــ ، شیطان۔ اللہ کا باغی۔ سرکش ہر حد سے تجاوز کرنے والا طواغیت جمع

ظُلُمٰتٌ ـــــــ ، اندھیرے۔ واحد ظُلْمَةٌ

نُوْرٌ ـــــــ ، روشنی (انوار جمع)

اَصْحٰبُ النَّارِ ـــــــ ، آگ والے۔ مرکب اضافی

افعال

اَنْفِقُوْا ـــــــ ، خرچ کرو۔ فعل امر حاضر۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔

رَزَقْنٰكُمْ ـــــــ ، ہم نے تم کو دیا۔ فعل ماضی صیغہ متکلم۔ رَزَقْنَا + كُمْ

تَاْخُذُهٗ ـــــــ ، اس کو پکڑتی ہے۔ فعل مضارع واحد مؤنث غائب۔

يَشْفَعُ ـــــــ ، وہ شفاعت کرتا ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

يَعْلَمُ ـــــــ ، وہ جانتا ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

يُحِيْطُوْنَ ـــــــ ، وہ احاطہ کرتے ہیں۔ فعل مضارع۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔

وَسِعَ ـــــــ ، وسیع ہوا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔

لَا يَئُوْدُهٗ ـــــــ ، وہ اس کو نہیں تھکاتی۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

اِسْتَمْسَكَ ـــــــ ، اس نے تھام لیا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔

يُخْرِجُهُمْ ـــــــ ، وہ انکو نکال لاتا ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

يُخْرِجُوْنَ ـــــــ ، وہ نکالتے ہیں۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب۔

مرکب اضافی

عندہ ۔ اذنہٖ ۔ بین ایدیھم ۔ خلفھم ۔ علمہٖ ۔ کرسیّہ

حفظھما ۔ ولی الذین ۔ اَوْلِیٰئُھُمْ ۔ اصحٰب النار

Scanned with CamScanner

مرکبِ توصیفی

العروۃ الوثقیٰ ۔

حروفِ جار

مِنْ ـــــــ ، سے

فِیْ ـــــــ ، میں

بِ ـــــــ ، ساتھ

اِلٰی ـــــــ ، طرف

تشریح .... رکوع نمبر ۳۴

گذشتہ سے ربط وتعلق: سورۃ بقرہ میں کثرت سے عبادات ومعاملات کے احکام مذکور ہیں جن کی تعمیل نفس انسانی کیلئے بڑی دشوار ہے۔ تمام اعمال میں دشوار تر انسان کیلئے جان ومال کا خرچ کرنا ہے۔ احکام خداوندی بھی زیادہ تر جان کے متعلق ہوتے ہیں یا مال کے اسی طرح گناہ میں بھی زیادہ تر جان ومال ہی کی محبت مبتلا ہوتی ہے۔ گویا دونوں کی محبت گناہوں کی جڑ اور اس سے نجات حاصل کرنا تمام احکام الٰہی کی تعمیل میں سہولت پیدا کرتا ہے۔ لہذا سابقہ انجام کو ذکر کرنے کے بعد انفاق فی سبیل اللہ کا تذکرہ مناسب ہوا۔ اور مَن ذَالَّذِی یقرض اللہ۔ میں مال خرچ کرنے کی تاکید فرمائی۔ چونکہ عبادات ومعاملات کے اکثر امور مال خرچ کرنے پر موقوف ہیں۔ لہذا اس رکوع میں انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید فرمائی ہے۔

آیت نمبر ۲۵۴ ۔اَن یاتیَ یَومٌ ....

یوم سے مراد روز قیامت اور یوم حساب ہے۔ یوم قیامت آنے سے پہلے خدا کی راہ میں مال خرچ کرلو۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ دنیا دار العمل ہے۔ اس لئے نیک اعمال کرنے کا موقع جو کچھ ہے۔ اسی دنیا میں ہے۔ وقت کی قدر کرو۔ دنیا کی زندگی کو غنیمت سمجھو۔ بَیعٌ فیہ۔ نزول قرآن کے وقت اہل عرب میں روز قیامت کے متعلق مختلف تصورات پائے جاتے تھے۔ مشرکین تو قیامت کے قائل ہی نہ تھے۔ اہل کتاب اس کے وقوع کے قائل تھے۔ مگر ان کا خیال تھا کہ شاید وہاں بھی دنیا کی طرح معاملہ ہوگا۔ کسی سے نیکیاں خرید لیں گے کسی کو برائیاں فروخت کردیں گے۔ قرآن نے اس بیہودہ خیالات کی تردید کردی کہ وہاں کوئی خرید وفروخت نہیں ہوگی۔

ولا خُلّۃٌ۔ میں اس دوستی کی نفی کی گئی ہے۔ جو ایمان کے بغیر کام آئے اور کفر کے مجرم کو نجات دلا سکے۔ اہل کتاب اس زعم میں مبتلا تھے۔ کہ یہاں کی رشتہ داری اور ذاتی تعلق سے

وہاں کام چل جائے گا۔ خلۃٌ کا معنی گہری دوستی ہے۔ جب گہری دوستی مفید نہیں ہوسکتی تو محض زبانی اور رسمی تعلق کا لاحاصل ہونا تو بالکل واضح ہے۔

ولَاشفاعۃٌ۔ پہلی دو گمراہیوں کا تعلق بھی مشرکین اور یہود سے تھا۔ اور یہ تیسری گمراہی عیسائیت کے خصوصیات میں سے ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت شافی مطلق کی ہے۔ انہوں نے اپنی جان دے کر اور سب کی طرف سے صلیب پر اپنے خون کا چڑھاوا چڑھا کر سب عیسائیوں کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔

والکافرون ھم الظالمون۔ کفر کی روش اختیار کرنے والوں سے مراد یا تو وہ لوگ ہیں۔ جو خدا کے حکم کی اطاعت سے انکار کریں۔ اور اپنے مال کو اس کی رضامندی سے عزیز تر رکھیں۔ یا وہ لوگ جو روز قیامت کے قائل نہ ہوں یا پھر وہ لوگ جو اس خام خیال میں مبتلا ہوں کہ آخرت میں انہیں کسی نہ کسی طرح نجات خرید لینے کا اور دوستی وسفارش سے کام بن جانے کا موقع حاصل ہو ہی جائے گا۔

الغرض آیت میں تنبیہ ہے کہ دنیاوی زندگی میں انفاق فی سبیل اللہ کا جو موقعہ ملا ہے۔ اسے غنیمت جان کر اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرو۔ کل قیامت کے روز کوئی لین دین نہیں ہوگا۔ اور نہ کسی کی دوستی یا سفارش کام آئیگی۔

آیت نمبر ۲۵۵ : آیت الکرسی کی فضیلت : چونکہ اس آیت میں کرسی کا لفظ آیا لہذا اسے آیت الکرسی کہتے ہیں۔ آیت الکرسی کی فضیلت میں بکثرت احادیث مذکور ہیں۔

۱۔ قرآن مجید کی عظیم ترین آیت آیۃ الکرسی ہے جیسا کہ حضرت ابی بن کعبؓ سے آنحضور ﷺ نے دریافت فرمایا۔ قرآن مجید کی عظیم ترین آیت کون سی ہے۔ وہ بولے خدا اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔ آپ نے متعدد مرتبہ اپنا سوال دہرایا۔ تب حضرت ابی نے عرض کیا۔ آیت الکرسی سب سے عظیم ترین آیت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تجھے علم مبارک ہو۔ (صحیح مسلم)

۲۔ حضرت ابوامامہ روایت کرتے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا جو ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے۔ اس کے جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا دوسری کوئی چیز رکاوٹ نہیں۔ (نسائی)

۳۔ صحیح بخاری کی کتاب "فضائل القرآن" میں حضرت ابوہریرہؓ کا ایک طویل واقعہ مذکور ہے جس میں آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا گیا ہے۔ کہ جو شخص سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھے۔ اس پر خدا کی جانب سے ایک محافظ مقرر کردیا جاتا ہے۔ اور اس کا مال چوری سے محفوظ رہتا ہے۔

Scanned with CamScanner

صفات الٰہیہ: آیۃ الکرسی کی اس فضیلت کی وجہ توحید ذات اور صفات الٰہیہ کا مکمل بیان ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ (خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ گو باطل مذاہب بھی خدا کی ہستی کا اعتراف کرتے تھے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے کچھ چھوٹے درجہ کے دیوتا بھی مقرر کر رکھے تھے۔ یہ صرف اسلام کی تعلیم ہے۔ کہ خدا کے سوا بڑا چھوٹا کوئی معبود نہیں۔ یہ نہیں کہ ایک خدائے اکبر اور معبود اعظم ہے۔ باقی چھوٹے چھوٹے معبود اور دیوی دیوتا بھی موجود ہیں۔

الحَیُّ: وہ مستقل زندہ ہے۔ ازلی اور ابدی ہے۔ صفت حیات اس کے ساتھ لازم ہے۔ موت اس پر نہ پہلے کبھی طاری ہوئی نہ ہوگی۔

القیّوم: جو صرف خود قائم بالذات نہیں۔ بلکہ دوسروں کے قیام کا باعث ہے۔ اور سب کو قائم رکھے ہوئے ہے اس میں عیسائیوں کے عقیدہ کی تردید ہے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ جس طرح بیٹا باپ کی شرکت کے بغیر خدا نہیں۔ اسی طرح باپ پر بھی بیٹے کو شریک کئے بغیر خدا کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ گویا جس طرح نعوذ باللہ مسیح ابن اللہ خدا کے محتاج ہیں۔ اسی طرح خدا اپنی خدائی کے وجود اور اثبات کیلئے مسیح کا محتاج ہے۔

لَاتَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَانَوْمٌ: یہودی اور عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے جب چھ روز میں آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ تو ساتویں روز تھک گیا۔ اور اسے آرام کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اسلام کا خدا نیند تھکان حتیٰ کہ اونگھ تک کا محتاج نہیں۔ وہ ان سب سے بے نیاز اور پاک ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ: استفہام انکاری ہے۔ یعنی کسی کو بھی بلا اجازت سفارش کرنے کی جسارت نہ ہوگی۔ اس میں بھی عیسائیوں کے عقیدہ شفاعت مسیح کی تردید ہے۔ کیونکہ عیسائی انہیں شفاع مطلق تسلیم کرتے تھے۔

یَعْلَمُ مَابَیْنَ اَیْدِیْھِمْ: خدا کو حاضر و غائب سب کا علم ہے۔ یہاں آگے اور پیچھے دو جہتوں کا نام لیا گیا ہے۔ مگر اس سے مراد تمام جہات ہیں۔

لَایُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ: خدا کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اس کے وسیع اقتدار کا تصور پیش کر کے یہ بتایا گیا تھا کہ اس کی حکومت میں نہ تو کوئی شریک ہے۔ اور نہ کسی کی سفارش موثر ہو سکتی ہے۔ اب ایک دوسری حیثیت سے بتایا جا رہا ہے۔ کہ کوئی اس کے کاموں میں کیسے دخیل ہو سکتی ہے؟ جب کہ کسی دوسرے کے پاس وہ علم ہی نہیں۔ جس سے وہ نظام کائنات اور اس کی مصلحتوں کو سمجھ سکتا ہو۔ سب کا علم ناقص

محدود اور نامکمل ہے۔ کائنات کی حقیقتوں پر کسی کی نظر بھی محیط نہیں۔ نظام عالم تو در کنار بندے تو خود اپنی ذات اور ذاتی مصلحتوں کو بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کرسی عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کی جمع کراسی آتی ہے۔ کرسی کے معنی میں علماء کے یہاں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک کرسی سے مراد خدا کا علم ہے۔ (ابن کثیر)

۲۔ سدی فرماتے ہیں کہ کرسی آسمان و زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور عرش کرسی پر محیط ہے۔ (ابن کثیر)

پھر حضرت ابوذر غفاری نے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضور ﷺ سے کرسی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا خدا ساتوں آسمان اور زمین کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں۔ جیسے ایک لوہے کے حلقہ کو ایک عظیم صحرا میں پھینک دیا جائے۔ تو جو نسبت اس حلقہ کو اس صحرا سے ہوتی ہے۔ وہی نسبت زمین و آسمان کو کرسی کے ساتھ ہے۔ (ابن کثیر)

۳۔ بقول علامہ بیضاویؒ "خدا کی عظمت و جلال کو تمثیلی پیرایہ میں کرسی کہا گیا ہے۔ درحقیقت نہ کوئی کرسی ہے اور نہ کرسی نشین"۔

۴۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کرسی سے مراد عرش ہے۔ (مظہری)

۵۔ محدثین کی رائے میں کرسی ایک جسم دار چیز ہے۔ کرسی کی نسبت خدا کی طرف اسی طرح ہے جیسے بیت اللہ یا عرش کی نسبت ذات حق مجسم ہے اور وہ کرسی نشین ہے۔

۶۔ بعض علماء کے نزدیک کرسی سے مراد خدا کی قدرت اور سلطنت ہے۔ (کشاف) علماء کے ہاں یہی راجح قول ہے۔

الغرض آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ جمیع کائنات کو گھیرے ہوئے ہے ہر چیز بڑی ہو یا چھوٹی۔ ظاہر ہو یا خفی اس پر عیاں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ آیت متشابہات کی قبیل سے ہے متشابہات کے بارے میں جو قرآنی آیت وارد ہوئی ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ بلا تاویل اس پر ایمان لایا جائے۔ اور مومن کو واللہ اعلم بالصواب ہی کہنا چاہیے

ولا یؤدہ حفظہما: زمین و آسمان کی حفاظت اس پر گراں نہیں کہ تھک ہار کر اسے شریک یا معاون کی ضرورت پڑے۔ مشرک قوموں کا خیال اور تصور یہ تھا کہ اس قدر طویل و عریض کائنات کا نظام تنہا چلانا دشوار ہے۔ اس لئے نعوذ باللہ وہ کبھی غافل بھی ہو جاتا ہے۔ اور یہ کاروبار سنبھالنے کیلئے اسے معاون کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہود اور عیسائیوں کا عقیدہ خدا کے آرام کرنے اور سستانے کے بارے میں اسی تصور کا آئینہ دار ہے۔ آیت میں اس کی تردید کی گئی ہے۔ آیت کے خاتمے پر ۲ صفات الٰہیہ العلی العظیم کا ذکر ہے۔ العلی کا مادہ علو ہے۔ یعنی تمام صفات کمال کا اثبات جس کے

مرتبہ کی انتہا نہ ہو۔ جس کی حقیقت دریافت نہ کی جاسکتی ہو۔ گویا ان دو صفات کے اندر عظمت وکمال کے سلبی وایجابی دونوں پہلو آگئے۔ اور ہر اس گمراہی کی تردید ہوگئی جو خدا کی صفات میں کسی کو شریک کرنے سے پیدا ہوسکتی ہے۔ (ماجدی ج ۱ ۷ ۱)

الغرض، آیت الکرسی توحید خالص کی ترجمان اور ردِّ شفاعت اور ردِّ شرک پر قول فیصل ہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے اسے عظیم ترین آیت قرار دیا ہے۔

آیت نمبر ۲۵۶ : لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ............ دین میں جبر نہیں

میں ارشاد ہوتا ہے کہ توحید کے ان واضح دلائل کے بعد اسلام میں نہ جبر واکراہ کی ضرورت ہے۔ اور نہ اجازت۔ حق و باطل، کفر وایمان اور ہدایت وضلالت کے مابین فرق وامتیاز واضح ہو چکا ہے۔ عقل والوں کو خود سمجھ لینا چاہیے۔ کہ طریق حق وصواب کون سا ہے۔ قرآن میں دوسری جگہ مذکور ہے۔ افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین (کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے تاکہ وہ ایمان لے آئیں)

ہدایت وضلالت کے معاملے میں اللہ کے رسول کی اصلی ذمہ داری صرف حق کو واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔ اور جب یہ کام ہو چکا حق باطل سے بالکل الگ ہو کر سامنے آگیا۔ تو رسول کی جو ذمہ داری ہے وہ پوری ہو چکی اب ذمہ داری ان لوگوں کی ہے جن پر حجت تمام ہو چکی ہے۔ وہ چاہیں تو ایمان لائیں اور چاہیں تو کفر کی راہ پر اڑے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو آزادی دی اور اختیار دیدیا ہے کہ وہ ایمان لا کر اس کا صلہ پائے یا کفر کی راہ اپنا کر سزا بھگتیں۔

فَمَن یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ: الطاغوت کا اطلاق ہر اس شخص یا چیز پر ہوتا ہے۔ جو انسان کو سرکش بنادے۔ اس کا اطلاق واحد جمع دونوں پر ہوتا ہے۔ یہاں معنی میں جمع ہی مراد ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں۔ خدا کے سوا جس چیز کی عبادت کی جاتی ہو وہ طاغوت ہے۔ امام رازی کے نزدیک سرکش انسانوں اور جنوں کو طاغوت کہتے ہیں۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں "طاغوت سے مراد وہ بندہ ہے۔ جو بندگی کی حد سے تجاوز کرکے خود آقائی وخداوندی کا دم بھرنے لگے۔ اور خدا کے بندوں سے اپنی بندگی کرائے۔ اب آیت کے اس جز کا مفہوم یہ ہوا کہ جو کوئی گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت کو منظور کرے گا۔ اس نے ایسی مضبوط چیز کو پکڑ لیا جس میں ٹوٹنے چھوٹنے کا ڈر نہیں۔ (لَا انْفِصَامَ لَھَا)

آیت نمبر ۲۵۷ : اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا............

ولی کا لفظ مختلف معنوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ کارساز مددگار۔ پشت پناہ۔ سرپرست اور آقا سب معانی یہاں موزوں ہیں۔

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ نور سے مراد یہاں عقلی اور ایمانی روشنی ہے اور تاریکیوں سے مراد جہالت کی تاریکیاں ہیں۔ جن میں بھٹک کر انسان اپنی فلاح ونجات کی راہ سے دور جا پڑتا ہے۔ اس میں کفر اور اس کے متعلقات سب شامل ہیں۔ نور سے مراد علم حق، ایمان اور عقل سلیم ہے۔ جن کی روشنی میں انسان اپنی اور کائنات کی حقیقت اور اپنی زندگی کے مقصد کو صاف صاف دیکھ کر صحیح راہ عمل اپناتا ہے۔ ظلمت سے مراد عقلی اور اخلاقی تاریکی ہے۔ انواع کفر واسباب کفر بہت ہیں۔ اس لئے ظلمات جمع کا صیغہ بولا گیا۔ اس کے مقابلہ میں راہ راست اور صراط مستقیم ایک ہی ہے۔ اس لئے النور قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی آیا ہے۔ صیغہ واحد ہی میں آیا ہے۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْآ اَوْلِیٰٓـئُھُمُ الطَّاغُوْتُ۔ کافروں کے دوست طاغوت ہوتے ہیں۔ یعنی بدی کے محرکات ہر لمحہ ان پر محیط اور غالب رہتے ہیں۔ کبھی شیطان آکر ورغلاتا ہے۔ اور جھوٹی ترغیبات کا سبز باغ دکھاتا ہے۔ کبھی انسان کا اپنا نفس اسے جذبات اور خواہشات کا غلام بنا کر اسے سیدھی راہ سے ہٹا دیتا ہے۔ اہل خانہ عزیز واقارب اور خاندان، قوم اور معاشرہ یہ سب اس کیلئے طاغوت ثابت ہوتے ہیں جب ان میں سے ہر ایک اس سے اپنی اغراض کی بندگی کراتا ہے۔ اور اس کی نکیل اپنے ہاتھ میں لیکر، عقل وفطرت کی پرورش سے دور کرکے اس کو ضلالت کی غار میں دھکیل دیتا ہے۔ مثل مشہور ہے "خانہ خالی را دیو میگیرد" جس گھر میں آدمی نہیں رہتا وہ شیطان کا مسکن ہے؟ اس طرح جو دل ایمان سے خالی ہوتا ہے۔ وہ شیطان اور طاغوت کا اڈہ بن جاتا ہے۔ جو اسے دائمی جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ

کیا تم نے نہیں دیکھا طرف جو جھگڑا کیا ابراہیم سے

کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے

فِیْ رَبِّہٖٓ اَنْ اٰتٰہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ ۘ اِذْ قَالَ

میں رب اس کے کہ دی اس کو اللہ نے بادشاہی جب کہا

اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا اس لئے کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی تھی جب ابراہیم نے کہا

Scanned with CamScanner

إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ

ابراہیم نے میرا رب جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے

میرا رب وہ ہے جو زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے

قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ

کہا اس نے میں زندہ کرتا ہوں اور موت دیتا ہوں کہا ابراہیم نے

اس نے کہا میں زندگی دیتا ہوں اور موت بھی ابراہیم نے کہا

فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ

پس بے شک اللہ لاتا ہے کو سورج سے مشرق

یقیناً اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے

فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي

پس لا تو اسے سے مغرب پس حیران ہو گیا جو

تو اسے مغرب سے لے آ تو وہ شخص جس نے کفر کیا

كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

کفر کیا اور اللہ نہیں ہدایت دیتا لوگوں

مبہوت ہو گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو

الظَّالِمِينَ ﴿٢٥٨﴾ أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ

ظالم یا مانند جو گزرا پر بستی

ہدایت نہیں دیتا یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر سے گزرا

وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ

اور وہ گری ہوئی تھی پر چھتیں اپنی اُس نے کہا کس طرح

جو اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی اس نے (اپنے دل میں) کہا اللہ

يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ

زندہ کرے گا اس کو اللہ بعد موت اس کے پس موت دے دی اسے

اس سرزمین کو فنا ہو جانے کے بعد کس طرح زندہ کرے گا تو اللہ نے

اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ

اللہ نے سو سال پھر اٹھایا اسے اُس نے کہا کتنا

اسے سو سال کے لئے موت دے دی پھر اسے اٹھایا اللہ نے کہا تم کتنا عرصہ

لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ

رہے تم اس نے کہا میں رہا ایک دن یا کچھ (حصہ) دن کا

رہے ہو اس نے کہا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ

قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ

اس نے کہا بلکہ رہے تم سو سال پس دیکھو

اللہ نے کہا تم اس حالت میں سو سال رہے ہو پس اپنے

إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ

طرف کھانے اپنے اور پانی اپنے نہیں خراب ہوا اور دیکھو

کھانے اور پانی کی طرف دیکھو وہ ذرا خراب نہیں ہوئے اور اپنے

إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ

طرف گدھے اپنے اور تاکہ بنائیں ہم تمہیں نشانی واسطے لوگوں کے اور

گدھے کو دیکھو (یہ ہم نے اس لئے کیا ہے) تاکہ تمہیں لوگوں کے لئے نشانی بنا دیں

وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ

دیکھو طرف ہڈیوں کے کس طرح ہم انہیں اٹھاتے ہیں پھر

پھر ہڈیوں کی طرف دیکھو ہم انہیں کس طرح اٹھاتے ہیں پھر

Scanned with CamScanner

نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ

ہم پہناتے ہیں ان پر گوشت پس جب واضح ہو گئی اس کے لئے کہا

ان پر گوشت چڑھاتے ہیں جب اس پر (یہ حقیقت) واضح ہو گئی تو اس نے کہا

اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٥٩﴾

میں جانتا ہوں بے شک اللہ پر ہر چیز قادر ہے

میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ

اور جب کہا ابراہیم نے اے میرے رب دکھا مجھے

اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب مجھے دکھا دے

كَيْفَ تُـحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ

کس طرح تو زندہ کرتا ہے مردوں کو اس نے کہا کیا تو ایمان نہیں رکھتا

تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے اللہ نے کہا کیا تم ایمان نہیں رکھتے؟

قَالَ بَلٰي وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ ۭ قَالَ

اس نے کہا کیوں نہیں اور لیکن تاکہ مطمئن ہو جائے میرا دل اس نے کہا

اس نے کہا کیوں نہیں لیکن (یہ) میں نے اس لئے کہا ہے، تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے اللہ نے کہا

فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ

پس لو چار سے پرندوں پس مانوس کر لو انہیں

تم چار پرندے لو اور انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لو

اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰي كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ

طرف اپنے پھر رکھ دو پر ہر ایک پہاڑ سے ان کے

پھر ان کا ایک ایک حصہ ایک ایک پہاڑ پر رکھ دو۔

جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۭ

ایک حصہ پھر بلاؤ تم انہیں وہ آئیں گے تیرے پاس دوڑتے ہوئے

پھر انہیں بلاؤ تو وہ تیرے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے

وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٦٠﴾ ع ٣٥ ٣ ٣

اور جان لو بے شک اللہ غالب اور دانا ہے۔

اور جان رکھو کہ اللہ غالب اور دانا ہے۔

معانی و گرامر

اسماء

اَلْمُلْكَ	ـــــــ :	سلطنت
اَلشَّمْسُ	ـــــــ :	سورج، شُمُوْسٌ اس کی جمع ہے۔
مَشْرِقٌ	ـــــــ :	مشرق، اسم ظرف۔ جمع مَشَارِقَ۔
مَغْرِبٌ	ـــــــ :	مغرب۔ اسم ظرف۔ جمع مَغَارِبُ
خَاوِيَةٌ	ـــــــ :	اوندھی گری ہوئی۔ اسم فاعل
عُرُوْشِهَا	ـــــــ :	اس کی چھتیں۔ عَرْشٌ واحد ہے۔ مرکب اضافی
مِائَةَ	ـــــــ :	ایک سو۔ اسم عدد۔ اس کی جمع مِآتٌ ہے۔
عَامٍ	ـــــــ :	سال، برس۔ اَعْوَامٌ جمع ہے۔
طَعَامٌ	ـــــــ :	کھانا۔ خوراک (جمع اطعمة)
شَرَابٌ	ـــــــ :	ہر ایک پینے کی چیز (جمع اشربه)
حِمَارٌ	ـــــــ :	گدھا۔ اس کی جمع حُمُرٌ ہے۔
عِظَامُ	ـــــــ :	ہڈیاں۔ عَظْمٌ واحد ہے۔
لَحْمًا	ـــــــ :	گوشت، اس کی جمع لُحُوْمٌ ہے۔
مَوْتٰی	ـــــــ :	مُردہ۔ مرا ہوا۔ (واحد مَیِّتٌ)
بَلٰی	ـــــــ :	ہاں۔ کیوں نہیں

Scanned with CamScanner

أَرْبَعَةً ــــــــــ ، چار

طَيْرٍ ــــــــــ ، پرندے ، طَائِرٌ واحد ہے۔

جَبَلٍ ــــــــــ ، پہاڑ (جمع جبال)

جُزْءًا ــــــــــ ، ٹکڑا ۔ اَجْزَاءُ اس کی جمع ہے۔

سَعْيًا ــــــــــ ، دوڑتے ہوئے۔ سَعْيٌ مصدر ہے۔

افعال

تَرَ ــــــــــ ، دیکھا تو نے ۔فعل مضارع ۔ صیغہ واحد مذکر حاضر۔

حَاجَّ ــــــــــ ، اس نے جھگڑا کیا ۔ فعل ماضی ۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔

يُحْيِي ــــــــــ ، وہ زندگی دیتا ہے ۔فعل مضارع ۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔

يُمِيتُ ــــــــــ ، وہ موت دیتا ہے ۔فعل مضارع ۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔

أُحْيِي ــــــــــ ، میں زندگی دیتا ہوں ۔فعل مضارع ۔ صیغہ واحد متکلم ۔

أُمِيتُ ــــــــــ ، میں مارتا ہوں ۔فعل مضارع صیغہ واحد متکلم ۔

يَأْتِي بِ ــــــــــ ، وہ لاتا ہے ۔فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب ۔

اْتِ بِ ــــــــــ ، تو لا ۔ فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر۔

بُهِتَ ــــــــــ ، وہ حیران رہ گیا ۔ فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔

كَفَرَ ــــــــــ ، اس نے کفر کیا ۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب

يَهْدِي ــــــــــ ، ہدایت دیتا ہے ۔فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

مَرَّ ــــــــــ ، وہ گزرا ۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب ۔

أَمَاتَهُ ــــــــــ ، اس کو مار ڈالا ۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب ۔

بَعَثَ ــــــــــ ، اس نے اٹھایا فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر غائب

لَبِثْتَ ــــــــــ ، تو پڑا رہا ۔ فعل ماضی معروف صیغہ واحد مذکر حاضر۔

لَبِثْتُ ــــــــــ ، میں پڑا رہا ۔ فعل ماضی معروف ۔ صیغہ واحد متکلم

اُنْظُرْ ــــــــــ ، تو دیکھ ۔ فعل امر حاضر صیغہ واحد مذکر حاضر۔

لَمْ يَتَسَنَّهْ ــــــــــ ، وہ خراب نہیں ہوا ۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب ۔ لَمْ داخل ہونے سے ماضی منفی ہو گیا۔

نَجْعَلَكَ ــــــــــ ، ہم بنائیں گے تجھے ۔ فعل مضارع صیغہ جمع متکلم ۔

نُنْشِزُهَا ــــــــــ ، ہم جوڑتے ہیں ہم اس کو ۔ فعل مضارع صیغہ جمع متکلم ۔

نَكْسُوهَا ــــــــــ ، ہم چڑھاتے ہیں اس پر ۔فعل مضارع صیغہ جمع متکلم ۔

تَبَيَّنَ ــــــــــ ، خوب ظاہر ہو گیا ۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب ۔

أَعْلَمُ ــــــــــ ، میں جانتا ہوں ۔فعل مضارع صیغہ واحد متکلم ۔

أَرِنِي ــــــــــ ، دکھا مجھے ۔ فعل امر حاضر صیغہ واحد مذکر

تُحْيِي ــــــــــ ، تو زندہ کرتا ہے ۔فعل مضارع صیغہ واحد مذکر حاضر

تُؤْمِنْ ــــــــــ ، تو ایمان لاتا ہے ۔فعل مضارع صیغہ واحد مذکر حاضر۔

لِيَطْمَئِنَّ ــــــــــ ، تاکہ اطمینان ہو جائے ۔فعل مضارع بانون تاکید صیغہ واحد مذکر غائب۔

خُذْ ــــــــــ ، تو پکڑ ۔ فعل امر حاضر صیغہ واحد مذکر حاضر۔

فَصُرْ ــــــــــ ، تو مانوس کر ۔ فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر۔

ادْعُ ــــــــــ ، تو بلا ۔ فعل امر حاضر ۔ صیغہ واحد مذکر حاضر۔

يَأْتِينَكَ ــــــــــ ، وہ آئیں گے تیرے پاس فعل مضارع صیغہ جمع مؤنث غائب ۔

اجْعَلْ ــــــــــ ، تو بنا دے ۔فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر۔

وَاعْلَمْ ــــــــــ ، اور جان لے ۔ فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر۔

مرکب اضافی

ربّه ۔ رَبِّ ۔ عُرُوشِهَا ۔ بعد موتها ۔ مائة عام ۔ بعض یوم

طعامك ۔ شرابك ۔ حمارك ۔ كل شيءٍ ۔ ربِّ ۔ قلبي ۔ كلِّ جبلٍ

مرکب توصیفی

القوم الظّٰلمین

حروفِ جار

اِلٰی ——— : طرف۔
مِنْ ——— : سے
عَلٰی ——— : پر
ل ——— : واسطے

تشریح .... رکوع نمبر ۳۵

آیت نمبر ۲۵۸ : قرآن مجید کا عام اسلوب بیان یہ ہے کہ وہ پہلے ہر مسئلے کے متعلق عقلی وفطری دلیل پیش کرتا ہے۔ پھر تاریخی واقعات سے اس کو ذہن نشین کراتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی دو واقعات ایمان وایقان کے بیان کئے گئے ہیں۔ پہلا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ ....

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا واقعہ : مفسرین کے نزدیک حضرت ابراہیم سے جھگڑنے والا شخص نمرود تھا۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وطن کا بادشاہ تھا۔ تالمود میں یہ پورا واقعہ موجود ہے۔ اور بڑی حد تک قرآن کے مطابق ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نمرود کے ہاں حکومت کے سب سے بڑے عہدے پر فائز تھا۔ حضرت ابراہیم نے جب اعلانیہ شرک کی مخالفت کی اور توحید کی تبلیغ شروع کی اور بت خانے میں داخل ہو کر بتوں کو توڑ ڈالا تو ان کے باپ نے خود ان کا مقدمہ بادشاہ کے دربار میں پیش کیا۔ اور پھر وہ مناظرہ ہوا جو یہاں بیان کیا گیا ہے۔

اَنْ آتَاهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ۔ نمرود نے یہ جھگڑا صرف اس لئے کیا تھا کہ مالک الملک نے اسے تاج وتخت کا وارث بنا دیا تھا۔ اس پر نازاں ہو کر وہ اتنا دلیر سرکش اور باغی بن بیٹھا کہ خدا کی طرح اپنی پوجا کرانے لگا۔ اس نے اپنے لئے ایک تخت تیار کرایا تھا۔ جس پر بیٹھا کرتا تھا۔

رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ۔ نمرود اپنے خدا ہونے اور مظہر خدا ہونے کا مدعی تھا۔ اس نے حضرت ابراہیم سے دریافت کیا کہ وہ کون سا خدا ہے جس کی تم دعوت دے رہے ہو۔ ذرا میں بھی اس کے اوصاف سنوں ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میرا رب زندہ کرتا ہے۔ اور مارتا ہے۔ یعنی حیات وممات اسی کے ہاتھ میں ہے۔ کائنات کی بقاو فنا کے سارے قانون اور ضابطے آخر میں

اسی پر جا کر ٹھہرتے ہیں۔ کسی بندہ میں یہ طاقت نہیں کہ اس نظام بقاو فنا کو بدل دے۔

قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ۔ (نمرود نے کہا میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں) بقول مفسرین نمرود نے ایک بے گناہ کو قتل کر دیا۔ اور ایک واجب القتل شخص کو رہا کر کے حاضرین کو دھوکا دینا چاہا۔ کہ زندہ کرنے اور مارنے کا وصف اس میں بھی پایا جاتا ہے۔ حالانکہ حضرت ابراہیم کی مراد یہ نہ تھی۔ اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ اسباب رزق جن پر لوگوں کی زندگی کا انحصار ہے۔ وہ میرے اختیار میں ہیں۔ جسے چاہوں روزی دوں۔ جسے چاہوں بھوکا مار ڈالوں۔

فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ۔ اگرچہ حضرت ابراہیم کے بیان ہی سے یہ بات واضح ہو چکی تھی۔ کہ رب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ تاہم نمرود اس کا جواب ڈھٹائی سے دے گیا۔ تو ابراہیم نے اس کو عقل اور ہٹ دھرم کو دوسری دلیل پیش کی۔ کہ اگر فی الواقع تم خدا ہو تو ذرا سورج کو مغرب سے لے آؤ۔ اب نمرود کیلئے کچھ کہنا مشکل ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ آفتاب وماہتاب اسی خدا کے زیر فرمان ہیں جس کو ابراہیم نے رب مانا ہے۔ مگر اس طرح جو حقیقت اس کے سامنے بے نقاب ہوئی تھی۔ اس کو تسلیم کر لینے کا مطلب یہ تھا کہ وہ خدائی کا دعویٰ ترک کر دیتا۔ جس کے لئے وہ تیار نہ تھا۔ لہٰذا وہ صرف حیران وششدر ہو کر رہ گیا۔ خود پرستی اور انانیت کے خول سے نکل کر حق پرستی کی جانب نہ آیا۔ تلمود کا بیان ہے۔ کہ "اس کے بعد اس بادشاہ کے حکم سے حضرت ابراہیم قید کر دیئے گئے۔ دس روز تک جیل میں رہے۔ پھر بادشاہ کی کونسل نے ان کو زندہ جلانے کا فیصلہ کیا۔ اور ان کے آگ میں پھینکے کا وہ واقعہ پیش آیا۔ جو سورۃ انبیاء رکوع نمبر ۵ میں بیان ہوا ہے۔ (تفہیم القرآن جلد ۱)

یعنی آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے گلزار بن گئی اور وہ زندہ بچ گئے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہٹ دھرم ظالم اور ضدی لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

آیت نمبر ۲۵۹ : اَوْ كَالَّذِیْ ....

حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ : صاحب واقعہ اور اس بستی کے بارے میں جہاں سے اس کا گذر ہوا مختلف مفسرین کی رائے میں اس سلسلہ میں زیادہ تر عزیر علیہ السلام کا نام لیا جاتا ہے۔ جو بنی اسرائیل کے پیغمبر اور تورات کے حافظ تھے۔ ان کا زمانہ پانچویں صدی قبل مسیح تھا۔ بستی کا نام بیت المقدس یا دیر ہر قل لیا جاتا ہے۔ تفسیر مظہری میں واقعہ کی تفصیل اس طرح سے ہیں کہ "بخت نصر تاجدار بابل نے ۵۸۶ قبل مسیح میں جب بیت المقدس کے شہر کو تاخت وتاراج کیا۔ اور بنی اسرائیل کے بہت سے لوگوں کو قید کر کے لے گیا۔ تو ان قیدیوں میں حضرت عزیر حضرت

Scanned with CamScanner

دانیال اور آل داؤد کے کچھ اور لوگ بھی تھے۔ حضرت عزیر جب قید سے رہا ہوئے۔ اور بابل کے شہر سے ایک گدھے پر سوار ہو کر نکلے تو آپ کا گذر دیر ہر قل نامی ایک بستی پر ہوا۔ جو دریائے دجلہ کے کنارے پر واقعہ تھی۔ بستی میں کوئی شخص موجود نہ تھا۔ درخت پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ آپ نے سیر ہو کر پھل کھایا۔ انگور کا شیرہ نچوڑ کر پیا۔ زادراہ کے طور پر کچھ پھل تھیلے میں ڈال لیا۔ باقی ماندہ شیرہ مشکیزے میں ڈالا۔ بستی میں ہو کا عالم دیکھ کر بے ساختہ یہ الفاظ زبان پر طاری ہوئے۔ "خدا اس بستی کو مرنے کے بعد کیوں کر زندہ کرے گا" خداوند کریم نے حیات نو کا عملی مشاہدہ کرانے کیلئے حضرت عزیر کو سو سال کیلئے موت کی نیند سلا دیا۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے سو سال کے بعد جب حضرت عزیر کو حیات نو بخشی تو آپ اپنے گاؤں میں آئے۔ ہر چیز کی حالت دگرگوں پائی۔ کوئی انہیں پہچان نہ سکا۔ نہ وہ کسی کو پہچان سکے۔ حضرت عزیر کی ایک لونڈی ایک سو بیس سال کی عمر کو پہنچ چکی تھی۔ جب آپ گھر سے نکلے۔ اس وقت اس کی عمر بیس سال تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا یہ عزیر کا مکان ہے؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں! وہ کہنے لگی آج تک کسی نے عزیر کا نام نہ لیا تھا۔ حضرت عزیر نے فرمایا میرا ہی نام عزیر ہے۔ مجھے خدا نے سو سال کے بعد زندہ کیا ہے۔ وہ بولی عزیر مستجاب الدعوات آدمی تھے۔ اگر آپ عزیر ہیں تو میرے حق میں دعائے خیر کیجئے خدا مجھے بصارت عطا فرمائے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اور اپنا ہاتھ آنکھوں پر پھیرا۔ آنکھیں بالکل ٹھیک ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کے حکم سے اٹھو۔ لونڈی نے دیکھ کر آپ کو پہچان لیا۔ وہ آپ کو بنی اسرائیل کی ایک مجلس میں لے گئی۔ آپ کا بیٹا سو سال کی عمر کو پہنچ چکا تھا۔ پوتے پوتیاں بوڑھے ہو چکے تھے۔ مگر آپ جوان نظر آتے تھے۔ لونڈی بولی یہ عزیر ہیں اور میں فلاں لونڈی ہوں۔ آپ نے میرے حق میں دعا فرمائی۔ اور مجھے پھر سے بصارت عطا ہوئی۔ آپ نے سو سال کے بعد نئی زندگی پائی ہے۔ مگر بنی اسرائیل نہ مانے۔ حضرت عزیر کے بیٹے نے کہا میرے والد کے کندھوں کے درمیان چاند جیسا ایک نشان تھا۔ چنانچہ جب کپڑا اٹھایا تو وہ نشان موجود پایا" مفسر کلبی کا بیان ہے۔ کہ جب حضرت عزیر اپنی قوم کی طرف آئے۔ تو معلوم ہوا کہ بخت نصر نے تورات جلا دی ہے۔ آپ کو بے حد صدمہ ہوا۔ بارگاہ ایزدی سے ایک فرشتہ پانی کا ایک پیالہ لے کر حاضر ہوا۔ اور وہ آپ کو پلا دیا۔ جس سے تورات سینہ میں محفوظ ہو گئی۔ جب بنی اسرائیل کو آپ کی نبوت تسلیم کرنے میں تذبذب ہوا۔ تو آپ نے تورات پڑھ کر سنائی۔ بنی اسرائیل بولے۔ تورات صرف خدا کے بیٹے کے سینہ میں ہی محفوظ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو ابن اللہ کہنا شروع کر دیا۔ (تفسیر مظہری جلد اول)

لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ۔ جب حضرت عزیر کو موت کی آغوش میں سلایا گیا تھا۔ اس وقت شام ہونے میں کچھ وقت باقی تھا۔ اور جب زندہ ہوئے تو ابھی شام نہ ہوئی تھی۔ حضرت عزیر سمجھے کہ اگر میں کل یہاں آیا تھا تو ایک دن ہوا۔ اور اگر آج ہی آیا تھا تو دن سے بھی کم رہا۔ بشری اندازے یوں بھی صحیح نہیں ہوتے۔ جب دل و دماغ اور شعور کی مشینوں کی حرکت ہی سرے سے باطل ہو گئی تھی۔ تو اندازہ کرنے کا کوئی طریق ممکن نہ تھا۔

فَانْظُرْ إِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ۔ کھانے پینے کی اشیاء کو دیکھئے ان میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ حالانکہ ایک صدی گذر چکی ہے۔ گدھے کی ہڈیوں کو دیکھئے۔ ابھی تک موجود ہیں مگر گوشت پوست کا کہیں نام نہیں۔ علم الحیوانات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ جانوروں کے ڈھانچے مدتوں باقی رہتے ہیں بعض بعض ڈھانچے سینکڑوں ہزاروں سالوں کے بعد سالم و محفوظ ہوتے ہیں۔

آیت کے اس جزو سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عزیر گدھے پر سوار تھے۔ عرب ممالک میں گھوڑے کی طرح گدھے سے سواری کا کام لیا جاتا تھا۔ تورات اور انجیل دونوں میں گدھے کا ذکر سواری کے جانور کی حیثیت سے بکثرت آیا ہے۔ اور حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح دونوں کا گدھے پر سوار ہونا بیان ہوا ہے۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ۔ جب عزیر علیہ السلام کے سامنے گدھے کی ہڈیاں جسمانی ساخت کے مطابق اپنے اپنے مقام پر آگئیں۔ پھر ان پر گوشت چڑھایا گیا۔ اور جسم درست کیا گیا۔ تو خدا کی قدرت سے اس نے دوبارہ زندگی پائی۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔ حضرت عزیر نے یہ تمام ماجرا جب اپنی آنکھوں سے دیکھا تو بول اٹھے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یعنی مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ مردوں کو زندہ کرنا خدا کیلئے ذرا بھی مشکل نہیں۔ اب اپنی آنکھ سے دیکھ لیا۔ یہ مطلب نہیں کہ پہلے یقین میں کچھ کمی تھی۔ البتہ ابھی تک مشاہدہ کی نوبت نہ آئی تھی۔ گویا یقین قبل ازیں حاصل تھا۔ آپ عین الیقین کے طلب گار تھے۔ جو مشاہدہ سے حاصل ہو گیا۔

آیت نمبر ۲۶۰ : حضرت ابراہیم علیہ السلام اور پرندوں کا واقعہ :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى۔ (مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیوں کر زندہ کرتا ہے) کسی شک و ریب کی بنا پر نہ تھا۔ بلکہ حضرت عزیر کی طرح عین الیقین مطلوب تھا۔ جس کا اطمینان قلب اور مشاہدہ کے بغیر ممکن نہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں۔ کہ ایمان بڑھتے بڑھتے اطمینان قلب کا موجب ہوتا ہے۔ محققین کہتے ہیں کہ یہ ترقی کبھی مشاہدہ و معائنہ سے ہوتی ہے اور کبھی محض وجدان سے۔

مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں کہ "حضرت ابراہیم کے اس واقعہ کے متعلق طرح طرح کے

Scanned with CamScanner

شکوک و شبہات کا اظہار کیا گیا ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اللہ کا جو معاملہ ہے۔ اسے اگر اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے۔ تو کسی کھینچ تان کی ضرورت پیش نہیں آسکتی۔ عام اہل اسلام کو اس زندگی میں جو خدمت انجام دینی ہے۔ اس کیلئے تو محض ایمان بالغیب کافی ہے۔ لیکن انبیاء کو جو خدمت اللہ نے سپرد کی تھی۔ اس کیلئے ضروری تھا کہ وہ اپنی آنکھوں سے وہ حقیقتیں دیکھ لیں۔ جن پر ایمان لانے کی دعوت انہیں دنیا کو دینی تھی۔ ان کو پورے زور کے ساتھ یہ کہنا تھا کہ تم لوگ تو قیاسات دوڑاتے ہو۔ مگر ہم آنکھوں دیکھی بات کہہ رہے ہیں۔ تمہارے پاس ظن ہے۔ اور ہمارے پاس حقیقی علم ہے۔ اس لئے انبیاء کے سامنے فرشتے اصلی صورت میں آئے۔ ان کو آسمان و زمین کے نظام حکومت کا مشاہدہ کرایا گیا۔ ان کو جنت اور دوزخ آنکھوں سے دکھائی گئی۔ اور بعث بعد الموت کا انہیں مشاہدہ کرایا گیا۔ ایمان بالغیب کی منزل سے یہ حضرات منصب نبوت پر مامور ہونے سے پہلے گذر چکے تھے۔ نبی ہونے کے بعد ان کو ایمان بالشہادت کی نعمت دی جاتی ہے۔ اور یہ نعمت ان ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ (تفہیم القرآن جلد ۱)

فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ۔ احیاء موتی کا عملی مشاہدہ کرانے کیلئے حکم ہوا کہ چار پرندے لیجئے۔ انہیں پال پوس کر اپنے ساتھ مانوس کیجئے۔ پھر ذبح کر کے انہیں قریبی پہاڑوں پر ان کے ملے جلے ہوئے گوشت کا ایک حصہ رکھ دیجئے۔ بعض مفسرین کے نزدیک حکم یہ تھا کہ ایک پہاڑ پر چاروں کے سر رکھیں۔ دوسرے پر بازو رکھیں۔ تیسرے پر سب کے دھڑ اور چوتھے پر سب کے پاؤں رکھیں۔ وہ آپ کے پکارنے سے دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے۔ بعض مفسرین نے پرندوں کے نام بھی تجویز کئے ہیں کہ ان میں سے ایک مور تھا۔ دوسرا مرغا۔ تیسرا کوا اور چوتھا کبوتر۔ مگر اس کی اصل دلیل موجود نہیں۔ اور نہ اس تعین کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن اس کی تفصیلات بتانے سے خاموش ہے۔

فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ: (ان کو اپنی جانب مائل کیجئے) فصر صر کا مصدر صور ہے۔ جس کے معنی مائل کرنا ہیں۔ یعنی ان کو اپنی جانب مائل اور مانوس کیجئے (کشاف) بعض ائمہ لغت و تفسیر کہتے ہیں کہ صار یصور اور صار یصیر کے معنی قطع کرنا ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہیں۔ یعنی ان جانوروں کو ٹکڑے ٹکڑے کیجئے۔

كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (ہر پہاڑ پر ایک ٹکڑا رکھے) ہر پہاڑ کے یہ معنی نہیں کہ روئے زمین کے سب پہاڑوں پر یہ مخلوط گوشت رکھ دیجئے بلکہ وہ قریبی پہاڑ مراد ہیں۔ جو حضرت ابراہیم کے مسکن کے قریب و جوار میں واقع ہے۔ جزء سے مراد ملا جلا ہوا گوشت ہے۔

عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ بظاہر یہ کام آسان معلوم نہیں ہوتا کہ ایک بے جان جسم متفرق الاجزاء کو از سر نو زندہ کیا جائے۔ خصوصاً جب کہ چار پرندے ہوں۔ ان کو ذبح کر کے ان کے گوشت کو ملا جلا دیا جائے۔ اور پھر ان کو آواز دی جائے۔ تو وہ بھاگتے ہوئے آئیں۔ آیت کے آخر میں یہ دو صفات خداوندی لا کر ان اعتراضات کا قلع قمع کر دیا۔ چونکہ اللہ تعالی عزیز یعنی زبردست قدرت والا ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ حکیم بھی ہے۔ اس کے ہر حکم میں اس قدر مصلحتیں اور حکمتیں ہوتی ہیں کہ ان کا فہم اور احاطہ کرنا ہمارے بس کا روگ نہیں۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ

مثل ان کی جو خرچ کرتے ہیں مال اپنے میں

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ

راہ اللہ کے مانند ایک دانے کے اگائے سات

خرچ کرتے ہیں اس دانے کی مانند ہے جو سات بالیاں

سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ

بالیاں میں ہر بال سو دانے

اگائے ہر بالی میں سو دانے ہوں

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ

اور اللہ کئی گنا بڑھاتا ہے واسطے جس کے چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا

اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے کئی گنا بڑھا دیتا ہے اللہ بڑی وسعت والا

عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ

جاننے والا جو خرچ کرتے ہیں مال اپنے میں

جاننے والا ہے جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ

سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا

راہ اللہ پھر نہیں پیچھے لاتے جو خرچ کیا انہوں نے

کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد احسان نہیں جتاتے

مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ

احسان جتانا اور نہ دکھ دینا واسطے اُن کے اجر اُن کا پاس

اور نہ دکھ دیتے ہیں اُن کے لئے اُن کا اجر اُن کے

رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

رب ان کے اور نہیں کوئی خوف اُن پر اور نہ وہ

رب کے پاس ہے اور ان کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ۝٢٦٢ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ

غمگین ہوں گے بات بھلی اور درگزر کرنا

غمگین ہوں گے اچھی بات اور درگزر کرنا

خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ

بہتر ہے سے صدقہ بعد میں آئے جس کے دکھ دینا

اُس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد دکھ ہو

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۝٢٦٣ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اور اللہ بے نیاز بردبار اے لوگو جو

اور اللہ تو بے نیاز اور بردبار ہے اے ایمان والو

اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ

ایمان لائے ہو نہ ضائع کرو صدقات اپنے ساتھ احسان جتانا

اپنے صدقے احسان جتانے اور دکھ دینے سے

وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ

اور دکھ دینا مانند جو خرچ کرتا ہے مال اپنا

ضائع نہ کرو اُس شخص کی طرح جو اپنا مال

رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

دکھلاوے کے لئے لوگوں کے اور نہیں ایمان لاتا اللہ پر اور یوم

لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا

الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ

آخرت پر پس مثال اس کی مانند ایک چکنے پتھر کے اس پر

اس کی مثال ایک چکنے پتھر کی مانند ہے جس پر

تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ

مٹی پھر پڑے اس پر زور کا مینہ پس چھوڑ جائے اسے صاف

مٹی ہو پھر اس پر زور کا مینہ پڑے اور اسے صاف چٹان چھوڑ جائے

لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ

نہیں قادر ہوں گے وہ پر کسی چیز سے جو انہوں نے کمایا اور اللہ

وہ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہیں ہوں گے اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝٢٦٤ وَمَثَلُ

نہیں راہنمائی کرتا گروہ کو کافروں کے اور مثال

کافروں کی راہنمائی نہیں کرتا اور ان

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ

جو خرچ کرتے ہیں مال اپنے طلب

لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور

مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

رضامندی اللہ اور جلتے ہوئے سے دلوں اپنے

اپنے دلوں کو جمائے ہوئے خرچ کرتے ہیں

Scanned with CamScanner

كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ

مانند باغ کے اوپر اونچی جگہ پڑے اس پر زور کا مینہ

اس باغ کی مانند ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو اور اس پر زور کا مینہ برسے

فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا

پس لائے وہ پھل اپنا دوگنا پس اگر نہ پڑے اس پر

تو وہ دگنا پھل دے اور اگر زور کا مینہ نہ بھی پڑے

وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

زور کا مینہ پس ہلکی پھوار اور اللہ جو تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے

تو ہلکی بارش ہی کافی ہوتی ہے۔ اور اللہ ان اعمال کو جو تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ

کیا چاہتا ہے کوئی تم سے کہ ہو اس کے لئے باغ

کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں

مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

کھجوروں کا اور انگوروں کا چلتی ہوں سے نیچے اس کے

کا باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں

الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَ

نہریں اس کے لئے اس میں سے ہر پھل اور

اور اس کے لئے اس باغ میں ہر طرح کے پھل ہوں اور

اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاۗءُ ۚ

آ جائے اس پر بڑھاپا اور اس کے لئے اولاد ہو کمزور

خود اس پر بڑھاپا آ جائے اور اس کی اولاد (ابھی) کمزور ہو

فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۭ

پس آ جائے اس پر بگولا اس میں آگ ہو پس جل جائے

پھر اس باغ پر آگ کا بگولا آ جائے اور وہ جل جائے

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ

اس طرح بیان کرتا ہے اللہ لئے تمہارے آیات

اسی طرح اللہ تمہارے لئے آیات بیان کرتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ ع

تاکہ تم غور و فکر کرو

تاکہ تم غور و فکر کرو

اسماء — معانی و گرامر

اَمْوَالَهُمْ ــــــــ ، اپنے مال اس کا واحد مَالٌ ہے۔ مرکب اضافی۔

حَبَّةٍ ــــــــ ، گندم کا دانہ حُبُوْبٌ اس کی جمع ہے۔

سَنَابِلَ ــــــــ ، بالیں۔ اس کا واحد سُنْبُلَةٌ ہے۔

مَنًّا ــــــــ ، احسان جتانا۔ مصدر ہے۔ مَنَّ يَمُنُّ مَنًّا

اَذًى ــــــــ ، دکھ دینا۔ مصدر ہے۔ یہ لفظ عام ہے جس میں ہر قسم کی ایذا رسانی شامل ہے، زبان سے یا عمل سے احسان جتلانا بھی اس میں شامل ہے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ــــــــ ، اچھی بات مرکب توصیفی۔ سائل کی بات ٹال جانا جب وہ بد تہذیبی سے کہنے لگے۔ آیت میں یہ سکھایا گیا کہ صدقہ و خیرات مقصود بالذات نہیں مقصود دل کی اصلاح ہے۔

مَغْفِرَةٌ ــــــــ ، درگزر، معافی۔

غَنِيٌّ ــــــــ ، بے نیاز۔ اَغْنِيَاءُ اس کی جمع ہے۔ اللہ تمہارا مال تمہارے ہی فائدے کے لئے خرچ کرتا ہے۔ اور جو شخص خرچ کرتا ہے وہ اپنے ہی دائمی نفع کے لئے خرچ کرتا ہے کوئی یہ نہ سمجھے کہ خدا کی راہ میں جو کچھ دیا جاتا ہے وہ خود خدا کو دیا جاتا ہے۔

رِئَآءَ ـــــ ، دکھاوا بمصدر ہے۔

صَفْوَانٍ ـــــ ، چٹان، چکنا پتھر۔ اس کا واحد صَفْوَانَۃٌ ہے۔

تُرَابٌ ـــــ ، مٹی۔

وَابِلٌ ـــــ ، تیز بارش۔ زور کی بارش۔

صَلْدًا ـــــ ، سخت اور چکنی چیز۔ اَرْضٌ صَلْدٌ۔ وہ زمین جس میں کچھ نہ اگتا ہو۔

اِبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ ـــــ ، اللہ کی خوشنودی تلاش کرنا۔ مرکب اضافی۔

تَثْبِیْتًا ـــــ ، خلوص دل۔ تثبیت کے معنی مضبوط کرنے اور جمانے کے ہیں یعنی وہ اپنا مال خدا کی رضا کے ساتھ ساتھ اس مقصد سے بھی خرچ کرتے ہیں کہ ان کے اپنے نفس کی تربیت ہو کہ وہ دین کے احکام میں پختہ ہو جائے۔

رَبْوَۃٍ ـــــ ، بلندی، ٹیلہ۔

حَلِیْمٌ ـــــ ، بردبار۔ چونکہ وہ بردبار ہے اس لئے مجرموں کو سزا فی الفور نہیں دیتا ممکن کی یہ تہذیبی غنی کی بد دماغی سب کو ایک مدت تک معاف کرتا رہتا ہے۔

سَبِیْلِ اللّٰہِ ـــــ ، (اللہ کی راہ) قرآن کی ایک اصطلاح ہے جس کے تحت وہ سارے کام آتے ہیں جو اسلام اور اہل اسلام کی فلاح و بہبود کے لئے کئے جائیں۔ ان میں سے کوئی کام زیادہ سے ہوتا ہے اور کوئی کم لیکن جو کام بھی رضائے الٰہی کے لئے اور شرعی ہدایات کے مطابق کیا جائے۔ وہ فی سبیل اللہ میں شامل ہے۔

اُكُلَهَا ـــــ : اس کا پھل۔ مرکب اضافی۔

ضِعْفَيْنِ ـــــ ، دوگنا۔

طَلٌّ ـــــ ، پھوار۔ اس کی جمع طِلَالٌ ہے۔ شبنم، بوندا باندی۔

نَخِيْلٍ ـــــ ، کھجوروں کے درخت نَخْلٌ اس کا واحد ہے۔

اَعْنَابٍ ـــــ ، انگور۔ واحد عِنَبٌ ہے۔

اَلْكِبَرُ ـــــ ، بڑھاپا۔ اَلْ داخل ہونے سے اسم معرفہ ہو گیا۔

ذُرِّيَّةٌ ـــــ : اولاد۔ جمع اور واحد دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ضُعَفَآءُ ـــــ ، کمزور، ناتواں۔ ضَعِيْفٌ اس کا واحد ہے۔

اِعْصَارٌ ـــــ ، اَعَاصِيْرُ اس کی جمع ہے۔ بگولہ۔ گردباد۔

افعال

يُنْفِقُوْنَ ـــــ ، وہ خرچ کرتے ہیں۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب۔

اَنْبَتَتْ ـــــ ، وہ اگاتی ہے۔ فعل ماضی صیغہ واحد مونث غائب۔ اَنْبَتَ، يُنْبِتُ، اِنْبَاتًا

يُضٰعِفُ ـــــ ، وہ بڑھاتا ہے۔ فعل مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔

لَا يُتْبِعُوْنَ ـــــ ، نہیں پیچھا کرتے وہ۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب۔ اَتْبَعَ يُتْبِعُ۔

يَتْبَعُهَا ـــــ ، وہ اس کے پیچھے آئے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

لَا تُبْطِلُوْا ـــــ ، تم باطل نہ کرو۔ فعل نہی صیغہ جمع مذکر حاضر۔

اَصَابَهٗ ـــــ ، پہنچے اس کو۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر حاضر۔

لَا يَقْدِرُوْنَ ـــــ ، نہیں قدرت رکھتے وہ۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

فَتَرَكَهٗ ـــــ ، پس چھوڑ دیا اس نے اس کو۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب۔

كَسَبُوْا ـــــ ، انہوں نے کمایا۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب۔

اٰتَتْ ـــــ ، وہ لائی۔ فعل ماضی صیغہ واحد مونث غائب۔

لَمْ يُصِبْهَا ـــــ ، نہ پہنچے اسے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب لَمْ لگنے ماضی ماضی منفی ہو گیا۔

تَعْمَلُوْنَ ـــــ ، تم کرتے ہو۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔

تَجْرِیْ ـــــ ، بہتی ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مونث غائب۔

اِحْتَرَقَتْ ـــــ ، وہ جل گئی۔ فعل ماضی صیغہ واحد مونث غائب۔

مرکب اضافی

مثل الذین ۔ اموالھم ۔ سبیل اللہ ۔ مثل حبۃ
کل سنبلۃ ۔ مائۃ حبۃ ۔ اجرھم ۔ عند ربھم ۔ صدقتکم
مالہ ۔ رئاء الناس ۔ مثلہ ۔ مثل صفوان ۔ ابتغاء مرضات اللہ
مثل جنۃ ۔ اکلھا ۔ احدکم ۔ تحتھا ۔ کل الثمرات

مرکب توصیفی

قول معروف ۔ الیوم الآخر ۔ الیوم الکفرین ۔ ذریۃ ضعفاء

حروف جار

فی ـــــ، میں
من ـــــ، سے
ب ـــــ، ساتھ

تشریح .... رکوع نمبر ۳۶

آیت نمبر ۲۶۱ : مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ ....

انفاق فی سبیل اللہ : اس رکوع میں انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت، شرائط اور آفات کا بیان ہے۔ چنانچہ مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں کہ "رکوع نمبر ۳۲ میں جو سلسلہ کلام چھیڑا گیا تھا۔ اب پھر اسی کی جانب توجہ دلائی جا رہی ہے اور اہل ایمان کو دعوت دی جا رہی ہے کہ تم جس مقصد عظیم پر ایمان لاتے ہو اس کی خاطر جان و مال کی قربانیاں برداشت کرو۔ مگر ذاتی یا قومی اغراض سے بالاتر ہو کر ایک اعلیٰ درجہ کے اخلاقی مقصد کی خاطر اپنا مال بے دریغ صرف کرنا بڑا دشوار ہے۔ مادہ پرست لوگ جو پیسہ کمانے کیلئے جیتے ہوں اور پیسے پیسے پر جان دیتے ہوں۔ کبھی اس قابل نہیں ہو سکتے کہ بلند پایہ مقاصد کیلئے کچھ کر سکیں۔ وہ بظاہر اخلاقی مقاصد کیلئے کچھ کرتے بھی ہیں تو پہلے اپنی ذات یا برادری یا اپنی قوم کے مادی منافع کا حساب لگا لیتے ہیں۔ اس ذہنیت کے ساتھ اپنی اس دین کی راہ پر انسان ایک قدم بھی نہیں چل سکتا جس کا مطالبہ یہ ہے کہ دنیوی فائدے اور نقصان سے بے پرواہ ہو کر محض اللہ کا حکم بلند کرنے کیلئے اپنا وقت اپنی قوتیں اور اپنی کمائی خرچ کرو۔ ایسے کی پیروی کیلئے تو دوسری قسم کے اخلاقیات درکار ہیں۔ اس کیلئے نظر کی وسعت، حوصلے کی فراخی، دل کی

کشادگی اور سب سے بڑھ کر خالص اللہ طلبی کی ضرورت ہے۔ اور اجتماعی زندگی کے نظام میں ایسی تبدیلی کی ضرورت ہے کہ افراد کے اندر مادہ پرستانہ اخلاقیات کے بجائے یہ اخلاقی اوصاف نشوونما پائیں۔ چنانچہ یہاں سے مسلسل تین رکوعوں تک اسی ذہنیت کی تخلیق کیلئے ہدایات دی گئی ہیں۔ (تفہیم القرآن جلد ۱)

ان آیات میں انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی ہے۔ فی سبیل اللہ کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ حدیث نبویؐ کے مطابق انسان جو مال اپنے اہل و عیال پر صرف کرتا ہے۔ یا اپنے اقارب و اعزہ کی خبر گیری میں یا محتاجوں کی اعانت میں یا رفاہ عامہ کے کاموں میں یا اشاعت دین اور جہاد کی مقاصد میں بہر حال اگر وہ قانون الٰہی کے مطابق اور خالص خدا کی رضا کیلئے ہو تو اس کا شمار انفاق فی سبیل اللہ میں ہوگا۔

خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے جو اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی عنایت خصوصی سے اس میں جو اضافہ فرماتے ہیں اس کے متعلق ارشاد ہوا کہ جس طرح ایک دانے سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں اس طرح ایک نیکی کا صلہ سات سو گنے تک بڑھ کر آخرت میں ملیگا۔ اس طرح آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ نیکیوں کا بدلہ دس گناہ سے لیکر سات سو گنا تک ملیگا۔ اس طرح ایک عام فہم مثال دے کر سمجھایا گیا کہ جس قدر خلوص اور جتنے گہرے جذبے کے ساتھ انسان اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا اتنا ہی اللہ کی طرف سے اس کا اجر زیادہ ہوگا۔ جو خدا ایک دانے میں اتنی برکت دیتا ہے کہ اس سے سات سو دانے اگ سکتے ہیں اس کیلئے کچھ مشکل نہیں کہ خیرات و صدقات کو بھی اس طرح نشوونما بخشے نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کیلئے چاہتا ہے مزید بڑھاتا ہے۔ یعنی اگر ایک نیکی مشکل حالات اور تنگ وسائل کے ساتھ خلوص نیت سے کی گئی ہو تو اس کا اجر زیادہ ہوگا۔

واسعٌ علیمٌ: آیت کے آخر میں اللہ کی دو صفات ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ واسعٌ۔ اس کی وسعتوں کی کوئی انتہا اور حد نہیں اس لئے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ عطا و بخشش سے اس کے خزانے میں کوئی کمی آسکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ علیم ہے۔ بے خبر نہیں ہے۔ کہ جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اور جس جذبے سے کرتے ہو۔ اس سے وہ پوری طرح واقف ہے۔ لہٰذا وہ پورا پورا بدل دیگا۔

آیت نمبر ۲۶۲ : مَنًّا وَّلَآ اَذًى ....

یعنی خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ کسی قسم کی تکلیف پہنچاتے ہیں۔ نہ طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ جس کو دیتے ہیں۔ اس کی عزت نفس مجروح نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کو ہی کامل اجر و ثواب ملے گا۔ نہ ثواب کم ہونے کا انہیں ڈر ہے اور نہ ثواب کے نقصان سے غمگین

Scanned with CamScanner

ہوں گے۔

آیت نمبر ۲۶۳ :قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ۔.........

یعنی نرم الفاظ میں اظہار معذرت کرنا اور جب سائل بد تمیزی کا مظاہرہ کرے تو اس وقت عفو اور درگذر سے کام لینا اس صدقہ سے بہتر ہے۔ جس کے بعد سائل کو ایذا دی جائے طعن و تشنیع کا رویہ اختیار کیا جائے۔ اور اس کی تحقیر و مذمت کی جائے۔ آیت میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے۔ کہ صدقہ یا خیرات مقصود بالذات نہیں۔ اصل مقصد دل کی اصلاح ہے۔ لینے والے پر اپنا احسان نہ جتلائے بلکہ یہ خیال کرے کہ دینا اس پر فرض تھا۔ اور لینے والے نے اس صدقہ کو قبول کر کے اس سے تعاون کیا جو شکریہ کا مستحق ہے۔

اذیً :۔ اذیت عام ہے۔ ہر قسم کی ذہنی جسمانی اور روحانی اذیت خواہ زبان سے ہو یا عمل سے نیز احسان جتانا بھی اس میں شامل ہے۔ آیت کے آخر میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ خود غنی اور بردبار ہے۔ لہٰذا وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی غنا کے بقدر بردبار ہوں۔

آیت نمبر ۶۴ـ۲۶۶ : میں ارشاد ہوا کہ پہلی صورت میں اہل ایمان سے خطاب ہے کہ ان کے صدقات تو قبول ہیں۔ لیکن احسان جتلانے یا اذیت پہنچانے سے اصل اجر پر جو اضافہ ہوا تھا ضائع ہو جائے گا۔ سے جو احسان کر کے جتانے لگے وہ اپنے کئے کو مٹانے لگے

دوسری صورت میں کفار کا ذکر کیا کہ جب یہ سرے سے خدا اور آخرت پر ایمان ہی سے محروم ہیں۔ ان کے صدقات و خیرات سے بظاہر جو کچھ بھی مقصود ہو سب کا حاصل دنیا ہی ہو گا۔ اُخروی اجر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ رضا خداوندی کی طلب ان کے یہاں مفقود ہے۔

آیت نمبر ۲۶۷ :كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالاً۔.........

یعنی احسان جتلانے اور طعن و تشنیع دینے سے صدقات کا اجر اسی طرح ضائع ہو جاتا ہے جس طرح ریاکاری اور نمود ایمان بالآخرت سے بھی محروم ہو۔ اسی سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ریاکاری مومن کے شایان شان نہیں۔ بلکہ منافق کا شیوہ ہے۔ مومن کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ریاکار کے صدقات و خیرات کے خالی از اجر ہونا ایک مثال سے سمجھایا گیا کہ ایک بڑا سا پتھر یا چٹان ہو۔ اس پر معمولی مٹی پڑی ہو۔ جب زور کا مینہ برسا تو مٹی کی ہلکی تہہ دھل گئی اور اس کے نیچے سے صاف چٹان ظاہر ہو گئی۔ اس تمثیل میں بارش سے مراد اس نیت اور جذبے کی خرابی ہے جس کے ساتھ خیرات کی گئی ہے۔ مٹی کی ہلکی تہہ سے مراد نیکی کی وہ ظاہری شکل ہے۔ جس کے نیچے نیت کی خرابی چھپی ہوئی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ بارش کا فطری تقاضا تو یہی ہے کہ اس سے نباتات پیدا ہوں کھیتی نشوونما پائے۔ لیکن جب یہ روئیدگی کی صلاحیتوں

سے خالی ہو۔ بالا سطح پر مٹی کی ایک اوپری تہہ چڑھی ہو اور نیچے پتھر کی ایک چٹان دھری ہو۔ تو بارش کیونکر مفید ہو سکتی ہے۔ اس طرح خیرات بھی بارش کی طرح اگرچہ بھلائیوں کو نشوونما دینے کی قوت رکھتی ہے مگر اس کے نفع بخش ہونے کیلئے نیک نیتی شرط ہے۔ ریاکاری کی مذمت میں کثرت سے احادیث نبویہ وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً حضرت معاذ بن جبل آنحضور سے روایت کرتے ہیں کہ معمولی ریا بھی شرک میں داخل ہے۔ (ابن ماجہ) ایک دوسرے موقعہ پر فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے تم پر شرک اصغر کا زیادہ خوف ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ "حضور شرک اصغر سے کیا مراد ہے؟ فرمایا! ریاکاری (احمد)

آیت نمبر ۲۶۵ : میں اہل ایمان کے صدقات و خیرات کے اجر و ثواب کو تمثیلی پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اہل ایمان کا شیوہ یہ ہے کہ وہ رضاالٰہی کو طلب کرنے اور اپنے نفس میں پختگی پیدا کرنے کیلئے مال خرچ کرتے ہیں۔ مولانا عبدالماجد لکھتے ہیں "آیت کے اتنے ٹکڑے میں نفس انسانی کی ایک گہری حقیقت بیان ہوتی ہے۔ نفس انسانی کا خاصہ یہ ہے کہ بار بار ایک عمل کو دہرانے سے نفس میں ایک ملکہ راسخہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کی مخالف قوت کمزور پڑ جاتی ہے۔ مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ عمل صالح سے جس طرح اجر حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے اسی طرح اصلاح نفس بھی مقصود ہوتی ہے۔ (تفسیر ماجدی جلد ۱)

تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ. کے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ کمال نفس اور ثابت قدمی اور اطمینان حاصل ہو۔ ایک دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان کے دل اللہ کے کرم اور ثواب پر مطمئن ہیں۔ وہ مال کے خرچ کرنے کو نہ نقصان سمجھتے ہیں نہ بوجھ۔

كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ. اہل ایمان کے صدقات کو ایک سرسبز و شاداب باغ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو ایک خوشگوار ٹیلہ پر واقع ہو۔ وہ خطہ زمین یوں بھی زرخیز ہو۔ ہوا کی لطافت اور بارش کی کثرت مل ملا کر اس کی زرخیزی و شادابی میں مزید اضافہ کر دے اگر زور کی بارش ہو تو اس کو دگنا پھل لائے اور اگر کبھی زوردار بارش کے بجائے معمولی بوندا باندی ہو تو بھی کام چل جائے۔ اس تمثیل میں زوردار بارش سے مراد وہ خیرات ہے جو انتہائی جذبہ خیر اور کمال درجے کی نیک نیتی کے ساتھ کی جائے۔ معمولی بارش سے مراد وہ صدقات ہیں جن میں نیکی کے جذبہ کی کمی ہو۔ تمثیل کا حاصل یہ ہے کہ اگر نیت درست ہے تو بہت خرچ کرنے میں بہت ثواب ملے گا اور تھوڑی خیرات میں بھی فائدہ ہو گا۔ جیسے زرخیز زمین میں باغ لگایا گیا ہو تو جتنا مینہ برسے گا باغ کو اتنا ہی فائدہ پہنچے گا۔ اگر نیت درست نہیں تو جس قدر زیادہ خرچ کرے گا۔ اتنا ہی مال ضائع ہو گا۔ اور نقصان پہنچے گا کیونکہ زیادہ مال دینے میں ریا اور دکھاوا بھی ہو گا۔ جیسے پتھر پر دانہ اگے تو جتنا زور کا مینہ برسے

Scanned with CamScanner

گا اتنا ہی نقصان زیادہ ہوگا۔

آیت نمبر ۲۶۶ : میں ان لوگوں کے صدقات کی مثال دی گئی ہے۔ جو محض نمود و نمائش کے پیش نظر مال صرف کرتے ہیں۔ دوسروں پر احسان جتلاتے اور طعن و تشنیع سے ان کو ایذا دیتے ہیں۔ تمثیل کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی شخص نے کھجور اور انگوروں کا بہترین باغ محنت شاقہ سے تیار کیا۔ تاکہ پیرانہ سالی میں اس سے نفع اندوز ہو سکے۔ جبکہ زیادہ جسمانی محنت کر کے معاش حاصل کرنا اس کیلئے دشوار ہوگا۔ جب وہ بڑھاپے کو پہنچا اور اس کی اولاد بھی طلب معاش میں اس کی مدد کے قابل نہ تھی۔ اچانک ہوا کہ ایک بگولا آیا اور باغ کو جلا ڈالا اور اس کی ساری امیدیں غارت ہو کر رہ گئیں۔ مقصود یہ ہے کہ ایک شخص اپنے خیال میں نیک کام کر رہا ہے اور ساری توقعات اس سے لگائے بیٹھا ہے۔ عین ضرورت کے وقت یعنی قیامت کے دن اسے نظر آئے کہ اس کا عمل شرائط قبولیت سے خالی ہونے کے باعث برباد ہو چکا ہے۔ مولانا عبدالماجد دریاآبادی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں "ذرا صورتحال کی حسرت ناکی کا تصور کیجئے۔ ایک شخص کی عمر بھر کی کمائی ایک باغ ہے۔ سرسبز و شاداب' خوب پھلا پھولا ہوا۔ ہر طرح کے میووں پھلوں سے لدا ہوا باغ کا مالک بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اور اب محنت کے قابل نہیں۔ بچے موجود ہیں مگر کمزور کمسن جو جائے اس کے کہ کسب معاش میں باپ کا ہاتھ بٹا سکیں الٹا اس کیلئے بار ثابت ہو رہے ہیں عین اس شدید حاجت مندی کے زمانہ کے وقت یک بہ یک معلوم ہوتا ہے کہ باغ میں آگ لگی اور سب کچھ جل کر سیاہ ہو گیا۔ باغ کے مالک کے غم و حسرت کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے۔ اس سے کہیں بڑھ کر ہزار گنا اور لاکھ گنا بڑھ کر حالت اس بد نصیب انسان کی ہوگی جس کی آنکھیں زندگی بھر غفلت سے بند رہیں۔ اور پہلی بار اس وقت کھلے گی۔ جب عمل کی مہلت بالکل ختم ہو چکے گی اور اب وہ دیکھے گا کہ کوئی چیز بھی اس کے دفتر عمل میں ایسی نہیں جو اس کے کام آسکے۔ کچھ ٹھکانہ' کوئی اندازہ اس کی حرماں نصیبی کا ہو سکتا ہے۔.. (تفسیر ماجدی جلد اول)

بقول مولانا مودودیؒ اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ کہ اگر تم یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ تمہاری عمر بھر کی کمائی ایک ایسے نازک موقعہ پر تباہ ہو جائے جبکہ تم اس سے فائدہ اٹھانے کے سب سے زیادہ محتاج ہو اور کمائی کرنے کا موقع بھی باقی نہ رہا ہو۔ تو یہ بات تم کیسے پسند کرو گے کہ دنیا میں زندگی بھر کام کرنے کے بعد آخرت کی زندگی میں تم اس طرح قدم رکھو۔ کہ وہاں پہنچ کر یکایک تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا پورا کارنامہ حیات یہاں کوئی قیمت نہیں رکھتا۔ جو کچھ تم نے دنیا کیلئے کمایا تھا وہ دنیا ہی میں رہ گیا۔ آخرت کیلئے کچھ کما کر لائے ہی نہیں کہ یہاں اس کے پھل کھا سکو۔.. (تفہیم القرآن جلد اول)

آیت کے آخر میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس طرح مثالوں سے اپنے احکام واضح کرتا ہے۔ تاکہ لوگ سوچ بچار تدبر و تفکر سے کام لیں اور سیدھا راستہ اختیار کریں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ

اے   جو   ایمان لائے   خرچ کرو   سے   پاکیزہ چیزیں

اے ایمان والو اپنی کمائی میں سے اور ان چیزوں

مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

جو کمائی تم نے اور سے جو پیدا کیں ہم نے تمہارے لئے سے زمین

میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہیں پاکیزہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرو

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ

اور نہ   ارادہ کرو   بے کار چیز کا   اس سے   خرچ کرنے لگو

اور بے کار چیز کا ارادہ نہ کرو کہ اس میں سے خرچ کرنے لگو

وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ

اور نہیں تم اسے لینے والے مگر یہ کہ چشم پوشی کرو اس میں

حالانکہ تم خود اسے لینے والے نہیں مگر یہ کہ تم آنکھیں بند کر لو

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ﴿٢٦٧﴾

اور جان لو بے شک اللہ بے نیاز تعریف کیا ہوا

اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ بے نیاز اور اعلیٰ صفات کا مالک ہے۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ

شیطان ڈراتا ہے تمہیں تنگ دستی سے اور ترغیب دیتا ہے تمہیں

شیطان تمہیں تنگ دستی سے ڈراتا ہے اور تمہیں

بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ

ساتھ بے حیائی اور اللہ وعدہ کرتا ہے تم سے بخشش کا اپنی طرف سے

بے حیائی/بخل کی ترغیب دیتا ہے اور اللہ اپنی طرف سے مغفرت اور

وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦٨﴾ يُّؤْتِى

اور فضل کا اور اللہ بڑی وسعت والا علم والا عطا کرتا ہے

اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ بڑی وسعت اور علم والا ہے وہ جسے

الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ

دانائی جسے چاہتا ہے اور جسے عطا کی جائے حکمت

چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جسے حکمت عطا کی جائے

فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ

پس تحقیق عطا کی گئی اسے بھلائی زیادہ اور نہیں سبق حاصل کرتے

اسے خیر کثیر عطا کی گئی اور اس سے

اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ

مگر عقلمند اور جو خرچ کرو تم

عقلمند لوگ ہی سبق حاصل کرتے ہیں تم جو کچھ بھی خرچ کرو

مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ

سے خرچ یا نذر مانو تم سے نذر پس بے شک

یا کوئی بھی نذر مانو تو یقیناً

اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٢٧٠﴾

اللہ جانتا ہے اسے اور نہیں واسطے ظالموں کے کوئی مددگار

اللہ اسے جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا

اگر ظاہر کرو تم صدقات پس اچھا ہے

اگر تم صدقات ظاہر کرکے دو تو وہ بھی اچھا ہے

هِىَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ

وہ اور اگر چھپاؤ انہیں اور دو تم انہیں غریبوں کو پس وہ

اور اگر تم انہیں چھپاؤ اور (چپکے سے) غریبوں کو دے دو

خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ

بہتر ہے واسطے تمہارے اور مٹا دے گا سے تمہارے کچھ برائیاں تمہاری

تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ تمہاری کچھ برائیاں مٹا دے گا

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٧١﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ

اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو باخبر ہے نہیں ہے تم پر

اور اللہ ان اعمال سے جو تم کرتے ہو باخبر ہے ان کو

هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

ہدایت دینا ان کا اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے

Scanned with CamScanner

ہدایت دینا تمہارے ذمہ نہیں بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا

اور جو تم خرچ کرو گے سے بھلائی پس واسطے اپنے آپ اور نہیں

اور جو مال تم خرچ کرو گے اس کا نفع تمہارے اپنے لئے ہے اور نہیں

تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا

خرچ کرتے ہو تم مگر واسطے طلب کرنے رضا اللہ کے اور جو تم خرچ کرو گے

خرچ کرتے ہو تم مگر اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور جو مال

مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

مال سے دیا جائے گا طرف تمہارے اور تم نہیں ظلم کئے جاؤ گے

بھی تم خرچ کرو گے اس کا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا اور تمہارے اجر میں کمی نہیں کی جائیگی۔

لِلْفُقَرَاۗءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

لئے غریبوں کے جو گھرے ہوئے ہیں میں راہ اللہ

ان غریبوں کے لئے (خرچ کرو) جو اللہ کی راہ میں محصور کئے گئے ہیں

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُھُمُ

نہیں کر سکتے دوڑ دھوپ میں زمین سمجھتا ہے انہیں

وہ زمین میں دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے ناواقف آدمی

الْجَاهِلُ اَغْنِيَاۗءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُھُمْ

ناواقف خوشحال بوجہ خودداری پہچان کر سکتے ہو تم انہیں

ان کی خودداری کی وجہ سے انہیں خوشحال سمجھتا ہے تم ان کی

بِسِيْمٰھُمْ ۚ لَا يَسْــَٔـلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا

سے چہرے ان کے نہیں مانگتے لوگوں سے لپٹ کر اور جو

صورت سے انہیں پہچان سکتے ہو وہ لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتے اور جو

تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ ع

تم خرچ کرو سے مال پس بیشک اللہ اس کو جاننے والا ہے۔

مال بھی تم خرچ کرو اللہ اس کو جاننے والا ہے

معانی و گرامر

اسماء

طَيِّبٰتِ ——— ، پاکیزہ۔ (واحد طیبۃ)

الْخَبِيْثَ ——— ، گندی چیز۔ (جمع الخبث)

بِاٰخِذِيْهِ ——— ، اس کو لینے والے

نَفَقَةٍ ——— ، خرچ کرنے کی چیز۔ خیرات۔

فَنِعِمَّا ——— ، تو اچھی بات ہے۔ (ف + نعم + ما)

هُدٰىھُمْ ——— ، ان کی ہدایت۔ مرکب اضافی

افعال

اٰمَنُوْٓا ——— ، وہ ایمان لائے۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب۔

اَنْفِقُوْا ——— ، تم خرچ کرو۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔

كَسَبْتُمْ ——— ، تم نے کمایا۔ فعل ماضی جمع مذکر حاضر۔

اَخْرَجْنَا ——— ، ہم نے نکالا۔ فعل ماضی جمع متکلم۔

لَا تَيَمَّمُوا ——— ، نہ ارادہ کرو۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔

Scanned with CamScanner

تُنْفِقُوْنَ ـــــ ، تم خرچ کرتے ہو۔ فعل مضارع جمع مذکر حاضر۔

اَنْ تُغْمِضُوْا ـــــ ، تم چشم پوشی کرو۔ جب "اَنْ" مضارع پر داخل ہوتا ہے تو فعل کو جزم دیتا ہے۔ تُغْمِضُوْنَ پر "اَنْ" داخل ہوا تو "ن" اعرابی گر گیا۔ تو تُغْمِضُوْا بن گیا۔ "ن" کا گرنا جزم کی علامت ہے۔

اِعْلَمُوْا ـــــ ، تم جان لو۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔

يَعِدُكُمْ ـــــ ، وہ تم کو وعدہ دیتا ہے۔ وہ تم کو ڈراتا ہے۔ وَعَدَ کا لفظ خیر و شر دونوں پر بولا جاتا ہے۔ یعنی اچھی چیز کے وعدے دینے پر اور برے انجام سے ڈرانے پر اور وعید کا لفظ شر سے خاص ہے۔ يَعِدُ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔

يُؤْتِيْ ـــــ ، وہ عطا کرتا ہے۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔

يَشَآءُ ـــــ ، وہ چاہتا ہے۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔

مَنْ يُّؤْتَ ـــــ ، جسے دی گئی۔ يُؤْتٰى فعل مضارع مجہول تھا۔ "مَنْ" حرف شرط کی وجہ سے يُؤْتَ رہ گیا ہے۔ جب فعل مضارع سے پہلے حرف شرط آئے تو فعل پر جزم آتی ہے۔ تو يُؤْتٰى کا آخری الف گر گیا۔ تو يُؤْتَ رہ گیا۔ واحد مذکر غائب

قَدْ اُوْتِيَ ـــــ ، وہ دیا گیا ہے۔ ماضی مجہول قریب۔ جب فعل ماضی سے قبل "قَدْ" کا لفظ آجائے تو ماضی قریب کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔

يَذَّكَّرُ ـــــ ، نصیحت حاصل کرتا ہے۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔

اَنْفَقْتُمْ ـــــ ، تم نے خرچ کیا۔ فعل ماضی جمع مذکر حاضر۔

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ـــــ ، نہیں طاقت رکھتے۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب

يَحْسَبُهُمْ ـــــ ، انہیں خیال کرتے ہیں۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

تَعْرِفُهُمْ ـــــ ، تو انہیں پہچانتا ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر حاضر

نَذَرْتُمْ ـــــ ، نذر مانی تم نے۔ فعل ماضی جمع مذکر حاضر۔

يَعْلَمُهٗ ـــــ ، اسے جانتا ہے۔ يَعْلَمُ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔

تُبْدُوْا ـــــ ، ظاہر کرو۔ فعل مضارع جمع مذکر حاضر۔ "اِنْ" کی وجہ سے "ن" اعرابی گر گیا ہے۔ تُبْدُوْنَ تھا۔ "ن" گرنے سے "تُبْدُوْا" رہ گیا۔

تُخْفُوْهَا ـــــ ، اس کو چھپاؤ۔ تُخْفُوْا فعل مضارع جمع مذکر حاضر۔ "اِنْ" کی وجہ سے تُخْفُوْنَ کا "ن" اعرابی گر گیا۔

تُؤْتُوْهَا ـــــ ، اس کو دو۔ تُؤْتُوْا فعل مضارع جمع مذکر حاضر۔ "اِنْ" کی وجہ سے "ن" اعرابی گر گیا ہے۔

يُكَفِّرُ ـــــ ، دور کر دے گا۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔

تَعْمَلُوْنَ ـــــ ، تم کرتے ہو۔ فعل مضارع جمع مذکر حاضر۔

يَهْدِيْ ـــــ ، ہدایت دیتا ہے۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔

تُنْفِقُوْنَ ـــــ ، تم خرچ کرتے ہو۔ فعل مضارع جمع مذکر حاضر۔

يُوَفَّ ـــــ ، پورا دیا جائے گا۔ فعل مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

لَا تُظْلَمُوْنَ ـــــ ، تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ فعل مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

اُحْصِرُوْا ـــــ ، روکے گئے۔ فعل ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔

مرکب اضافی

طَيِّبٰتِ مَا ۔ اٰخِذِيْهِ ۔ اولوا الالباب ۔ سَيِّاٰتِكُمْ ۔ هُدٰهُمْ ۔ انفسكم ۔ ابتغاء وجه الله ۔ سبيل الله ۔ بِسِيْمٰهُمْ

مرکب توصیفی

خیرا کثیرا۔

حروف جار

مِنْ لِ عَنْ عَلٰى اِلٰى

مرکب جاری

مِنْ نَّفَقَةٍ ، لِلظّٰلِمِيْنَ ، مِنْ اَنْصَارٍ لَكُمْ ، لِاَنْفُسِكُمْ ، ابْتِغَآءَ ، وَجْهِ اللّٰهِ ۔

Scanned with CamScanner

تشریح .... رکوع نمبر ۳۷

آیت نمبر ۲۶۷ :اَنفِقُوا مِنْ طَیِّبٰتِ...........

اہل ایمان کو مخاطب کر کے حکم دیا گیا ہے۔ کہ جو پاکیزہ چیزیں تم کماؤ۔ اس میں سے خدا کی راہ میں بھی دو۔ طیبات کا اطلاق صرف پاک کمائی پر ہوتا ہے۔ گویا صدقات وخیرات کیلئے مال کا حلال اور طیب ہونا ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا جو بندہ حرام مال کمائے اور پھر اس میں سے صدقہ کرے وہ صدقہ کیوں کر قبول ہو سکتا ہے۔ اور اس کے خرچ میں برکت کیوں کر ہو گی۔ اس میں سے جو بچ رہے گا۔ وہ کمانے والے کیلئے جہنم کا توشہ ہوگا۔ (احمد)

آیت کے اس ٹکڑہ سے علماء نے سامان تجارت میں زکوٰۃ کا فرض ہونا اخذ کیا ہے۔

وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ۔ زمین کی پیداوار کی تمام اقسام اس میں داخل ہیں۔ مثلاً زراعت باغبانی وغیرہ۔ فقہا نے اس سے زمینی پیداوار، زراعت، معدنیات وغیرہ پر زکوٰۃ کی فرضیت اخذ کی ہے۔ قاضی ثناء اللہ مرحوم تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ "بعض علماء کے نزدیک یہ آیت زکوٰۃ کے بارے میں نہیں بلکہ اس میں نفلی صدقات کا ذکر ہے"۔ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ کہ جو شخص باغ لگائے یا کھیتی کاشت کرے اور اس میں انسان، پرندے اور جانور کھائیں تو اس کے حق میں صدقہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

قاضی صاحب کا یہ فیصلہ ہے کہ اس آیت میں زکوٰۃ ہی کا حکم مذکور ہے۔

وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ۔ **خبیث** سے مراد ردی اور گھٹیا چیز ہے۔ ردی چیز کو صدقہ کے طور پر دینے سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ایسی چیز اگر تمہیں ہدیۃً یا تحفۃً مل رہی ہو تو تم بھی اس کے لینے کیلئے آمادہ نہ ہو۔ سوائے اس کے کہ شرماشرمی میں لے لو۔ قرآن میں ایک دوسری جگہ پر ارشاد ہوتا ہے کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔

(تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم اپنی محبوب ترین چیز خدا کی راہ میں نہ دو)

شانِ نزول : حضرت سہل بن حنیف روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضور کے زمانہ میں لوگ گھٹیا قسم کے میوہ جات صدقہ کرتے تھے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔ (نسائی)

حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے صدقہ فطر میں اعلیٰ کھجور

دینے کا حکم دیا۔ ایک شخص نے ردی کھجوریں لا کر خدمت میں پیش کر دیں تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (حاکم)

آیت نمبر ۲۶۸ : میں فرمایا کہ شیطان فقر وفاقہ سے ڈراتا ہے۔ قرآن حکیم نے جس حقیقت پر روشنی ڈالی ہے۔ انسان اس کا روزانہ تجربہ کرتا ہے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا خیال جب بھی دل میں آتا ہے۔ طرح طرح کے خدشات دماغ میں آتے ہیں۔ انسان خیال کرتا ہے کہ اگر سارا مال یوں ہی لٹا دیا تو اہل خانہ کیا کریں گے۔ آخر دکھ سکھ اور تنگی ترشی کے زمانہ کیلئے کچھ بچانا بھی ناگزیر ہے۔ قرآن حکیم نے ان بلیغ الفاظ میں یہ تلقین دی ہے کہ یہ خیال تمام تر شیطانی وسوسہ ہے۔ اس کو الفحشاء سے تعبیر کیا۔ عربی میں فحشاء اور فحش کا اطلاق ہر شدید برائی پر ہوتا ہے۔ بخل کو بھی فحشاء کہتے ہیں۔ مفسرین کا اتفاق ہے۔ کہ الفحشاء سے مراد یہاں ادائے زکوٰۃ وصدقات میں بخل ہے۔ (مفردات راغبؒ)

مَغْفِرَۃً وَفَضْلاً۔ اللہ تعالیٰ خیرات وصدقات پر مغفرت کا وعدہ کرتا ہے۔ جو بروز قیامت ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ فضل کا بھی وعدہ کرتے ہیں کہ صدقہ خیرات کرنے کے والے کا مال دنیا میں بھی بڑھ جائے گا۔ اس میں برکت ہوگی۔ علماء نے لکھا ہے کہ زکوٰۃ کے معنی بڑھنا اور نشوونما پانا بھی ہے چونکہ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ زکوٰۃ کہا گیا ہے۔ صدقہ یہ ہے کہ احکام الٰہی کے مطابق چلو گے تو دنیا اور آخرت دونوں میں فلاح یقینی ہے۔ شیطانی راہ ہلاکت وبربادی کی ضامن ہے۔ اور خدائی راہ کامیابی وصلاح کی موجب ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ سرور کائنات نے فرمایا۔ ہر صبح اللہ کے دو فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو اور دے دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ بخیل کے مال کو برباد کر دے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ ہی سے دوسری روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا سخی خدا سے اور جنت سے قریب اور دوزخ سے دور ہوتا ہے بخیل خدا اور جنت سے دور اور دوزخ سے قریب ہوتا ہے۔ جاہل سخی خدا کو عابد بخیل سے زیادہ عزیز ہے۔ (ترمذی)

آیت نمبر ۲۶۹ :یُؤتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ.........

حکمت کے مختلف مطالب ہیں۔ بقول صاحب تفسیر مظہری "حکمت سے مراد وہ نفع بخش علم ہے جو موجب رضائے الٰہی ہو۔ ظاہر ہے کہ نفع بخش علم میں اس امر کا جاننا بھی شامل ہوگا۔ کہ اپنی کمائی کو ذاتی عیش وعشرت میں ہی نہ اڑایا جائے پھر حکمت ذاتی کا تقاضا یہ ہے کہ اسے آخرت میں زاد راہ بنایا جائے۔ دنیا میں تخم ریزی کی جائے گی کہ آخرت میں اس کا پھل ہاتھ لگے۔ اور ایمان

Scanned with CamScanner

وعمل کا ایسا بیمہ کروایا جائے جو آئندہ کی دائمی اور غیر فانی زندگی میں برابر کام آتا رہے۔ (تفسیر مظہری جلد اول)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں کہ "حکمت سے مراد صحیح بصیرت اور صحیح قوت فیصلہ ہے۔ یہاں مقصود یہ بتانا ہے کہ جس شخص کے پاس حکمت کی دولت ہوگی وہ ہرگز شیطان کی بتائی ہوئی راہ پر نہ جائے گا بلکہ اس کشادہ راہ کو اختیار کرے گا جو اللہ نے دکھائی ہے۔ شیطان کے تنگ نظر مریدوں کی نگاہ میں یہ بڑی ہوشیاری اور عقلمندی ہے کہ آدمی اپنی دولت کو سنبھال سنبھال کر رکھے۔ اور ہر وقت مزید کمائی کی فکر میں ہی لگا رہے۔ لیکن جن لوگوں نے اللہ سے بصیرت کا نور پایا ہے۔ ان کی نظر میں یہ عین بے وقوفی ہے۔ حکمت و دانائی ان کے نزدیک یہ ہے کہ آدمی جو کچھ کمائے اسے اپنی متوسط ضروریات پوری کرنے کے بعد دل کھول کر بھلائی کے کاموں میں خرچ کرے (تفہیم القرآن جلد ۱)

آیت نمبر ۲۷۰ : وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ ......

آیت میں ارشاد ہے کہ صدقہ وخیرات کم ہو یا زیادہ اچھی نیت سے ہو یا بری نیت سے نذر اللہ کیلئے مانی ہو یا غیر اللہ کیلئے ان سب صورتوں میں اللہ بندے کے عمل سے خوب واقف ہے۔ جنہوں نے رضائے الٰہی کیلئے خرچ کیا ہوگا وہ اس سے اجر پائیں گے۔ اور جن ظالموں نے شیطانی راستہ میں خرچ کیا ہوگا۔ ان کو خدا کی سزا سے بچانے کیلئے کوئی مددگار نہ ملے گا۔ اس آیت میں نذر جسے ہم اردو میں منت کہتے ہیں۔ یعنی آدمی اپنی کسی مراد کے پورا ہونے پر کسی ایسے خرچ یا کسی ایسی عبادت کو اپنے اوپر لازم کرے جو اس کے ذمہ فرض نہ ہو۔ (تفسیر کبیر) یہ نذر مالی عبادت کی صورت میں بھی اگر یہ مراد کسی حلال یا جائز امر کی ہو اور اللہ سے مانگی گئی ہو۔ اور اس کے پورا ہونے پر جو منت مانی گئی ہے۔ وہ اللہ ہی کیلئے ہو۔ تو ایسی نذر اللہ کی اطاعت میں ہے۔ اور اس کا پورا کرنا اجر و ثواب کا موجب ہے اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ اس نذر کا پورا کرنا موجب گناہ ہو تو ایسی نذر کو پورا کرنا عذاب الٰہی کو دعوت دیتا ہے۔

آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

"نذر خدا کی تقدیر کو ٹال نہیں سکتی۔ بلکہ یہ بخیل سے مال نکلوانے کا فقط ایک ذریعہ ہے۔ (مسلم شریف)

آیت نمبر ۲۷۱ : اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ ......

میں صدقات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر دکھاوے کی نیت نہ ہو تو صدقات کے علانیہ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں تاکہ اوروں کو بھی رغبت ہو اور چھپا کر خیرات کرنا بھی اچھا

ہے۔ تاکہ لینے والا نہ شرمائے۔ یعنی صدقات کا اظہار و اخفاء دونوں بہتر ہیں جس کا دینا ضروری ہوتا ہے۔ مولانا عبدالماجد فرماتے ہیں کہ "ایک شخص بھوک پیاس سے نڈھال یا بیماری میں مبتلا سڑک پر تڑپ رہا ہے۔ ہم قریب سے گذر رہے ہیں۔ اور بالکل ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم اسے کھلا پلا کر یا دوا دے کر اچھا بھلا کر دیں۔ لیکن اس اندیشہ سے کہ کہیں ہماری اسی خدمت کا شمار نمود و نمائش میں نہ ہو جائے۔ اس کے پاس سے کتراتے اور خاموش گذر جاتے ہیں۔ یہ تقویٰ نہیں عین معصیت اور انتہائی سنگدلی ہے۔ جن مذہبی طبقوں نے نیکی کے چھپانے پر حد سے زیادہ زور دیا ہے۔ اور خدمت خلق کو مخفی رکھنے کے ساتھ محدود کر دیا ہے۔ ان کی تعلیم یقیناً ناقص ہے۔" (تفسیر ماجدی)

مولانا تھانوی فرماتے ہیں۔ "نیکی کے اظہار و اخفاء میں اختیار ہے۔ مگر جب اعلانیہ نیکی کرنے کی کوئی خاص مصلحت نہ ہو تو اخفاء افضل ہے۔ علماء کا فرمان ہے کہ فرضی صدقات کا اعلانیہ ادا کرنا افضل ہے۔ اور نفلی صدقات میں اخفاء بہتر ہے۔ حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے سرور کائنات نے فرمایا۔ پوشیدہ صدقہ خدا کے غضب کو فرد کرتا ہے۔ اور صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کو بہت چاہتے ہیں۔

پہلا: وہ شخص جو کھڑا ہو کر رات کو خدا کی کتاب تلاوت کرتا ہو۔

دوسرا: وہ آدمی جو دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے اور اس کے بائیں کو خبر نہ ہو۔

تیسرا: وہ مجاہد جس کے ساتھی میدان جنگ سے بھاگ جائیں اور وہ تن تنہا میدان میں ڈٹا رہے۔ (ترمذی)

آیت نمبر ۲۷۲ : لَیۡسَ عَلَیۡکَ هُدٰىهُمۡ ......

اس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ نے صحابہ کو غیر مسلموں پر صدقہ کرنے سے روک دیا۔ اس میں مصلحت یہ تھی کہ مال ہی کی غرض سے دین حق کی طرف راغب ہوں۔ (ابن ابی حاکم)

اسی طرح حاکم .... معالم التنزیل میں سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ "صرف مسلمانوں پر خرچ کرو۔" تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ سب مذاہب والوں پر خرچ کیجئے۔ تم اللہ کی راہ میں جس کو بھی مال دو گے تم کو اس کا ثواب دیا جائے گا۔ مسلم غیر مسلم کسی کی تمیز نہیں۔ البتہ لازم یہ ہے کہ صدقہ صرف رضائے الٰہی کیلئے ہو۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کی ذمہ داری آپ پر نہیں۔ آپ حق بات کہہ کر اپنی ذمہ

داری سے سبکدوش ہو چکے۔اب یہ اللہ کے اختیار میں ہے کہ ان کو نورایمان عطا کرے۔یا نہ کرے۔رسول کا کام صرف ہدایت کا پیغام لوگوں تک پہنچانا ہے۔کسی کو قبول حق کی توفیق ہوتی ہے اور کسی کو نہیں۔

علماء کا قول ہے کہ کافر حربی کو صدقہ واجبہ دینا جائز نہیں۔کافر ذمی یعنی غیر حربی کو زکواۃ دینا جائز نہیں۔اور دوسرے صدقات نفلی ہوں یا واجب سب جائز ہے۔آیت میں زکواۃ کا ذکر نہیں بلکہ نفلی صدقات مراد ہے۔

وَمَاتُنْفِقُوامِن خَيْرٍ فَلاِ نْفُسِكُمْ:اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرتے ہو۔اس کا اجروثواب تمہیں ہی ملے گا۔خیر سے مراد یہاں مال ہے۔(کشاف)

خیر کا لفظ دراصل شر کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔اس کے مفہوم میں ہر وہ چیز داخل ہے۔جس کو انسان اچھا سمجھتا ہے۔مثلاً مال یا نفع بخش چیز کوئی ہو خیر ہے۔قرآن مجید میں خیر کا لفظ متعدد مقامات پر مال کے عمدہ استعمال کے سلسلہ میں آیا ہے۔(ماجدی)

وَمَاتنفقوالاَّ ابتِغَاۃ وَجْهِ الله۔یعنی جب اپنے لئے اخروی ثواب اور حصول اجر مقصود ہے تو وہ ہر حاجت مند کی امداد سے ہو سکتا ہے۔صدقہ کو مسلمانوں ہی پر محدود رکھنے کی قید کیوں لگائی جائے۔

آیت نمبر ۲۷۳ :للفقراء الذین..............

اس آیت میں واضح فرمایا ہے کہ صدقات کا اصل مصرف وہ حاجت مند لوگ ہیں جو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو خدمت دین کیلئے وقف کر دیتے ہیں۔اُحصرُ وافِی سَبِيلِ الله۔(خدا کی راہ میں گھر گئے ہوں) خدا کی راہ میں گھر جانے کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔اور اس میں ہر شرعی مجبوری شامل ہے۔وقت کے لحاظ سے ہو یا بدن کے اعتبار سے اسی طرح فی سبیل اللہ کا دائرہ بھی اپنے دامن میں بڑی وسعت رکھتا ہے۔ دین کا کوئی کام کوئی ضرورت ہو سب اس میں شامل ہو سکتی ہے۔گو اصل مراد جہاد ہے۔مگر مولانا تھانوی فرماتے ہیں۔آیت کے مصداق ہمارے ملک میں سب سے زیادہ وہ حضرات ہیں جو علوم دینیہ میں مشغول ہیں کہ کثرت مشغولیت کی بناء پر انہیں فکر معاش کا وقت نہیں ملتا۔حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس آیت میں اصحاب صفہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

اصحاب صفہ غریب مہاجرین میں سے تھے۔اور ان کی تعداد چار سو تھی۔ان کا کوئی گھر بار نہ تھا۔مسجد نبوی کے صحن میں مقیم تھے۔ہر وقت علم و عبادات میں مشغول رہتے۔جہاد کے موقعہ پر سب سے آگے ہوتے۔

يَحْسَبُهُمُ الجاھِلُ اَغنیاءَ۔یہ لوگ خودداری اور عزت نفس کا زندہ پیکر ہیں اور کسی سے

کچھ نہیں مانگتے۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو آدمی ان کے مالی حالات سے آگاہ نہیں وہ سمجھتا ہے کہ یہ مالدار ہیں۔آپ ان کو ان کے چہرہ سے پہچان لیں گے کہ یہ محتاج ہیں۔یعنی ایسا کبھی نہیں ہوتا وہ زبان سے فقر و فاقہ کا اظہار کریں۔البتہ ان کی شکل وصورت چہرہ کی پژمردگی اور جسم کی لاغری افلاس کی منہ بولتی تصویر ہے۔

لَاَيَسْئلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا۔(یہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے پہلے فرمایا تھا۔من التعفف۔یعنی یہ سوال سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ناواقف آدمی انہیں مالدار خیال کرتا ہے۔اب فرمایا کہ اگر مجبوراً کبھی سوال کی ضرورت پیش آتی ہے تو یہ اس میں اصرار نہیں کرتے۔بقول امام رازیؒ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اصرار سے مانگنے کی عادت معیوب ہے۔بعض علماء کے نزدیک آیت کا مفہوم یہ ہے کہ سرے سے یہ سوال ہی نہیں کرتے۔کہ اصرار کا موقعہ پیش آئے۔ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہی معنی منقول ہے۔

ممانعت سوال میں کثرت سے احادیث نبویہ وارد ہوئی ہیں۔مثلاً (۱) حضرت زبیر بن عوامؓ روایت کرتے ہیں۔آنحضور نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص رسی لے کر جنگل سے اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا ایک گٹھا لائے اور اس سے اپنی آبرو کی حفاظت کرے۔تو اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے وہ اسے دیں یا نہ دیں۔(بخاری شریف)

۲۔حضرت عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ آپ نے منبر پر صدقہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا" دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔(بخاری مسلم)

۳۔حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔"جو بلا ضرورت دوسروں سے سوال کرے۔بروز قیامت جب وہ بارگاہ الٰہی میں پیش ہوگا۔تو اس کا چہرہ چھیلا ہوا ہوگا"۔صحابہ نے عرض کیا حضور! انسان کی ضرورت کتنے مال سے پوری ہو جاتی ہے۔؟ فرمایا پچاس درہم یا اس کے برابر سونے کی قیمت سے (ابوداؤد۔ترمذی۔نسائی)

آیت کے آخر میں فرمایا کہ :جو تم خرچ کرو گے اللہ اس سے باخبر ہے۔یعنی ایسے خوددار سائلوں کو تلاش کرکے، چپ چپاتے، ان کی حاجت روائی کرنا خلق سے چھپا رہے گا۔لیکن خالق سے چھپا نہیں رہیگا۔وہ تمہارے ہر انفاق سے باخبر ہے۔اور وہ اس کا بھرپور صلہ دیگا۔(تدبر قرآن جلد ۱)

Scanned with CamScanner

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ

جو لوگ خرچ کرتے ہیں مال اپنے میں رات اور دن

جو لوگ اپنے مال رات اور دن

سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ

پوشیدہ اور ظاہر پس واسطے ان کے اجر ان کا نزدیک

پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں تو ان کا اجر ان کے رب

رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

رب ان کے اور نہیں خوف ان پر اور نہ وہ

کے پاس ہے اور ان کے لئے کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے

يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٤﴾ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا

غمگین ہوں گے جو لوگ کھاتے ہیں سود نہ

جو لوگ سود کھاتے ہیں

يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ

کھڑے ہوں گے مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے جو پاگل بنا دیا ہو اس کو

وہ نہ کھڑے ہوں گے مگر اس شخص کی طرح سے شیطان

الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا

شیطان نے سے چھونے یہ اس لئے کہ کہا انہوں نے

نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے کہا

اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ

صرف تجارت مانند ہے سود کے اور حلال کیا اللہ نے تجارت کو اور حرام کیا

کہ بس تجارت سود کی طرح ہے حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال اور

الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ

سود کو پس جسے پہنچ جائے اس کو نصیحت سے رب اس کے

سود کو حرام کیا ہے تو جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچ جائے

فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ

پس رک جائے پس واسطے اس کے جو گزر چکا اور معاملہ اس کا طرف اللہ

پھر وہ باز آ جائے تو پہلے جو گزر چکا ہے وہ اس کے لئے ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے

وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

اور جو دوبارہ کرے پس یہ لوگ ساتھی ہیں جہنم کے

اور جو شخص دوبارہ یہ حرکت کرے تو ایسے لوگ جہنمی ہیں

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧٥﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا

وہ ہیں اس کے ہمیشہ رہنے والے مٹاتا ہے اللہ سود کو

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اللہ سود کو گھٹاتا اور

وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ

اور بڑھاتا ہے صدقات کو اور اللہ نہیں پسند کرتا ہر

صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے بد عمل

كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٧٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

ناشکرے گناہ گار کو بے شک جو ایمان لائے اور عمل کئے

کو پسند نہیں کرتا بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے

الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ

نیک اور قائم کی نماز اور ادا کی زکوٰۃ

نیک کام کئے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی

Scanned with CamScanner

لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ

واسطے ان کے اجر ان کے پاس رب ان کے اور نہیں خوف

ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کو کوئی خوف نہیں

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٧﴾ يٰٓاَيُّهَا

ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اے

ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ

جو ایمان لائے ڈرو اللہ اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے

ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور جو سود باقی

مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧٨﴾ فَاِنْ لَّمْ

سے سود اگر تم ہو مومن پس اگر نہ

رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم واقعی مومن ہو پھر اگر تم نے

تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ

کرو تم پس خبردار ہو جاؤ سے جنگ سے اللہ اور رسول اس کے

ایسا نہیں کیا تو آگاہ رہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے

وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا

اور اگر توبہ کرو تم پس واسطے تمہارے اصل رقم مال تمہارے نہ

اور اگر تم توبہ کرو تو تمہارے مال کی اصل رقم کا تمہیں حق ہے نہ

تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٩﴾ وَاِنْ كَانَ

ظلم کرو تم اور نہ ظلم کئے جاؤ گے اور اگر ہو

تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا اور اگر (قرض)

ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ

تنگی والا پس مہلت دو تک فراخی اور یہ کہ

تنگ دست ہو تو فراخی تک اسے مہلت دو اور یہ کہ

تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨٠﴾

تم صدقہ کردو بہتر ہے لئے تمہارے اگر ہو تم جانتے

تم صدقہ کردو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۣ

اور ڈرو دن تم واپس لائے جاؤ گے میں اس طرف اللہ

اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف واپس لائے جاؤ گے۔

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ

پھر پورا بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو جو اس نے کمایا

پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ دیا جائے گا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨١﴾

اور وہ نہیں ظلم کیے جائیں گے

اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا

معانی و گرامر

اسماء

اَلَّيْلُ ـــــــــــ ، رات۔ اس کی جمع لیالی آتی ہے۔

اَلنَّهَارُ ـــــــــــ ، دن کے وقت۔

سِرًّا ——— ، پوشیدہ

عَلَانِیَۃً ——— ، علانیہ، کھلے طور پر، برملا۔

اَلرِّبٰوا ——— ، سود۔ ہر قسم کی زیادتی اور اضافہ۔ شریعت میں اصل قرض پر زائد رقم وصول کرنے کو ربٰوا کہتے ہیں۔ اہلِ عرب اس لفظ کو اس زائد رقم کے لئے استعمال کرتے ہیں جو قرض خواہ اپنے قرض سے مہلت کے معاوضہ میں وصول کرتا تھا۔ اردو میں اس کا ترجمہ سود ہے۔

اَلْمَسِّ ——— ، چھونا مصدر ہے۔ مَسَّ یَمَسُّ مَسًّا (چھونا)

اَلْبَیْعُ ——— ، تجارت، خرید و فروخت۔ اَلْ کی وجہ سے اسم معرفہ ہے۔

مَوْعِظَۃٌ ——— ، نصیحت۔ وعظ کا اسم ہے (جمع مواعظ)

اَمْرُہٗ ——— ، اس کا معاملہ۔ مرکبِ اضافی۔

اَثِیْمٌ ——— ، گنہگار۔ اٰثِمٌ کے معنی بھی یہی ہیں۔

حَرْبٌ ——— ، جنگ۔ حُرُوْبٌ جمع ہے۔

رُءُوْسُ ——— ، اصل رقم۔ رَأْسٌ واحد ہے۔ تمہارے اصل مال۔ یعنی اسلامی حکومت تمہارا اصل مال تمہیں واپس دلا دے گی۔ اگر توبہ نہ کرو گے تو اس مال بھی ضبط ہو جائے گا۔

عُسْرَۃٍ ——— ، تنگی۔ فقر و فاقہ۔

نَظِرَۃٌ ——— ، مہلت دینا۔ مصدر ہے۔

مَیْسَرَۃٍ ——— ، خوشحالی، کشادگی۔

افعال

تَصَدَّقُوْا ——— ، یعنی نادار مقروض کو اپنا قرض بالکل ہی معاف کر دو۔ اسلامی عقائد کی طرح اسلامی قوانین کی بھی پوری قدر اس وقت معلوم ہوتی ہے جب کہ مقابلہ میں اپنے کو مہذب اور ترقی یافتہ کہلانے والی اقوام کے قوانین دیکھے جائیں۔ قرض کے معاملہ میں دوسری قوموں کے قوانین قرض داروں کے بارے میں بالکل ظالمانہ ہیں رومی قوانین میں مقروض کو قتل کیا جا سکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ اسلامی نظام معاشیات کی بنیاد مادیت سے کہیں بڑھ کر انسانیت و تقوے پر رکھی گئی ہے

اور یہ خصوصیت اسے دنیا کے قدیم و جدید سارے نظاموں سے ممتاز کئے ہوئے ہے۔ (تفسیر ماجدی)

یَاْکُلُوْنَ ——— ، وہ کھاتے ہیں۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب۔

لَا یَقُوْمُوْنَ ——— ، نہیں کھڑے ہوں گے وہ۔ فعل مضارع منفی صیغہ جمع مذکر غائب۔

یَقُوْمُ ——— ، وہ کھڑا ہوتا ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

یَتَخَبَّطُہٗ ——— ، اس کو پاگل بنا دیتا ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

اَحَلَّ ——— ، اس نے حلال کیا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔

حَرَّمَ ——— ، اس نے حرام کیا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔

اِنْتَھٰی ——— ، وہ باز آگیا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔

سَلَفَ ——— ، جو گزر گیا۔ جو ہو چکا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔

عَادَ ——— ، وہ لوٹا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔

یَمْحَقُ ——— ، وہ مٹاتا ہے فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

یُرْبِیْ ——— ، وہ بڑھاتا ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

اَقَامُوْا ——— ، انہوں نے قائم رکھا۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب۔

اٰتَوُا ——— ، انہوں نے دیا۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب۔

ذَرُوْا ——— ، تم چھوڑ دو۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔ وَذَرَ - یَذَرُ -

سَفِیْھًا ——— ، نادان۔ سَفِیْہٌ کی جمع سُفَھَآءُ

ضَعِیْفًا ——— : ضعیف، کمزور۔ جمع ضُعَفَاءُ۔

شَھِیْدَیْنِ ——— : دو گواہ۔ شَھِیْدٌ کا تثنیہ ہے۔ جمع شُھَدَاءُ

رَجُلَیْنِ ——— ، دو مرد۔ رَجُلٌ کا تثنیہ ہے۔ جمع رِجَالٌ

اِمْرَاَتٰنِ ——— ، دو عورتیں۔ اِمْرَاَۃٌ کا تثنیہ ہے۔ جمع نِسَاءٌ

اَقْسَطُ ——— ، انصاف کے قریب تر۔ اسم تفضیل۔ سب سے زیادہ اور بہتر طور پر درست رکھنے والا۔

اَقْوَمُ ——— ، بہت درست رکھنے والا۔ اسمِ تفضیل۔

رِھٰنٌ ——— ، رہن۔ رِھْنٌ کی جمع ہے۔ یہ لفظ اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی قرض کے سلسلہ میں ضمانت کے طور پر قرض خواہ کو کچھ دے دینا۔ مثلاً زیور، مکان

مرکب اضافی

اموالھم ۔ اجرھم ۔ عند ربھم ۔ مثل الربوا ۔ ربہ ۔ امرہٗ اصحٰب النار ۔ کل کفّار ۔ رسولہٖ ۔ رءوس اموالکم ۔ ذو عسرۃ کل نفس ۔

مرکب توصیفی

— — — — — — —

حرُوفِ جار

ب ۔ ل ۔ علیٰ ۔ ک ۔ مِن ۔ الیٰ ۔ فی ۔

تشریح ....رکوع نمبر ۳۸

آیت نمبر ۲۷۴ : ....

شانِ نزول : حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفان نے "جیش العسرۃ" (تنگی کے زمانے کا لشکر) کے موقعہ پر اسلامی لشکر کو تیار کرنے پر مال صرف کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان کے پاس چار درہم تھے۔ ایک درہم رات کو خرچ کیا ایک دن کو۔ ایک اعلانیہ اور ایک پوشیدہ (ابن جریر۔ ابن طبرانی) مفسر بغوی فرماتے ہیں "یہ آیت ان مجاہدین کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلامی سرحدوں کی حفاظت کیلئے وہاں چھاؤنیاں قائم کرتے تھے۔ اور شب و روز ظاہر اور پوشیدہ گھوڑوں کو چارہ ڈالتے تھے۔"

رات اور دن سے مراد تمام اوقات ہیں۔ یعنی جب بھی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں حسب موقع و مقام کبھی اعلانیہ خرچ کرتے ہیں اور کبھی پوشیدہ۔

الغرض آیت میں رات دن اور اعلانیہ پوشیدہ میں تمام اوقات اور حالتیں جمع ہو گئیں ہیں۔ نیز اہل ایمان کے اندر انفاق کیلئے جوش جو ہونا چاہیے۔ اسلوب کلام سے وہ خود بخود لبلا پڑ رہا ہے۔ علاوہ ازیں انفاق کا خدا کے ہاں جو صلہ ہے وہ بھی پورا پورا بیان ہو گیا ہے۔ یہ آیت انفاق فی سبیل اللہ کے سلسلہ میں آخری آیت ہے۔ (تدبر قرآن جلد اول صفحہ ۶۲۵)

گذشتہ آیات سے تعلق : قبل ازیں انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور اس کی شرائط کا ذکر تھا۔ چونکہ خیرات کرنے سے نرم دلی ایثار اور فیاضی کی عادت پیدا ہوتی ہیں۔ دوسری طرف معاملات میں انسان سے جو گناہ ہوتے ہیں خیرات سے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ مزاج میں خدمت خلق اور نفع رسانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ان اسباب کی بنا پر متعدد آیات میں صدقات کا ذکر کیا گیا ہے۔ سو انفاق کی بالکل ضد ہے۔ انفاق میں رحم دلی اور نفع رسانی تھی تو سود میں محض ضرر رسانی اور سنگدلی ہے۔ اس لئے انفاق کی فضیلت کے بعد سود کی مذمت اور اس کی ممانعت کا ذکر مناسب ہے۔ فطرت کا اصول ہے کہ کسی شے کی حقیقت واضح کرنے کیلئے اس کی ضد کا بیان ضروری ہے۔ اس اصول کی بناء پر قرآن نے اکثر چیزوں کے بیان میں ضِدّین کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے۔ جیسا کہ یہاں انفاق کی ضد سود کا بیان آیا ہے۔

آیت نمبر ۲۷۵ : میں یوم قیامت کی منظر کشی کی گئی ہے کہ سود خور آخرت میں اپنی قبروں سے اٹھنے پر سیدھے کھڑے تک نہ ہو سکیں گے۔ بلکہ دیوانوں کی طرح گرتے پڑتے لڑکھڑاتے

Scanned with CamScanner

ہوئے کھڑے ہوتے لیکن اس کا ہلکا سا منظر اسی دنیا میں ہی نظر آجاتا ہے۔ مالدار ساہوکار جو روپیہ کے پیچھے دیوانہ رہتا ہے۔ واقعی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کو جن یا بھوت چمٹ گیا ہے۔ اور اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اس پر سود ہی سوار رہتا ہے۔ اور جس کی حرص دنیا میں اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ ضروری ہے کہ اس کا حشر بھی اسی جنون زدہ شخص کے ساتھ ہو۔ علماء و محققین کا خیال ہے کہ حشر میں انسان اسی صورت کے ساتھ اٹھے گا۔ جس قسم کی سیرت دنیا میں اس پر غالب رہتی ہے اہل عرب دیوانے آدمی کو "مجنون" (آسیب زدہ) کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور جب کسی شخص کو پاگل کہنا ہوتا تو یوں کہتے کہ اسے جن لگ گیا ہے۔ اسی محاورہ کو استعمال کرتے ہوئے قرآن سود خور کو اس شخص سے تشبیہ دیتا ہے۔ جو مخبوط الحواس ہو گیا ہو۔ اور عقل سے عاری ہو۔ اسی طرح سود خود بھی روپے کے پیچھے دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اور اپنی خود غرضی کے جنون میں کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی سود خواری سے کس کس طرح انسانی وقار اخوت اور رحم دلی کی جڑیں کٹ رہی ہیں۔

قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا۔ یعنی اس دور کے ترقی یافتہ "آجکل کے روشن خیالوں" کی طرح یہ کہتے تھے کہ تجارتی نفع اور سود میں کوئی فرق نہیں کیوں کہ تجارت میں بھی اصل زر پر زائد رقم وصول کی جاتی ہے۔ جب تجارت میں لگے ہوئے روپے کا منافع جائز ہے تو سود پر دیے ہوئے روپے کا منافع کیوں ناجائز ہو۔ اس طرح کے دلائل موجودہ زمانے کے سود خوار بھی سود کے حق میں پیش کرتے ہیں۔ اتنا نہیں سوچتے کہ سود اور تجارت نہ اخلاقی لحاظ سے مساوی ہیں۔ نہ معاشی حیثیت سے۔ سود کی ایک مقرر رقم سود خوار کو مل جاتی ہے جس میں اسے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں تجارت میں نفع و نقصان دونوں کا امکان ہوتا ہے۔ اور تاجر کو نقصان سے بچنے کیلئے وقت، محنت، ذہانت سب کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے۔

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ خدا نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم و خبیر ہے۔ جب اس نے ایک معاملہ کو جائز قرار دیا اور دوسرے کو ناجائز۔ تو اسکا مطلب یہ ہے کہ جائز میں لاتعداد منافع اور حرام میں بے شمار نقصانات ہیں۔ کسی کی سمجھ میں یہ مصالح و مفاسد نہ بھی آئیں جب بھی حکم خداوندی واجب العمل ہے۔ مولانا عبدالماجد فرماتے ہیں :۔

"اسلام کے جو احسانات ساری دنیا پر اور بہت روشن و نمایاں حیثیت سے ہیں۔ ان میں سے ایک حرمت سود بھی ہے۔ سب لوگ سود کے مفاسد سے آگاہ تھے۔ مگر قطعی اور کلی صورت میں حرام اسے دنیا کے ضابطوں اور شریعتوں میں صرف اسلام ہی نے قرار دیا۔ سود خوار کے دل میں شقاوت و سنگدلی اور حرص مال اور بلا مشقت مال ہاتھ آجانے سے نفس میں کمینگی اور زر پرستی

اور ساہوکاروں کا ظلم اور باہمی حسد و رقابت اور قرضدار بیچارہ کی بے حرمتی و تذلیل، یہ واقعات و مشاہدات عام تھے۔ لیکن اس کی قطعی بندش کا خیال کسی انسانی دماغ کو نہ آیا۔ زیادہ سے زیادہ اتنا ہوا کہ سود کی شرح کم کر دی۔ یونان میں سولن انگلستان میں بیکن اور یورپ میں آبائے کلیسہ کے جوش اصلاح و افادۂ خلق کی کائنات صرف اسی قدر ہے۔ جو فخر قیامت تک کیلئے عرب کے امی کے ساتھ مخصوص ہو گیا کہ اس انسانیت کش رسم کی حرمت کی منادی اس کی زبان سے کرائی گئی۔ اور حرّم الرّبوا۔ کا زلزلہ افگن نعرہ اسی کے منہ سے بلند کرایا گیا۔ (تفسیر ماجدی جلد اول)

متعدد احادیث نبویہ میں سود کی حرمت اور شدید مذمت آئی ہے

۱۔ ابن ابی حاتم روایت کرتے ہیں۔ کہ سود خوار بروز قیامت پاگل اٹھے گا۔

۲۔ اس طرح حضرت ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے سود کھانے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی (بخاری)

۳۔ نیز مسلم میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ آپ نے سود کی دستاویز لکھنے والے اور گواہ پر لعنت کی۔ اور فرمایا کہ گناہ میں سب برابر ہیں۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضورؐ نے فرمایا ایک درہم سود کھانا چھتیس زنا سے بدتر ہے۔ (احمد دار قطنی)

بیع اور ربوا کا فرق : مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے سود اور تجارت کا فرق واضح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اول تجارت میں بائع (فروخت کنندہ) اور مشتری (خریدار) کے درمیان منافع کا مساویانہ تبادلہ ہوتا ہے کیوں کہ مشتری اس چیز سے نفع اٹھاتا ہے۔ جو اس نے بائع سے خریدی ہے۔ اور بائع اپنے اس محنت ذہانت اور وقت کی اجرت لیتا ہے جس کو اس نے مشتری کیلئے وہ چیز مہیا کرنے میں صرف کیا ہے۔ اس کے برخلاف سودی کاروبار میں منافع کا تبادلہ برابری کے ساتھ نہیں ہوتا۔ سود لینے والا مقرر منافع لے لیتا ہے جو اس کیلئے یقیناً نفع بخش ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں سود دینے والے کو صرف مہلت ملتی ہے۔ جس کا نفع بخش ہونا یقینی نہیں۔

ثانیاً تجارت، صنعت و حرفت اور زراعت میں انسان محنت و ذہانت اور وقت صرف کر کے اس کا فائدہ لیتا ہے۔ مگر سودی کاروبار میں وہ محض اپنا ضرورت سے زائد مال دے کر بلا کسی محنت و مشقت کے دوسروں کی کمائی میں شریک غالب بن جاتا ہے۔ اس کی حیثیت اصطلاحی شریک کی نہیں ہوتی جو نفع اور نقصان دونوں میں شریک ہوتا ہے۔ اور نفع میں جس کی شرکت نفع کے تناسب سے ہوتی ھے۔ بلکہ وہ ایسا شریک ہوتا ہے۔ جو بلا لحاظ نفع و نقصان اور بلا لحاظ تناسب نفع اپنے

Scanned with CamScanner

طے شدہ منافع کا خویدار ہوتا ہے۔

ان وجوہ سے تجارت کی معاشی حیثیت اور سود کی معاشی حیثیت میں اتنا عظیم الشان فرق ہو جاتا ہے۔ کہ تجارت انسانی تمدن کی تعمیر کرنے والی قوت بن جاتی ہے۔ اور اس کے برعکس سود اس کی تخریب کا موجب بنتا ہے۔ پھر اخلاقی حیثیت سے سود کی یہ عین فطرت ہے کہ وہ افراد میں بخل۔ خود غرضی، بے رحمی اور زر پرستی کی صفات پیدا کرتا ہے۔ اور ہمدردی اور امداد باہمی کی روح کو فنا کر دیتا ہے۔ اس بناء پر سود معاشی اور اخلاقی دونوں حیثیتوں سے نوعِ انسانی کیلئے تباہ کن ہے۔ (تفہیم القرآن جلد اول)

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ۔ جس کے پاس حرمت سود کا حکم پہنچا اور اس کے لینے دینے سے رک گیا۔ فَلَهٗ مَاسَلَفَ۔ یعنی سود کی حرمت سے قبل وہ جو کچھ لے چکا سو لے چکا اسے سابقہ رقوم کی ادائیگی کیلئے مجبور نہیں کیا جائے گا۔

وَاَمْرُهٗ اِلَى اللّٰهِ (اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے) اس میں اشارہ ہے کہ بے شک سود کی سابقہ رقوم کی ادائیگی کا قانونی مطالبہ اس سے نہیں ہو گا۔ مگر اخلاقی اعتبار سے اس مال کی نجاست بدستور باقی رہے گی۔ اگر وہ حقیقت میں خدا سے ڈرنے والا ہو گا۔ تو وہ اپنی اس دولت کو جو حرام ذرائع سے آئی تھی۔ اپنی ذات پر خرچ کرنے سے پرہیز کرے گا۔

آیت نمبر ۲۷۶ : میں ارشاد ہوتا ہے کہ صدقات وانفاق سے مال میں برکت نازل ہوتی ہے۔ وہ بڑھ جاتا ہے۔ اس کے برعکس سود بے برکتی کا موجب ہوتا ہے۔ اگرچہ بظاہر سود سے دولت بڑھتی نظر آتی ہے اور صدقات سے گھٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن درحقیقت معاملہ اس کے برعکس ہے۔ سود اخلاقی روحانی اور معاشی و تمدنی ترقی میں نہ صرف مانع ہوتا ہے بلکہ زوال کا موجب بنتا ہے۔ اور اس کے برعکس صدقات سے اخلاق اور معیشت ہر چیز کو نشوونما ہوتی ہے۔

آیت کا مفہوم یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ عالم آخرت میں صدقات لاتعداد فوائد کے موجب ہوں گے۔ جب کہ سود ہلاکت و بربادی کا سبب ہو گا۔

احادیث نبوی سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ آنحضور کا ارشاد گرامی ہے۔ اللہ تعالیٰ صدقات کو قبول کر کے ان کی نشوونما کرتے ہیں۔ جیسے تم عربی لوگ اپنے بچھیروں کو پالتے ہو۔

لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ۔ کفار صیغہ مبالغہ ہے۔ شدید ناشکری اور کفران نعمت کرنے والا۔ یہاں اس سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو سود کے جواز کے قائل ہیں۔ (مدارک بیضاوی)

اَثِيْمٍ۔ بروزن فعیل از اثم گنہگار سود خوری جیسے گناہ میں مبتلا ہونے والے۔

Scanned with CamScanner

کفار اور اثیم میں دونوں قسم کے نافرمان آگئے۔ وہ جو سود کا کاروبار کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے عمل کے ساتھ حرمت سود کے عقیدہ کے بھی منکر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ آدمی انتہائی درجہ کا کافر اور خود غرضی ہے۔ جس کو منعم حقیقی نے اس کی ضروریات سے زائد مال دیا۔ اور وہ بجائے اس کے کہ کسی غریب محتاج کی مدد کرے۔ اس کی حاجت اور لاچاری سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور سود کے بغیر مال قرض نہیں دیتا۔

آیت نمبر ۲۷۷ : اہل ایمان کے اوصاف اور ان کے اجر و ثواب کا ذکر کیا۔ جو سود خور کے وصاف کے بالکل برعکس ہے۔ اس سے سود کی مزید مذمت واضح ہوئی۔

شان نزول : حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ کہ قبیلہ ثقیف کے بنو عمرو بنو مغیرہ بن عبداللہ کو قرض دیتے اور سود لیتے تھے۔ جب مکہ فتح ہوا اور آنحضور ﷺ نے سود کی حرمت کا اعلان فرمایا۔ تو یہ دونوں قبیلے مکہ کے امیر عتاب بن اسید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بنو مغیرہ بولے جب سب لوگوں نے اپنا اپنا سود معاف کر دیا ہے تو ہم تنہا کیونکر سود ادا کریں۔ بنو عمرو نے جواب دیا ہم نے باہم صلح کرتے وقت طے کیا تھا کہ ہم سود ضرور وصول کریں گی۔ حضرت عتاب نے یہ سارا ماجرہ رسول اللہ ﷺ کو لکھ بھیجا۔ تب یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اس میں اہل ایمان سے خطاب کر کے یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ باقی ماندہ سود کی رقم چھوڑ دو (تفسیر مظہری)

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں کہ "اس آیت کے نزول کے بعد اسلامی مملکت میں سودی کاروبار ایک جرم قرار دیا گیا۔ عرب کے جن قبائل میں سود رائج تھا ان کو نبی ﷺ نے اپنے اعمال کے ذریعے سے آگاہ فرمادیا کہ اگر اب وہ اس لین دین سے باز نہ آئے تو ان کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ نجران کے عیسائیوں کو جب اسلامی حکومت کے تحت اندرونی خود مختاری دی گئی تو معاہدے میں صاف تحریر کیا گیا تھا کہ اگر تم سودی کاروبار کرو گے تو معاہدہ ٹوٹ جائے گا۔ اور ہمارے اور تمہارے درمیان حالت جنگ قائم ہو جائے گی۔ آیت کے آخری الفاظ کی بناء پر حضرت ابن عباسؓ، حسن بصریؒ، ابن سیرین کی رائے یہ ہے کہ جو شخص دارالاسلام میں سود کھائے اسے توبہ پر مجبور کیا جائے اور اگر باز نہ آئے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

دوسرے فقہاء کی رائے میں ایسے شخص کو قید کر دینا کافی ہے۔ جب تک وہ سود خواری چھوڑ دینے کا عہد نہ کرے۔ اسے چھوڑا نہ جائے۔" (تفہیم القرآن جلد اول)

آیت نمبر ۲۷۸ : ذَرُوْا مَابَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا۔..........

سود کی حرمت سے قبل سود کی جو رقم تم مقرر کر چکے ہو۔ اس کا وصول کرنا اب جائز نہیں اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو تو اس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ علماء نے آیت کے اس

نکڑا ہے استدلال کیا ہے۔ کہ دین کے کسی ایک جزو سے بھی انکار کرنا سارے دین سے منکر ہونا ہے۔

آیت نمبر ۲۷۹ : فَاذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ:......

یعنی اگر تم باقی ماندہ سود چھوڑنے کیلئے تیار نہ ہوئے تو اللہ ورسول سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

گویا سود خواروں کو باغی اور مرتد سمجھ کر ان کے خلاف جہاد کیا جائے گا۔ (روح المعانی) علماء کا بیان ہے۔ کہ ایسی دھمکی قرآن میں کسی دوسرے گناہ کیلئے نہیں آئی۔ مولانا عبدالماجد لکھتے ہیں کہ :-

"حرمتِ سود کا کس درجہ اہتمام ہے۔ اور اس باب میں کس درجہ شدید احکام ہیں۔ یہ کس قدر ڈھٹائی اور جسارت ہے کہ مسلمان کہلا کر رسالے "جواز سود" پر شائع کئے جائیں۔ اور اپنی تحریر و تقریر سے لوگوں کو سودی کاروبار کی ترغیب دلائی جائے۔ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی رسولؐ سے یہ جو قول منقول ہے کہ سود کو بھی چھوڑ دو اور اس کے مشابہ چیزوں کو بھی۔ وہ اسی قرآنی دھمکی کا قدرتی نتیجہ ہے۔ جب جسمانی بیماریوں کا یہ حال ہے کہ کسی مرض کو طبیب اگر سخت مرض سے مشابہ پاتا ہے۔ تو احتیاطاً علاج اس سخت مرض کا شروع کر دیتا ہے۔ تو جو مسلمان تقویٰ کا ادنیٰ درجہ بھی رکھتے ہیں ان پر بھی یہی لازم ہے کہ نہ صرف کھلے سود سے بچیں۔ بلکہ ایسی مالی و کاروباری صورتوں سے بھی احتیاطاً بچتے رہیں۔ جن کا سودی ہونا مشتبہ ہے۔ (تفسیر ماجدی جلد ۱)

حضرت عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ "میں نے آنحضورؐ سے سنا جس قوم میں سود کا رواج ہو جاتا ہے۔ وہاں قحط پڑتا ہے۔ اور جہاں رشوت کی گرم بازاری ہوتی ہے۔ وہ قوم دوسروں سے مرعوب اور خوف زدہ ہو جاتی ہے۔ (احمد)

وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ۔ یعنی حکومت اسلامی تمہارا اصل سرمایہ تمہیں واپس دلادے گی۔ اگر توبہ نہ کرو گے تو راس المال بھی ضبط کر لیا جائے گا۔

لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ۔ کسی پر ظلم نہ کرو۔ ظلم کی صورت یہ ہے کہ قرض دے کر اس سے زیادہ رقم وصول کر لی۔ مظلوم بننے کی صورت یہ ہے کہ جتنی رقم قرض لی تھی۔ اب اس سے زیادہ رقم ادا کرنی پڑ رہی ہے۔

آیت نمبر ۲۸۰ : میں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر مقروض تنگدست ہو جائے اور بر وقت قرض ادا کرنے کے قابل نہ ہو تو اسے اس وقت تک مہلت دی جائے جب وہ قرض ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ "جو کسی تنگدست کو سہولت بہم پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کام دنیا اور آخرت میں آسان کر دیں گے۔ (مسلم شریف)

اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ مفلس مقروض کا قرض اگر بالکل ہی معاف کر دو۔ تو یہ اور بھی اچھا ہے۔ صدقہ کرنے سے بعض علماء کے نزدیک مہلت دینا مراد ہے۔ لیکن زیادہ قرین قیاس ان مفسرین کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ تصدقوا کا مقصد قرضہ کا معاف کر دینا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا بروز قیامت اولین شخص جو سایہ خداوندی میں پناہ گزین ہو گا وہ ہے جو تنگدست کو مہلت دے یا اسکا قرضہ رضائے الٰہی کیلئے بالکل معاف کر دے اور قرضہ کی دستاویز کو چاک کر دے۔ (طبرانی)

آیت نمبر ۲۸۱ : ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ.........

اعمال کا پورا پورا معاوضہ دیا جائیگا۔ اور کسی پر ظلم نہیں ہو گا۔ ظلم کی صورت یہ ہے کہ کسی نیک عمل کا معاوضہ نہ دیا جائے۔ یا کسی کے نامہ عمل میں کوئی بدی بلاوجہ لکھ دی جائے۔

بقول حضرت ابن عباسؓ یہ آخری آیت ہے جو آپ پر نازل ہوئی۔ بغوی کا بیان بھی یہی ہے۔ علامہ ثعلبی سدی سے روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صرف اکیس روز زندہ رہے۔ بعض علماء کے نزدیک آپ ۸۱ روز زندہ رہے۔ گویا حرمت سود اور اس کی وعید پر مشتمل آیت کے ساتھ وحی الٰہی کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ

اے — جو — ایمان لائے جب تم — لین دین کرو ساتھ قرض کے

اے ایمان والو! جب تم کسی معین مدت کے لئے قرض

اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ

تک — مدت — مقررہ — پس لکھ لو اسے — اور چاہیئے کہ لکھے — درمیان تمہارے

کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور تمہارے درمیان کوئی

كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ

لکھنے والا — ساتھ انصاف — اور نہ انکار کرے — لکھنے والا — یہ کہ

لکھنے والا انصاف سے لکھے اور کوئی لکھ سکنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے

Scanned with CamScanner

یَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْیَكْتُبْ وَلْیُمْلِلِ

لکھے جس طرح سکھایا اسے اللہ نے پس وہ لکھے اور لکھوائے

بلکہ جس طرح اسے اللہ نے سکھایا ہے اسی طرح وہ لکھ دے اور وہ شخص جو بر

الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ

جو اس پر حق ہے اور ڈرے اللہ اپنے رب سے

حق عائد ہوتا ہے لکھوائے اور وہ اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے

وَلَا یَبْخَسْ مِنْهُ شَیْـًٔا فَاِنْ كَانَ

اور نہ کم کرے اس سے کچھ پس اگر ہو

اور اس میں کوئی کمی نہ کرے اور اگر وہ جس پر

الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا

جو اس پر حق بے وقوف یا کمزور

حق عائد ہوتا ہے نادان یا کمزور

اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ

یا نہیں کر سکتا یہ کہ لکھوائے وہ پس لکھوائے اس کا سرپرست

یا لکھوا نہ سکتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ

بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ

ساتھ انصاف کے اور گواہ بناؤ دو گواہ سے

لکھوا دے اور اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو اس پر

رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ

مردوں اپنے پس اگر نہ ہوں دو آدمی پس ایک مرد

گواہ بناؤ پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں

وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ

اور دو عورتیں سے جو تم پسند کرتے ہو سے گواہوں

ہونی چاہئیں ان گواہوں میں سے جنہیں تم پسند کرتے ہو

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا

یہ کہ بھول جائے ایک ان دونوں میں سے پس یاد دلائے ایک ان دونوں سے

اس لئے کہ اگر ان میں ایک عورت بھول جائے تو دوسری اسے

الْاُخْرٰى وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا

دوسری کو اور نہ انکار کریں گواہ جب کہ

یاد دلائے اور گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں

دُعُوْا وَلَا تَسْـَٔمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا

انہیں بلایا جائے اور نہ سستی کرو کہ لکھو تم اسے چھوٹا

اور قرض چھوٹا ہو یا بڑا اس کی مدت

اَوْ كَبِیْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ

یا بڑا تک مدت اس کے یہ زیادہ منصفانہ ہے

تک اسے لکھنے میں سستی نہ کرو یہ بات اللہ کے ہاں زیادہ منصفانہ

عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤى

نزدیک اللہ اور زیادہ ٹھیک رکھنے والا ہے واسطے گواہی کے اور زیادہ قریب

اور گواہی کو زیادہ ٹھیک رکھنے والی ہے اور اس کے

اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً

کہ نہ شک میں پڑو تم مگر یہ کہ ہو تجارت

زیادہ قریب ہے کہ تم شک و شبہ میں نہ پڑو مگر یہ کہ دست بدست تجارت ہو

Scanned with CamScanner

حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ

وست / ہاتھ بہ ہاتھ تم لین دین کرتے ہو اس کا درمیان اپنے پس نہیں

جس کا تم آپس میں لین دین کرتے ہو تو اس کو نہ لکھنے

عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا ۗ وَأَشْهِدُوٓا

تم پر گناہ یہ کہ نہ لکھو تم اسے اور گواہ بناؤ

میں تم پر کوئی گناہ نہیں اور خرید و فروخت کرتے ہوئے

إِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ

جب تم خرید و فروخت کرو اور نہ نقصان دیا جائے لکھنے والا اور نہ گواہ

بھی گواہ بنا لیا کرو اور لکھنے والے یا گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے

وَإِن تَفْعَلُوا۟ فَإِنَّهُۥ فُسُوقٌۢ بِكُمْ ۗ وَٱتَّقُوا۟

اور اگر کرو تم پس بے شک وہ نافرمانی ہے سے تمہارے اور ڈرو

اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہاری نافرمانی ہوگی اور اللہ سے ڈرو

ٱللَّهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱللَّهُ ۗ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ

اللہ سے اور تعلیم دیتا ہے تم کو اللہ اور اللہ کو ہر چیز

اور اللہ تمہیں تعلیم دیتا ہے اور اللہ ہر چیز

عَلِيمٌ ﴿٢٨٢﴾ وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ

جاننے والا اور اگر تم ہو پر سفر اور نہ

جانتا ہے اور اگر تم سفر میں ہو اور

تَجِدُوا۟ كَاتِبًا فَرِهَٰنٌ مَّقْبُوضَةٌ ۖ فَإِنْ

پاؤ تم کوئی لکھنے والا پس رہن قبضے میں دیے ہوئے پس جب

تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو رہن قبضے میں دیا جائے پھر اگر

أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ ٱلَّذِى

اعتماد کرے بعض تمہارا بعض پر پس ادا کر دے جس کے پاس

تم ایک دوسرے سے مطمئن ہو جاؤ تو جس شخص کے پاس

ٱؤْتُمِنَ أَمَٰنَتَهُۥ وَلْيَتَّقِ ٱللَّهَ رَبَّهُۥ ۗ وَلَا

امانت رکھی گئی ہے امانت اپنی اور وہ ڈرے اللہ اپنے رب سے اور نہ

امانت رکھی گئی ہے تو وہ اس کی امانت ادا کر دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور

تَكْتُمُوا۟ ٱلشَّهَٰدَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا

چھپاؤ گواہی اور جو چھپائے اسے

گواہی نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپائے گا (گویا دل میں رکھے گا)

فَإِنَّهُۥٓ ءَاثِمٌ قَلْبُهُۥ ۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨٣﴾ ع ٣٩

پس بے شک گناہ گار ہے دل اس کا اور اللہ کو جو تم کرتے ہو جاننے والا

یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے جانتا ہے

معانی و گرامر

اسماء

دَيْنٌ ــــــــ : قرض۔ مصدر ہے۔ جمع دُيُونٌ

أَجَلٌ مُسَمًّى ــــــــ : مقررہ مدت۔ مرکب توصیفی۔

كَاتِبٌ ــــــــ : لکھنے والا۔

سَفِيهًا ــــــــ نادان۔ سفیہٌ کی جمع سُفَهَاءُ

ضَعِيفًا ــــــــ کمزور۔ ناتوان۔ ضعیفٌ کی جمع ضُعَفَاءُ

شَهِيدَيْنِ ــــــــ دو گواہ۔ شہید کا تثنیہ۔ اس کی جمع شُہَدَآءُ ہے۔

رجلین —— دو مرد۔ رجل کا تثنیہ۔ اسکی جمع رجالٌ آتی ہے۔

امرأتین —— دو عورتیں۔ امرأۃ کا تثنیہ اسکی جمع نساءٌ ہے جو غیر قیاسی ہے

اقسط —— قسط کے معنی انصاف کے ہیں۔ یہ اسم تفضیل ہے۔ زیادہ مبنی بر انصاف۔

اقوم —— زیادہ درست رکھنے والا۔ قوام کے معنی سیدھے کے ہیں۔ یہ اسم تفضیل ہے۔

رِھٰنٌ —— رِھْنٌ کی جمع۔ قرض کے سلسلہ میں ضمانت کے طور پر کوئی چیز قرض خواہ کے پاس گروی رکھنا مثلاً مکان یا زیور وغیرہ۔

افعال

تَدَایَنْتُمْ —— تم نے ایک دوسرے کو قرض دیا۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر۔

اُکْتُبُوْہُ —— تم اس کو لکھ لو۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔

یَأْبَ —— وہ انکار کرتا ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

اَنْ یَّکْتُبَ —— یہ کہ لکھ دے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

لْیُمْلِلْ —— چاہیے کہ لکھوائے۔ فعل امر صیغہ واحد مذکر غائب۔

لْیَتَّقِ اللّٰہَ —— چاہیے کہ وہ ڈرے اللہ سے۔ فعل امر صیغہ واحد مذکر غائب۔

لَا یَبْخَسْ —— وہ نہ کمی کرے۔ فعل نہی صیغہ واحد مذکر غائب۔

یَسْتَطِیْعُ —— وہ طاقت رکھتا ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔ مصدر اِسْتِطَاعَۃٌ

یُمِلُّ —— وہ لکھواتا ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

اِسْتَشْهِدُوْا —— تم گواہ لاؤ۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔

بَقِیَ —— جو بچ گیا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔ یعنی حرمت سود کا حکم نازل ہونے سے قبل سود کی رقم جو تم ٹھہرا چکے ہو اس کا وصول کرنا اب جائز نہیں اسے چھوڑ دو۔

لَمْ تَفْعَلُوْا —— نہ کر سکے تم۔ فعل مضارع منفی صیغہ جمع مذکر حاضر۔

فَاْذَنُوْا —— پس خبردار ہو جاؤ۔ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔

لَا تَظْلِمُوْنَ —— تم ظلم نہ کرو۔ فعل مضارع منفی صیغہ جمع مذکر حاضر۔

تُبْتُمْ —— تم نے توبہ کی۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر۔

یُظْلَمُوْنَ —— وہ ظلم کئے جائیں گے۔ فعل مضارع مجہول صیغہ جمع مذکر غائب۔

تُوَفّٰی —— اعمال کا پورا پورا معاوضہ دیا جائے گا۔ فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مونث غائب۔

تَبَایَعْتُمْ —— تم نے سودا کیا۔ فعل ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر۔ باب تفاعل۔

لَا یُضَآرَّ —— نہ تکلیف دی جائے۔ فعل نہی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔

تَجِدُوْا —— تم پاتے ہو۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔

اَمِنَ —— اس نے اعتبار کیا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔ اَمِنَ فُلَانٌ فُلَانًا کے معنی یہ ہیں کہ فلاں شخص اپنے آپ کو فلاں کی طرف سے خطرے سے محفوظ سمجھتا ہے۔ اس کی طرف سے مامون ہے، اس پر بھروسہ کرتا ہے۔

لْیُؤَدِّ —— چاہیے کہ ادا کرے۔ فعل امر صیغہ واحد مذکر غائب۔

اؤْتُمِنَ —— جس کے پاس امانت رکھی گئی۔ فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب

لَا تَکْتُمُوْا —— نہ چھپاؤ تم۔ فعل نہی صیغہ جمع مذکر حاضر۔ از کَتَمَ یَکْتُمُ کَتْمًا (چھپانا)

مرکب اضافی

بینکم ۔ ربّہ ۔ ولیّہ ۔ رجالکم ۔ احدھما ۔ اجلہ
عند اللہ ۔ بعضکم ۔ امانتہ ۔ قلبہ ۔

مرکب توصیفی

اجلٍ مسمًّی ۔ تجارۃ حاضرۃ ۔ رھٰن مقبوضۃ

حروف جار

ب —— ساتھ

اِلٰی —— تک

مِنْ —— سے

Scanned with CamScanner

تشریح..............رکوع نمبر ۳۹

آیت نمبر ۲۸۲ : مداینت : گزشتہ آیات میں صدقہ کی فضیلت اور اس کے احکام بیان کئے۔ اس کے بعد سود کی حرمت اور مذمت کا ذکر کیا اب ! ایسے ادھار لین دین کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں قیمت کی ادائیگی کیلئے آئندہ کسی مدت کا وعدہ ہو۔ تجارت کی دو قسمیں ہیں ایک تجارت حاضرہ یعنی نقد و خرید و فروخت اور دوسری قسم دین یعنی ادھار خرید و فروخت ۔ آیت میں دوسری قسم کی تفصیل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس خرید و فروخت کے بارے میں نازل ہوئی "جس میں قیمت پیشگی ادا کی جاتی ہے۔ اور خرید کردہ چیز کی وصولی ایک معین وقت پر ہوتی ہے۔ اسے فقہی اصطلاح میں بیع سلم کہتے ہیں۔ (ابن کثیر)

مشہور فقیہ ابن عربی مالکی نے آیت زیر نظر کے ذیل میں ۵۲ مسائل لکھے ہیں۔ اور تحریر کیا ہے کہ خرید و فروخت کے احکام کے بارے میں یہ اہم ترین آیت ہے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں۔ "عموماً دوستوں اور عزیزوں کے درمیان قرض کے معاملات میں دستاویز لکھنے اور گواہیاں لینے کو معیوب اور بے اعتمادی کی دلیل خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ کا ارشاد ہے کہ قرض اور تجارتی معاملات کو تحریر میں لانا چاہیے۔ اور اس پر شہادت ثبت کرا لینی چاہیے۔ تاکہ لوگوں کے درمیان معاملات صاف رہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ تین قسم کے آدمی ایسے ہیں جو اللہ سے فریاد کرتے ہیں۔ مگر ان کی فریاد نہیں سنی جاتی۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو کسی کو اپنا مال قرض دے اور اس پر گواہ نہ بنائے۔ (تفہیم القرآن جلد اول)

أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ. اجل مسمّی سے مدت کی ایسی تعین مراد ہے۔ جس میں کوئی اشتباہ نہ ہو۔ مثلاً یوں کہنا درست نہیں کہ "برسات کے موسم میں" بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ فلاں سال کے فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ کیونکہ مدت میں ابہام بسا اوقات فریقین کے درمیان جھگڑے کا باعث بنتی ہے۔

فاكْتُبُوْه (لکھ لیا کرو) مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ لکھنے کا حکم استحباب کے درجہ میں ہے۔ ابن جریج اسے واجب قرار دیتے ہیں۔

وَلْيَكْتُبْ بينكم كاتبٌ بالعدل. کاتب کو چاہیے کہ ٹھیک ٹھیک لکھے اور کسی کی رو رعایت نہ کریں۔

وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ. قرض لینے والا اس دستاویز کا مضمون املا کرائے کیوں کہ اسی کا اعتراف اس پر حجت ہوگا قرض خواہ کا قول حجت نہیں۔

سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا. اگر مقروض کم عقل ہو یا کم سن معمر اور مخبوط الحواس ہو۔

اَوْلَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ. یا املا کرانے سے گونگا ہونے یا زبان سے ناواقف ہونے یا قیدی اور مریض ہونے کی بنا پر عاجز ہو تو اس کا ولی لکھوا دے۔

شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ. (اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالو) من رجالکم کی قید سے واضح ہے کہ گواہوں کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ امام ابو حنیفہ کی رائے میں کافروں کے معاملات میں انکی گواہی مقبول ہو سکتی ہے۔ مگر امام مالک شافعی اور احمد اس کے خلاف ہیں۔ گواہوں کی یہ گواہی تحریر و دستاویز کے علاوہ ہونا چاہیے۔

رجلٌ و امراتن. اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالیا جائے۔ یہودی قانون میں گواہی صرف مردوں کی معتبر ہے۔ عورت کی شہادت سرے سے قابل تسلیم نہیں۔ اسلام نے عورت کو یہ حق دیا۔ لیکن ساتھ ہی اپنے علم کامل اور تحقیق کی بناء پر عورت کی گواہی کا مرتبہ مرد کے مقابلہ پر نصف تسلیم کیا ہے۔ جس میں متعدد مصلحتیں اور حکمتیں ہیں۔

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ. گواہوں کا پسندیدہ ہونا ضروری ٹھہرایا۔ اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں دیانت اور سیرت کا ایک خاص معیار قائم رکھا ہے۔ ان الفاظ سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کہ شہادت ایک خاص اعزاز ہے۔ ہر کس و ناکس اس کا اہل نہیں۔ اس کے اہل وہی ہیں جن کے کردار پر اسلامی معاشرہ کو اطمینان ہو۔

و لا يَاْبَ الشُّهَدَاءُ اِذَا مَا دُعُوا. (جب شہادت کیلئے طلب کیا جائے تو گواہ انکار نہ کرے اس کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب انہیں گواہ بنانے کیلئے کہا جائے تو انہیں انکار نہیں کرنا چاہیے۔ علماء کا بیان ہے کہ اگر دوسرا کوئی گواہ موجود نہ ہو تو گواہ بننا واجب ہے۔ اگر دوسرا گواہ موجود ہو تو اسے دونوں امور میں اختیار ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب وہ اس واقعہ کے عینی شاہد بن چکے ہوں اور انہیں حاکم کے روبرو شہادت کیلئے طلب کیا جائے تو ان کی حاضری ضروری ہے۔ کیونکہ گواہی نہ دینے کی صورت میں ایک مسلمان کا نقصان ہوتا ہے۔

قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ و لا تكتمو االشَّهَادَةَ. (شہادت کو مت چھپاؤ) حدیث میں آتا ہے۔ جس نے شہادت چھپائی اس نے اتنا ہی گناہ کیا۔ جتنا جھوٹی شہادت دینے والے نے۔ (طبرانی)

آیت نمبر ۲۸۲ : لین دین کے معاملہ میں مزید ارشاد ہوا کہ خواہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا لکھنے سے اکتانا نہیں چاہیے۔ بار بار لکھنے لکھانے سے عموماً نفس میں ایک قسم کی اکتاہٹ پیدا ہو جانا طبعی ہے۔

Scanned with CamScanner

اس ضمن میں مولانا عبدالماجد فرماتے ہیں۔

"نافہموں نے آج کل شور برپا کر رکھا ہے۔ کہ اب زمانہ اس کا نہیں کہ مذہب خصوصاً اسلام کو اعتقادی امور اور آخرت سے متعلقہ مسائل سے پرکھا جائے۔ اب تو دیکھنا یہ ہے کہ اس دنیا کیلئے سب سے زیادہ عملی مذہب کون سا ہے؟ روزانہ مسائل زندگی کے حل کرنے میں کونسا مذہب سب سے زیادہ زور دے رہا ہے۔ یہ معیار بجائے خود کس حد تک صحیح ہے یہ ایک الگ سوال ہے۔ لیکن بہر حال جو لوگ اسی معیار کو مانے ہوئے ہیں کم از کم وہ غور کریں۔ کہ ساری شریعتوں میں اسلام سے بڑھ کر کس شریعت نے روزانہ زندگی کے چھوٹے بڑے تمام مسائل کے حل کرنے کا اہتمام کر رکھا ہے۔ (تفسیر ماجدی جلد اول)

اِلاَّ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً. اگر کوئی ایسا معاملہ ہو۔ جس میں لین دین دست بدست کیا جا رہا ہو۔ تو اس کے نہ لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کیوں کہ ایسے معاملات بکثرت پیش آتے ہیں۔ اور یوں بھی زیادہ اہمیت کے حامل نہیں ہوتے۔ کیوں کہ ایسے معاملات کم رقم کے ہوتے ہیں۔ اور ان میں نزاع کی نوبت کم ہی آتی ہے۔ علماء کا قول ہے کہ ایسے معاملات میں تحریر کو لازمی قرار دینے سے چونکہ حرج لازم آتا تھا۔ لہذا شریعت نے یہ حکم اٹھا دیا۔

واشهدوا اذا تبايعتم. (خرید و فروخت کے وقت گواہ بنا لیا کرو) جابر بن زید مجاہد اور ضحاک کا قول ہے۔ کہ ہر خرید و فروخت کے وقت گواہ بنانا ضروری ہے۔ اور اس آیت میں امر وجوب کیلئے ہے۔ خواہ وہ بیع و شرا نقد ہو یا ادھار اس کے برعکس امام حسن بصری اور حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ پہلے گواہ بنانا ضروری تھا۔ مگر آیت فان امن بعضكم بعضا سے یہ حکم منسوخ ہوا۔ مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک یہ امر استحباب کیلئے ہے۔ وجوب کے لئے نہیں۔ اس کی تائید اس حدیث نبوی سے ہوتی ہے جسے عمارہ بن خزیمہ انصاری روایت کرتے ہیں۔ کہ ان کے چچا نے جو صحابی رسولؐ تھے۔ انہیں بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے کسی اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا۔ کچھ لوگ گھوڑے کی قیمت چکانے لگے کیونکہ انہیں معلوم نہ تھا کہ آپ یہ گھوڑا خرید چکے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض نے اس سے زیادہ قیمت ادا کرنے کی پیش کش کی۔ جس پر آپ نے یہ گھوڑا خریدا تھا۔ اعرابی نے آنحضورؐ کو آواز دے کر کہا۔ کہ یا تو یہ گھوڑا خرید لیجئے۔ ورنہ میں اسے فروخت کر رہا ہوں۔ آپ اعرابی کی آواز سن کر ٹھہر گئے۔ فرمایا کیا میں یہ گھوڑا آپ سے خرید نہیں چکا؟ اعرابی بولا خدا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا یقیناً میں یہ گھوڑا آپ سے خرید چکا ہوں۔ اعرابی بولا گواہ پیش کیجئے۔ لوگوں نے اعرابی سے کہا۔ آنحضورؐ کی بات کیوں کر غلط ہو سکتی

ہے۔ اتنے میں حضرت خزیمہ آئے اور انہوں نے یہ ماجرا سنا۔ اعرابی کہے جا رہا تھا کہ گواہ پیش کیجئے۔ خزیمہ بولے میں شہادت دیتا ہوں۔ کہ تم نے یہ گھوڑا فروخت کر دیا ہے۔ حضورؐ خزیمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا آپ کیونکر شہادت دے رہے ہیں۔ خزیمہ بولے اس لئے کہ آپ کی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ آپ نے اس کی شہادت کو دو آدمیوں کی شہادت کے قائم مقام ٹھہرایا۔ (مظہری و ابن کثیر بحوالہ مسند احمد)

وَلاَ يُضَارُّ كَاتِبٌ وَّلاَ شَهِيْدٌ. پہلے کاتب اور گواہوں کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ کتابت اور شہادت سے پہلو تہی نہ کریں۔ اب بائع اور مشتری کو حکم مل رہا ہے۔ کہ وہ بھی کاتب اور گواہ کی مصلحت و سہولت کا خیال رکھیں۔ کاتب کو نقصان پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ اسے بلا اجرت کتابت پر مجبور نہ کیا جائے۔ اور گواہ کو تکلیف دینا یہ ہے کہ ضرورت کے وقت باوجود اسے آمد و رفت کا خرچ بھی نہ دیا جائے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں۔ کاتب اور شاہد کو ضرر پہنچانے کا یہ مطلب بھی ہے کہ اسے غلط قسم کی تحریر لکھنے اور گواہی دینے پر مجبور کیا جائے۔ اس صورت میں کاتبٌ شہیدٌ فاعل ہوں گے اور معنی یہ ہو گا۔ کہ کاتب اور گواہ بائع اور مشتری کو نقصان نہ پہنچائیں۔ جس کی صورت یہ ہے کہ عین وقت پر کتابت اور شہادت سے انکار کر دیں یا دانستہ اس کا مضمون بدل ڈالیں۔

آیت نمبر ۲۸۳ : وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ..................

رِهَانٌ کا واحد رَهْنٌ ہے۔ رہن کا لفظی معنی بند کرنا ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ كُلُّ بِمَاكَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ. یعنی ہر شخص اپنی کمائی ہوئی نیکی کا مرہون منت ہے۔ شرعی اصطلاح میں رہن وہ چیز ہے۔ جو مقروض قرض خواہ کو اعتماد کیلئے بطور امانت دیتا ہے۔ اور قرض کی ادائیگی کے بعد اسے واپس لے لیتا ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر سفر میں ادھار کا معاملہ کرو اور دستاویز لکھنے کیلئے کوئی کاتب نہ ملے تو قرض کے عوض کوئی چیز قرض خواہ کے پاس امانت رکھ دینا چاہیے۔ سفر میں حضر کی نسبت رہن کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ حضر میں کتابت و شہادت سے بھی قرض خواہ مطمئن ہو سکتا ہے۔ اس لئے سفر میں رہن کا حکم ہے۔ ورنہ حضر میں اور کاتب کی موجودگی میں بھی رہن درست ہے۔ اور اگر قرض خواہ کو مقروض پر اعتماد ہو۔ اور وہ رہن کا مطالبہ نہ کرے تو مقروض کو لازم ہے کہ وہ قرض خواہ کا پورا قرض ادا کر دے اور خدا سے ڈرتا رہے۔

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا. اگر ایک دوسرے پر اعتبار ہو تو کتابت اور شہادت کے ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ پہلے جو لکھنے اور گواہ بنانے کا حکم دیا گیا تھا۔

وہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

• وَلاَ تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ۔ (شہادت کو چھپاؤ نہیں) اس کے آگے فرمایا جو دانستہ شہادت کو چھپاتا ہے۔ اس کا دل گنہگار ہے۔ آیت میں گناہ کی نسبت دل کی جانب کی گئی ہے۔ کیونکہ گناہ کا مرکز دل ہی ہے۔ چنانچہ کفر جو سب کبیرہ گناہوں سے بڑھ کر ہے۔ دل ہی سے صادر ہوتا ہے۔ اس اسلوب بیان سے پتہ چلا کہ شہادت کو چھپانا شدید ترین گناہ ہے۔ (تفسیر مدارک) ادائے شہادت کے وقت اسے نہ چھپانے کا حکم عام ہے۔ اور اس میں سب معاملات داخل ہیں۔ مثلاً نکاح مہر امانات اور دوسرے معاملات پس عدم کتمان کا حکم صرف رہن سے مخصوص نہیں۔ ادائے شہادت میں درست حالات بیان نہ کرنا اس آیت کے تحت ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ جھوٹی شہادت دینا اور اسے چھپانا سب کبیرہ گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔ قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ۔ "اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو۔ اور خدا کیلئے گواہ بن جاؤ اگرچہ تمہیں اپنے آپ یا والدین اور اقارب واعزہ کے خلاف شہادت دینی پڑے۔" آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمام اعمال ظاہری اور باطنی کو جانتا ہے۔ وہ تو علیم بذات الصدور ہے۔ لہذا کوئی چھوٹا بڑا عمل کرتے ہوئے دل میں یہ احساس موجود رہنا چاہیے تاکہ تمہاری دنیاوی زندگی کامیاب اور اخروی حیات فلاح یاب ہو۔

لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ

واسطے اللہ کے جو میں آسمانوں اور جو میں زمین

آسمانوں اور زمین جو کچھ ہے، سب اللہ کا ہے

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ

اور اگر تم ظاہر کرو جو میں دلوں تمہارے یا چھپاؤ اسے حساب لے گا تمہارا

جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم سے ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے

بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ

ساتھ اس کے اللہ پس معاف کردے گا واسطے جس کے وہ چاہے گا اور سزا دے گا۔

اس کا حساب لے گا پھر وہ جسے چاہے گا معاف کردے گا اور جسے

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

جسے وہ چاہے گا اور اللہ پر ہر چیز قادر

چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ

ایمان لایا ہے رسول پر جو اتاری گئی طرف اس کے سے رب اس کے

رسول (اسی ہدایت پر) ایمان لایا جو اس پر اس کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

اور مومن سب ایمان لائے پر اللہ اور فرشتوں اس کے۔

اور مومنین بھی ایمان لائے یہ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر،

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ

اور کتابیں اس کی اور رسولوں اس کے نہیں فرق کرتے ہم درمیان کسی ایک کے

اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے! یہ سب کہتے ہیں، ہم اللہ کے رسولوں میں سے

مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

سے رسولوں اس کے اور انہوں نے کہا سنا ہم نے اور اطاعت کی ہم نے

کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور اطاعت قبول کی

غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾

مغفرت تیری اے رب ہمارے اور طرف تیرے پلٹنا ہے۔

اے اللہ ہم تیری مغفرت کے طلب گار ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا

نہیں بوجھ ڈالتا اللہ کسی شخص پر مگر طاقت اس کی لئے اس کے

اللہ کسی شخص کی طاقت کے مطابق ہی اس پر بوجھ ڈالتا ہے ہر

مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا

جو اس نے کمائی اور پر اس کے جو اس نے کمائی اے رب ہمارے

ایک کیلئے اس کی نیکی کا پھل ہے جو اس نے کمائی اور ہر ایک پر اس کی برائی کا وبال ہے جو اس نے کمائی اے ہمارے رب

لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا

نہ مؤاخذہ کر ہمارا اگر بھول جائیں ہم یا غلطی کریں ہم اے رب ہمارے

اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہم پر گرفت نہ کر، اے ہمارے پروردگار

وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ

اور نہ بوجھ ڈال ہم پر بوجھ جس طرح تو نے بوجھ ڈالا

اور ہم پر اس طرح کا کوئی بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا

عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا

پر جو سے پہلے ہمارے اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہم کو جو نہیں

جو ہم سے پہلے تھے اے ہمارے رب ہم سے کوئی ایسا بوجھ نہ اٹھوا

طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪

طاقت لئے ہمارے اس کی اور معاف کر دے سے ہم اور بخش دے لئے ہمارے اور رحم کر ہم پر

جس کو اٹھانے کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہمیں معاف کر دے اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (۲۸۶)

تو مولا ہمارا پس مدد کر ہماری پر گروہ کافروں

تو ہمارا آقا ہے اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما

معانی و گرامر

اسماء

رُسُلٌ ـــــــــ : رسول، پیغمبر۔ واحد رَسُوْلٌ ہے۔

غُفْرَانَكَ ـــــــــ : تیری بخشش۔ غُفْرَانٌ مصدر ہے۔ مرکب اضافی۔

وُسْعَ ـــــــــ : وُسعت۔ طاقت

اِصْرًا ـــــــــ : بوجھ

طَاقَةَ ـــــــــ : طاقت

مَوْلٰىنَا ـــــــــ : ہمارا مددگار، کارساز، مالک۔ مرکب اضافی

مَصِيْرُ ـــــــــ : جائے بازگشت۔ انجام کار

افعال

تُبْدُوْا ـــــــــ : تم ظاہر کرو۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔

تُخْفُوْهُ ـــــــــ : تم چھپاؤ اسے۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔

يُحَاسِبْكُمْ ـــــــــ : وہ حساب لے گا تمہارا۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

يَغْفِرُ ـــــــــ : وہ بخش دے گا۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

يُعَذِّبُ ـــــــــ : وہ سزا دے گا۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

اٰمَنَ ـــــــــ : ایمان لایا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔ مصدر اِيْمَانٌ

اُنْزِلَ ـــــــــ : اتارا گیا۔ فعل ماضی مجہول۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ مصدر اِنْزَالٌ

لَا نُفَرِّقُ ـــــــــ : ہم فرق نہیں کرتے۔ فعل مضارع صیغہ جمع متکلم۔ مصدر تَفْرِيْقٌ

سَمِعْنَا ـــــــــ : ہم نے سنا۔ فعل ماضی۔ صیغہ جمع متکلم۔

اَطَعْنَا ـــــــــ : ہم نے اطاعت کی۔ فعل ماضی۔ صیغہ جمع متکلم۔

يُكَلِّفُ ـــــــــ : وہ ذمہ داری ڈالتا ہے۔ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔

اِكْتَسَبَتْ ـــــــــ : اس عورت نے کمایا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مؤنث غائب۔

لَا تُؤَاخِذْنَا ـــــــــ : تو نہ پکڑ ہمیں۔ فعل نہی صیغہ واحد مذکر غائب۔

نَسِيْنَا ـــــــــ : ہم بھول گئے۔ فعل ماضی صیغہ جمع متکلم

أَخْطَأْنَا ــــــــــ ، ہم نے خطا کی۔ فعل ماضی صیغہ جمع متکلم

لَا تَحْمِلْ ــــــــــ ، تو بوجھ نہ ڈال۔ فعل نہی صیغہ واحد مذکر حاضر۔

حَمَلْتَ ــــــــــ ، تو نے لادا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر حاضر۔

اُعْفُ ــــــــــ ، تو معاف کر۔ فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر۔

اِرْحَمْنَا ــــــــــ ، تو ہم پر رحم فرما۔ فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر۔

اُنْصُرْنَا ــــــــــ ، تو ہماری مدد فرما۔ فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر۔

مرکب اضافی

انفسکم - کل شیءٍ - ربہ - ملٰئکتہ - کتبہ - رسلہ
بین احد - غفرانک - ربنا - وسعہا - قبلنا - مولٰنا -

مرکب توصیفی

القوم الکٰفرین -

حروف جار

ل ــــــــــ ، واسطے

فی ــــــــــ ، میں

مِنْ ــــــــــ ، سے

ب ــــــــــ ، ساتھ

علٰی ــــــــــ ، پر

مرکب جاری (جار مجرور)

فی السمٰوٰت ـــــ علی الذین ـــــ علی القوم

تشریح .... رکوع نمبر ۴۰

گذشتہ آیات سے ان آیات کا تعلق: دو پہلو سے واضح ہے۔ ایک پہلو سے تو اپنے ماسبق سے مربوط ہے۔ یعنی پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو شہادت کو چھپاتا ہے اس کا دل گنہ گار ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ اب اس کے ساتھ اسباب کا اضافہ کریں کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں سب اللہ ہی کا ہے۔ اللہ تمہارے ظاہر و باطن سب کا محاسبہ کرنیوالا ہے۔ پھر جسے چاہیگا بخش دیگا اور جسے چاہے گا عذاب دیگا۔ پس پورا مضمون مکمل ہو گیا۔ اس طرح آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی مالک حقیقی ہے۔ وہی عبادت کا مستحق ہے۔ اور جو ہمارے ظاہری اور باطنی اعمال کا محاسبہ کریگا وہی قادر مطلق ہے۔ ان آیات میں تین کمالات الٰہی یعنی مالک کل، عالم الغیب اور قدرت کاملہ کا ذکر ہے۔ جو توحید کا تقاضا اور اساس دین ہے۔ آیت الکرسی میں بھی انہی صفات الہیہ کا ذکر تھا۔ الغرض سورت بقرہ کا آغاز دین کی بنیادی عقائد اسلامی تعلیمات اور ان پر عمل کیلئے راہنما اصول بیان کئے گئے ہیں۔ جس سے ان آیات کی اہمیت اور فضیلت واضح ہے۔

آیت نمبر ۲۸۴: لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْض......

اپنے دل کی بات کو ظاہر کرو چاہے پوشیدہ رکھو) اس میں تمام اخلاق رذیلہ ریاکاری حب دنیا حسد کبر وغیرہ شامل ہیں۔ صحابہ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو وہ بہت گھبرائے۔ کیونکہ دل کے وساوس سے محفوظ رہنا انسان کی طاقت نہیں۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضورؐ ہمیں نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ کا حکم دیا گیا تھا۔ اور ہم ان پر عمل پیرا ہیں۔ اب آپ پر یہ آیت اتری ہے اور ہم اس کی تعمیل سے قاصر ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم اہل کتاب کی طرح یہ کہنا چاہتے ہو کہ "سمعنا وعصینا (ہم نے سنا اور نہ مانا) آپ کو سمعنا واطعنا (سنا اور مان لیا) کہنا چاہیے۔ جب صحابہ نے اقرار کر چلے اور ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے تو آنحضور پر یہ آیات "ربنا والیک المصیر تک نازل ہوئی۔ صحابہ نے جو اشکال پیش کیا تھا۔ اس کو حل کیا آنحضور اور صحابہ کے ایمان کی تعریف کی جس سے ان کے دل مطمئن اور شکوک زائل ہو گئے۔ اب ارشاد ہوا کہ لا یکلف اللہ نفسًا۔ خدا کسی کو طاقت سے زائد تکلیف نہیں دیتا۔ اگر کوئی شخص دل میں گناہ کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں۔ بھول چوک معاف ہے۔ پس جن باتوں سے بچنا طاقت سے باہر ہے جیسے برے خیال یا بھول چوک ان پر

Scanned with CamScanner

گرفت نہیں۔ آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا" جو شخص کسی برے کام کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو وہ اس کے اعمال نامہ میں لکھا نہیں جاتا۔ (تفسیر مظہری جلد اول)

آیت نمبر ۲۸۵ : اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْہِ......

بقول مفسر ابن جریر کہ "جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ خدا پر ایمان لانا ہمارا حق ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو قرآن رسول علیہ السلام پر اتارا گیا ہے۔ رسول اور صحابہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ یعنی پیام حق کی صداقت پر ایمان لانے والے سب سے پہلے خود پیغمبر ہوتے ہیں۔ اہل ایمان بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مگر انبیاء اور مؤمنین کے درجات ایمان میں بھی فرق پایا جاتا ہے۔ ہر ایک کے ایمان کا مرتبہ اس کی حیثیت کے مناسب ہوتا ہے۔

بِاللّٰہِ وملائکتہ۔ اللہ پر ایمان لانا یہ ہے کہ اس کی ذات اور صفات دونوں کی تصدیق کی جائے۔ فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی صحیح حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔ کہ وہ فرشتے ایک نورانی مخلوق ہیں۔ جس سے گناہ کا سرزد ممکن نہیں۔ مشرک قوموں کو زیادہ ٹھوکر فرشتوں سے لگی ہے۔ مثلاً قرآن مجید نے جو فرشتوں کے عقیدہ پر بار بار زور دیا ہے۔ اس کا مقصد شرک کی ہر قسم کی تردید ہے۔ فرشتے گو نوری مخلوق ہیں معصوم ہیں لیکن تاہم خالق کائنات کے سامنے ایک عاجز و بے بس مخلوق ہیں۔ اللہ کے ساتھ ان کی ذات یا صفات کو ملا دینا انتہائی حماقت ہے۔

وکتبہ۔ آسمانی کتابوں کے بارے میں بھی بڑی افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ کسی قوم نے ان کے وجود ہی سے انکار کر دیا۔ بہت سی قوموں نے انہیں خود ساختہ قرار دیا۔ جنہیں چند انسانوں نے مل کر لکھ لیا ہو۔

ورُسُلِہٖ۔ رسالت کا عقیدہ بھی مشرک قوموں نے بالکل مسخ کر دیا تھا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ جس کے ذریعہ سے ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ وہ یا تو خدا کا بیٹا ہوتا ہے یا خود خدا کسی انسانی قالب میں ظاہر ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے بتایا کہ یہ انسان اور بشر ہی ہوتے ہیں۔ جن پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔ سلسلۂ وحی کو ماننا بھی گویا اوتار کے عقیدہ پر ضرب لگاتا ہے۔

(تفسیر ماجدی جلد اول)

لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ۔ یہ اہل ایمان کا مقولہ ہے۔ کہ ہم انبیاء میں تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں۔ یہود اسرائیلی انبیاء کے سوا کسی کو نہ مانتے تھے۔ اس کے برعکس عیسائی صرف عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم کرتے تھے۔ مگر ان کی شان میں مبالغہ آمیزی کر کے درجہ الوہیت تک پہنچا دیتے تھے۔

آیت نمبر ۲۸۶ : لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا..........

اللہ تعالیٰ انسان پر اتنی ہی ذمہ داری عائد کرتے ہیں۔ جتنی اس میں قدرت ہوتی ہے۔ اِلَّا وُسْعَھَا سے مراد یہ ہے کہ جو کام کی استطاعت اور اختیار میں ہو خواہ مشکل ہو اس کا وہ مکلف ہے۔ کسی کام کا مشکل ہونا عذر نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ غیر اختیاری وسوسے اور خیالات جو انسان کے دل میں آتے ہیں۔ ان پر مواخذہ نہیں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ "اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ نازل ہوئی۔ تو صحابہ نے دربار نبوی میں حاضر ہو کر اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ تب یہ آیت اتری۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ اس سے وہ سابقہ حکم منسوخ ٹھہرا۔ حضرت ابو ہریرہ سے یہ حدیث بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کے قلبی وساوس کو معاف فرمایا۔ جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے۔ یا جب تک زبان سے ان کی تصدیق نہ کی جائے۔ (بخاری و مسلم)

لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قانون جزا کا دوسرا قاعدہ ہے۔ ہر آدمی انعام اسی خدمت پر پائے گا۔ جو اس نے خود انجام دی ہو۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ کہ ایک شخص کی خدمت پر دوسرا انعام پائے۔ اور اسی طرح وہ شخص اسی قصور میں پکڑا جائے جو اس نے خود کیا ہو۔ ہاں یہ ضرور ممکن ہے۔ کہ ایک آدمی نے کسی نیک کام کی بنیاد رکھی ہو اور دنیا میں سالہا سال تک اس کام کے اثرات چلتے رہیں۔ اور یہ سب اس کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے۔ اور ایک دوسرے شخص نے کسی برائی کی ابتداء کی ہو اور صدیوں تک دنیا میں اس کا اثر جاری رہے۔ اور وہ اس پہلے ظالم کے حساب میں درج ہوتا رہے۔ لیکن یہ اچھا یا برا جو کچھ بھی پھل ہوگا اسی کی سعی اور اسی کے کسب کا نتیجہ ہوگا۔ بہر حال یہ ممکن نہیں ہے کہ جس بھلائی یا جس برائی میں آدمی کی نیت اور سعی و عمل کا کوئی حصہ نہ ہو۔ اس کی جزا یا سزا اسے مل جائے۔ (تفہیم القرآن جلد اول)

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا۔ بندوں کو سکھایا جا رہا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں "اِنْ نَّسِیْنَا" یعنی یاد رکھنے کی کوشش کے باوجود بھول جائیں۔ اَخْطَاْنَا یعنی باوجود عزم کے بھی چوک ہو جائیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت سے بھول چوک کو معاف کر دیا ہے۔ (طبرانی) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسے کام پر آخرت میں گرفت نہ ہوگی۔ حدیث میں آتا ہے جو نماز کے وقت سو جائے یا بھول جائے تو جب بیدار ہو جائے وہ نماز ادا کرے۔ اسی طرح قتل خطا میں کفارہ لازم آتا ہے۔ (تفسیر مظہری جلد اول)

کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ ہمارے اکابر مومنین کو تیری راہ میں جو تکلیف

Scanned with CamScanner

پیش آئیں۔ جن مشکلات سے انہیں سامنا کرنا پڑا ان سے ہمیں بچالے۔ اگرچہ مومن کو خدا کی راہ میں ہمیشہ تکالیف کا سامنا ہوتا ہے اور جب آزمائشیں پیش آئیں تو مومن کا کام یہی ہے کہ پوری استقامت سے ان کا مقابلہ کرے۔ لیکن مومن کو خدا سے یہی دعا کرنی چاہیے۔ کہ خدا اس کے لئے ہدایت کی راہ آسان کردے کہ آیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ جس طرح تو نے سابقہ اقوام پر سخت ذمہ داریاں کا بوجھ ڈالا تھا۔ مثلاً یہود پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ نجاست سے آلودہ ہونے کی صورت میں کپڑے کو کاٹ ڈالنے کا حکم تھا۔ ایسے سخت احکام سے ہمیں بچالے اِصْراً سے مراد وہ سخت حکم ہے جو حد بشری سے خارج تو نہ ہو۔ لیکن اس کی تعمیل میں زیادہ مشقت اٹھانی پڑے۔ (تفسیر المعانی)۔

وَلاَ تُحمِلّنا مَالاَ طَاقَةَ لَنَابِہٖ۔ مشکلات کا اتنا ہی بار ہم پر ڈال جسے ہم برداشت کرسکیں۔ آزمائش بس اتنی ہی ہو کہ ان میں ہم پورے اتر سکیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری قوت برداشت سے بڑھ کر سختیاں ہم پر نازل ہوں اور ہمارے قدم راہ حق سے ڈگمگا جائیں۔

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ (ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا کر) غلبہ سے مراد علم و دلیل کا بھی غلبہ ہے۔ اور ملکی فتوحات اور مادی غلبہ بھی ہے۔ تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ کافرین سے مراد عام کافر ہیں۔ جن ہوں یا انسان بلکہ کافرین کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ نفس امارہ بھی اس میں داخل ہے۔ ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ جبلؓ جب یہ آیت پڑھتے تو کہتے "آمین! یعنی اے اللہ میری دعا قبول کر۔

یہ آیت ہجرت سے تقریباً ایک سال پہلے معراج کے موقعہ پر نازل ہوئی تھیں۔ جب مسلمان انتہائی مشکلات میں مبتلا تھے اور ان معدودے مسلمانوں کے سوا اس وسیع کائنات پر خدا کا نام لینے والا کوئی نہ تھا۔ مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جارہا تھا۔ ایسے نازک حالات میں مسلمانوں کو یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی گئی۔ اور ان کیلئے ذہنی اطمینان اور غیر معمولی تسکین قلب کی موجب ہوئی۔

آیات کی فضیلت واہمیت : سورہ بقرہ کی آخری دو آیات کی فضیلت اور اس کے اساسی مضامین کی اہمیت میں اکثر احادیث وارد ہوئیں ہے۔ مثلاً سرور کائنات ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص کسی رات میں سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں تلاوت کرے تو اسے وہ کافی ہوجائیں گی۔ (بخاری و مسلم)

ایک دوسرے موقعہ پر آنحضور نے فرمایا "عرش کے نیچے ایک خزانہ ہے۔ سورت بقرہ کی آخری دو آیات وہاں سے دی گئیں۔ یہ دوسرے کسی نبی کے حصہ میں نہیں آئیں"۔ علاوہ ازیں

جب آنحضورؐ معراج کیلئے تشریف لے گئے۔ تو سدرۃ المنتہٰی کے قریب پہنچے یہ ساتویں آسمان پر ہے۔ آپ کو وہاں تین چیزیں عطا ہوئیں۔ ۱۔ پانچ نمازیں ۲۔ سورہ بقرہ کی آخری آیات ۳۔ آپ کی امت میں جو شخص شرک نہ کریگا۔ اسے بخش لیا جائیگا۔ (مسلم شریف)

ان آیات کا خلاصہ دعا ہے۔ جو عبادت کا مغز اور حاصل ہے۔ لہذا ہم سب کو اللہ تعالٰی کے حضور عجز و انکساری سے دعا کرنی چاہیے۔ کہ :-

"اے اللہ تعالٰی ہم اپنی جانب سے حتی المقدور تیری اطاعت کی پوری سعی کریں گے لیکن ہماری طاقت محدود ہے۔ ہم سے بھول چوک ہوجائے تو در گذر فرما!

اے الٰہی! ہم تیرے وفادار کمزور بندے ہیں ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ تجھ سے ہی استقامت چاہتے ہیں پہلی امتوں کی طرح ہم پر تادیبی مشقت کا بوجھ نہ ڈال اور ہمیں ایسی آزمائش میں نہ ڈال جس کی ہمیں تاب نہ ہو۔ اے غفور رحیم ہمارے گناہ معاف کردے اور ہم پر رحم کر! ہمیں کفار کے مقابلہ کی ہمت دے اور ہماری خصوصی مدد فرما! آمین یارب العالمین!

Scanned with CamScanner

سُوْرَةُ النور

سورۃ النور کا تعارف اور مضامین

نام اور تعارف: آیت نمبر ۳۵: اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے شروع ہوتی ہے۔ اس مناسبت سے سورت کا نام اَلنُّوْرُ ہے نور کے معنی روشنی ہے۔ یعنی یہ سورت علم و عرفان، ایمان وایقان اور رشد وہدایت کا نور ہے۔ یہ سورت مدنی ہے جو سن 6 ہجری کو نازل ہوئی۔ اس کے نو (9) رکوع اور چونسٹھ (64) آیات ہیں۔

فضیلت اور اہمیت: سورت نور کی فضیلت کے بارے میں رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ
"اے مسلمانو! اپنے مردوں کو سورت مائدۃ اور عورتوں کو سورت نور سکھاؤ" عورتوں کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ اس سورت میں زیادہ مضامین یعنی عصمت وعفت ' بدکاری ' لعان ' تذف اور احکام پردہ ' عورتوں کے متعلق ہیں۔

اہم مضامین و موضوعات

☆ **قانونی و تعزیری احکام:** آیت (۱.....۳) جرم زنا کی سو کوڑے سزا کا بیان اور مسلمان کیلئے کسی زانیہ یا مشرکہ سے اور کسی مومنہ کیلئے کسی زانی یا مشرک سے نکاح کی ممانعت ہے۔

آیت (۴.....۵) اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور اپنے الزام کو ثابت کرنے کیلئے شریعت کی مطلوبہ شہادت پیش نہ کر سکے تو اس کا فیصلہ فریقین کی قسم سے ہوگا۔ اس لعان کے طریقہ کی وضاحت کی گئی ہے۔

واقعہ افک (۱۱.....۲۶) واقعہ افک کا بیان اور اس کے تعلق سے ان فتنوں کا سد باب جو معاشرہ کی تباہی کا سبب بن سکتے تھے۔ جن منافقین نے یہ فتنہ اٹھایا ان کی پردہ دری اور ان کو دنیاوی سزا اور اخروی عذاب کی دھمکی نیز اس معاملہ میں بے پروائی سے نادانستہ منافقین کے مقصد کو تقویت پہنچانے پر اہل ایمان کو تنبیہ کہ وہ آئندہ ان منافقین سے ہوشیار رہیں۔

☆ معاشرتی ہدایات

(الف) استیذان اور اندرون خانہ پردہ کے احکام

آیت (۲۷.....۳۱) اگر کسی مسلمان کو اپنے کسی دوسرے بھائی کے گھر میں جانے کی ضرورت پیش آئے تو وہ شریعت کے مقررہ ضابطوں کی پابندی کرے تاکہ گھروں کے اندر بد نگاہی اور شیطانی فتنے کو راہ نہ ملے۔ ان ضابطوں کی وضاحت اور اس صورت میں گھر کی خواتین پر جو پابندیاں شریعت نے عائد کی ہیں ان کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

Scanned with CamScanner

(ب) عصمت اور مکاتبت کے احکام:

آیت (۳۲......۳۴) عقد بیوگان اور لونڈیوں' غلاموں کے نکاح کی تاکید تاکہ معاشرہ شیطان کے فتنوں سے محفوظ رہے۔ غلاموں کو آزادوں کی سطح پر لانے اور غلامی کو ختم کرنے کیلئے مکاتبت کی ہدایت اور مکاتبت کے طلبگار غلاموں کی مالی امداد کی تاکید ہے۔ نیز لونڈیوں سے پیشہ کرانے کی شدت سے ممانعت کی گئی ہے۔

ایمان وکفر کی مثال:

آیت (۳۵......۴۰) ایمان اور کفر کی مثال جس میں واضح فرمایا ہے کہ جس دل کے اندر ایمان ہوتا ہے اس کا ظاہر اور باطن دونوں مرکز انوار بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اس نور ایمان سے محروم ہوتے ہیں ان کے اندر اور باہر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا رہتا ہے۔

توحید ودلائل:

آیت (۴۱......۴۶) توحید کے دلائل کی روشنی میں ایمان کی دعوت کہ اس کائنات میں قادر مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہے ہر چیز صرف اس کی حمد و تسبیح کرتی ہے اس وجہ سے انسانوں کا بھی فرض ہے کہ اسی قادر مطلق پر ایمان لائیں۔ اس کی عبادت واطاعت میں کسی اور کو شریک کر کے اپنے آپ کو عذاب الٰہی کا مستحق نہ بنائیں۔

منافقین:

آیت (۴۷......۵۴) صرف زبانی دعویٰ ایمان کافی نہیں' منافقین اپنے ذاتی ودنیادی فائدے کی حد تک تو خدا اور رسول کا کلمہ پڑھتے ہیں اور اگر کوئی بات ان کو اپنے مفاد کے خلاف نظر آئے تو خدا اور رسول کو چھوڑ کر اپنی من مانی کرتے ہیں۔ لہذا وارننگ دی گئی ہے کہ اصل چیز خوش دلی سے ایمان واطاعت ہے' جھوٹی قسموں سے رسول کو جُل دینے کی کوشش نہ کریں۔ رسول کا کام اللہ کے دین کو پہنچا دینا تھا' وہ اس نے پہنچا دیا۔ پس منافقین کو اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیے۔

خلافت ارضی کی بشارت:

آیت (۵۵......۵۷) اصحاب رسولؐ کو نہایت واضح الفاظ میں زمین کی خلافت کی بشارت کہ تمہارے مخالفین اور دین کے دشمن تمہارا یا تمہارے دین کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ تم نماز کا اہتمام رکھو' زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور پوری استقامت کے ساتھ رسول کی اطاعت پر جمے رہو' جلد وہ وقت آئیگا کہ اللہ تعالیٰ اس خوف کی حالت کو امن واطمینان سے بدل دے گا۔

پردہ کے مزید احکام:

پیچھے آیات (۲۷......۳۱) میں گھروں کے اندر کے پردے سے متعلق جو ہدایات دی گئی ہیں' بعد میں انہی سے متعلق کچھ سوالات پیدا ہوئے چنانچہ آیات (۵۸......۶۰) میں ان کے جواب دیے گئے ہیں؟

حسن معاشرت کی تعلیم:

آیت نمبر (۶۱) میں حسن معاشرت کی تعلیم ہے یعنی معاشرہ کے معذور لوگوں' اندھے' لنگڑے اور بیمار کو یہ رعایت دی گئی کہ وہ کھانے کی کوئی چیز کسی کے ہاں سے بلا اجازت کھالیں تو اس پر کوئی گرفت نہیں۔ نیز اقرباء واحباب کو حق دیا گیا کہ وہ بلا اجازت بھی ایک دوسرے کے ہاں سے کھا سکتے ہیں۔ پھر آیت نمبر ۶۲۔ ۶۴ میں اطاعت رسول کا حکم دیا گیا ہے۔

مشاورت:

مسلمانوں کو عموماً اور منافقین کو خصوصاً متنبہ کیا گیا ہے کہ اللہ کا رسول جب کسی اجتماعی کام کیلئے تمہیں بلائے تو اس کے بلانے کو کسی عام شخص کو بلانا نہ سمجھو کہ جی چاہا گئے' جی چاہا نہ گئے اور گئے بھی تو جب جی چاہا اٹھ کر چلے آئے۔ بلکہ ضرور جاؤ اور جب تک اجازت نہ ملے اس وقت تک وہاں سے نہ اٹھو۔ اسی اطاعت میں تمہاری دین ودنیا کی فلاح کا راز مضمر ہے۔

الغرض سورۂ نور بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ جس میں بڑے اہم مضامین اور عنوانات کا بیان ہے معاشرتی' قانونی' سیاسی اور باہمی تعلقات کے متعلق اہم ہدایات دی گئی ہیں۔ تعزیری احکام' زنا' لعان' قذف اور بہتان کی ممانعت ہے۔ استیذان کی ہدایات اور پردہ کے احکام ہیں' عصمت کی حفاظت اور بیسوائی سے اجتناب کا حکم ہے۔ واقعہ افک کی تفصیل اور اس سے متعلق امور پر جامع تبصرہ ہے۔ شیطان کے فتنوں اور منافقین کی شرارتوں سے آگاہ کیا گیا ہے۔ نیز مسلمانوں کو خلافت ارضی کا وعدہ کیا گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اللہ کے نام سے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے

سُوۡرَۃٌ اَنۡزَلۡنٰہَا وَ فَرَضۡنٰہَا وَ اَنۡزَلۡنَا فِیۡہَاۤ

ایک سورۃ جو ہم نے نازل کی اور لازم کیا اسکو اور ہم نے نازل کیں اس میں

یہ ایک سورۃ ہے جو ہم نے نازل کی اور اس کے احکام کو لازم کیا اور ہم نے اس میں واضح

اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ۝ اَلزَّانِیَۃُ

واضح آیتیں تاکہ تم یاد رکھو بدکار عورت

آیتیں نازل کیں تاکہ تم یاد رکھو۔ (دھیان دو) بدکار عورت اور

وَ الزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا مِائَۃَ

اور بدکار مرد تو تم کوڑے مارو ہر ایک کو ان دونوں میں سے سو

بدکار مرد ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو

جَلۡدَۃٍ ۪ وَّ لَا تَاۡخُذۡکُمۡ بِہِمَا رَاۡفَۃٌ فِیۡ دِیۡنِ

کوڑے اور نہ پکڑے (نہ کھاؤ) ان پر مہربانی (ترس) میں حکم

اور ان پر ترس نہ کھاؤ اللہ کا حکم چلانے میں، اگر تم اللہ پر

اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ

اللہ اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور یوم آخرت

اور آخرت کے روز پر ایمان رکھتے ہو

وَلۡیَشۡہَدۡ عَذَابَہُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۝۲

اور چاہیے کہ موجود ہو ان کی سزا ایک جماعت سے مومن (جمع)

اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت) مومنوں کی ایک جماعت موجود ہو۔

اَلزَّانِیۡ لَا یَنۡکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوۡ مُشۡرِکَۃً

بدکار مرد نہیں نکاح کرتا سوا بدکار عورت یا مشرکہ

بدکار مرد بدکار عورت یا مشرکہ کے سوا نکاح نہیں کرتا

وَّ الزَّانِیَۃُ لَا یَنۡکِحُہَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوۡ مُشۡرِکٌ

اور بدکار عورت نکاح نہیں کرتی سوا بدکار مرد یا شرک کرنے والا مرد

اور بدکار عورت (بھی) بدکار یا شرک کرنے والے مرد کے سوا کسی مرد سے نکاح

وَ حُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۝۳ وَ الَّذِیۡنَ

اور حرام کیا گیا یہ پر مومن (جمع) اور جو لوگ

نہیں کرتی اور یہ (ایسا نکاح) مومنوں پر حرام کیا گیا ہے اور جو لوگ تہمت

یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِاَرۡبَعَۃِ

تہمت لگائیں پاکدامن عورتیں پھر وہ نہ لائیں چار گواہ تو تم انہیں

لگائیں پاکدامن عورتوں پر پھر وہ (اس پر) چار گواہ نہ لائیں تو تم انہیں

شُہَدَآءَ فَاجۡلِدُوۡہُمۡ ثَمٰنِیۡنَ جَلۡدَۃً وَّ لَا

کوڑے مارو اسی کوڑے اور تم نہ

اسی کوڑے مارو اور تم قبول نہ کرو

تَقۡبَلُوۡا لَہُمۡ شَہَادَۃً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝

قبول کرنا ان کی گواہی کبھی یہی وہ لوگ وہ نافرمان لوگ

کبھی ان کی گواہی یہی نافرمان لوگ ہیں

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ وَ اَصۡلَحُوۡا

مگر جن لوگوں نے توبہ کرلی اس کے بعد اور انہوں نے اصلاح کرلی

مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کرلی اور انہوں نے اصلاح کرلی

Scanned with CamScanner

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ

تو بے شک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے اور جو لوگ تہمت لگاتے ہیں

تو بیشک اللہ بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے اور جو لوگ اپنی بیویوں پر

اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ

اپنی بیویوں پر اور ان کے گواہ سوا ان کی نہ ہوں

تہمت لگائیں اور خود ان کے سوا ان کے گواہ نہ ہوں

اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ

جانیں (خود) پس گواہی ان میں سے ایک کی چار گواہیاں

تو ان میں سے ہر ایک کی گواہی یہ ہے کہ اللہ کی قسم کے ساتھ

بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ

اللہ کی قسم کردہ بے شک وہ سچ بولنے والے اور پانچویں یہ کہ

چار بار گواہی دے کہ وہ سچ بولنے والوں میں سے ہے اور پانچویں یہ کہ اللہ کی

لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ع

لعنت اللہ کی ان پر اگر ہے وہ سے جھوٹ بولنے والے

لعنت اگر وہ ہے جھوٹ بولنے والوں میں سے

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ

اور ٹل جائے گی اس عورت سے سزا اگر گواہی دے چار بار

اور اس عورت سے ٹل جائیگی سزا اگر چار بار

شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝

گواہی اللہ کی قسم کردہ البتہ ہے جھوٹے لوگ

اللہ کی قسم کے ساتھ گواہی دے کر (کہ وہ مرد) جھوٹوں میں سے (جھوٹا) ہے

وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ

اور پانچویں بار یہ کہ اللہ کا غضب اس پر اگر وہ ہے

اور پانچویں بار یہ کہ اس عورت پر (مجھ پر) اللہ کا غضب ہو اگر وہ سچوں

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

سے سچے لوگ اور اگر نہ فضل اللہ کا تم پر

میں سے ہے (سچا ہے) اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی

وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ع

اور رحمت اسکی اور یہ کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا

رحمت نہ ہوتی (تو یہ مشکل حل نہ ہوتی) اور یہ کہ اللہ توبہ قبول کرنیوالا حکمت والا ہے۔

معانی و گرامر

رکوع نمبر ۱

اسماء

آيٰتٍ بَيِّنٰتٍ : آيَاتٌ : نشانیاں۔ واحد آیۃٌ ، مُبَيِّنَاتٌ ، واضح ، کھلی کھلی۔ واحد مُبَيِّنَةٌ۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ : زناکار عورت اور زناکار مرد۔ زَنٰی يَزْنِيْ سے اسم فاعل۔

جَلْدَةٌ : کوڑا ، چابک

رَاْفَةٌ : مہربانی ، نرمی ، رحم دلی۔

طَآئِفَةٌ : جماعت ، گروہ ، جمع طَوَائِفُ

مُشْرِكَةٌ : شرک کرنے والی عورت ، اَشْرَكَ ، يُشْرِكُ سے اسم فاعل ، واحد مؤنث۔

اَلْمُحْصَنٰتُ : پاک دامن عورتیں ، واحد مُحْصَنَةٌ۔

شُہَدَاءَ : گواہ، واحد شَاهِدٌ، شَہِدَ، یَشْہَدُ سے اسم فاعل جمع مذکر۔

شَہَادَۃٌ : گواہی، جمع شَہَادَاتٌ۔

اَبَدًا : ہمیشہ، کبھی۔

اَلْفَاسِقُوْنَ : گنہگار، نافرمان، فَاسِقٌ کی جمع، فَسَقَ یَفْسُقُ سے اسم فاعل جمع مذکر۔

اَزْوَاجَهُمْ : بیویاں اُن کی۔ واحد زَوْجٌ۔

اَنْفُسُهُمْ : جانیں اُن کی۔ واحد نَفْسٌ۔

اَلصّٰدِقِیْنَ : سچ بولنے والے، سچے، واحد صَادِقٌ، صَدَقَ یَصْدِقُ سے اسم فاعل جمع مذکر۔

لَعْنَتَ اللّٰه : اللہ کی لعنت، پھٹکار۔

غَضَبَ اللّٰهِ : اللہ کا غضب، اللہ کی ناراضگی۔

فَضْلُ اللّٰهِ : اللہ کی مہربانی۔

تَوَّابٌ : توبہ قبول کرنے والا۔ تَابَ یَتُوْبُ سے اسم مبالغہ۔

حَکِیْمٌ : حکمت والا۔

افعال

اَنْزَلْنَا : ہم نے نازل کیا، ہم نے اُتارا، فعل ماضی معروف جمع متکلم۔

فَرَضْنَا : ہم نے فرض کیا، ہم نے ضروری ٹھیرایا، فعل ماضی معروف جمع متکلم۔

تَذَکَّرُوْنَ : تم یاد رکھتے ہو، تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ اصل میں تَتَذَکَّرُوْنَ تھا، پہلی تا گرادی گئی۔ فعل مضارع معروف جمع مذکر حاضر۔

فَاجْلِدُوْا : پس کوڑے لگاؤ، فعل امر حاضر معروف، جمع مذکر۔

لَا تَاْخُذْکُمْ : نہ پکڑے تمھیں، نہ آئے تمھیں۔ فعل نہی غائب معروف، واحد مؤنث غائب۔

وَلْیَشْہَدُوْا : چاہیے کہ حاضر ہو۔ فعل امر غائب معروف، واحد مذکر۔

حُرِّمَ : حرام کیا گیا۔ فعل ماضی [illegible] مجہول، واحد مذکر غائب۔

یَرْمُوْنَ : تہمت لگاتے ہیں، [illegible] مضارع معروف، جمع مذکر غائب۔

لَمْ یَاْتُوْا : نہ لائے وہ، فعل جحد بلم [illegible] مذکر غائب۔ لَمْ حرف جار مضارع پر داخل ہو کر اسے ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔

لَا تَقْبَلُوْا : نہ قبول کرو۔ فعل نہی حاضر معروف، جمع مذکر۔

تَابُوْا : انہوں نے توبہ کی، فعل ماضی معروف، جمع مذکر غائب۔

اَصْلَحُوْا : انہوں نے اصلاح کی۔ اپنے آپ کو درست کر لیا، فعل ماضی معروف جمع مذکر غائب۔

یَدْرَؤُا : دفع کرتا ہے، ٹال دیتا ہے۔ فعل مضارع معروف، واحد مذکر غائب۔

اَنْ تَشْہَدَ : یہ کہ گواہی دے، اَنْ حرف ناصب ہے، مضارع پر نصب (زبر) دیتا ہے، تَشْہَدَ فعل مضارع معروف، واحد مؤنث غائب

کَانَ : وہ تھا، کَانَ افعال ناقصہ میں سے ہے جو اسم کو پیش اور خبر کو زبر دیتے ہیں۔

حروفِ جار : فِیْ (میں)، مِنْ (سے)، بِ (سے)، عَلٰی (پر)، لِ (لئے)، عَنْ (سے)

حروفِ استثنار : اِلَّا (مگر)

مرکب اضافی : کُلَّ وَاحِدٍ، دِیْنِ اللّٰهِ، شَہَادَۃُ اَحَدِهِمْ لَعْنَتَ اللّٰه، غَضَبَ اللّٰهِ، فَضْلُ اللّٰهِ۔

مرکب توصیفی : آیَاتٍ بَیِّنَاتٍ، اَلْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔

تشریح .... رکوع نمبر ۱

آیت نمبر ۱۔ سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا .... سورت کی اہمیت

پہلی آیت میں سورت نور کی اہمیت کی طرف خصوصی توجہ فرمائی ہے یہ سورت بغیر کسی خاص تمہید کے محض ایک تنبیہ سے شروع ہوگئی ہے۔ جس کا مقصود مخاطب کی ساری توجہ کو اس حقیقت پر مرکوز کرانا ہے جس سے اس سورہ کی اہمیت و عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی یہ ایک عظیم سورہ ہے۔ جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ "ہم نے نازل کیا ہے" یعنی اس کو کوئی معمولی چیز نہ سمجھو بلکہ یہ ہمارا اتارا ہوا کلام اور ہمارا نازل کردہ فرمان ہے اس وجہ سے اس کی ہر بات کی تعمیل ہمارے فرمان کی حیثیت سے کی جائے۔ وَ فَرَضْنٰهَا یعنی اس میں جو احکام و ہدایات ہیں ان کی حیثیت فرائض کی ہے سب بے چون و چرا ان کی اطاعت کریں کسی معاملہ میں سستی و بے پروائی کو راہ نہ پانے دیں۔

وَاَنْزَلْنَا فِيْهَا اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ....

یہ ان تنبیہات کی طرف اشارہ ہے جو اس سورہ میں احکام و ہدایات کے بیان کے ساتھ ساتھ بار بار وارد ہوئی ہیں۔ ان تنبیہات کا مشترک مقصود یہ ہے کہ یہ احکام جو دیے جا رہے ہیں پورے اہتمام کیساتھ ان کی پابندی کرو ورنہ یاد رکھو کہ خدا کی پکڑ بڑی ہی سخت ہے۔ اس سورہ میں ان تنبیہات کی ضرورت خاص طور پر اس وجہ سے تھی کہ اس میں خاندان و معاشرہ اور تعزیرات و حدود سے متعلق جو احکام دیئے گئے ہیں۔ انکی پابند سابقہ امتیں نہ رہیں۔ جس کے سبب سے وہ امتیں تباہ و برباد ہوئیں اس امت پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ اس نے احکام کے ساتھ ان کی خلاف ورزی کے نتائج سے بھی بار بار آگاہ فرمادیا تاکہ لوگ اچھی طرح ہوشیار رہیں۔ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ سے اسی بات کیطرف اشارہ ہے۔ یعنی قوموں کی ہلاکت سے عبرت اور نصیحت حاصل کرو

سورت نور میں جو آیات بَیِّنَات یعنی ارشادات الٰہیہ بیان ہوئے ہیں۔ وہ اس قدر واضح، صاف اور عام فہم ہیں جنہیں ایک عام ذہن کا آدمی بھی بسہولت سمجھ سکتا ہے۔ پس یہ پہلی آیت سورت مبارکہ کی تمہید اور دیباچہ ہے جس کے بعد احکام شروع ہو جاتے ہیں۔ اس تمہید کا انداز بیان خود بتا رہا ہے کہ سورت کے احکام کو اللہ تعالیٰ کتنی اہمیت دے کر پیش کر رہے ہیں۔ کسی دوسری احکامی سورت کا دیباچہ اتنا پرزور نہیں۔

آیت نمبر 2۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا ....

زنا کی سزا: زنا معاشرے میں فساد کا موجب ہے اسلام پاکیزگی، عفت اور پاکدامنی

کا دین ہے۔ لیکن زنا پاکیزگی کو ختم کر کے معاشرے کو جنسی انتشار کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ بالآخر یہ ہوتا ہے۔ کہ پورا معاشرہ صالح تمدن کی بنیاد کو ختم کر دیتا ہے۔ اس وجہ سے تمام آسمانی مذاہب میں زنا کو ایک قابل سزا جرم قرار دیا گیا ہے۔ اسلام نے بھی بالکل پہلے ہی مرحلہ سے اس فساد کو روکنے کیلئے احکام دیے۔ چنانچہ نساء کی آیات ۱۵۔۱۶ میں اس سلسلہ کے ابتدائی احکام دیئے گئے جب کہ حالات حدود و تعزیرات کے نفاذ کیلئے ابھی سازگار نہیں ہوئے تھے۔ اور ساتھ ہی یہ اشارہ فرمادیا گیا کہ اس باب میں قطعی اور آخری احکام بعد میں نازل ہوں گے۔ چنانچہ اس آیت سے وہ وعدہ پورا ہو گیا زانیہ اور زانی دونوں کے لئے یہ حکم ہوا کہ ان کو سو کوڑے مارے جائیں۔ یہ سزا غیر شادی شدہ مجرموں کیلئے ہے۔ جو شادی شدہ ہوں ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ جسے عربی میں رجم کہتے ہیں۔

سزا جرم کی نوعیت کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ زنا ایک نہایت ہی بھیانک اور شرمناک گناہ ہے اس لئے قرآن حکیم نے فاحشہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

فاحشہ (یا فحشاء) کے معنی وہ کام

۱۔ جس میں بہت خرابیاں ہوں

۲۔ جو حیاء سے دور ہو۔

تورات میں بدکاری کی سزا رجم ہے یہودیوں نے اس سزا کو بدل دیا۔ آنحضورؐ کے سامنے ایک یہودی اور یہودیہ اس جرم کی پاداش میں لائے گئے تو آپؐ نے رجم کا حکم دیا اور فرمایا۔

"اے اللہ جب انہوں نے تیرے حکم کو مٹایا تو میں نے سب سے پہلے اسے زندہ کیا۔"

وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

یہاں 'دین' سے مراد یہی حد ہے جو زنا کی بیان ہوئی ہے۔ یعنی اس کی تنفیذ کے معاملے میں کسی نرمی یا کمزوری یا چشم پوشی کو راہ نہ دی جائے۔ نہ عورت کے ساتھ کوئی نرمی برتی جائے۔ نہ مرد کے ساتھ، نہ امیر کے ساتھ نہ غریب کے ساتھ۔ خدا کے مقرر کردہ حدود کی بے لاگ اور بے رو رعایت تنفیذ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کا لازمی تقاضا ہے۔ جو لوگ اس معاملے میں کمزوری اور نرمی برتیں ان کا اللہ اور آخرت پر ایمان معتبر نہیں ہے۔ یہاں یہ چیز بھی قابل توجہ ہے کہ سزا کے بیان میں عورت کا ذکر مرد کے ذکر سے پہلے ہے۔ اس کی وجہ جہاں یہ ہے کہ زنا عورت کی رضامندی کے بغیر نہیں ہو سکتا وہاں یہ بھی ہے کہ صنف ضعیف ہونے کے سبب سے اس کے معاملہ میں جذبہ ہمدردی کے ابھرنے کا زیادہ امکان ہے۔ اس وجہ سے قرآن نے یہاں اس کے ذکر کو مقدم کر دیا تاکہ اسلوب بیان ہی سے یہ بات واضح ہو جائے کہ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں

Scanned with CamScanner

کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہے، عورت ہو یا مرد۔

یہود کی مثال: حدود کے معاملے میں اس شدت کے ساتھ تاکید وتنبیہ کی ضرورت اس وجہ سے تھی کہ یہود نے اکثر حدود عملاً بالکل ساقط کر دی تھیں۔ زنا کی سزا ان کی شریعت میں رجم تھی لیکن عملاً صورت یہ تھی کہ اگر کوئی غریب اس جرم میں ماخوذ ہوتا تب تو اس پر یہ سزا نافذ کی جاتی لیکن کوئی امیر اس کا ارتکاب کرتا تو اس کو سزا نہ دیتے۔

جدید فلسفہ: اور اب موجودہ زمانے میں تو یہ مستقل فلسفہ بن گیا ہے۔ کہ جو لوگ جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں وہ کسی ذہنی بیماری کے سبب سے کرتے ہیں۔ اس وجہ سے مستحق تربیت واصلاح کے ہیں نہ کہ کسی سخت سزا کے۔ اس فلسفہ کی یہ برکت ہے۔ کہ خدا کی زمین غنڈوں اور بد معاشوں سے بھر گئی ہے۔ اور کسی شریف آدمی کی بھی جان اور عزت ان کے ہاتھوں محفوظ نہیں رہی۔ آپ اپنے ہی ملک کو لیجیے۔ اگر آپ اپنے قانون کے ذمہ داروں کے سامنے زنا کی اس سزا کا ذکر کریں جو اوپر مذکور ہوئی ہے۔ تو ایمان کے بلند بانگ دعووں کے باوجود اس کو وحشیانہ کہیں گے اور اگر مصلحت کی وجہ سے وحشیانہ نہ کہیں تو بہر حال اس کو وحشیانہ سمجھتے ہیں لیکن ملک کی صورت حال یہ ہے کہ بلا مبالغہ سال میں ہزاروں جانیں اور آبروئیں نہایت بے دردی و بے رحمی کے ساتھ بد معاشوں کے ہاتھوں اس طرح برباد ہوتی ہیں کہ ان کی خبریں ہر صبح کو اخباروں میں پڑھ پڑھ کر کلیجہ شق ہوتا ہے۔

چوروں اور زانیوں کیلئے تو ان حضرات کے جذبہ ہمدردی کا یہ حال ہے کہ یہ ان کے لیے گویا خدائے رحمان ور حیم سے بھی زیادہ مہربان بن گئے ہیں۔ کہ ان کا ہاتھ کاٹنے اور ان کو کوڑے مارنے کے تصور سے ان کا دل کانپتا ہے۔ لیکن ان چوروں اور بد معاشوں کے ہاتھوں خاندانوں کے خاندان جو آئے دن قتل و ہلاک اور بے عزتی و ناموسی کا شکار ہو رہے ہیں ان کی مظلومیت پر ان کے دل ذرا نہیں پسیجتے!۔

اسلامی سزاؤں کی برکات: اگر یہ حضرات اپنے دعوائے ایمان کی لاج رکھنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتے تو کم از کم دنیا کے تجربات ہی سے کچھ سبق حاصل کریں۔ اسی روئے زمین پر سعودی عرب اور یمن کی حکومتیں بھی ہیں ان میں اسلامی حدود و تعزیرات نافذ ہیں۔ اعداد و شمار سے یہ آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ کہ ان کے ہاں چوری رہزنی ڈکیتی اور زنا کے کتنے واقعات ہوئے اور کتنے چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے اور کتنے زانیوں کے کوڑے لگائے گئے۔ عام مشاہدہ ہے کہ وہاں نہ جرائم کا وجود ہے۔ نہ مجرموں کا یہ صرف اسلامی حدود و تعزیرات کا دبدبہ ہے۔ کہ وہاں نہ چوری اور زنا کے واقعات ہوتے ہیں نہ چوروں کے ہاتھ کاٹنے اور زانیوں کو کوڑے

مارنے کی نوبت آتی ہے۔ اگر کبھی کبھار کوئی اکا دکا واقعہ پیش آجاتا ہے تو مجرم کو اس کی جو سزا ملتی ہے۔ عوام کی سبق آموزی کیلئے وہی کافی ہوتی ہے۔ اس کے مقابل میں جب ہم اپنے ملک کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو سیدنا مسیح علیہ السلام کے الفاظ میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ "تم نے میرے باپ کے گھر کو چوروں اور ڈاکوؤں کا بھٹ بنا کر رکھ دیا ہے۔"

اسلامی سزا کا مقصد: وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ اسلامی حدود و تعزیرات کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ ان سے دوسروں کو عبرت و سبق حاصل ہو۔ چنانچہ قرآن میں ان کو نَكَالٌ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس کے معنی عبرت انگیز سزا کے ہیں۔ اس مصلحت کا تقاضا یہ ہوا کہ یہ سزائیں پبلک میں مسلمانوں کی ایک جماعت کی موجودگی میں دی جائیں۔ اگر یہ جیلوں کی کوٹھڑیوں میں چپ چپاتے دے دی جائیں تو ان کی یہ مصلحت فوت ہو جاتی ہے۔ طَآئِفَةٌ کے معنی گروہ اور جماعت کے ہیں۔ یعنی سزا علی الاعلان عام لوگوں کے سامنے دی جائے۔ تاکہ ایک طرف مجرم کو نصیحت ہو۔ اور دوسری طرف عوام الناس کو نصیحت۔ اس سے اسلام کے نظریہ سزا پر واضح روشنی پڑتی ہے۔ سورہ مائدہ میں چوری کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ۔ ان کے کیے کا بدلا اور اللہ کی طرف سے جرم کو روکنے والی سزا" (آیت ۳۸) اور اب یہاں ہدایت کی جاری ہے۔ کہ زانی کو اعلانیہ لوگوں کے سامنے سزا دی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی قانون میں سزا کے تین مقاصد ہیں۔ اول یہ کہ مجرم سے اس زیادتی کا بدلہ لیا جائے اور اس کو اس برائی کا مزا چکھایا جائے جو اس نے کسی دوسرے شخص یا معاشرے کے ساتھ کی تھی۔ دوم یہ کہ اسے اعادہ جرم سے باز رکھا جائے۔ سوم یہ کہ اس سزا کو ایک عبرت بنا دیا جائے۔ تاکہ معاشرے میں جو دوسرے لوگ برے میلانات رکھنے والے ہوں ان کے دماغ کا آپریشن ہو جائے اور وہ اسی طرح کے کسی جرم کی جرات نہ کر سکیں۔ اس کے علاوہ علانیہ سزا دینے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس صورت میں حکام سزا دینے میں بے جا رعایت یا بے جا سختی کرنے کی کم ہی جرات کر سکتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۔ لَا يَنْكِحُ ......

ایمانی حس کی بیداری: آیات کا مقصود اسلامی معاشرہ میں ایمانی حس کو بیدار کرنا ہے۔ تاکہ ہر مسلمان کو زنا سے نفرت و بیزاری ہو کہ کوئی زانی اگر نکاح کرنا چاہے تو کوئی صاحب ایمان اس کو اپنی بیٹی دینے کیلئے تیار نہ ہو۔ اس کو اگر نکاح کیلئے ملے تو کوئی زانیہ یا مشرکہ ہی ملے کوئی مومنہ اپنے آپ کو اس کے نکاح میں دینے پر راضی نہ ہو۔ اس طرح اگر کوئی زانیہ ہو تو کوئی با ایمان اس سے نکاح نہ کرے۔ اس کو اگر کوئی نکاح کیلئے ملے تو کوئی زانی یا مشرک ہی ملے۔ کوئی مسلمان

اس نجاست کو اپنے گھر میں لانے پر راضی نہ ہو۔ فرمایا کہ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ. زانیوں اور زانیات کے ساتھ ازدواجی رشتہ اہل ایمان کیلئے حرام ہے۔

ایک صحابی مرثد بن ابی مرثد نامی تھے۔ اسلام سے قبل مکہ کی ایک عورت عناق نامی تھی اس کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے اسلام لانے کے بعد تائب ہو گئے اور حضورؐ سے عرض کی کہ عناق سے نکاح کی اجازت دیں عناق چونکہ بدکار عورت تھی۔ اسلیئے آپؐ چپ رہے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی تو مرثد عناق سے شادی کرنے سے باز رہے۔ کیونکہ اس آیت میں منع فرمادیا گیا۔

مہاجرین جب مدینہ تشریف لے گئے تو اکثر کی مالی حیثیت کمزور تھی مدینہ میں ان کے ساتھ خاندانی رشتہ داری نہ تھی۔ جبکہ اہل مدینہ امیر تھے۔ بعض نادار مہاجرین سے کچھ نے چاہا کہ وہ بدکار عورتوں سے نکاح کریں انہوں نے آپ ﷺ سے اجازت چاہی تو آپؐ نے اس آیت کی روشنی میں انہیں روکا۔ وہ عورتیں مشرکین اور اہل کتاب میں سے تھیں۔ (تفسیر خازن)

آیت میں زانی اور مشرک اور زانیہ اور مشرکہ کا ایک ساتھ ذکر بڑا اہم ہے زنا اور شرک کی باہمی مشابہت واضح ہے قدیم آسمانی صحیفوں میں مشرک کو بدکار عورت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ زنا اسی طرح کی اخلاقی نجاست ہے جس طرح کی عقائدی نجاست شرک ہے۔ قرآن میں اسی وصفی اشتراک کی وجہ سے شرک اور مشرکین کو نجس کہا گیا ہے۔ لہذا فرمایا کہ زانیوں اور زانیات کے ساتھ نکاح اہل ایمان کیلئے حرام ہے۔

معاشرہ کی ایمانی حس کو بیدار کرنے کی یہ ضرورت اسی وجہ سے تھی کہ مجرد قانون' خواہ کیسا ہی بے لاگ اور حکیمانہ ہو' معاشرہ کی حفاظت اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک خود معاشرہ کے اندر برائی سے نفرت موجود نہ ہو۔ ہر قانون کے نفاذ کیلئے' بالخصوص جب کہ وہ ایک سخت قانون بھی ہو لازماً ایسی شرطیں ہوتی ہیں کہ بہت سے مجرمین اپنے آپ کو اس کی زد سے بچائے رکھنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کے مجرمین سے نمٹنا خود معاشرہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو احترام کا مقام نہ دے بلکہ وہ جہاں بھی رہیں کمونن کے رہنے پر مجبور ہوں اگر وہ کسی شریف مسلمان سے رشتہ داری کے خواہش مند ہوں تو وہ ان کی درخواست ٹھکرا دے یہاں تک کہ اس طرح کے لوگ کسی شریف خاندان میں قرابت کا حوصلہ ہی نہ کر سکیں۔ یہ بیداری جرائم کے سدباب کیلئے ناگزیر شے ہے۔ اس دور کی آفات میں سے صرف یہی ایک آفت نہیں ہے کہ حدود تعزیرات اسلامی نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے بڑی آفت یہ ہے کہ لوگوں کے اندر حس اسلامی نہیں ہے اس زمانے میں اگر کوئی اپنی لڑکی کیلئے خاوند تلاش کرتا ہے تو اس کے اندر تمام وہ اوصاف تلاش کرتا ہے جو دنیاوی وجاہت کے پہلو سے ضروری خیال کیے جاتے ہیں لیکن بہت تھوڑے لوگ اب

ایسے رہ گئے ہیں۔ جو معاملہ کے اس پہلو کو نگاہ میں رکھتے ہیں جس کی طرف آیت میں رہنمائی فرمائی گئی ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے عنوان حد زنا)

آیت نمبر ۴۔ ۵۔ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ ....

قذف کی سزا: اب قذف کے معاملہ میں شہادت اور سزا کا قانون بیان ہو رہا ہے کہ شریف اور آزاد مومنات پر جو لوگ زنا کی تہمت لگائیں ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ جرم کے چار عینی شاہد پیش کریں۔ اگر وہ چار معتبر گواہ پیش نہ کر سکیں تو پھر حکم ہے کہ ان کو اسی کوڑے مارو اور ہمیشہ کیلئے ان کو ساقط الشہادت قرار دے دو۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ اسلامی معاشرہ میں کسی کا ہمیشہ کیلئے مردود الشہادۃ قرار دے دیا جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ معاشرے کے اندر یہ اس کی محترم حیثیت کے بالکل ختم ہو جانے کے ہم معنی ہے۔ اس امت کا اصلی مرتبہ یہ ہے کہ یہ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِى الْاَرْضِ ہے۔ اگر کوئی شخص ساقط الشہادت قرار دے دیا جاتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس امت کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اس کو جو اصلی عزت حاصل ہوئی تھی وہ اس نے کھو دی۔

اَلَّذِيْنَ اگرچہ مذکر کیلئے آتا ہے لیکن اگر کوئی عورت اس جرم کی مرتکب ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس حکم سے مستثنیٰ رہے۔ اس وجہ سے یہ لفظ عورت اور مرد دونوں کیلئے عام ہوگا۔ عورتوں کا خصوصیت سے ذکر غالباً اس لئے آیا ہے کہ بالعموم یہ صنف نازک اس تہمت کا نشانہ بنتی ہے۔ لفظ مُحْصَنٰتْ اس طرح کے سیاق میں 'حرائر' یعنی لونڈیوں کے مقابل میں شریف زادیوں کے لئے آتا ہے۔ اس وجہ سے جو لوگ لونڈیاں اور غلاموں کے معاملے میں اس کی نصف سزا کے قائل ہیں ان کی بات مدلل اور معقول ہے۔

توبہ اور اصلاح کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس طرح کے لوگوں کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ لیکن جہاں تک ساقط الشہادت ہونے کا تعلق ہے یہ چیز بدستور باقی رہے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ توبہ کا تعلق انسان کے دل سے ہے اور دل کا حال صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ آیت کے الفاظ سے بھی یہی بات نکلتی ہے۔ کہ مغفرت کا تعلق صرف توبہ سے ہے۔ شہادت سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ وہ ساقط الشہادت ابدا پوری عمر کیلئے رہیں گے۔

آیت نمبر ۶۔ ۱۰۔ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ ....

لعان: اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور اس کی ذات کے سوا اس کے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو اس صورت میں معاملہ کا فیصلہ قسم سے ہوگا۔ اس کو اصطلاح شریعت میں "لعان" کہتے ہیں۔ اس کی شکل یہ ہوگی کہ مرد چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے گا کہ میں جو الزام لگا رہا ہوں اس

Scanned with CamScanner

میں سچا ہوں۔ پانچویں بار یہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا الزام لگا رہا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اگر عورت مرد کی اس قسم کی کوئی تردید نہ کرے تو اس پر زنا کی وہی حد جاری ہو جائے گی جو اوپر مذکور ہوئی ہے۔ اور اگر وہ اس الزام کو تسلیم نہیں کرتی تو اس کیلئے سزا سے بریت اس صورت میں ہو گی جب وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ شخص سچ کہہ رہا ہے۔

شان نزول: ایک صحابی ہلال بن امیہؓ نے آپؐ کے پاس حاضر ہو کر اپنی بیوی پر زنا کا بہتان لگایا۔ آپؐ نے فرمایا چار گواہ لاؤ۔ ورنہ تمہیں کوڑے پڑیں گے۔ اس نے کہا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ہمراہ کسی کو ہم بستر پائے تو کیا گواہ تلاش کرتا پھرے حضورؐ نے دوبارہ ارشاد فرمایا کہ گواہ لاؤ ورنہ تمہیں حد لگے گی۔ اسکے بعد آیت لعان نازل ہوئی۔

ایک اور صحابیؓ عویمر عجلانی نامی نے بھی یہی سوال آپؐ سے کیا کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو دوسرے کے ساتھ بدکاری میں مصروف پائے اور اسے قتل کر دے تو آپ (اس کے قصاص میں) اسے قتل کریں گے پھر وہ کیا کرے؟ آپؐ نے اسکی بیوی کو بلوا کر دونوں میں ملاعنت کرا دی۔

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ میں عذاب سے مراد ظاہر ہے کہ وہی حد جو اوپر آیت ۲ میں مذکور ہوئی ہے اس کے سوا کسی اور سزا کو اس سے مراد لینا مناسب اور درست نہیں اگر کسی میاں بیوی کے درمیان ایک دوسرے کی تکذیب اور باہمی ملاعنت کا یہ واقعہ آ جائے تو فقہاء کی یہ رائے ہے کہ قاضی ان کے درمیان تفریق کرا دے گا۔ یہ رائے مبنی بر حکمت معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے کہ معاملہ اس حد تک خراب ہو جانے کے بعد ان کے درمیان اس موافقت کی توقع نہیں کی جا سکتی جو میاں بیوی کی طرح زندگی گزارنے کیلئے ضروری ہے۔

احکام: لعان کے متفق علیہ احکام یہ ہیں۔ لعان کے بعد عورت و مرد دونوں سزا کے مستحق نہیں رہتے۔ مرد بچے کے نسب کا منکر ہو تو بچہ صرف ماں کا قرار پائے گا نہ باپ کی طرف منسوب ہو گا نہ میراث پائے گا ماں وارث ہو گی وہ ماں کا وارث ہو گا خواہ وقت لعان حالات ایسے ہی کیوں نہ ہوں کہ لوگوں کو اس کے زنا میں شک ہو پھر بھی اسے ولد الزنا کہنے کا کسی کو حق نہ ہو گا۔ جو شخص لعان کے بعد اس پر سابق الزام کا اعادہ کرے گا وہ حد کا مستحق ہو گا عورت کا مہر ساقط نہ ہو گا عورت دوران عدت مرد سے نفقہ و مسکن پانے کی حقدار نہ ہو گی۔ نیز عورت اس مرد کیلئے حرام ہو جائیگی۔

اگر کسی میاں بیوی کے درمیان ایک دوسرے کی تکذیب اور باہمی ملاعنت کا یہ واقعہ پیش آ جائے تو فقہاء کی یہ رائے ہے کہ پھر ان کے درمیان اس موافقت کی توقع نہیں کی جا سکتی

جو میاں بیوی کی طرح زندگی گزارنے کیلئے ضروری ہے۔

وَلَوْلاَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ.

ایک تنبیہ: یہ آیت بطور تنبیہ و تذکیر ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ کے فضل و رحمت اور اس کے تواب و حکیم ہونے کی برکت ہے کہ وہ تم کو یہ روشن ہدایات اور پر حکمت احکام دے رہا ہے۔ کہ تمہارے لیے توبہ و اصلاح کی راہ کھولے ورنہ تم جس روش پر چل پڑے تھے۔ یہ تو خدا کے غضب کو دعوت دینے والی تھی۔

یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ یہ احکام اس زمانہ میں نازل ہوئے ہیں جب مسلمانوں کے اندر منافقین کی ریشہ دوانیوں سے بعض نہایت سخت قسم کی کمزوریاں ظاہر ہوئی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کمزوریوں پر سزا دینے کے بجائے اپنے فضل و رحمت سے ان کو ان احکام و ہدایات کے نزول کا سبب بنا لیا جو اسلامی معاشرہ کو شیاطین و منافقین کی ریشہ دوانیوں اور فتنہ انگیزیوں سے محفوظ رکھنے کیلئے ضروری تھے۔

Scanned with CamScanner

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا

بے شک جو لوگ بڑا بہتان لائے ایک جماعت تم میں سے نہ گمان کرو

بیشک جو لوگ بڑا بہتان لائے، تم ہی میں سے ایک جماعت ہیں تم اپنے لئے

تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ

تم اسے گمان برا اپنے لئے وہ بہتر ہے تمہارے لئے

اسے برا گمان مت کرو وہ تمہارے لئے بہتر ہے

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ

ہر ایک آدمی کے لئے ان میں سے جو اس نے کمایا (کیا) گناہ سے

ان میں سے ہر آدمی کے لئے جتنا اس نے کیا (اتنا) گناہ ہے۔

وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾

اور وہ جس بڑا حصہ لیا ان میں سے اس کے لئے عذاب بڑا

اور جس نے بڑا حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب ہے۔

لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ

کیوں نہ جب تم نے سنا گمان کیا مومن مردوں اور مومن عورتوں

جب تم نے وہ بہتان سنا تو کیوں نہ گمان کیا مومن مردوں اور مومن

بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴿١٢﴾

(اپنوں کے) بارہ میں نیک اور انہوں نے کہا یہ بہتان صریح

عورتوں نے اپنوں کے بارہ میں (گمان) نیک اور انہوں نے کہا یہ صریح بہتان ہے۔

لَّوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ

کیوں نہ وہ لائے اس پر چار گواہ پس جب وہ نہ لائے

وہ کیوں نہ لائے اس پر چار گواہ پس جب وہ گواہ نہ لائے

يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ

گواہ تو وہی لوگ اللہ کے نزدیک وہی

تو اللہ کے نزدیک وہی لوگ

الْكَاذِبُونَ ﴿١٣﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

جھوٹے اور اگر نہ فضل اللہ کا تم پر

جھوٹے ہیں اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل

وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ

اور رحمت اس کی دنیا میں اور آخرت میں ضرور تم پر پڑتا

اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس (شغل)

فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٤﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ

اس میں جو تم پڑتے اس میں عذاب بڑا جب تم لاتے تھے اسے

میں تم پڑے تھے اس میں تم پر ضرور پڑتا بڑا عذاب جب تم ایک دوسرے سے سن کر اپنے

بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم

اپنی زبانوں پر اور تم کہتے تھے اپنے منہ سے جو نہیں تمہیں

تم اپنے منہ سے کہتے تھے جس کا تمہیں

بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ

کوئی علم اس کا اور تم اسے گمان کرتے تھے ہلکی بات حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک

کوئی علم نہ تھا اور تم اسے ہلکی بات گمان کرتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک

عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا

بڑی تھی اور کیوں نہ جب تم وہ سنا تم نے کہا نہیں ہے ہمارے لئے

بہت بڑی تھی اور جب تم نے وہ سنا کیوں نہ کہا کہ ہمارے لئے زیبا نہیں ہے

Scanned with CamScanner

اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ

کہ ہم کہیں ایسی بات کو — تو پاک ہے — یہ — بہتان

کہ ہم ایسی بات کہہ دیں — تو پاک ہے — یہ — بہت بڑا بہتان

عَظِيْمٌ ○ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ

بڑا ہے — تمہیں نصیحت کرتا ہے اللہ کہ تم پھر کرو ایسا کام کبھی بھی

ہے — اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے (مبادا) تم ایسا کام پھر کبھی بھی

اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ

اگر تم ہو ایمان والے — اور بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے

اگر تم ایمان والے ہو — اور اللہ تمہارے لئے احکام (صاف صاف) بیان کرتا ہے

الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ

آیتیں (احکام) — اور اللہ بڑا جاننے والا حکمت والا — بیشک جو لوگ

اللہ بڑا جاننے والا، حکمت والا ہے — بیشک جو لوگ

يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ

پسند کرتے ہیں کہ پھیلے — بے حیائی — میں — جو

پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے — ان کے

اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ

ایمان لائے (مومن) ان کے لئے عذاب دردناک دنیا میں اور آخرت

لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ

اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے — اور اگر نہ — فضل

اور اللہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے — اور اگر تم پر اللہ کا

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ

اللہ کا — تم پر — اور اسکی رحمت — اور یہ کہ اللہ — شفقت کرنے والا

فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو کیا کچھ نہ ہو جاتا) اور یہ کہ اللہ شفقت

رَّحِيْمٌ ○ ع ۲

نہایت مہربان

کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

معانی و گرامر

رکوع نمبر ۲

اسماء

بِالْاِفْكِ : جھوٹ، تہمت۔ ب - ساتھ

عُصْبَةٌ : گروہ، جماعت، جمع عَصَائِبُ۔

امْرِئٍ : آدمی، مرد، اس کی جمع نَاسٌ ہے۔

اَلْاِثْمِ : گناہ، جمع آثَامٌ۔

كِبْرَهٗ : بڑا بوجھ اس کا۔ (کبرہ)

مُبِيْنٌ : واضح، صاف۔

اَلْسِنَتِكُمْ : زبانیں تمہاری، واحد لِسَانٌ۔

هَيِّنًا : آسان

بُهْتَانٌ : جھوٹ، بہتان، عیب بیان کرنے کہ کہا جاتا ہے جو کسی آدمی میں موجود ہی نہ ہو

اَلْفَاحِشَةُ : بے حیائی، برائی۔

رَءُوْفٌ : مہربان۔

افعال

جَاءُوْ : وہ سب لائے۔ جَاءَ کا صلہ جب با آئے تو اس کا معنی لانا ہوتا ہے۔

لَا تَحْسَبُوْهُ : نہ خیال کرو اسے، نہ گمان کرو۔ فعل نہی حاضر معروف جمع مذکر

اِكْتَسَبَ : کمایا، حاصل کیا، فعل ماضی معروف، واحد مذکر غائب۔

تَوَلّٰى : اپنے اوپر لیا، (بوجھ) اٹھایا۔ فعل ماضی معروف، واحد مذکر غائب۔

سَمِعْتُمُوْهُ : سنا تم نے اس کو۔ فعل ماضی معروف، جمع مذکر حاضر۔ هُ - اسے

اَلْسِنَتِكُمْ ۔ عِنْدَ اللّٰهِ ۔

مرکبِ توصیفی

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ، بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۔

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔

ظَنَّ : گمان کیا، خیال کیا، فعل ماضی معروف، واحد مذکر غائب۔

لَمْ يَأْتُوْا : نہ لائے وہ، فعل جحد بلم، جمع مذکر غائب۔

مَسَّكُمْ : پہنچا تم کو، آتا تم پر، فعل ماضی معروف، واحد مذکر غائب۔ كُمْ - تم

اَفَضْتُمْ : چرچا کیا تم نے، پھیلایا تم نے، فعل ماضی معروف۔ جمع مذکر غائب

تَلَقَّوْنَهٗ : تم اسے لیتے تھے، اصل میں تَتَلَقَّوْنَهٗ تھا، فعل مضارع معروف، جمع مذکر حاضر۔

تَحْسَبُوْنَهٗ : تم اسے سمجھتے تھے، تم اسے خیال کرتے تھے، فعل مضارع معروف، جمع مذکر حاضر۔

نَتَكَلَّمَ : ہم باتیں کرتے ہیں۔ فعل مضارع معروف، جمع متکلم۔

يَعِظُكُمْ : تمہیں نصیحت کرتا ہے، فعل مضارع معروف، واحد مذکر غائب۔

تَعُوْدُوْا : تم واپس لوٹتے ہو۔ فعل مضارع معروف، جمع مذکر غائب۔ اصل میں تَعُوْدُوْنَ تھا، اَنْ (حرف ناصب) کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔

يُبَيِّنُ : وہ بیان کرتا ہے فعل مضارع معروف، واحد مذکر غائب۔

يُحِبُّوْنَ : وہ محبت کرتے ہیں، وہ چاہتے ہیں، فعل مضارع معروف، جمع مذکر غائب۔

اَنْ تَشِيْعَ : کہ پھیلے۔ فعل مضارع معروف، واحد مؤنث غائب۔ اَن : کہ

حروف جار

با ——— ساتھ ——— علیٰ ——— پر

لِ ——— واسطے، لئے ——— فی ——— میں

مِنْ ——— سے

مرکب اضافی

كُلِّ امْرِئٍ ۔ كِبْرَهٗ ۔ اَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۔ فَضْلُ اللّٰهِ ۔

تشریح .... رکوع نمبر ۲

آیت نمبر ۱۱۔ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ ....

اِفْك جھوٹی "من گھڑت" خود تراشیدہ اور خلاف حقیقت بات کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے اشارہ اس فتنہ کی طرف ہے جو غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو متہم کرنے کیلئے برپا کیا۔ بعض جھوٹ ایسے ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر بھی زبان پر لانا گوارا نہیں ہوتا اور یہ جھوٹ تو تمام مسلمانوں کی ماں سے متعلق تراشا گیا تھا۔ اس وجہ سے قرآن نے اس کی طرف لفظ افک سے اشارہ کر کے اس کو نظر انداز کر دیا۔ بس اتنا پتہ دے دیا کہ اس کے ایجاد کرنے والوں اور اس کو پھیلانے والے کون لوگ ہیں۔ تاکہ یہ اندازہ ہو جائے کہ جس منبع فساد سے یہ بات چلی ہے اس کی پھیلائی ہوئی بات بجائے خود نہ قابل ذکر ہے۔ اور نہ لائق غور و تحقیق البتہ اس سے جو سبق حاصل ہوئے ہیں۔ وہ سب کے ذہن نشین کرنے کے قابل ہیں۔ چنانچہ قرآن نے نفس واقعہ کی نوعیت کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذی فہم مسلمانوں کے اندر نفس واقعہ کے بہتان ہونے سے متعلق کوئی تردد نہیں پایا جاتا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ یہ منافقین کا اٹھایا ہوا فتنہ ہے۔ لیکن جب کوئی سنسنی پیدا کرنے والی بات عوام میں پھیلا دی جاتی ہے تو جو لوگ زیادہ معاملہ فہم نہیں ہوتے وہ بے سمجھے بوجھے اس کی نقل روایت شروع کر دیتے ہیں۔

عبد اللہ بن ابی منافق : مدینہ میں دو گروہ ایسے تھے جن کے سینوں میں اسلام کے خلاف ہمیشہ آگ بھڑکتی رہتی تھی۔ ایک تو یہودی تھے اور دوسرے مشرکین جو بظاہر ایمان لائے لیکن

Scanned with CamScanner

باطن میں اسلام کے دشمن تھے۔ وہ منافق کہلائے۔ یہ دونوں گروہ ہمیشہ اسلام اور محمدؐ کے خلاف منصوبے سوچتے رہتے۔ لیکن ہمارے موضوع کا تعلق عبداللہ بن ابی ابن سلول سے ہے۔ ہم اس کی کارستانیوں کا تذکرہ کریں گے۔

عبداللہ بن ابی ابن سلول مدینہ میں اسلام کے داخلے سے قبل رئیس تھا لوگ اسے تاج پہنا کر اس کی بادشاہت کی رسم کی تیاریاں کر رہے تھے کہ اکثر اہل مدینہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور اس کے سارے خواب خاک میں مل گئے۔

اس لئے یہ شخص اسلام کا کھلا مخالف تھا۔ کئی بار جنگ چھیڑنے کا ارادہ کیا لیکن پھر ہمت نہ کر سکا بدر میں جب مسلمانوں نے فتح حاصل کر لی۔ تو اس کی گردن میں بھی خم آگیا اس نے اسلام کے آگے سر جھکا لیا۔ محض دکھاوے کو مگر دل مرتے دم تک دشمن کے ساتھ رہا۔

عبداللہ نے دیکھا کہ میں علانیہ اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکا تو خفیہ راہیں اختیار کیں۔ اس کی کینہ پروری پر بے حیائی کی چھاپ لگی ہوئی تھی۔ قبل از اسلام عورتوں کی عصمت کی کمائی کھاتا تھا۔ شرم و حیاء سے بیگانہ تھا۔ بے حیائی کے دوگونہ وصف اسے نہایت اوچھے اور ذلیل ہتھکنڈوں پر مجبور کر دیتے تھے۔ وہ اپنی تدبیر پر مات کھاتا تھا۔

لیکن ڈھٹائی پر جما رہتا تھا۔ اس نے مشرکین مکہ سے مدد کا عہد کیا اور مدینہ پر حملہ کی ترغیب دی یہود سے یارانہ گانٹھا اور انہیں اسلام کے خلاف اکٹھے کیا۔ اس کی امید بر نہ آئی، اور کفار و مشرکین نے ہمیشہ زک اٹھائی۔

عبداللہ بن ابی ابن سلول اہل اسلام کے خلاف دروغ گھڑنے میں مصروف رہتا تھا۔ تاہم ہادی اسلامؐ جو مصطلق کے ساتھ جنگ کرنے گئے تو سلول ہمراہ تھا۔ واپسی پر لشکر نے پڑاؤ ڈالا۔ ایک مہاجر اور انصاری کے مابین معمولی تنازع ہوا۔ تو عبداللہ سلول نے اسے بھڑکا کر قبائلی جنگ میں بدلنا چاہا اس نے کہا کہ جب ہم مدینہ لوٹیں گے تو ہم میں جو عزت دار ہے۔ (یعنی انصار) وہ (نعوذ باللہ) ذلیل لوگوں کو شہر سے باہر نکال دیں گے۔ (مراد مہاجرین)

اس وقت حضرت عمرؓ محمد عربیؐ کے ہمراہ تھے۔ فرمایا کہ آقا مجھے حکم دیں میں اس منافق کا سر تن سے جدا کر دوں آپؐ نے فرمایا اسے جانے دو لوگ کہیں گے محمدؐ اپنے ساتھیوں کی گردن کاٹتا ہے۔

عبداللہ کے ایک بیٹے تھے۔ انکا بھی نام عبداللہؓ تھا وہ صادق الایمان تھے۔ حضورؐ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اپنے باپ کا سر حاضر کر دوں ایسا نہ ہو کہ آپؐ کے حکم سے کوئی اور قتل کر ڈالے اور میں قاتل کو نہ دیکھ سکوں اور اس کو ہلاک کر کے کافر کے عوض

مومن کی ہلاکت کا ارتکاب کروں اور دوزخ میں چلا جاؤں آنحضورؐ نے فرمایا اس سے نرمی کرو جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے ہم اس سے حسن سلوک کرتے رہیں گے۔ (طبرانیؒ صفحہ ۲۸۲)

منافقین کی طرف اشارہ: عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ سے اشارہ منافقین کے اس مار آستین گروہ کی طرف ہے جو مسلمانوں کے اندر گھسا ہوا تھا۔ ان کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ چونکہ اپنے ظاہری طور طریق میں یہ لوگ مسلمانوں سے الگ نہیں تھے۔ اس وجہ سے ان کو مسلمانوں کے اندر گھس کر اپنا زہر پھیلانے کا موقع مل جاتا اور بہت سے سادہ لوح مسلمان ان کے چکموں میں آجاتے۔ یہاں قرآن نے عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ کہہ کر انہی کی طرف انگلی اٹھائی ہے۔ اور مقصود اس اشارے سے مسلمانوں کو ان کی طرف سے ہوشیار کرنا ہے کہ یہ تمہارے اندر ہی چھپے ہوئے ایک گروہ کا اٹھایا ہوا فتنہ ہے۔ ان سے ہوشیار رہو۔

خیر کا پہلو: لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ یعنی ان شریروں نے یہ فتنہ جو اٹھایا یہ تمہارے حق میں برا نہیں ہوا۔ بلکہ اگر تم اس سے صحیح فائدہ اٹھاؤ تو اس میں تمہارے لئے بہت سے پہلو خیر کے ہیں۔ خیر کا ایک نمایاں پہلو تو اس کے اندر یہ تھا کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کو اپنے اندر کے مار آستین گروہ کو اچھی طرح پہچان لینے کا موقع مل گیا۔ اگر یہ موقع نہ پیدا ہوتا تو معلوم نہیں اندر ہی اندر یہ سرطانی پھوڑا کیا شکل اختیار کرتا اور اس سے کیا مفاسد ظہور میں آتے۔

دوسرا خیر کا پہلو اس کے اندر یہ تھا کہ مسلمانوں کے اندر جو بعض کمزوریاں دبی ہوئی تھیں۔ وہ اس امتحان سے ابھر کر سامنے آگئیں اور بروقت ان کی اصلاح کی تدبیر ہو گئی۔ معاشرہ کے تزکیہ کے نقطہ نظر سے اس کی جو اہمیت ہے وہ بالکل واضح ہے۔

تیسرا پہلو اس میں خیر کا یہ ہے کہ اس واقعہ نے معاشرہ کی اصلاح و تنظیم سے متعلق بہت سے احکام و ہدایات کے نزول کے لئے ایک نہایت سازگار فضا پیدا کر دی۔ اگر اس فتنہ کے پیدا ہوئے بغیر یہ احکام اترتے تو بہت سے لوگوں پر ان کی حقیقی قدر و قیمت واضح نہ ہو سکتی۔

افک کا واقعہ بظاہر کتنی ہی تلخیوں سے معمور ہے۔ لیکن بلحاظ انجام اس میں مسلمانوں کیلئے بھلائی ہے۔ اہل اسلام کیلئے اس میں درس ہے۔ ایک یہ کہ پاکباز لوگوں کے خلاف زبان نہ کھولی جائے۔ دوسرا یہ کہ زندگی کے نوبہ نو حوادث سے دوچار ہونے کیلئے ہر لمحہ آمادہ رہنا چاہیے۔ جب سالار رسلؐ کی زوجہ محترمہ کے خلاف تہمت بازی ہو سکتی ہے تو دیگر مسلمانوں کو بھی مشکلات برداشت کرنے کیلئے تیار رہنا چاہیے۔ کڑے سے کڑے وقت میں ثابت قدم رہنا چاہیے۔ ایسے موقع پر عائشہؓ نے قرآن حکیم کے الفاظ دہرائے تھے۔ فصبر جمیل" یعنی صبر ہی بہتر ہے۔ ایسے حوصلہ آزما حوادث میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا صبر کہلاتا ہے۔ اس لیے مشکل وقت میں توکل

علی اللہ کرنا چاہیے۔ اور اماں عائشہؓ کی طرح انجام نیک کی توقع رکھنی چاہیے۔" (در منثور)

مولانا ابوالاعلی مودودیؒ لکھتے ہیں: اس موقع پر یہ نکتہ لطیف سمجھ لینا چاہیے کہ عائشہؓ کی براءت بیان کرنے سے پہلے پورے ایک رکوع میں زنا اور قذف اور لعان کے احکام بیان کر کے اللہ نے دراصل اس حقیقت پر متنبہ کیا ہے کہ زناء کے الزام کا معاملہ تفریحی مشغلہ نہیں یہ ایک سنگین بات ہے۔ الزام لگانے والے کا الزام اگر سچا ہے تو گواہی لائے۔

زانی اور زانیہ کو ہولناک سزا دی جائے گی اگر جھوٹا ہے تو الزام لگانے والے کی پیٹھ پر 80 کوڑے لگائے جائیں۔ تاکہ آئندہ اس طرح کی قبیح حرکت کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اور یہ الزام اگر شوہر لگائے تو عدالت میں لعان کر کے اس کو معاملہ صاف کرنا ہوگا۔ اس بات کو زبان سے نکال کر کوئی بھی عافیت سے نہیں بیٹھ سکتا۔ اسلیئے مسلم معاشرہ جسے دنیا میں بھلائی کیلئے پھیلایا گیا ہے۔ اس میں نہ زنا تفریح بن سکتی ہے۔ نہ اس کے چرچے میں خوش باشی اور دل لگی قرار پا سکتے ہیں۔ (تفہیم القرآن جلد ۲)

وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَہٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ كِبْرٌ کسی جرم یا گناہ کے اصل اور بڑے حصہ کو کہتے ہیں۔ اَلَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَہٗ یعنی جو اس فتنہ کا اصل برپا کرنے والا ہوا ہے یہ اشارہ عبداللہ بن ابی کی طرف ہے۔ یہ نہایت خبیث منافق تھا۔ اس سے پہلے بھی یہ متعدد فتنے برپا کر چکا تھا۔ اور اس فتنے کی تو ساری ذمہ داری اسی پر تھی۔ اوپر کے ٹکڑے میں مسلمانوں کو تسلی تھی کہ تمہارے لیے تو یہ فتنہ ہر اعتبار سے موجب خیر ہی ہوا ہے۔ البتہ ان مفسدین کیلئے یہ باعث ہلاکت ہوا۔ ان میں سے جس نے جس درجے کا اس فتنہ میں حصہ لیا ہے وہ اپنے درجے کے اعتبار سے اس کی سزا بھگتے گا اور جو اس سارے طوفان کا اصل بانی ہے اس کیلئے تو آخرت میں ایک عذاب عظیم ہے۔

آیت نمبر ۱۲۔ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْہُ ....

اسلامی معاشرے میں ہر مسلمان مرد و عورت کا یہ حق ہے کہ دوسرے افراد معاشرہ ان کے بارے میں حسن ظن رکھیں اور اس وقت تک ان کے اس حق کا احترام کریں جب تک دلیل سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ وہ اس حسن ظن کے حقدار باقی نہیں رہے۔ اس حق کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کے بارے میں کسی مسلمان کے کان میں کوئی ایسی بات پڑے جو اس حسن ظن کو مجروح کرنے والی ہو تو اس کو ایک سوغات سمجھ کر فوراً قبول ۔ کرلے اور اس کی نقل آگے نہ شروع کر دے بلکہ اس کو رد کر دے اور اس وقت تک اس کو باور نہ کرے جب تک اس کے سامنے اس کا کوئی معقول ثبوت نہ آجائے۔ اس طرح کے معاملات میں غیر جانبداری کا رویہ بھی جائز نہیں

Scanned with CamScanner

ہے کہ آدمی اس کو پرایا جھگڑا سمجھ کر نظر انداز کر دے۔ کہ دوسرا بدنام ہو رہا ہے۔ مجھے اس قصے سے کیا سروکار! بلکہ حتی الامکان اسے اپنے بھائی کی مدافعت کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ ہر مسلمان پر اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی عزت و آبرو کی حفاظت ایک فرض ہے۔ اسلامی معاشرہ کے اسی اخلاقی اصول پر یہاں مسلمانوں کو متنبہ فرمایا ہے کہ جب تمہارے کان میں یہ بات پڑی تو آخر تم نے ایک دوسرے کے ساتھ حسن ظن سے کام کیوں نہ لیا اور صاف صاف یہ کیوں نہ اعلان کر دیا کہ یہ کھلا ہوا بہتان اور ایک صریح تہمت ہے۔ ایک طرف اسلامی معاشرے کے اس اخلاقی اصول کو سامنے رکھیے اور دوسری طرف اپنے معاشرے کا جائزہ لیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آج اس کے بالکل برعکس اصول کارفرما ہے۔ آج نظریہ یہ ہے کہ ہر شخص سوء ظن کا مستحق ہے۔ اور دوسروں کی نسبت سنسنی پیدا کرنے والی افواہیں پھیلانا تو اس زمانے میں ایک مستقل فن اور ایک نہایت کامیاب پیشہ بن گیا ہے۔ ہماری قوم میں کتنے اہل قلم ہیں جن کا پیشہ ہی یہی ہے کہ وہ اسی طرح کی افواہوں کی تلاش میں

ہوئی صبح اور رکھ کر کان پر گھر سے قلم نکلے

یہ افواہیں نہایت جلی عنوانات سے اخبارات و رسائل میں چھپتی ہیں اور سب سے زیادہ کامیاب اخبارات و رسائل وہی ہیں جو اس طرح کی افواہیں ایجاد کرنے میں سب سے زیادہ شاطر ہیں۔ معاشرہ کے فساد مزاج کا حال یہ ہے کہ لوگ اس طرح کی چیزیں پڑھتے ہیں اور ھٰذَا اِفْكٌ مُّبِیْنٌ کہنا تو درکنار ان کی ہر بات پر اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہتے اور الہام سمجھ کر ان کی نقل و روایت کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۳۔ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ....

چار گواہ بطور ثبوت: یعنی ان جھوٹوں کی بات لائق توجہ ہو سکتی تھی تو اس صورت میں ہو سکتی تھی جب یہ شریعت کے مقرر کردہ قانون کے مطابق اپنے الزام کے ثبوت میں چار گواہ پیش کرتے۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان مفسدوں نے یہ الزام لگایا تھا تو ان کی شرعی اور قانونی ذمہ داری یہ تھی کہ یہ چار گواہ پیش کرتے لیکن جب وہ چار گواہ پیش نہ کر سکے تو خدا کے قانون کی رو سے تو وہی جھوٹے ہیں۔ پھر جن لوگوں نے ان کی طرف سے ثبوت فراہم ہوئے بغیر ان کی بات باور کر لی آخر کس سند کی بنیاد پر باور کر لی۔

آیت نمبر ۱۴۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ....

افاض فی الحدیث: کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ بات میں سے بات نکالتے ہوئے آدمی کہیں سے کہیں جا پہنچے اور بات کا بتنگڑ بنا ڈالے۔ آیت ۱۰ کے بعد پھر مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ اس

معاملے میں تم جس روش پر چل نکلے تھے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم کو ایک عذاب عظیم آپکڑتا۔ لیکن تم پر دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ کی رحمت ہے۔ اس وجہ سے اس نے درگزر فرمایا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے اس فضل و رحمت کی قدر کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی اسی طرح کے فتنہ میں پھر مبتلا ہو کر اپنے آپ کو مستحق عذاب بنا ڈالو۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے عنوان قذف)

یہ خطاب سارے معاشرے سے ہے حالانکہ اس معاملے میں ملوث ہونے والے یا بے پروائی کو راہ دینے والے زیادہ لوگ نہیں تھے۔ اس خطاب عام کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح کے مفاسد کی نوعیت وبائی امراض کی ہے۔ اگر چند افراد کے اندر بھی اس کا ظہور ہو تو ہر شخص کو خطرہ سے آگاہ ہو جانا چاہیے کہ مبادا یہ وبا عام ہو جائے اور پھر اس کے نتیجے میں پورا معاشرہ خدا کی پکڑ میں آجائے۔

آیت نمبر ۱۵۔ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ.........

روایت میں احتیاط: یہ اسی بات کی سنگینی کا اظہار ہے جس کو کچھ لوگوں نے ایک معمولی بات سمجھ کر بے تکلف اس کی نقل و روایت شروع کر دی اور یہ انہوں نے نہ سوچا کہ جس چیز کو وہ معمولی سمجھ رہے ہیں۔ وہ اللہ کے نزدیک بڑی ہی سنگین بات ہے کسی بات کو قبول کرنے کا اصلی راستہ عقل ہے۔ بیان کے قابل وہ بات ہوتی ہے۔ جس کی بنیاد قابل اعتماد علم پر ہو نہ کہ افواہ پر اگر عقل کو آدمی معطل کر دے اور اس کے پاس صرف گز بھر کی زبان رہ جائے تو تحقیق کے بغیر وہ کان میں پڑی ہوئی ہر بات کی روایت شروع کر دے گا اور اس طرح وہ خود بھی شیطان کے پھیلائے ہوئے فتنہ میں مبتلا ہو گا۔ اور دوسروں کو بھی مبتلا کرے گا۔ اس آیت میں مسلمانوں کو اسی خطرہ سے آگاہ کیا گیا ہے۔ کہ اس معاملہ میں کچھ لوگوں نے عقل کے بجائے صرف اس زبان کو قبول روایت کا ذریعہ بنایا اور علم کے بجائے محض ایک افواہ کی روایت شروع کر دی۔ انہوں نے یہ بات ایک معمولی بات سمجھی حالانکہ اپنے نتائج کے اعتبار سے یہ چیز نہایت خطرناک اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ایک جرم عظیم ہے۔

آیت نمبر ۱۶۔ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ.

سُبْحٰنَكَ یہاں بالکل اسی مفہوم میں ہے۔ جس مفہوم میں ہم معاذ اللہ بولتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے سامنے ایک ایسی بات آئی تھی جو ثبوت سے بالکل خالی تھی اور جس کی زد صرف ایک مؤمنہ کی عزت ہی پر نہیں بلکہ ام المومنینؓ کی عزت پر پڑ رہی تھی تو تم نے اس کو سنتے ہی یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ بے ثبوت کسی مومنہ کی شان میں ایسی بات زبان سے نکالنے کا ہمیں کوئی حق نہیں ہے۔ معاذ اللہ یہ صریح بہتان ہے۔

اس آیات سے ہر بات خبر اور افواہ کی تحقیق کر لینے کی اہمیت و تاکید کا پتہ چلتا ہے۔

آیت نمبر ۱۷۔ ۱۸۔ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ

لفظ وعظ کے اندر ڈانٹ اور نہی کا مفہوم مضمر ہے۔ یہ آیتیں بھی اسی طرح بطور تنبیہ ہیں جس طرح اوپر تین آیتیں گزر چکی ہیں۔ اس سورہ میں جو ہدایات دی گئی ہیں وہ خدا کے غضب سے محفوظ رہنے کیلئے نہایت ضروری ہیں۔ اس وجہ سے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ یہ تنبیہات بار بار آ رہی ہیں مطلب یہ ہے کہ خدا تمہیں تنبیہ کر رہا ہے کہ ایسی حرکت آئندہ پھر کبھی تم سے صادر نہ ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی اس طرح کی باتوں سے رکنا ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ اگر ان سے بچنے کی کوشش نہ کیا گیا تو ایمان کا دعویٰ بالکل بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔ نُبَيِّنُ اللّٰهُ الآيةَ یعنی اللہ نے اپنی ہدایات اچھی طرح واضح کر دی ہیں اب ذمہ داری تمہاری ہے اور یہ یاد رکھو کہ اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اس وجہ سے جو کچھ اس نے بتایا ہے اسی میں تمہارے لیے خیر و برکت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ احکام ایک علیم و حکیم کے بتائے ہوئے اور سکھائے ہوئے ہیں کسی کو خدا سے زیادہ علیم و حکیم ہونے کے گھمنڈ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

آیت نمبر ۱۹۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ......

فتنہ یہود کی سازش: یہ ان منافقین کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے یہ فتنہ بھڑکایا جو یہود کے زیر اثر تھے۔ اور یہود پر یہ بات بہت شاق تھی کہ مسلمانوں کی اخلاقی برتری کی دھاک ان کے مخالفوں کے دلوں پر بیٹھتی جا رہی ہے۔ عربوں کا معاشرہ دور جاہلیت میں بالکل خبیثوں و خبیثات کا معاشرہ بن چکا تھا اور یہود کا حال اہل کتاب ہونے کے باوجود ان سے بھی زیادہ برا تھا۔ اب جب انہوں نے دیکھا کہ اسی گندگی کے ڈھیر سے طیبون و طیبات کا ایک ایسا پاکیزہ معاشرہ ابھر رہا ہے۔ جو فرشتوں کیلئے بھی قابل رشک ہے تو اس آئینہ میں ان کو اپنی تصویر بہت مکروہ نظر آئی۔ اس کا انتقام لینے کی تدبیر انہوں نے یہ سوچی کہ مسلمانوں کے اندر بھی برائی اور بے حیائی کا چرچا پھیلے اور اس کار خیر کیلئے انہوں نے اپنے زیر اثر منافقین کو ذریعہ بنایا جنہوں نے خاص اہل بیت رسالت کو ہدف بنایا کہ اگر وہ اپنی اس سازش میں کامیاب ہو گئے تو مسلمانوں کے اخلاقی وقار کی ساری عمارت گر جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے ان کی سازش کامیاب نہ ہونے دی۔ انہی اشرار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو لوگ یہ ارمان رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر برائی و بے حیائی کا چرچا ہو ان کیلئے دنیا اور آخرت دونوں میں ایک دردناک عذاب ہے۔

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں۔

"آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ اس طرح الزامات گھڑ کر اور انہیں اشاعت دیکر مسلم معاشرے میں بد اخلاقی پھیلانے اور امت مسلمہ کے اخلاق پر دھبہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

وہ سزا کے مستحق ہیں۔ لیکن آیت کے الفاظ فحش پھیلانے کی تمام صورتوں پر حاوی ہیں۔ ان کا اطلاق عملاً بدکاری کے اڈے قائم کرنے پر بھی ہوتا ہے۔ اور بداخلاقی کی ترغیب دینے والے اور اس کیلئے جذبات کو اکسانے والے قصوں، اشعار، گانوں، تصویروں اور کھیل تماشوں پر بھی۔ نیز وہ کلب اور ہوٹل اور دوسرے ادارے بھی ان کی زد میں آجاتے ہیں۔ جن میں مخلوط رقص اور مخلوط تفریحات کا انتظام کیا جاتا ہے۔ قرآن صاف کہہ رہا ہے۔ کہ یہ سب لوگ مجرم ہیں۔ صرف آخرت ہی میں نہیں، دنیا میں بھی ان کو سزا ملنی چاہیے۔ لہذا ایک اسلامی حکومت کا فرض ہے۔ کہ اشاعت فحش کے ان تمام ذرائع کا سدباب کرے۔ اس کے قانون تعزیرات میں ان تمام افعال کو قابل سزا، قابل دست اندازی پولیس ہونا چاہیے جن کو قرآن یہاں پبلک کے خلاف جرائم قرار دے رہا ہے۔ اور فیصلہ کر رہا ہے کہ ان کا ارتکاب کرنے والے سزا کے مستحق ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۳)۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ یہ ان مسلمانوں کو تنبیہ ہے جو ان چھپے ہوئے فسادیوں سے اچھی طرح آگاہ نہ ہونے کے باعث ان کے اٹھائے ہوئے فتنوں کے لپیٹ میں آجاتے تھے اور اس موقع پر بھی کچھ لوگ آگئے۔ (تفصیل دیکھیے عنوان فحش کی ممانعت)

آیت نمبر ۲۰۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ....

سخت وارننگ : مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے مسلمانوں سے اس شدید غلطی پر گرفت نہیں کی ورنہ تمہارے اندر کے لوگوں نے جس طرح اسلام کے دشمنوں کی مقصد برآری کا سامان کیا تھا اس پر تم سزاوار تھے کہ خدا کی گرفت میں آجاتے لیکن خدا رؤف و رحیم ہے اس وجہ سے اس نے تمہاری غلطی کے باوجود تمہیں توبہ اور اصلاح کی مہلت دی۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

اے وہ لوگ جو ایمان لائے (مومنو) نہ پیروی کرو قدم (جمع)

اے مومنو! تم شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔

الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

شیطان اور جو پیروی کرتا ہے قدم (جمع) شیطان

اور جو شیطان کے قدموں کی پیروی کرتا ہے تو وہ (شیطان)

فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا

تو وہ بے شک حکم دیتا ہے بے حیائی کا اور بری بات کا اور اگر نہ

حکم دیتا ہے بے حیائی کا اور بری بات کا اور اگر تم پر

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ

فضل اللہ کا تم پر اور رحمت اس کی نہ پاک ہوتا تم سے

اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی آدمی بھی

مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ

کوئی آدمی کبھی بھی اور لیکن اللہ پاک کرتا ہے جسے

کبھی پاک نہ ہوتا۔ اور لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے

يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَلَا يَاْتَلِ

وہ چاہتا ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا اور نہ قسم کھائیں

اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ اور قسم نہ کھائیں

اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي

فضیلت والے تم میں سے اور وسعت والے کہ (نہ) دیں

تم میں سے فضیلت والے، (اور مال میں) وسعت والے کہ وہ

الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ

قرابت دار اور مسکینوں اور ہجرت کرنے والے میں راہ

قرابت داروں کو اور مسکینوں کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو

اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ

اللہ اور چاہئے کہ وہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے ؟

نہ دیں گے اور چاہئے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم نہیں

اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ٢٢

کہ بخش دے اللہ تمہیں اور اللہ بخشنے والا نہایت مہربان

چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ

بے شک جو لوگ تہمت لگاتے ہیں پاکدامن (جمع) بھولی بھالی انجان

بے شک جو لوگ پاکدامن انجان مومن عورتوں پر تہمت لگاتے

الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ

مومن عورتیں لعنت ہے ان پر دنیا میں اور آخرت اور ان کے لئے

ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لئے

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ٢٣ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ

عذاب بڑا دن گواہی دیں گی ان پر (خلاف) انکی

بڑا عذاب ہے جس دن ان کی زبانیں ان کے ہاتھ اور

اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا

زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں اس کی جو وہ

ان کے پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے اس کی جو وہ

يَعْمَلُوْنَ ۝ ٢٤ يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ

کرتے تھے اس دن پورا دے گا انہیں اللہ ان کا بدلہ

کرتے تھے۔ اس دن اللہ انہیں ان کا بدلہ ٹھیک ٹھیک

الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۝ ٢٥

صحیح (ٹھیک ٹھیک) اور وہ جان لیں گے کہ اللہ وہی برحق ظاہر کرنے والا

پورا دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی برحق ہے (حق کو) ظاہر کرنیوالا

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ

ناپاک (گندی) عورتیں گندے مردوں کے لئے اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے

گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کیلئے ہیں

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ

اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد (جمع) پاک عورتوں کے لئے

اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں

اُولٰۗىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ

یہ لوگ مبرا ہیں اس سے جو وہ کہتے ہیں ان کے لئے

یہ لوگ اس سے مبرا (بری) ہیں جو وہ کہتے ہیں ان کے لئے

مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ ٢٦ ع

مغفرت اور روزی عزت کی

مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔

معانی و گرامر

رکوع نمبر ۳

اسماء

خُطُوٰتِ : قدم۔ واحد خُطْوَۃٌ چلنے والے کے قدموں کا درمیانی فاصلہ
اَلْفَحْشَآءِ : بے حیائی والی باتیں ، واحد فَاحِشَۃٌ ۔
اَلْمُنْكَرِ : بری بات ، ناجائز بات ۔
اَلسَّعَةِ : فراخی ، خوشحالی ۔
اَلْقُرْبٰى : رشتہ دار ، قریبی ۔ اَقْرَبُ کی مؤنث ۔
سَبِيْلِ : راستہ ، جمع سُبُلٌ ۔
اَلْغٰفِلٰتِ : بے خبر عورتیں ۔ سادہ لوح عورتیں ۔ واحد غَافِلَۃٌ ۔
اَلْخَبِيْثٰتُ : پلید چیزیں ۔ واحد خَبِيْثَۃٌ ، خبیث عورت ۔
اَلْخَبِيْثِيْنَ : پلید مرد ۔ واحد خَبِيْثٌ ۔
اَلطَّيِّبٰتُ : پاکیزہ چیزیں ۔ واحد طَيِّبَۃٌ ۔
اَلطَّيِّبِيْنَ : پاکیزہ مرد ۔ واحد طَيِّبٌ ۔
مُبَرَّءُوْنَ : بری الذمہ ۔ واحد مُبَرَّءٌ ۔

افعال

لَا تَتَّبِعُوْا : نہ پیروی کرو ، نہ پیچھے چلو ۔ فعل نہی حاضر معروف ۔ جمع مذکر ۔
يَاْمُرُ : وہ حکم دیتا ہے ، فعل مضارع معروف ، واحد مذکر غائب ۔
زَكٰى : وہ پاک ہوا ، فعل ماضی معروف ، واحد مذکر غائب ۔
يُزَكِّيْ : وہ پاک کرتا ہے ۔ فعل ماضی معروف ، واحد مذکر غائب ۔
يَشَآءُ : وہ چاہتا ہے فعل مضارع معروف ، واحد مذکر غائب ۔
لَا يَاْتَلِ : نہ قسم کھائے وہ ، فعل نہی غائب معروف ، واحد مذکر غائب ۔
اَنْ يُّؤْتُوْا : کہ نہیں دیں گے ، اصل میں لَا يُؤْتُوْا ہے ۔ فعل مضارع منفی جمع مذکر ۔

وَلْيَعْفُوْا : اور چاہیے کہ معاف کر دیں ، فعل امر غائب معروف ، جمع مذکر ۔
وَلْيَصْفَحُوْا : اور چاہیے کہ چشم پوشی کریں ، درگزر کریں ، فعل امر غائب معروف جمع مذکر ۔
لَا تُحِبُّوْنَ : تم نہیں چاہتے ہو ۔ فعل مضارع منفی ، جمع مذکر حاضر ۔
يَرْمُوْنَ : وہ تہمت لگاتے ہیں ۔ فعل مضارع معروف ، جمع مذکر غائب ۔
لُعِنُوْا : لعنت کیے جائیں گے ، ان پر لعنت کی جائے گی ۔ فعل ماضی مجہول جمع مذکر غائب ۔
تَشْهَدُ : گواہی دے گی ۔ فعل مضارع معروف ، واحد مؤنث غائب ۔
يُوَفِّيْهِمُ : پورا پورا بدلہ دے گا ۔ فعل مضارع معروف ، واحد مذکر غائب ۔

حروف جار

فِیْ ۔ لِ ۔ مِنْ ۔ عَلٰى ۔ بِا ۔

مرکب اضافی

خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۔ اُولُوا الْفَضْلِ ۔ اُولِی الْقُرْبٰى ۔ اَيْدِيْهِمْ ۔ اَرْجُلُهُمْ ۔

مرکب توصیفی

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ اَلْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۔ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۔

فعل امر

لِيَعْفُوْا ، لِيَصْفَحُوْا

فعل نہی

لَا تَتَّبِعُوْا ۔ لَا يَاْتَلِ ۔

تشریح.........رکوع نمبر ۳

آیت نمبر ۲۱۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ.........

فرمایا کہ شیطان اور اس کے ایجنٹوں کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ شیطان جب بھی سمجھائے گا برائی اور بے حیائی کی راہ ہی سمجھائے گا۔ وہ کبھی نیکی اور بھلائی کی راہ نہیں سمجھائے گا۔ یہ تنبیہ یوں تو عام ہے لیکن یہاں خاص طور پر اسی ہدایت کو مؤکد کر دیا ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔ کہ کسی کی عزت کے معاملے میں ہر اس بات کی نقل نہ شروع کر دو۔ جس کے باب میں تمہیں کوئی علم نہ ہو۔ جس بات کا کوئی ثبوت نہ ہو وہ محض ظن ہے اور ظن کی پیروی شیطان کی پیروی ہے۔

لطیف تنبیہ : یہ اسی سلسلہ کی ایک نہایت تنبیہ ہے جو لوگ دوسروں کے عزت و ناموس کے معاملے میں ہر قسم کی کچی جھوٹی باتیں بے پروائی سے قبول کر لیتے اور ان کی بناء پر ان سے بدگمانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کا یہ رویہ بتاتا ہے کہ وہ اپنے بارے میں ضرورت سے زیادہ حسن ظن بلکہ ایک قسم کے احساس تزکیہ میں مبتلا ہیں۔ اس برائی سے یہاں ان لوگوں کو آگاہ کیا ہے جنہوں نے ام المومنینؓ کے بارے میں دشمنوں کی اڑائی ہوئی افواہ کو بغیر کسی تحقیق کے قبول کر لیا فرمایا کہ ہر شخص یاد رکھے کہ جس کو بھی کوئی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ محض اللہ کے فضل سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر اس کی توفیق شامل حال نہ ہو تو کوئی پاک نہیں ہو سکتا تو کسی کو اپنے تزکیہ کا اتنا گھمنڈ نہ ہونا چاہیے کہ وہ دوسروں کے معاملے میں ہر قسم کی باتیں بے تحقیق قبول کر لے۔

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ میں اس بات کی یاد دہانی ہے کہ جو شخص اپنی ذات کے معاملے میں ضرورت سے زیادہ حسن ظن میں مبتلا ہوتا ہے وہ اس بات کو نہ بھولے کہ خدا سمیع و علیم ہے وہ ہر شخص کی پوشیدہ بات کو بھی سنتا اور جانتا ہے۔ الغرض اللہ جانتا ہے کہ کس میں بھلائی کی طلب موجود ہے اور کون برائی کی رغبت رکھتا ہے۔ ہر شخص اپنی خلوتوں میں جو باتیں کرتا ہے اللہ انہیں سن رہا ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنے دل میں بھی جو کچھ سوچا کرتا ہے۔ علیم بذات الصدور اس سے بے خبر نہیں ہوتا۔ اس بنا پر اسی علم کی بناء پر اللہ فیصلہ کرتا ہے کہ کسے پاکیزگی بخشے اور کسے نہ بخشے۔

آیت نمبر ۲۲۔ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ...

عفو و در گذر : آیت پاک میں ان لوگوں کے باب میں عفو و در گذر کی ہدایت فرمائی جو محض اپنی سادگی کے سبب سے اس فتنہ کی سنگینی کا اندازہ نہ کر پائے۔ اور اس کو آگے نقل کرنے لگے اس ہدایت کی ضرورت اس وجہ سے تھی کہ اصل حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد اس بات کا اندیشہ تھا کہ بہت سے لوگ ان لوگوں کی امداد و سرپرستی سے دستکش ہو جائیں گے جنہوں نے کسی نوعیت سے اس جھوٹ کے پھیلانے میں حصہ لیا روایات میں ہے کہ مسطحؓ ایک نادار صحابی حضرت ابو بکرؓ کے عزیز تھے۔ حضرت ابو بکرؓ ان کی سرپرستی فرماتے تھے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ بھی اس فتنہ میں شریک ہیں تو قدرتی طور پر آپ کو نہایت صدمہ ہوا اور آپ نے قسم کھائی کہ اب میں مسطحؓ کی کبھی کوئی مدد نہیں کروں گا۔ اسی قسم کے رویہ کا اندیشہ دوسرے غیرت مند مسلمانوں کی طرف سے بھی تھا اس وجہ سے ارشاد ہوا کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نوازا ہے۔ اور مال کی کشادگی عطا فرمائی ہے۔ وہ مستحق قرابت داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں، ان کی کسی غلطی کی بناء پر اپنی سرپرستی و امداد سے محروم کر دینے کی قسم نہ کھا بیٹھیں بلکہ عفو و درگزر سے کام لیں غلطیاں ہر ایک سے ہوتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ درگزر فرماتا ہے۔ اگر وہ ہر ایک کی غلطی پر مواخذہ کرے تو اس کے مواخذہ سے کون بچ سکتا ہے۔ ! تو جو لوگ اپنی غلطیوں پر اللہ کی مغفرت کے طلبگار ہیں انہیں چاہیے کہ وہ بھی دوسروں کی غلطیوں کو معاف کریں۔ اللہ غفور و رحیم ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کی صفات کا عکس اس کے بندوں کے اندر بھی پایا جائے۔

آیت میں اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ کے الفاظ ذمہ داری کی یاد دہانی کیلئے ہیں کہ جن کو اللہ اپنے فضل کی کشادگی سے نوازتا ہے۔ ان سے وہ یہ چاہتا ہے کہ جس طرح خدا نے ان کو کشادگی کے ساتھ ان کی غلطیوں کے باوجود دیا ہے۔ اسی طرح وہ بھی اس کے بندوں کو فیاضی کے ساتھ دیں اور ان کی کسی غلطی سے متاثر ہو کر ان کی مدد سے ہاتھ نہ کھینچیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو اسے سنتے ہی حضرت ابو بکرؓ نے فوراً کہا!

بَلٰى وَاللّٰهِ اِنَّا نُحِبُّ اَنْ تَغْفِرَ لَنَا يَا رَبَّنَا. واللہ! ہم ضرور چاہتے ہیں کہ تم ہماری خطائیں فرما دے!۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ یہ قسم بعض اور صحابہ نے بھی کھائی تھی کہ جن جن لوگوں نے اس بہتان میں حصہ لیا ہے۔ ان کی وہ کوئی مدد نہیں کریں گے۔ اس آیت کے نزول کے بعد ان سب نے اپنی قسم سے رجوع کر لیا۔ اس طرح وہ تلخی فوراً دور ہو گئی جو اس فتنے نے پھیلا دی تھی۔

Scanned with CamScanner

اُولِی الْقُرْبٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کے الفاظ اظہار استحقاق کیلئے ہیں کہ جو لوگ قرابت مند بھی ہیں۔ مسکین بھی ہیں اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی مشکلات بھی برداشت کی ہیں وہ بہر حال اپنا ایک حق رکھتے ہیں اور وہ محض اس بناء پر اپنے اس حق سے محروم نہیں ہو جائیں گے کہ نادانستہ وہ کسی غلطی کے مرتکب ہو گئے۔

اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ. میں اسی باریک حقیقت کی طرف اشارہ ہے جس کی طرف اوپر والی آیت میں ارشاد ہوا ہے جس طرح کسی کے بارے میں محض افواہوں کی بناء پر بدگمانی میں مبتلا ہو جانا خود اپنے بارے میں ضرورت سے زیادہ حسن ظن بلکہ ادعائے تزکیہ کی دلیل ہے اسی طرح کسی غلطی پر اس سے درگزر نہ کرنا اور اس کو اپنی سرپرستی سے محروم کر دینا اپنے آپ کو غلطیوں سے مبرا سمجھنے کے ہم معنی ہے۔

آیت نمبر ۲۳۔۲۵۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ..........

مُحْصَنٰتٌ یہاں پاکدامن شریف زادیوں کے مفہوم میں ہے۔ اور غٰفِلٰتٌ سے مراد دنیا کے چھل فریب سے ناآشنا بھولی بھالی خواتین ہیں۔ اگرچہ الفاظ عام ہیں اور مراد ان سے وقت کے مسلم معاشرہ کی تمام شریف زادیاں ہیں۔ لیکن ان میں ایک لطیف اشارہ خاص طور پر حضرت عائشہؓ کی طرف ہے۔ ان الفاظ کا سب سے اعلیٰ مصداق وہی ہو سکتی ہیں۔

رَمْیٌ کے اصلی معنی تو تیر مارنے کے ہیں لیکن یہ کسی پر تہمت اور بہتان لگانے کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں غٰفِلٰتٌ پر تہمت لگانے کیلئے اس لفظ کے استعمال میں یہ اشارہ ہے کہ جو لوگ بھولی بھالی پاکدامن بیبیوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ گویا سوتے میں ان کو اپنی تیر اندازی کا نشانہ بناتے ہیں۔ آنحضورؐ کی حدیث ہے کہ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا ان سات کبیرہ گناہوں میں سے ہے جو موبقات یعنی تباہ کن ہیں۔ ایک دوسرے موقعہ پر آپؐ نے فرمایا۔ قَذْفُ الْمُحْصَنَةِ یَهْدِمُ عَمَلَ مِاْةَ سَنَةٍ. یعنی ایک پاک دامن عورت پر تہمت لگانا۔ سو برس کے اعمال کو غارت کر دینے کیلئے کافی ہے۔

تہمت لگانیوالے: فرمایا کہ ایسے لوگوں پر دنیا اور آخرت دونوں میں خدا کی پھٹکار ہے۔ نہ یہ دنیا میں آبرومند ہوں گے نہ آخرت میں۔ دنیا میں بھی عنقریب ان کی جڑ کٹ کے رہے گی۔ اور آخرت میں تو ان کیلئے بہر حال عذاب عظیم ہے۔ ان منافقین پر اللہ تعالیٰ کی اس لعنت کا اثر بالآخر یہ ظاہر ہوا کہ اسلام کے غلبہ نے ان کا اور ان کے سرغنوں کا سرزمین عرب سے خاتمہ کر دیا۔

یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ الاٰیة. یعنی جس دن خدا کے عذاب عظیم سے سابقہ

پیش آئے گا اس دن نہ وہ خود کوئی عذر پیش کر سکیں گے۔ اور نہ ان کے جرم کو ثابت کرنے کیلئے کسی خارجی شہادت کی ضرورت ہوگی۔ اس دن ان کی زبانیں ان کے ہاتھ پاؤں خود ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ آج وہ اپنی ان سازشوں پر پردہ ڈال سکتے ہیں۔ لیکن ان کی زبانوں اور ان کے ہاتھ پاؤں سے تو ان کی کوئی حرکت ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ انہی گواہوں سے خدا گواہی دلوا دے گا۔ کہ انہوں نے کیا کیا تہمتیں لگائیں۔ اور کیا کیا فساد برپا کیے ہیں۔ (تفصیل کیلئے عنوان قذف دیکھئے)

یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ لفظ دِیْن یہاں بدلہ اور جزا کے معنی میں ہے۔ یعنی اس دن اللہ تعالیٰ ان کا بدلہ پورا پورا چکا دے گا۔ ان کے ساتھ نہ کوئی رعایت ہوگی۔ نہ کوئی زیادتی یہ اللہ کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔ نہ یہ یقین ہے کہ اللہ سراپا عدل ہے اس لئے لازماً وہ حق کو غالب اور باطل کو مغلوب کر کے رہے گا۔ اور نہ یہ یقین ہے کہ وہ ہر چیز کو واضح کرنے والا ہے۔ ان غلط فہمیوں نے ان کو ان کی شرارتوں میں بہت جری بنا دیا ہے۔ لیکن اس دن ان پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ خدا سراپا عدل ہے اور اسی کے ساتھ وہ مُبِیْن یعنی تمام حقائق کو کھولنے والا بھی ہے۔

آیت نمبر ۲۶۔ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ

یعنی اس دنیا میں تو ابھی حالات پر کچھ پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور پاک و ناپاک دونوں رلے ملے ہوئے ہیں۔ لیکن جب جزا کا دن آئے گا تو اس دن نفوس کی درجہ بندی جیسا کہ آیت وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (تکویر۔۷) میں ارشاد فرمایا ہے اعمال و اخلاق اور ایمان و عقائد کے اعتبار سے ہوگی۔ اس دن خبیث عورتیں مردوں کے ساتھ باندھ دی جائیں گی اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے ساتھ جوڑ دیے جائیں گے۔ اسی کے مقابل میں پاکیزہ اخلاق عورتوں کو پاکیزہ صفات مردوں کی رفاقت حاصل ہوگی اور پاکیزہ اخلاق مردوں کو پاکیزہ اخلاق بیویاں ملیں گی۔ اور یہ لوگ اس دن تمام خرافات سے جو ان کے خلاف کی جا رہی ہیں۔ بالکل پاک ہوں گے اور ان کیلئے مغفرت اور باعزت روزی ہوگی۔

یہ آیت حضرت عائشہؓ کی شان میں مزید اضافہ کرتی ہے جو آپ کی زوجہ محترمہ تھیں آنحضورؐ کی پاکیزہ نفسی کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کے پسینہ سے خوشبو آتی تھی ایسی پاک ہستی کی رفاقت کیلئے اللہ کو یقیناً ایک پاک ہستی ہی منظور ہو سکتی ہے۔ حضرت عائشہؓ سے نکاح کی بشارت حضورؐ کے پاس عرش سے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ آئی تھی۔ خاتم النبین محمد عربیؐ نے عائشہؓ کے حجرہ

مبارک میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے جس وقت طائر روح نے جسد پاک سے پرواز کیا اس وقت حضرت محمد کا سر مبارک اماں عائشہؓ کی گود میں تھا۔

ایک شاعر حضرت عائشہؓ کو نذرانہ عقیدت پیش کرتا ہے۔

ہوں میرے ماں باپ قربان اس مقدس نام پر
عائشہؓ کے سینکڑوں احسان ہیں اسلام پر

جس کی عظمت کی گواہی دی کلام اللہ نے
جس کی غیرت کے نشان ہیں دامن ایام پر

جس پر باندھا تھا خدا کے دشمنوں نے اتہام
آج تک انسان شرمندہ ہے اس الزام پر

مولانا عبدالمجید سوہدریؒ نے حضرت عائشہؓ کے فضائل میں یہ اشعار لکھے ہیں۔

تیری پاکیزگی پہ نطق فطرت نے گواہی دی
تجھے عظمت عطا کی عافیت بخشی فضیلت دی

اگر تیری سحر پرور ادا پر حرف آجاتا
خدا کا انتخابی فیصلہ مخدوش ہو جاتا

خدائے لم یزل کا بار با تجھ پر سلام آیا
مبارک ہیں وہ لب جن پہ ادب سے تیرا نام آیا

رسول اللہ نے رکھا ہے صدیقہ لقب تیرا
فقط فرش نہیں عرش بھی کرتے ہیں ادب تیرا

تیرا حجرہ امین خاص ہے ذاتِ رسالت کا
ارض پہ یہی ٹکڑا ہے باغ جنت کا

اسی میں رحمت للعالمین رہتے تھے رہتے ہیں
تیرا حجرہ ہے جس کو گنبد خضریٰ بھی کہتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ

اے جو لوگ ایمان لائے (مومن) تم نہ داخل ہو گھر (جمع) سوا

اے مومنو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل

بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ

اپنے گھروں کے یہاں تک کہ تم اجازت لے لو اور تم سلام کرلو پر

نہ ہو یہاں تک کہ تم اجازت لے لو اور تم ان کے رہنے والوں کو سلام

أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ٢٧

ان کے رہنے والے یہ بہتر ہے تمہارے لئے تاکہ تم نصیحت پکڑو

کرلو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو

فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا

پھر اگر تم نہ پاؤ اس میں کسی کو تم نہ داخل ہو اس میں

پھر اگر اس (گھر) میں تم کسی کو نہ پاؤ تو اس میں داخل نہ ہو

حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا

یہاں تک کہ اجازت دی جائے تمہیں اور اگر کہا جائے تمہیں تم لوٹ جاؤ تو تم

یہاں تک کہ تمہیں اجازت دی جائے اور اگر تمہیں کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو تم

فَارْجِعُوا ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ٢٨

لوٹ جایا کرو یہی زیادہ پاکیزہ اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو

لوٹ جایا کرو یہی تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ جاننے والا ہے

لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ

نہیں تم پر کوئی گناہ اگر تم داخل ہو ان گھروں میں جہاں کسی کی

تم پر (اس میں) کوئی گناہ نہیں اگر تم ان گھروں میں داخل ہو جن میں کسی کی

Scanned with CamScanner

مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

سکونت نہیں جن میں کوئی چیز تمہاری اور اللہ جانتا ہے

سکونت (رہائش) نہیں جس میں تمہاری کوئی چیز ہو اور اللہ خوب جانتا ہے۔

مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ٢٩ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو آپؐ فرمادیں مومن (مردوں) کو

جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو آپؐ فرمادیں مومن مردوں کو کہ

يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ

وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہیں

وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں

ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ٣٠

یہ زیادہ ستھرا ان کے لئے بیشک اللہ باخبر ہے اس سے جو وہ کرتے ہیں

یہ ان کے لئے زیادہ ستھرا ہے بیشک اللہ اس سے باخبر ہے جو وہ کرتے ہیں

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

اور فرمادیں مومن عورتوں کو وہ نیچی رکھیں سے اپنی نگاہیں

اور آپؐ فرمادیں مومن عورتوں کو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں

وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ

اور وہ حفاظت کریں اپنی شرمگاہیں اور وہ ظاہر نہ کریں اپنی زینت

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کے مقامات کو ظاہر نہ کریں

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى

مگر جو اس سے ظاہر ہوا اور ڈالے رہیں اوڑھنیاں اپنی پر

مگر جو اس میں سے ظاہر ہوا (جس کا ظاہر ہونا ناگزیر ہے) اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے

جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا

سینے (گریبان) اور نہ وہ ظاہر کریں اپنی زینت سوائے

گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کے مقام کو ظاہر نہ کریں ماسوائے

لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ

اپنے خاوندوں پر اپنے باپ (جمع) اپنے شوہروں کے باپ (خسر) اپنے بیٹے

اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ پر اپنے خسر یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں

اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ

کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھائی کے بیٹے (بھتیجے) یا اپنی

کے بیٹے بیٹوں یا بھائی کے بیٹے یا اپنے بھانجوں (بہنوں کے بیٹوں)

اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ

بہنوں کے بیٹے (بھانجے) یا اپنی مسلمان عورتیں

یا اپنی مسلمان عورتوں پر

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي

یا جن کے مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ (کنیزیں) یا خدمتگار مرد

یا اپنی کنیزوں یا وہ خدمت گار مرد جو (عورتوں سے) غرض نہ

الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ

نہ غرض رکھنے والے یا لڑکے وہ جو کہ وہ

رکھنے والے ہوں یا وہ لڑکے جو ابھی

لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ

نہیں واقف پر عورتوں کے پردے اور وہ نہ ماریں

واقف نہیں عورتوں کے پردے کے (معاملات پر) اور وہ

بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط

اپنے پاؤں کر جان (پہچان) لیا جائے جو چھپائے ہوئے ہیں سے اپنی زینت

اپنے پاؤں زمین پر نہ ماریں کہ وہ جو اپنی زینت چھپائے ہوئے ہیں پہچانی جائے

وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ

اور تم توبہ کرو اللہ کی طرف سب اے ایمان والو!

اے ایمان والو تم سب اللہ کے آگے توبہ کرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۳۱ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ

تاکہ تم فلاح (دو جہان کی کامیابی) پاؤ اور تم نکاح کرو بیوہ عورتیں اپنے میں

تاکہ تم دو جہانوں کی کامیابی پاؤ اور تم نکاح کرو اپنی بیوہ عورتوں کا اپنے

وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ط اِنْ

اور نیک سے اپنے غلام اور کنیزیں اگر

نیک غلاموں اور اپنی کنیزوں کا اگر

يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط وَاللّٰهُ

وہ تنگدست (جمع) ہوں انہیں غنی کردے گا اللہ سے اپنے فضل اور اللہ

وہ تنگدست ہوں تو اللہ انہیں غنی کردے گا اپنے فضل سے اور اللہ

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۳۲ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ

وسعت والا علم والا اور چاہیے کہ بچے رہیں وہ لوگ نہیں پاتے

وسعت والا علم والا ہے اور چاہیے کہ بچے رہے (پاکدامن رہیں) وہ کہ

نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط

نکاح یہاں تک کہ انہیں غنی کردیگا اللہ اپنے فضل سے

نکاح (مقدور) نہیں پاتے یہاں تک کہ انہیں غنی کردیگا اللہ اپنے فضل سے

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ

اور جو لوگ چاہتے ہوں مکاتب ان میں سے جو مالک ہوں

اور مکاتب (لکھ دے کر آزادی کی تحریر) چاہتے ہوں تو تم

اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ

تمہارے (دائیں ہاتھ غلام) تو تم ان سے مکاتبت (آزادی) اگر تم جانو (پاؤ) ان میں

ان سے مکاتبت (آزادی کی تحریر) کرلو اگر تم ان میں

خَيْرًا ق وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ط

بہتری اور تم ان کو دو سے اللہ کا مال جو اس نے تمہیں دیا

بہتری پاؤ اور اس مال میں سے ان کو دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ

اور تم نہ مجبور کرو اپنی کنیزیں بدکاری پر اگر وہ چاہیں

اور اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاکدامن رہنا

تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ط وَمَنْ

پاکدامن رہنا تاکہ تم حاصل کرلو سامان زندگی دنیا اور جو

چاہیں (محض اس لیے کہ) تم دنیا کی زندگی چاہتے اور جو انہیں

يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ

انہیں مجبور کریگا تو بیشک اللہ بعد ان کی مجبوری

مجبور کریگا تو اللہ ان (بیچاریوں کے) مجبور کرنے کے بعد

Scanned with CamScanner

عَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٣٣ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ

بخشنے والا نہایت مہربان ۔ اور تحقیق ہم نے نازل کئے تمہاری طرف احکام

بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۔ اور تحقیق ہم نے تمہاری طرف نازل کئے واضح احکام

مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ

واضح اور مثالیں سے گزرے

اور ان لوگوں کی مثالیں جو تم سے پہلے

قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝٣٤ ع

تم سے پہلے اور نصیحت پرہیزگاروں کے لئے

گزرے ہیں اور نصیحت پرہیزگاروں کے لئے ہے

معانی و گرامر

رکوع نمبر ۴

اسماء

بُيُوْتًا : گھر، رہائش گاہیں، واحد بَيْتٌ

اَزْكٰى : زیادہ پاکیزہ ۔ زَكٰى يَزْكِيْ سے اسم تفضیل کا صیغہ ۔

جُنَاحٌ : گناہ، جرم ۔

غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ : غیر آباد، جس میں کوئی رہائش نہ رکھتا ہو ۔

مَتَاعٌ : سامان، اسباب، جمع اَمْتِعَةٌ ۔

اَبْصَارِهِمْ : ان کی نگاہیں، ان کی نظریں ۔ واحد بَصَرٌ ۔

فُرُوْجَهُمْ : ان کی شرم گاہیں ۔ واحد فَرْجٌ ۔

زِيْنَةٌ : خوبصورتی، سنگار ۔

خُمُرِهِنَّ : اپنی اوڑھنیاں ۔ واحد خِمَارٌ ۔

بُعُوْلَتِهِنَّ : ان کے شوہر، ان کے خاوند، واحد بَعْلٌ ۔

اَلتّٰبِعِيْنَ : خدمت گار، نوکر، ملازم ۔ واحد تَابِعٌ ۔ تابعین ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کام کاج کے لیے کسی گھر میں رہائش رکھتے ہیں ۔

اُولِي الْاِرْبَةِ : حاجتمند، ضرورت والے ۔ اُولِيْ کا واحد ذُوْ ہے جس کا معنی ہے صاحب، والا ۔ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ کا مفہوم ہے: وہ نوکر یا ملازم جن کو بڑھاپے کی وجہ سے عورتوں کی ضرورت نہ ہو ۔

الطِّفْلِ : بچہ، نابالغ لڑکا ۔ جمع اَطْفَالٌ ۔

عَوْرٰتٌ : پردے کی باتیں، شرم کی باتیں ۔ جمع عَوْرَةٌ

جَمِيْعًا : سب کے سب ۔

اَلْاَيَامٰى : غیر شادی شدہ، مجرد ۔ واحد اَيِّمٌ

اَلصّٰلِحِیْنَ : نیکوکار ۔ واحد صَالِحٌ ۔

عِبَادِکُمْ : تمہارے غلام ۔ واحد عَبْدٌ ۔

اِمَآئِکُمْ : تمہاری لونڈیاں ۔ واحد اَمَۃٌ ۔

فُقَرَاءَ : تنگدست ، محتاج ۔ واحد فَقِیْرٌ ۔

اَلْکِتٰبَ : آزادی کی تحریر ۔ مُکَاتَبٌ وہ غلام ہوتا ہے جس کے ساتھ اس کا مالک ایک خاص رقم کے عوض آزادی کا وعدہ کرتا ہے ۔

اَیْمَانُکُمْ : تمہارے دائیں ہاتھ ۔ واحد یَمِیْنٌ ۔

فَتَیٰتِکُمْ : تمہاری لونڈیاں ۔

اَلْبِغَآءِ : بدکاری ۔ زناکاری ۔

تَحَصُّنًا : پاکدامنی ۔

عَرَضَ : مال ، سامان ، جمع اَعْرَاضٌ

مُبَیِّنٰتٍ : بیان کرنے والی ، واحد مُبَیِّنَۃٌ

مَوْعِظَۃٌ : نصیحت ۔

افعال

لَا تَدْخُلُوْا : نہ داخل ہو ۔ فعل نہی ، صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

تَسْتَاْنِسُوْا : اجازت لے لو ، فعل مضارع ، صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

تُسَلِّمُوْا : سلام کرو ، فعل مضارع ، صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

تَذَکَّرُوْنَ : تم نصیحت حاصل کرو ۔ تَتَذَکَّرُوْنَ تھا ایک تا حذف کردی گئی ۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر

لَمْ تَجِدُوْا : تم نہ پاؤ گے ، فعل جحد بِلَمْ ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

لَا تَدْخُلُوْھَا : نہ داخل ہو تم اسمیں ۔ فعل نہی ، صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

یُؤْذَنَ : اجازت دی جائے ، فعل مضارع مجہول ، صیغہ واحد مذکر غائب ۔

اِرْجِعُوْا : واپس لوٹ جاؤ ، فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

تُبْدُوْنَ : تم ظاہر کرتے ہو ۔ فعل مضارع معروف ، صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

یَکْتُمُوْنَ : تم چھپاتے ہو ۔ فعل مضارع معروف ، صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

یَغُضُّوْا : نظریں نیچی رکھیں ، فعل مضارع معروف ، صیغہ جمع مذکر غائب ۔

یَحْفَظُوْا : حفاظت کریں ۔ فعل مضارع معروف ، صیغہ جمع مذکر غائب ۔

یَصْنَعُوْنَ : وہ کرتے ہیں ۔ فعل مضارع معروف ، صیغہ جمع مذکر غائب ۔

یَغْضُضْنَ : نظریں نیچی رکھیں ۔ فعل مضارع معروف ، صیغہ جمع مؤنث غائب ۔

لَا یُبْدِیْنَ : نہ ظاہر کریں ، فعل مضارع معروف ، صیغہ جمع مؤنث غائب ۔

وَلْیَضْرِبْنَ : اور چاہیے کہ ڈال لیں ، فعل امر غائب ، صیغہ جمع مؤنث ۔

مَلَکَتْ : مالک ہوئے ، فعل ماضی معروف صیغہ واحد مؤنث غائب ۔

لَمْ یَظْھَرُوْا : نہیں واقف ہوئے ، نہیں پہچانا ۔ فعل جحد بلم ، صیغہ جمع مذکر غائب

لَا یَضْرِبْنَ : نہ ماریں زمین پر ، فعل امر غائب ، صیغہ جمع مؤنث ۔

لِیُعْلَمَ : تاکہ معلوم کیا جائے ، فعل مضارع مجہول ، صیغہ واحد مذکر غائب ۔

یُخْفِیْنَ : وہ چھپاتی ہیں ، فعل مضارع معروف ، صیغہ جمع مؤنث غائب ۔

تُوْبُوْا : تم توبہ کرو ، فعل امر حاضر معروف ، صیغہ جمع مذکر ۔

تُفْلِحُوْنَ : تم کامیاب ہوتے ہو ، فعل مضارع معروف ، صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

اَنْکِحُوْا : تم نکاح کرا دو ۔ فعل امر حاضر ، صیغہ جمع مذکر ۔

یُغْنِھِمُ اللّٰہُ : غنی کر دے گا اللہ انہیں ۔ یُغْنِیْ فعل مضارع معروف ، صیغہ واحد مذکر غائب ۔

لِیَسْتَعْفِفِ : چاہیے کہ بچائے رکھیں اپنے آپ کو ، فعل امر غائب ، صیغہ واحد مذکر ۔

لَا یَجِدُوْنَ : نہیں پاتے وہ ، فعل مضارع معروف ، صیغہ جمع مذکر غائب ۔

یَبْتَغُوْنَ : وہ طلب کرتے ہیں ، فعل مضارع معروف ، صیغہ جمع مذکر غائب ۔

فَکَاتِبُوْھُمْ : تو ان کو لکھ کر دے دو ، فعل امر ، صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

عَلِمْتُمْ : تم نے جان لیا ، تم نے معلوم کرلیا ، فعل ماضی ، صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

اٰتُوْھُمْ : دے دو ان کو ، فعل امر ، صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

لَا تُکْرِھُوْا : نہ مجبور کرو تم ، فعل نہی ، صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

Scanned with CamScanner

اِنْ اَرَدْنَ : اگر چاہیں وہ۔ فعل ماضی، صیغہ جمع مؤنث غائب۔

لِتَبْتَغُوْا : تاکہ طلب کرو تم۔ اصل میں تَبْتَغُوْنَ تھا، لام کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ فعل مضارع، صیغہ جمع مذکر حاضر۔

وَمَنْ یُّکْرِھْھُنَّ : اور جو کوئی انہیں مجبور کرے گا، یُکْرِہْ : فعل مضارع، صیغہ، واحد مذکر غائب۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَا : تحقیق ہم نے اتارا۔ فعل ماضی قریب، صیغہ جمع متکلم۔

خَلَوْا : گذر چکے۔ فعل ماضی، صیغہ جمع مذکر غائب۔

حروفِ جار

فی ۔ مِنْ ، الی ، علی ، با ۔ حتی

مرکب اضافی

غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ ۔ غَیْرَ مَسْکُوْنَۃٍ ۔ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ، مَالِ اللّٰہِ ۔

مرکب توصیفی

الحیٰوۃِ الدُّنْیَا ۔ آیَاتٍ مُّبَیِّنَاتٍ ۔

تفسیر ....رکوع نمبر ۴

آیت نمبر ۲۷۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ......

اِسْتِیْنَاسْ کے معنی متعارف ومانوس ہو جانے کے ہیں۔ اور بُیُوْتْ سے مراد رہائشی مکانات ہیں جن میں کسی کے بیوی بچے رہتے ہوں۔ فرمایا کہ اگر کسی مسلمان کو اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے رہائشی مکان میں جانے کی ضرورت پیش آئے تو یوں ہی بلا اطلاع نہ گھس جائے بلکہ پہلے انس وتعارف حاصل کرے جس کا شائستہ اور بابرکت طریقہ یہ ہے کہ دروازے پر کھڑا ہو کر گھر والوں کو سلام کرے۔ اگر ادھر سے سلام کا جواب اور اجازت ملے تو گھر میں داخل ہو ورنہ واپس ہو جائے۔

سلام اپنے آپ کو متعارف کرانے اور طلب اذن کا نہایت پاکیزہ طریقہ ہے۔ آیت میں تَسْتَاْنِسُوْا۔ کے بعد وَتُسَلِّمُوْا۔ طریقہ تعارف کی وضاحت کیلئے ہے۔ ظاہر ہے کہ جب دروازے پر کوئی سلام کرے گا تو گھر والے معلوم کر ہی لیں گے کہ کون صاحب ہیں؟ کیا چاہتے ہیں۔ اور گھر کے اندر ان کا داخل ہونا مناسب ہے یا نہیں اور اس وقت کا آنا مناسب ہے یا کسی اور وقت؟

اذن کیلئے سلام کا طریقہ : گھروں کے اندر داخل ہونے کیلئے طلب اذن کا کوئی نہ کوئی طریقہ تو تمام مہذب قوموں میں ہمیشہ سے آرہا ہے۔ عرب جاہلیت کے شرفاء میں بھی اس کا رواج تھا۔ بلکہ ان کے ہاں اس کیلئے جو الفاظ تھے وہ تقریباً بالکل ان الفاظ کے ہم معنی ہیں۔ جو اس وقت مغربی یا مغرب زدہ سوسائٹی میں رائج ہیں۔ لیکن اسلام نے ان کو اختیار نہیں کیا بلکہ ان کی جگہ پر سلام کی ہدایت فرمائی اور نبیؐ نے اس سلام کا طریقہ یہ بتایا کہ دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کرے۔ اگر کوئی جواب مل جائے تو فبہا اور اگر جواب نہ ملے تو تین بار تک سلام کر کے واپس لوٹ آئے۔

اس پابندی کے بعد ظاہر ہے کہ اس اندیشے کے امکانات کا سدباب ہو گیا کہ کوئی غیر مطلوب شخص کسی نامناسب وقت میں کسی کے زنانہ مکان کے اندر گھس آئے۔ اس کے بعد وہی لوگ گھروں کے اندر آسکتے تھے جو صاحب خانہ سے یا تو کوئی قرابت رکھتے ہوں یا صاحب خانہ کو ان پر پورا پورا اعتماد ہو۔

اس طریقہ کی برکتیں : ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔ یہ اس پابندی کی برکت واضح فرمائی ہے تاکہ طبیعت پر گراں نہ ہو۔ فرمایا کہ یہ تمہارے لئے موجب خیر وبرکت ہے تاکہ تمہیں یاد دہانی حاصل ہو جایا کرے۔ گویا اس کی نوعیت دروازے پر ایک مبارک نوٹس کی ہے

Scanned with CamScanner

کہ گھر میں داخل ہونے والے کو بھی یاد دہانی ہو جائے کہ وہ دوسرے کے اندرون خانہ میں قدم رکھ رہا ہے۔ جہاں اس کو کچھ خاص اخلاقی آداب کا لحاظ رکھنا ہے۔ اور گھر والوں کو بھی اطلاع ہو جائے کہ ان کے اندر اس وقت ایک ایسا شخص موجود ہے جس کے معاملے میں ان کے اوپر کچھ حدود و قیود ہیں جن کا احترام دنیا اور آخرت دونوں میں موجب خیر و برکت ہے۔

آیت نمبر ۲۸۔ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا........

یعنی اگر طلب اجازت کے بعد معلوم ہو جائے کہ گھر میں اس وقت اجازت دینے والا کوئی نہیں ہے۔ تو جب تک اجازت نہ ملے گھر کے اندر داخل نہ ہو اور اگر واپس ہو جانے کیلئے کہا جائے تو واپس ہو جاؤ۔

هُوَ أَزْكٰى لَكُمْ: یعنی ہر چند ہے تو یہ دل پر شاق گزرنے والی بات لیکن اخلاقی پہلو سے یہی طریقہ پاکیزہ ہے۔ معلوم نہیں کیا حالات ہیں جس کی بنا پر گھر والوں نے اجازت نہیں دی۔ اس طرح کے معاملات میں اپنے وقار سے زیادہ صاحب خانہ کی مصلحت اور سہولت کو مد نظر رکھا جائے۔ نیز اس میں ہر فتنہ سے حفاظت بھی ہے۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ: یہ مضمون یہاں معمولی تغیر الفاظ کے ساتھ بار بار آیا ہے۔ آگے فرمایا ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ۔ پھر ارشاد ہوا ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ: اللہ تعالیٰ کی صفت علم کی یہ بار بار یاد دہانی اس وجہ سے کی جا رہی ہے کہ چیزوں سے یہاں روکا جا رہا ہے۔ ان کیلئے نفس کے اندر چور دروازے بہت سے ہیں۔ جب تک خدا کے علیم و خبیر ہونے کا صحیح طور پر تصور نہ ہو صرف احکام سے ان رخنوں کو بند کرنا ممکن نہیں ہے۔ شیطان کوئی نہ کوئی راستہ نکال ہی لیتا ہے۔ اور آدمی ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ البتہ اگر یہ تصور دل میں رہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ تو یہ چیز شیطان کی مخفی سے مخفی چالوں سے بھی انسان کو محفوظ رکھتی ہے۔

آیت نمبر ۲۹۔ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا......

غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ سے مراد: یہاں وہ مکانات ہیں جو غیر رہائشی ہیں۔ یعنی جن میں آدمی کے بیوی بچے نہ رہتے ہوں۔ اوپر کی ہدایات سے واضح ہے کہ اجازت لینے کی یہ پابندی اصلاً بد نگاہی اور موقع تہمت سے بچانے کیلئے کی گئی ہے۔ اس وجہ سے ان مکانوں کیلئے یہ پابندی ضروری نہیں ہے۔ جو غیر رہائشی ہیں۔ ان میں آدمی بغیر اذن کے بھی جا سکتا ہے لیکن اس کے ساتھ بھی فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ کی قید لگی ہوئی ہے۔ یعنی کوئی منفعت اور ضرورت اس کیلئے داعی ہو۔ مَتَاعٌ لَّكُمْ کے الفاظ سے یہ بات نکلتی ہے۔ کہ وہ مکانات ہوں ہی عام ضرورت کے مثلاً دکانیں سرائیں ہوٹل وغیرہ۔ مردانہ نشست گاہیں بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ: یہ اسی طرح کی تنبیہ ہے جس طرح کی تنبیہ اوپر گزر چکی ہے۔ اس تنبیہ کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ آدمی کے اندر اگر خدا کی صفت علم کا صحیح تصور نہ ہو تو وہ اس آزادی سے بھی غلط فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ایک شخص کسی کے زنانہ مکان میں بغیر اجازت گھس جائے اور جب اس پر اعتراض ہو تو وہ یہ عذر کرے کہ میں نے سمجھا کہ یہ مردانہ نشست گاہ یا دفتر ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے عنوان استیذان)

آیت نمبر ۳۰۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ........

اندرون خانہ احتیاط: مذکورہ بالا اجازت کے بعد اگر کوئی شخص کسی کے مکان میں داخل ہو تو اس کو یہ ہدایت فرمائی گئی کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھے اور اپنی شرم کی جگہوں کی حفاظت کریں۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ کے الفاظ سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ غض بصر اور حفاظت فروج تقاضائے ایمان ہے۔ اور مِنْ أَبْصَارِهِمْ کے مِن سے یہ بات نکلتی ہے کہ مقصود صرف اس حد تک نگاہوں کو نیچی رکھنا ہے۔ کہ گھر کی عورتوں سے اپنی نظر کو بچائے رکھے اس لیے کہ یہ ہدایت در حقیقت انہی کو پیش نظر رکھ کر دی گئی ہے۔ اس سے یہ بات بھی نکلی کہ اسلام نے یہ اجازت جو دی ہے وہ محض رفع حرج کے پہلو سے صاحب خانہ کے لوگوں کے لیے دی ہے۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ ہر شخص کے گھر میں اس زمانے میں نہ مردانہ نشست گاہیں تھیں اور نہ آج ہو سکتی ہیں لیکن یہ ہدایات خود اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اگر مردوں کے الگ بیٹھنے کا گھر میں انتظام ہو تو قریبی اقربا کے سوا دوسرے کا گھر کی عورتوں سے الگ ہی بیٹھنا اسلام میں مطلوب ہے اگلی آیات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

غَضِّ بَصَر کی ہدایت بڑی اہم ہدایت ہے۔ نگاہ ہی در حقیقت مرد و عورت کے درمیان اولین قاصد کا کام دیتی ہے۔ اگر اس کے اوپر ایمانداری کے ساتھ کوئی شخص پہرہ بٹھا دے تو وہ شیطان کے بہت سے فتنوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

حِفْظِ فُرُوْج میں بڑا دخل اس چیز کو ہے کہ لباس باوقار ہو اس زمانے میں فیشن کے شوق نے لباس میں ایسی ایجادیں کر دی ہیں کہ اس کا اصل مقصود ستر بالکل غائب ہو گیا ہے۔ صرف زینت کا مقصد باقی رہ گیا ہے۔ اور زینت بھی وہ زینت جس کے اندر برہنگی نمایاں ہے۔ پہلے تو صرف عورتوں ہی کا رونا تھا لیکن اب تو مردوں نے بھی وہ لباس اختیار کر لیا ہے۔ کہ جس لباس میں شریفوں کی کسی مجلس میں بھی جانے کا حق نہیں رکھتے۔ چہ جائیکہ کسی باایمان مسلمان کے گھر میں۔

Scanned with CamScanner

ذلك ازكى لهم ما۔ یعنی گھروں کے اندر یہ احتیاطیں اخلاقی پاکیزگی کے نقطہ نظر سے نہایت اعلیٰ اور اہم ہیں۔ بشرطیکہ ان احتیاطوں کے ساتھ یہ حقیقت بھی ہر وقت ذہن میں رہے کہ انسان جو کچھ بھی کرتا ہے۔ خواہ کتنے ہی مخفی طریقے سے کرے خدا اس سے باخبر ہوتا ہے اگر یہ حقیقت ذہن میں نہ ہو تو نہ نگاہ کو آوارگی سے بچایا جاسکتا ہے نہ اعضاء کو نمائش سے۔

آیت نمبر ۳۱۔۳۲۔ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ......

عورتوں کا پردہ: اب یہ عورتوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ اگر گھر کے اندر کوئی غیر محرم داخل ہو تو وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اپنی شرم کی جگہوں کی حفاظت کریں۔ اور اپنی زینت کی چیزیں اس کے سامنے نہ ظاہر ہونے دیں۔ صرف وہ زینت اس سے مستثنیٰ ہے جس کا ظاہر ہونا ناگزیر ہے۔ زینت کی چیزوں کا اظہار صرف شوہر کے سامنے جائز ہے۔ یا محرموں کے سامنے یا اپنے میل جول اور خدمت کی عورتوں کے سامنے یا اپنے مملوکوں کے سامنے یا ایسے مردوں کے سامنے جو بوڑھے ہو چکے ہیں اور ان کی کفالت و پرورش کا بار گھر والوں نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ یا ایسے بچوں کے سامنے جو ابھی جنسی معاملات سے ناآشنا ہوں۔ اور مزید یہ کہ اگر کسی غیر محرم کی موجودگی میں عورتوں کو گھر کے اندر نقل و حرکت کی ضرورت پیش آئے تو زمین پر پاؤں مار کر نہ چلیں کہ زیوروں کی جھنکار سنائی دے۔

یہ اس آیت کا سادہ مطلب ہوا۔ اس کے بعض اجزاء جو وضاحت طلب ہیں۔ ہم ان کی وضاحت بھی کیے دیتے ہیں۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ زینت کی چیزوں میں لباس بھی داخل ہے اور زیورات بھی۔ ان میں سے ہر چیز کو نہ تو چھپانا ممکن ہے۔ نہ ہر چیز کا ظاہر ہونا ناگزیر ہے۔ لباس کا بھی ظاہری حصہ ہر حال ظاہر ہو کے رہے گا۔ اور زیورات بھی بالخصوص ہاتھ کے بعض زیورات بغیر زحمت کے نہیں چھپائے جاسکتے۔ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے استثناء اس قسم کی غیر معمولی زحمتوں سے بچا کر صرف ان زینتوں کو چھپانے کی ہدایت فرمائی جن کے چھپانے میں زیادہ زحمت نہیں ہے۔

اوڑھنی: وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔ خمار۔ دوپٹہ اور اوڑھنی کو کہتے ہیں۔ اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اوڑھنی مسلمان خواتین کے لباس کا ایک ضروری جزو ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی غیر محرم کی موجودگی میں عورتوں کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس اوڑھنی سے اپنے سر اور کمر کے ساتھ گریبانوں کو بھی چھپائیں۔ ایک طرف اس حکم کو سامنے رکھیے۔ اور دوسری طرف اپنی قوم کی ماڈرن خواتین کو دیکھیے کہ انہوں نے اوڑھنی کو دقیانوسیت قرار دے کر پردہ یک قلم خارج قرار دیدیا اور چاک گریبان اور سینہ کے ابھار کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کرنا

لازمۂ تہذیب ٹھہرا!۔

اَوْ اٰبَآئِهِنَّ۔ لفظ آبا۔ اپنے وسیع معنوں میں اجداد و چچوں سب پر مشتمل ہے۔ محرم اعزہ کے نمایاں عناصر کے نام گنا دیے ہیں لیکن مراد وہ سب ہیں جو اس حکم میں داخل ہیں۔

اَوْ نِسَآئِهِنَّ۔ میں بعض فقہائے نے صرف مسلمان عورتوں کو مراد لیا ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی اس بارے میں صاحب کشاف کی رائے صحیح ہے انہوں نے اس سے میل جول اور خدمت گار عورتوں کو مراد لیا ہے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ ہر قسم کی اجنبی عورتوں کے سامنے عورتوں کیلئے اپنی زینت کا ظاہر کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ بعض عورتیں بڑی فتنہ ساز ہوتی ہیں۔ ان سے بچ کے رہنے ہی میں سلامتی ہے۔ معلوم نہیں وہ کس آفت میں مبتلا کردیں۔

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ سے مراد لونڈی اور غلام دونوں ہیں۔

اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ۔ سے مراد بوڑھے معذور نابینا اور لنگڑے مرد مراد ہے۔ جو جنسی جذبات و خواہشات کے دور سے نکل چکے ہیں۔ اگر ایسے مردوں میں سے کسی کی کفالت و سرپرستی گھر والوں نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور وہ وہیں رہتے سہتے ہیں تو ان کے معاملے میں بھی وہ پابندیاں نہیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔ یہی حکم بوڑھے ملازمین کا بھی ہے بس ان تین اوقات میں ان کے لئے اجازت کی ضرورت ہوگی جو آگے آیت 58 میں مذکور ہیں۔

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ۔ سے مراد وہ بچے ہیں۔ جن کے اندر ابھی جنسی شعور پیدا نہیں ہوا ہے۔ اور وہ عورتوں کے صنفی اعضاء کو اس نگاہ سے نہیں دیکھتے جس نگاہ سے ایک مرد دیکھتا ہے۔ ان کیلئے اول اول اجازت لینے کی پابندی نہیں تھی لیکن بعد میں تین اوقات میں ان کے اوپر بھی پابندی عائد ہوگئی۔ تفصیل اسکی آگے آئے گی۔

اظہار زیور: وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ۔ زینت کی چیزوں کے استعمال میں اصلی جذبہ نمائش کا ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ چیز انسان بالخصوص عورت کی فطرت میں داخل ہے لیکن اس کا ایک مخصوص دائرہ ہے۔ موجودہ زمانہ کی متبرجات کی طرح ہر جگہ اپنی زینت کی نمائش کرتے پھرنا اسلام میں جائز نہیں ہے۔ اسی وجہ سے یہ ہدایت ہوئی کہ غیر محرموں کی موجودگی میں اگر عورتوں کو گھر کے اندر چلنے پھرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس طرح زمین پر پاؤں مار کے نہ چلیں کہ زیورات کی جھنکار سنائی دے۔

اجتماعی توبہ: وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا۔ یہ ہدایات چونکہ پورے مسلم معاشرہ کی اصلاح کیلئے دی گئی ہیں۔ اس وجہ سے سب کو خطاب کر کے رجوع الی اللہ کی دعوت دی گئی کہ جب ... ل کرنا ہے تو اب تک کی غلطیوں اور کوتاہیوں کی اصلاح کرو اور زندگی کا وہ طریقہ اختیار کرو جس کی

Scanned with CamScanner

طرف قرآن تمہاری رہنمائی کر رہا ہے۔ یہی راستہ فوز و فلاح کا راستہ ہے۔

اوپر کی دونوں آیتوں میں مردوں اور عورتوں دونوں کو جو ہدایات دی گئی ہیں۔ سیاق و سباق اور آیات کے الفاظ سے واضح ہے کہ یہ گھروں کے اندر کے پردہ سے متعلق ہیں۔ رہا یہ سوال کہ کسی عورت کو کسی ضرورت سے گھر سے باہر قدم نکالنا پڑے تو اس صورت میں اس کو کیا کرنا چاہیے۔ اس سوال کے جواب یہاں نہیں دیا گیا ہے۔ اس کا جواب سورہ احزاب میں آئے گا۔ ان روشن احکام کے بعد بھی جن لوگوں کو قرآن میں پردے کا حکم کہیں نظر نہیں آتا تو ان کے بارے میں اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ قرآن نے ان کو غیر محرم عورتوں سے جس غض بصر کی ہدایت فرمائی تھی وہ غض بصر ان حضرات نے قرآن سے کر لیا ہے۔ یہ لوگ قرآن کو چومتے تو بڑی عقیدت سے ہیں لیکن آنکھیں بند کر کے اور پھر چومنے کے بعد اس کو شاید بھاری پتھر سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے عنوان پردہ کے احکام)

آیت نمبر ۳۲۔ وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ ....

أَيَامَىٰ أَيِّم کی جمع ہے۔ ایم اس مرد کو بھی کہتے ہیں۔ جو بیوی سے محروم ہو اور اس عورت کو بھی کہتے ہیں جو شوہر سے محروم ہو۔ یعنی رانڈ اور رنڈوے دونوں کیلئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے بلکہ اپنے وسیع مفہوم میں یہ ان مردوں اور عورتوں کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے جو بن بیاہے رہ گئے ہیں۔

لفظ صٰلِحِینَ یہاں جسمانی اور اخلاقی دونوں قسم کی صلاحیتیں رکھنے والوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔ عربی میں یہ لفظ اس جامع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

نکاح کی ہدایت : معاشرے کے اندر اخلاقی مفاسد اور شیطان کی دراندازیوں کیلئے ایک جامع وسیع دروازہ یہ چیز بھی کھولتی ہے کہ اس میں بہت سے مرد بیویوں سے محروم اور بہت سی عورتیں شوہروں سے محروم ہوں۔ اس سے ناجائز تعلقات کے امکانات بھی بہت بڑھ جاتے ہیں۔ اور تہمتوں کے پھیلانے کیلئے شریروں کو مواقع بھی ہاتھ آتے ہیں۔ اس برائی کے پیدا ہونے میں جس طرح بعض حالات میں غربت کو دخل ہے اسی طرح بعض حالات میں بالخصوص عورتوں کے معاملہ میں خاندانوں، برادریوں اور قبیلوں کے رسم و رواج کو بھی بڑا دخل ہے۔ بعض خاندانوں اور برادریوں میں عقد بیوگان کو معیوب تصور کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کی خرابیوں کی اصلاح اس وقت تک نہیں ہو سکتی۔ جب تک معاشرے کے اندر ان کی اصلاح کا احساس نہ پیدا ہو۔ اس وجہ سے قرآن نے معاشرے کو ہدایت فرمائی کہ اپنے اندر کے رانڈوں اور رنڈووں اور بے نکاح مردوں اور عورتوں کے نکاح کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اس چیز کیلئے لوگوں کے اندر احساس پیدا کرو۔

اس کے مخالف رجحانات کی بیخ کنی کرو۔ جو لوگ غریب ہیں۔ ان کی حوصلہ افزائی اور اعانت کرو تاکہ وہ بھی معاشرے کے اندر اپنا جائز مقام حاصل کریں اور انکے مجرد رہنے کے سبب سے جو نقصانات ان کو اور معاشرہ کو پہنچ سکتے ہیں ان کا سدباب ہو۔

اسی طرح غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو اخلاقی و جسمانی اعتبار سے ذی صلاحیت ہیں ان کے بھی نکاح کرو۔ ذی صلاحیت سے مراد وہ لونڈیاں اور غلام ہیں۔ جو اپنی ذمہ داریاں سنبھال سکتے اور اپنے حقوق و فرائض کو سمجھ سکتے ہیں۔ یہ ہدایت بھی اس وجہ سے فرمائی گئی کہ اس طرح غلاموں کا اخلاقی و معاشرتی معیار اونچا ہوگا اور بالتدریج معاشرہ کے صالح اجزاء بن جائیں گے۔

نکاح رزق میں اضافہ کرتا ہے : إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ : اوپر ہم نے اشارہ کیا ہے کہ مردوں کیلئے شادی سے محروم رہ جانے کی عام وجہ غربت ہوتی ہے۔ غریب آدمی اول تو کسی کنبہ کی ذمہ داری اٹھانے سے خود گھبراتا ہے لیکن وہ نہ بھی گھبرائے تو کوئی عورت اپنے آپ کو اس کے عقد میں دینے پر کب راضی ہوتی ہے اس رکاوٹ کو دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت دی کہ جو لوگ غریب ہیں وہ بھی اطمینان رکھیں اور دوسرے بھی یہ اطمینان رکھیں کہ نکاح فقر میں اضافہ نہیں کرتا بلکہ خدا کے رزق و فضل میں اضافہ کرتا ہے۔ جو آدمی اپنے ایمان و اخلاق کی حفاظت کیلئے نکاح کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی نظر کرم ہوتی ہے اور وہ اس کی دستگیری فرماتا ہے۔ آدمی جب تک بیوی سے محروم رہتا ہے۔ وہ کچھ خانہ بدوش سا بنا رہتا ہے۔ اور اس کی بہت سی صلاحیتیں سکڑی اور دبی ہوئی رہتی ہیں۔ اسی طرح عورت جب تک شوہر سے محروم رہتی ہے۔ اس کی حیثیت بھی اس بیل کی ہوتی ہے جو سہارا نہ ملنے کے باعث پھیلنے اور پھولنے سے محروم ہو۔ لیکن جب عورت کو شوہر مل جاتا ہے۔ اور مرد کو بیوی کی رفاقت حاصل ہوتی ہے تو دونوں کی صلاحیتیں ابھرتی ہیں اور زندگی کے میدان میں جب وہ دونوں مل کر جدوجہد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی جدوجہد میں برکت دیتا ہے۔ اور ان کے حالات بالکل بدل جاتے ہیں۔

وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔ یہ اسی بشارت کو مؤکدہ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا حوالہ دیا ہے کہ اللہ کے دامن کرم میں بڑی گنجائش ہے اور وہ سب کے حالات اور ضروریات سے اچھی طرح باخبر ہے۔

عدم مقدرت : وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا۔ اوپر والی ہدایت تو معاشرہ کیلئے تھی۔ لیکن افراد کی اخلاقی ذمہ داری بہر حال باقی رہتی ہے۔ اگر کوئی شخص نکاح کی مقدرت نہیں پا رہا ہے۔ تو یہ چیز بدکاری کے جواز کے لیے کسی حال میں عذر نہیں بن سکتی۔ ایسے شخص کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو ضبط میں رکھے اور خدا کے فضل کا انتظار کرے۔ جو شخص

Scanned with CamScanner

اپنے ایمان واخلاق کی حفاظت کیلئے یہ جہاد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کیلئے راہ کھولے گا۔ آیت کے الفاظ سے یہ بات نکلتی ہے۔

مکاتبت : وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ الایہ. کتاب اور مکاتبت ایک اصطلاح ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی غلام اپنے آقا سے اس بات کا خواہاں ہو کہ وہ فلاں مدت کے اندر اس کو اتنی رقم یا اس کی معین خدمت انجام دے گا۔ یا اس کے کسی کام کی تکمیل کردے گا۔ جس کے بعد آقا اس کو آزاد کردے۔ ایسی صورت میں حکم ہے کہ اس غلام کو مکاتب بنادیا جائے۔ عام علماء تو اس حکم کو مستحب کے مفہوم میں لیتے ہیں۔ لیکن حضرت عمرؓ ابن سیرین اور داؤد نے اس کو وجوب کے مفہوم میں لیا ہے۔ ان کے نزدیک ایسے غلام کو مکاتب بنادینا مالک پر واجب ہے۔ یہ احکام جیسا کہ اوپر اشارہ گذرا معاشرہ کو دیئے جارہے ہیں۔ اس وجہ سے اس صورت میں مالک کی حیثیت ایک خود مختار آقا کی باقی نہیں رہ جاتی۔ ہے بلکہ ایک فریق کی بن جاتی ہے اگر غلام اور آقا دونوں خود معاملہ طے کرلیں تو بہتر ہے اور اگر ان کے درمیان کوئی نزاع ہو تو اس کا فیصلہ معاشرے کے ذمہ دار لوگ کردیں گے اور بدرجہ آخر اگر ضرورت پڑے تو معاملہ عدالت میں بھی جاسکتا ہے۔

اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا. اس صورت میں صرف یہ چیز دیکھی جائے گی کہ مکاتبت کا مطالبہ کرنے والے غلام کے اندر کارکردگی کی اہلیت اور ذمہ داری کا ایسا احساس ہے یا نہیں کہ وہ مالک کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو پورا کرسکے۔ اس شرط کی ضرورت اس وجہ سے تھی کہ امکان اس بات کا بھی تھا کہ کوئی نکھٹو غلام مالک سے آزادی حاصل کرنے کیلئے مکاتبت کا مطالبہ تو کر بیٹھے لیکن اس میں کوئی صلاحیت کارکردگی نہ ہو اور وہ اس چیز کو محض پبلک سے اعانت مانگنے اور گداگری کا پیشہ اختیار کرلینے کا ایک بہانہ بنائے اور معاشرے پر ایک بار بن کر رہ جائے۔ اس اندیشہ کی وجہ یہ تھی کہ کسی غلام کے مکاتب ہوجانے کے بعد اس کے باب میں قرآن نے لوگوں کو یہ ہدایت بھی فرمائی ہے کہ لوگ اس کی دل کھول کر مدد کریں۔ اور بیت المال سے بھی اس کی اعانت کی جائے تا کہ وہ مکاتبت کی رقم ادا کرنے کے قابل ہوجائے۔ ظاہر ہے کہ اس چیز کی طمع بہت سے ایسے غلاموں کے اندر بھی مکاتب بننے کا ارمان پیدا کرسکتی تھی۔ جو خود تو ہاتھ پاؤں مارنے کی صلاحیت رکھنے والے نہ ہوتے لیکن مالک کی خدمت سے آزاد ہوکر معاشرے پر ایک بار بن جاتے اور اگر معاہدے کی شرائط پوری نہ کرپاتے تو اِزما اختلاف کا ذریعہ بنتے۔

لیکن یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ شرط کسی ذی صلاحیت غلام کی آزادی میں مانع نہیں ہوسکتی تھی۔ اس لیے کہ اس بات میں بھی بصورت نزاع آخری فیصلہ معاشرے اور قاضی کے اختیار میں

تھا۔ اگر کسی غلام کو یہ شکایت ہوتی کہ اس کا مالک اس شرط کا بہانہ بنا کر اس کی آزادی میں رکاوٹ ڈالنا چاہتا ہے۔ درآنحالیکہ وہ مکاتب بننے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ تو وہ اپنا معاملہ معاشرہ کے ذمہ داروں اور پنچوں کے سامنے بھی پیش کرسکتا تھا۔ اور بدرجہ آخر عدالت میں بھی لے جاسکتا تھا۔

مکاتب کی مدد : وَاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ. یہ معاشرے کو ابھارا ہے۔ کہ جو غلام اپنی آزادی کیلئے کمر ہمت باندھیں تو اپنے اس مال میں سے جو خدا نے تمہیں دے رکھا ہے۔ پورے حوصلے سے ان کی مدد کرو۔ یہ ترغیب مال داروں کو دی ہے اور مِنْ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ کے الفاظ انکے اندر جذبہ شکر ابھارنے کیلئے ہیں کہ جو چیز خدا کی دی ہوئی ہے۔ اس کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہ کرو۔ اس سے یہ بات بھی نکلی کہ جو لوگ اس مقصد کیلئے انفاق کریں گے ان کا یہ انفاق فی سبیل اللہ ہوگا۔

علماء سلف اس بات پر متفق ہیں کہ ایسے غلاموں کی امداد اموال زکوٰۃ اور بیت المال سے بھی کی جائے۔ بیت المال میں غلاموں کی آزادی کیلئے اسلام نے ایک مستقل مد رکھی ہے۔ جس کی وضاحت سورہ توبہ میں کی گئی ہے۔

لونڈیاں : مکاتبت کا یہ حق اسلام نے جس طرح غلاموں کو دیا اسی طرح لونڈیوں کو بھی دیا۔ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ کے الفاظ کی عمومیت بھی اس پر دلیل ہے۔ اور نبی ﷺ اور صحابہ کا عمل بھی روایات میں حضرت بریرہؓ اور حضرت جویریہؓ کے واقعات موجود ہیں۔

اس قانون کے نازل ہوجانے کے بعد تمام ذی صلاحیت غلاموں اور لونڈیوں کی آزادی کی راہ کھل گئی۔ اس کے بعد صرف وہی غلام باقی رہے جو یا تو اپنی حالت پر قانع اور مطمئن تھے یا ان کے اندر ہاتھ پاؤں مارنے اور معاشرے کے اندر خود اپنی جگہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں تھی۔ ظاہر ہے کہ اگر ایسے غلاموں اور لونڈیوں کی آزادی کا اعلان عام کردیا جاتا تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ وہ اپنے مالکوں کی سرپرستی سے بھی محروم ہوجاتے اور خود بھی اپنی کفالت کا انتظام نہ کرپاتے جس کے سبب سے وہ معاشرے پر ایک بار بن کے رہ جاتے۔

بدکاری پر مجبور نہ کرو : وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ. فَتَيَات. یہاں لونڈیوں کے لئے استعمال کیا ہے اور مقصود اس لفظ کے استعمال سے معاشرے کے اندر ان کی عزت کو بڑھانا ہے۔ فتاۃ فتی کی مونث ہے۔ جس طرح فتی کے معنی جوان اور لڑکے کے ہیں۔ اسی طرح فتاۃ کے معنی لڑکی اور چھوکری کے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا ہے کہ کوئی اپنے غلام کو عبد اور اپنی لونڈی کو امۃ نہ کہے بلکہ فتی (جوان) اور فتاۃ (لڑکی) کہے۔ ظاہر ہے کہ لونڈیوں اور غلاموں کیلئے الفاظ کی یہ تبدیلی بھی انہی اصلاحات کا ایک جز ہے۔ جو ان کے معاشرتی مرتبے کو اونچا

Scanned with CamScanner

کرنے کیلئے ظہور میں آئیں۔ مقصود اس لفظ کی تبدیلی سے غلاموں اور لونڈیوں کے اندر احساس خودداری کو بیدار کرنا اور لوگوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنا تھا۔ کہ اب لوگ غلاموں اور لونڈیوں سے متعلق اپنے قدیم تصورات کو بدلیں اور ان کو بھائی بہن کی نگاہ سے دیکھیں۔

پاکدامنی کی حفاظت :اِن اردن تحصّنًا. جب اسلام نے زنا پر حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح کی ہدایت فرمائی۔ اور مکاتبت کے ذریعہ سے لونڈیوں اور غلاموں کی آزادی کی ایک نہایت کشادہ راہ کھول دی تو قدرتی طور پر لونڈیوں کے اندر بھی ایک عام احساس بیدار ہوا کہ وہ اپنے اخلاقی معیار کو اونچا کریں۔ اور ان میں سے جو اپنے مالکوں کے دباؤ کی وجہ سے پیشہ کراتی تھیں۔ وہ خواہش مند ہوئیں کہ یہ حرام پیشہ چھوڑ کر پاک دامنی کی زندگی بسر کریں۔ اور اگر کوئی مشکل پیدا ہو تو کسی کے قید نکاح میں ہو کر زندگی گزاریں۔ اصلاحات کے اس دور میں اس رجحان کا پیدا ہونا۔ ایک قدرتی امر تھا۔ لیکن ان کی زد ان مالکوں کے مفاد پر پڑتی تھی۔ جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں چکلے قائم کر رکھے تھے۔ اور جو اپنی لونڈیوں سے پیشہ کراتے اور ان کی آمدنی سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ مشہور منافق عبداللہ بن ابی نے بھی جس نے فتنہ افک برپا کیا ایک چکلہ قائم کر رکھا تھا۔ تاریخوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کے خبیث لوگ آسانی سے اس بات پر راضی نہیں ہو سکتے تھے کہ یہ لونڈیاں ان کے چنگل سے نکل جائیں۔ چنانچہ وہ اپنے تمام ہتھکنڈے ان کو پاکدامنی کی زندگی بسر کرنے سے روکنے کیلئے استعمال کرتے تھے۔ انہی لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے باندازِ تنبیہ فرمایا کہ ان لڑکیوں کو جب کہ وہ پاک دامنی کی زندگی اختیار کرنا چاہتی ہیں۔ بدکاری پر مجبور نہ کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ اکراہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ ان کو تو معاف کر دے گا۔ البتہ وہ لوگ اپنا انجام سوچ لیں جو ان کی عفت کے ساتھ یہ گھنونا کھیل کھیل رہے ہیں۔

آیت نمبر ۳۴۔ کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمہاری طرف یہ نہایت واضح ہدایات نازل کر دی ہیں اور تمہاری حوصلہ افزائی کیلئے ان اسلاف صالحین کی تمثیل بھی پیش کر دی ہے جن کے نقش قدم کی تمہیں پیروی کرنی ہے۔ ان کے اندر ان لوگوں کیلئے بڑی نصیحت و موعظت ہے جو خدا سے ڈرنے والے ہیں۔ رہے وہ لوگ جن کے سینے خوف خدا سے خالی ہیں۔ تو ان کے اوپر کوئی موعظت بھی کارگر نہیں ہوتی۔ وہ اپنا انجام خود دیکھیں گے۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِہٖ

اللہ نور آسمانوں اور زمین مثال اس کا نور

اللہ نور ہے زمین اور آسمانوں کا، اس کے نور کی مثال ایسی ہے

کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ

جیسے ایک طاق اس میں ایک چراغ چراغ ایک میں

جیسے ایک طاق ہو اس میں چراغ ایک شیشہ (قندیل) ہو

زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوْکَبٌ

شیشہ وہ شیشہ گویا وہ ایک ستارہ چمکدار

وہ شیشہ گویا ایک چمکدار ستارہ ہے

دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ

روشن کیا جائے سے درخت مبارک زیتون

وہ روشن کیا جاتا ہے مبارک درخت زیتون سے

لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُہَا

نہ مشرق کا اور نہ مغرب کا قریب ہے اس کا تیل

نہ مشرق کا اور نہ مغرب کا قریب ہے اس کا تیل روشن ہو جائے

یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَہْدِی

خواہ اسے نہ چھوئے آگ روشنی پر روشنی رہنمائی کرتا

روشن ہو جائے خواہ اسے آگ نہ چھوئے نور علی نور (روشنی پر روشنی)

اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ

اللہ اپنے نور کی طرف وہ جس کو چاہتا ہے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں

ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور

لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ ٣٥ فِيْ

لوگوں کے لئے اور اللہ ہر شے کو جاننے والا ان

اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے ان

بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا

گھروں میں حکم دیا اللہ کو بلند کیا جائے اور لیا جائے ان میں

گھروں میں (جن کی نسبت) اللہ نے حکم دیا ہے کہ بلند کیا جائے اور ان

اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ ٣٦

اس کا نام تسبیح کرتے ہیں اس میں صبح اور شام وہ لوگ

میں سے اسکا نام لیا جائے وہ ان میں صبح اور شام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ

انہیں غافل نہیں کرتی تجارت اور نہ خرید و فروخت سے یاد

وہ لوگ (جنہیں) غافل نہیں کرتی کوئی تجارت نہ خرید و فروخت سے اللہ کی

اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ص

اللہ کی اور قائم رکھنا نماز اور ادا کرنا زکوٰۃ

یاد اور نماز قائم رکھنا اور زکوٰۃ ادا کرنا

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۙ ٣٧

وہ ڈرتے ہیں اس دن سے الٹ جائیں گے اس میں دل (جمع) اور آنکھیں

اس دن سے الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ

تاکہ انہیں جزا دے اللہ بہتر سے بہتر جو انہوں نے اعمال کیے اور وہ انہیں زیادہ دے

تاکہ اللہ انہیں ان کے اعمال کی بہتر سے بہتر جزا دے اور انہیں اپنے

مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ

اپنے فضل سے اور اللہ رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب

فضل سے زیادہ دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب

حِسَابٍ ٣٨ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے عمل سراب کی طرح

رزق دیتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال سراب (چمکتے ریت

بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ

چٹیل میدان میں گمان کرتا ہے پیاسا پانی یہاں تک کہ جب وہ وہاں

کے دھوکے) کی طرح ہیں چٹیل میدان میں پیاسا اسے پانی گمان کرتا ہے جب وہ وہاں

لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ

آتا ہے اسے کچھ بھی اور اس نے پایا اللہ اپنے پاس تو

آتا ہے تو اسے کچھ نہیں پاتا اور اللہ نے اس کو اپنے پاس پایا تو اللہ نے

حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۙ ٣٩

اس اللہ نے پورا کر دیا اس کا حساب اور اللہ جلد

اسکا حساب پورا کر دیا اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ

یا جیسے اندھیرے دریا میں گہرا پانی اسے ڈھانپ لیتی ہے موج

جیسے گہرے دریا میں اندھیرے جنہیں ڈھانپ لیتی ہے موج اسکے اوپر

فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌ

اور اس کے اوپر سے ایک (دوسری) بادل اندھیرے اس کے

دوسری موج بادل اندھیرے ہیں ایک پر دوسرا

Scanned with CamScanner

بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ط اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ

بعض (ایک) بعض (دوسرے) کے اوپر جب وہ نکالے اپنا ہاتھ نزدیک

جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو توقع نہیں کہ

يَرٰهَا ط وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ

تو وہ اسے دیکھے اور جسے نہ بنائے (نہ دے) اللہ اسکے لئے نور تو نہیں اسکے لئے کوئی

اسے دیکھے اور جس کیلئے اللہ نور نہ بنائے اسکے لئے کوئی

مِنْ نُّوْرٍ ع

نور

نور نہیں

معانی و گرامر

رکوع نمبر ۵

اسماء

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ : اللہ نور ہے آسمانوں کا۔ نُوْرٌ کی جمع اَنْوَارٌ اور سَمٰوٰت کا واحد سَمَآءٌ۔

مِشْكٰوةٍ : طاق

اَلْمِصْبَاحُ : چراغ۔ جمع مَصَابِيْحُ

زُجَاجَةٍ : شیشہ۔

كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ : چمکتا ہوا تارا۔ كَوْكَبٌ کی جمع كَوَاكِبُ، دُرِّيٌّ کی جمع دَرَارِيُّ

شَجَرَةٍ : درخت، جمع اَشْجَارٌ۔

زَيْتُوْنَةٍ : زیتون کا درخت۔

زَيْتُهَا : اس کا تیل۔

اَلْاَمْثَالَ : مثالیں، واحد مَثَلٌ۔

اَلْغُدُوِّ : صبح کا وقت۔

اَلْاٰصَالِ : شام کا وقت، واحد اَصِيْلٌ۔

اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ : زکوٰۃ ادا کرنا، اِيْتَاءٌ مصدر ہے۔

سَرَابٍ : چمکتی ہوئی ریت۔

بِقِيْعَةٍ : چٹیل میدان میں، قِيْعَةٌ کی جمع قِيْعَانٌ۔

اَلظَّمْاٰنُ : پیاسا

ظُلُمٰتٍ : اندھیرے، واحد ظُلْمَةٌ

بَحْرٍ : سمندر۔ جمع بِحَارٌ۔

لُجِّيٍّ : گہرا۔

مَوْجٌ : لہر، جمع اَمْوَاجٌ

سَحَابٌ : بادل جمع اَسْحِبَةٌ۔

افعال

يُوْقَدُ : جلتا ہے، روشن ہوتا ہے۔ فعل مضارع مجہول، صیغہ واحد مذکر غائب۔

يُضِيْٓءُ : روشنی دیتا ہے، فعل مضارع معروف، صیغہ واحد مذکر غائب۔

لَمْ تَمْسَسْهُ : نہ چھوئے اس کو، فعل نفی جحد بلم۔ صیغہ واحد مؤنث غائب۔

يَضْرِبُ اللّٰهُ : بیان کرتا ہے اللہ، يَضْرِبُ فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔

اَذِنَ اللّٰهُ : حکم دیا اللہ نے، اَذِنَ فعل ماضی، صیغہ واحد مذکر غائب۔

اَنْ تُرْفَعَ : کہ بلند کیا جائے، تُرْفَعَ فعل مضارع مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب۔

يُذْكَرَ : یاد کیا جائے، فعل مضارع مجہول، صیغہ واحد مذکر غائب۔

يُسَبِّحُ : تسبیح کرتا ہے، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔

لَا تُلْهِيْهِمْ : نہیں غافل کرتی ان کو، لَا تُلْهِيْ فعل مضارع منفی، صیغہ واحد

Scanned with CamScanner

مؤنث غائب۔

يَخَافُوْنَ : وہ ڈرتے ہیں، فعل مضارع، صیغہ جمع مذکر غائب۔

تَتَقَلَّبُ : اُلٹ جائیں گے، فعل مضارع، صیغہ واحد مؤنث غائب۔

لِيَجْزِيَهُمْ : تاکہ بدلہ دے انہیں، يَجْزِيَ فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔

يَزِيْدَهُمْ : زیادہ دیتا ہے انہیں۔ فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔

يَرْزُقُ : رزق دیتا ہے، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔

يَشَاءُ : وہ چاہتا ہے، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔

يَحْسَبُهُ : خیال کرتا ہے اُسے، سمجھتا ہے اُسے، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔

لَمْ يَجِدْهُ : نہ پایا اُسے، فعل جحد بلم، صیغہ واحد مذکر غائب۔

وَفّٰىهُ : پورا پورا دیا اسے۔ فعل ماضی، صیغہ واحد مذکر غائب۔

يَغْشٰىهُ مَوْجٌ : اس کے اوپر چڑھی آتی ہے ایک لہر۔ يَغْشٰى فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔

اَخْرَجَ : نکالا، فعل ماضی، صیغہ واحد مذکر غائب۔

لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا : نہیں قریب کہ دیکھے اُسے، يَرٰى فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔

لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ : نہیں دیا اللہ نے فعل جحد بلم، صیغہ واحد مذکر غائب۔

حروفِ جار

فِيْ، اِلٰى، عَلٰى، مِنْ، با، ک، ل۔

حروف مشبہ بالفعل

اِنَّ، كَاَنَّ

مرکب اضافی

نُوْرُ السَّمٰوٰتِ، ذِكْرِ اللّٰهِ، اِقَامِ الصَّلٰوةِ، اِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ۔ فَوْقَ بَعْضٍ۔

مرکب توصیفی

كَوْكَبٌ، دُرِّيٌّ، شَجَرَةٍ، مُبٰرَكَةٍ، بَحْرٍ لُّجِّيٍّ۔

تشریح .... رکوع نمبر ۵

آیت نمبر ۳۵۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ....

یہ آسمان وزمین بلکہ یہ پوری کائنات اس شخص کیلئے ایک عالم ظلمات اور اندھیر نگری ہے جو خدا کو نہیں مانتا یا مانتا ہے لیکن خدا کی صفات اور ان کے تقاضوں کو نہیں تسلیم کرتا۔ ایسا شخص نہ یہ جان سکتا کہ دنیا کہاں سے آئی ہے اور نہ یہ جان سکتا کہ اس کے وجود میں آنے کی غایت اور مقصد کیا ہے؟ وہ خود اپنے متعلق بھی یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اس کا مقصد وجود کیا ہے؟ وہ اس دنیا میں مطلق العنان اور شتر بے مہار ہے یا پابند و محکوم؟ وہ مسئول ہے یا غیر مسئول؟ اس کیلئے کیا خیر ہے اور کیا شر؟ اسے ظلم کی روش اختیار کرنی چاہیے۔ یا عدل کی؟ اسے صرف اپنے مفاد اور خواہش ہی کی پیروی کرنی چاہیے یا ان سے کسی بالاتر نصب العین کی؟ ان سوالوں کے صحیح جواب ہی پر کامیاب زندگی کا انحصار ہے لیکن جو شخص خدا کو نہیں مانتا وہ ان سوالوں کا صحیح حل نہیں پا سکتا۔ وہ اندھیرے میں اندھے بھینسے کی طرح بھٹکتا پھرتا ہے۔ اور بالآخر ایک دن ہلاکت میں پڑ کر اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔ البتہ جو شخص خدا کو اس کی صحیح صفات کے ساتھ مانتا ہے وہ اس کائنات کا سرا بھی پا جاتا ہے اور اس کا انجام بھی اس پر واضح ہو جاتا ہے۔ اس پر ان تمام سوالوں کے جواب بھی روشن ہو جاتے ہیں جن کو خدا کا نہ ماننے والا کبھی حل نہیں کر سکتا۔ اس وجہ سے یہ دنیا اس کیلئے اندھیر نگری نہیں رہتی بلکہ ایمان کے نور سے اس کیلئے اس کی ہر چیز جگمگا اٹھتی ہے۔ اور اس کا ہر پہلو اس پر روشن ہو جاتا ہے۔ وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے۔ پورے دن کی روشنی میں اٹھاتا ہے اور جس سمت میں بھی چلتا ہے خدا کے ایمان کا نور اس کی رہنمائی کرتا ہے یہی حقیقت اس ٹکڑے میں واضح فرمائی گئی ہے۔ کہ اس آسمان وزمین کا نور اللہ ہے جس کے پاس یہ نور ہے وہ روشنی میں اور صراط مستقیم پر ہے اور جو اس نور سے محروم ہے وہ ایک عالم ظلمات میں بھٹک رہا ہے۔ اور کوئی دوسرا اس کو روشنی نہیں دے سکتا۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔

نور ایمان کی مثال : مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ۔ یہ تمثیل بیان ہو رہی ہے اس بات کی کہ جس دل کے اندر ایمان کی روشنی داخل ہوتی ہے وہ اس کی فطرت کے نور سے

اوپر سے ایک اور نور کا اضافہ کر دیتی ہے جس نے اس کا باطن مطلع انوار بن جاتا ہے۔ فرمایا کہ اس نور ایمان کی مثال قلب کے اندر یوں ہے کہ ایک طاق ہو جس میں ایک چراغ رکھ دیا گیا ہو۔ چراغ ایک گلوب کے اندر ہو اور گلوب کا شیشہ ایک چمکتے ستارے کے مانند چمک رہا ہو۔

مشکوٰۃ۔ سے مراد انسان کا دل ہے جس کو چراغ رکھنے کے طاق یا چراغ دان سے تشبیہ دی گئی ہے۔ چراغ کے لئے قاعدہ ہے کہ وہ گھر میں اونچی جگہ پر رکھا جاتا ہے۔ تاکہ روشنی پورے گھر کے اندر پھیلے انسان کے اندر دل ہی وہ جگہ ہے جہاں روشنی ہو تو وہ اس کے سارے ظاہر و باطن میں پھیلتی ہے۔ اس چراغ کی نسبت فرمایا کہ وہ ایک شیشہ کے اندر بند ہے۔ شیشہ کے اندر بند ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ چراغ کی لو کو ہوا کے جھونکوں سے منتشر نہیں ہونے پاتی بلکہ ایک مرکز پر مرتکز رہتی ہے جس سے اس کی روشنی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ٹھیک یہی حال ایمان کے فیض سے قلب کا ہوتا ہے۔ وہ بھی ڈانواڈول ہونے سے بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔ خواہ کیسے ہی حالات ہوں لیکن وہ ہر حال میں راضی و مطمئن رہتا ہے۔ ایسے ہی دل کو قرآن میں نفس مطمئنہ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اور یہ سب سے بڑی دولت ہے۔ جو انسان کو ایمان کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔

اس شیشہ کے متعلق فرمایا کہ وہ ایک چمکتے ستارے کی مانند ہے شیشہ اگر میلا ہو تو وہ نہ صرف یہ کہ روشنی میں کوئی اضافہ نہیں کرتا بلکہ اس کیلئے حجاب بن جاتا ہے۔ فرمایا کہ ایمان کی روشنی ہر قسم کی کثافت سے دل کو پاک و صاف کر کے آئینہ کی طرح اس کو روشن کر دیتی ہے۔

يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

مبارکۃ یہاں اپنے لغوی مفہوم میں ہے جس طرح زرخیز شاداب زمین کو قرآن میں مبارک کہا گیا ہے۔ اسی طرح یہاں شاداب اور ثمر آور درخت کیلئے لفظ مبارک استعمال ہوا ہے۔

لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ۔ یہ شجرہ مبارکہ کی صفت ہے۔ یعنی یہ درخت نہ تو باغ کے شرقی جانب کا ہے اور نہ غربی جانب کا بلکہ وسط باغ کا ہے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ باغ کے کناروں کے درخت بالخصوص جو مشرق و مغرب میں ہوں ہمیشہ دھوپ اور ہوا کی زد میں ہونے کے سبب سے اتنے اچھے پھل نہیں دیتے جتنے اچھے پھل وسط باغ کے درخت دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ قید بڑھا کر اس درخت کی غایت درجہ شادابی و پھلداری کی طرف اشارہ فرمادیا۔

ایمان کی روشنی: اس چراغ کی مزید صفت یہ بیان فرمائی کہ ایک ایسے شاداب و زرخیز درخت زیتون کے روغن سے جلتا ہے جو نہ باغ کی مشرقی جانب کا ہے نہ مغربی جانب کا بلکہ وسط باغ کا ہے اور اس کا روغن اتنا صاف و شفاف ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ آگ کے چھوئے بغیر ہی بھڑک اٹھے گا۔

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ کا صلہ جب "ل" کے ساتھ آتا ہے تو وہ توفیق بخشی کا مفہوم دیتا ہے۔ یہ سنت الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ جو ایمان و ہدایت کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے پسند فرمائی ہے اور جس کی وضاحت اس کتاب میں جگہ جگہ ہو چکی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس نورِ ایمان سے انہی لوگوں کے دلوں کو منور فرماتا ہے جو اپنی فطرت کے روغن کو محفوظ رکھتے ہیں جو اس روغن کو ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ یا اس کے اصل مزاج کو اپنے ٹیڑھ پن سے بگاڑ لیتے ہیں ان کے دل ایمان کی روشنی کو نہیں پکڑتے۔ لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ۔ کے الفاظ اسی ٹیڑھ پن تشبیہ سے محفوظ ہونے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ ان الفاظ میں ایک لطیف تنبیہ یہود و نصاریٰ کی اس نزاع کی طرف بھی ہے۔ جو قبلہ کے تعلق سے ان کے مابین مشرق و مغرب کے باب میں برپا ہوئی اور جس کے سبب سے وہ اصل نقطہ وسط سے اتنے دور ہو گئے کہ ہمیشہ کیلئے امت وسط کے شرف سے محروم ہو گئے اور قبول اسلام کی سعادت ان کو حاصل نہ ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ اپنی مزید توفیق کے دروازے انہی کیلئے کھولتا ہے جو پہلے سے بخشی ہوئی توفیق کی قدر کرتے ہیں۔ جو اس کی قدر نہیں کرتے ان سے وہ ہدایت بھی واپس لے لی جاتی ہے جو فطرت کے ذریعہ سے ان کو بخشی جاتی ہے سیدنا مسیح علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو ایک پیسہ میں چور ہے اس کو ایک لاکھ کی امانت نہیں سونپی جاتی۔

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ۔ یعنی لوگوں کی تعلیم و تذکیر کیلئے اللہ تعالیٰ یہ تمثیلیں بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ ان سے ایمان کی قدر و قیمت پہچانیں اور اس کے نور سے اپنے دلوں کو منور کریں۔ تمثیلیں حقائق کو واضح کرنے کا سب سے اعلیٰ اور کارگر ذریعہ ہوتی ہیں۔ اگر لوگ ان سے بھی فائدہ نہ اٹھائیں تو یہ ان کی محرومی ہی ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے عنوان صفات الٰہیہ)

آیت نمبر ۳۶۔۳۷۔ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ ....

فِيْ بُيُوْتٍ کا تعلق مشکوٰۃ سے ہے اس ظرف نے واضح کر دیا کہ اس تمثیل میں بت خانوں اور صنم خانوں کے طاق کی تمثال پیش نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ اللہ کے معابد کے طاقوں کی مثال پیش کی گئی ہے۔ تمثیل میں ظاہر ہے کہ مشکوٰۃ سے مراد قلب سلیم اور قلب مومن ہے۔ یہ قلب ہر قالب میں نہیں پایا جاتا بلکہ خاص قالبوں ہی میں پایا جاتا ہے۔ اور یہ قوالب ہر جگہ نہیں ملتے۔ بلکہ ان کے ملنے کی اصل جگہ خدا کی مساجد اور اس کی عبادت گاہیں ہیں۔ زمخشریؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

مساجد کے طاقوں کی مثال: اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ رفع یہاں بنانے اور تعمیر کرنے کے معنی میں ہے۔ مثلاً واذ يرفع ابراهيم القواعد من البيت

(البقرہ:۱۲۷) اور یاد کرو جب کہ ابراہیم بیت اللہ کی بنیادیں تعمیر کر رہے تھے اور ذکر یہاں نماز اور ذکر و دعوت کی ان تمام شکلوں پر حاوی ہے جو اللہ کی یاد اور اس کے دین کی سربلندی کیلئے اختیار کی جائیں۔ اَذِنَ اللّٰہُ سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ گھر خدا کے حکم سے تعمیر ہوئے کہ ان میں اس کا کلمہ بلند کیا جائے۔ اگرچہ یہاں الفاظ عام ہیں۔ لیکن ان کے اولین مصداق وہ عبادت گاہیں ہیں۔ جو براہ راست اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم ہوئے۔ مثلاً بیت اللہ جس کی تعمیر کا حکم اللہ تعالیٰ نے حضرات ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کو دیا یا بیت المقدس جس کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے فرمائی۔ پھر وہ معابد بھی انہی کے حکم میں داخل ہوں کے جو ان کی شاخوں کی حیثیت سے تعمیر ہوتے رہے وہ معابد جو مشرکوں نے حکم الٰہی کے بالکل خلاف اپنے اصنام کی پرستش کیلئے قائم کیے وہ اس حکم سے خارج ہیں۔ ان کی حیثیت نجاست خانوں کی ہے۔ ان کے طاق اس تمثیل میں مراد نہیں ہے۔

يُسَبِّحُ لَهٗ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ.

ان آیات میں ایمان کی تصویر و تمثیل ہے۔ جب بات مساجد کے ذکر تک پہنچ گئی تو وہیں سے حاملین ایمان کے ذکر کیلئے نہایت موزوں مناسبت پیدا ہو گئی تاکہ واضح ہو جائے کہ اس ایمان کے جو لوگ حامل ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کیا ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جن مساجد و معابد کے طاقوں کی یہاں تمثیل پیش کی گئی ہے۔ ان میں صبح و شام اللہ کے ایسے بندے اس کی تسبیح کرتے ہیں جن کو تجارت اور بیع خدا کی یاد نماز کے اہتمام اور زکوٰۃ سے غافل نہیں کرتے اس لیے کہ وہ ایک ایسے دن کی آمد سے ہر وقت اندیشہ میں رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھوں سب پر حالت اضطراب طاری ہو گی۔

غدو و اصال: عربی میں اس مفہوم میں بولے جاتے ہیں۔ جس مفہوم میں ہم اپنی زبان میں صبح و شام کے الفاظ بولتے ہیں۔

لفظ رِجَالٌ سے ان لوگوں کی غایت درجہ تعریف واضح ہو رہی ہے۔ یعنی یہ وہ مردان خدا ہیں کہ انہیں اس دنیا کی کوئی چیز بھی خدا سے غافل نہیں کرتی۔ انہیں ہر چیز سے زیادہ خدا کی رضا مطلوب ہے۔

تجارۃ اور بیع میں پہلا لفظ تو عام تجارتی کاروبار کے مفہوم میں ہی اور بیع بیچنے کے معنی میں مشہور ہے اگر کسی چیز کے بیچنے کا موقع ہو تو تاجر اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن یہ اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ تجارت تو درکنار اس طرح کے مواقع طمع بھی ان کو خدا سے غافل نہیں کرتے اور مومن کی اصل شان یہی ہے کہ وہ تجارت اور خرید و فروخت سب کچھ کرے لیکن خدا کی یاد

اور اس کے فرائض کی بجا آوری سے غافل نہ ہو۔

نماز اور زکوٰۃ کا ذکر دین کے دو بنیادی فرائض کی حیثیت سے آیا ہے۔ انہی کے تحت در حقیقت پورا دین ہے۔

تتقلب فيه القلوب والابصار قیامت کے ہول کی تصویر ہے۔ یعنی اس دن ان لوگوں کو کسی کل چین نہیں پڑے گا۔ جنہوں نے زندگی اس دن سے غفلت میں گزاری۔ ان کے دل اڑے جا رہے ہوں گے اور ان کی یہ بدحواسی ان کی نگاہوں سے ظاہر ہو گی۔

آیت نمبر ۳۸۔ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا۔......

آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو کچھ آخرت کے اندیشہ سے اس دنیا میں اللہ کی رضا جوئی کیلئے کر رہے ہیں اس کا صلہ ان کو ان کے اعمال سے کہیں بہتر ملے گا۔ مزید براں اللہ ان کو اپنے فضل سے نوازے گا۔ اور اللہ جن کو اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ ان کو بے حساب بخشتا ہے۔ بے حساب یعنی جس کا ان کو گمان بھی نہیں ہو گا۔

آیت نمبر ۳۹۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ۔......

اہل کفر کی مثال: ایمان اور حاملین ایمان کے ایمان و عمل کی تمثیل بیان کرنے کے بعد یہ کفر اور اہل کفر کے ظاہر و باطن کی تمثیل بیان ہو رہی ہے۔ کہ ادھر جس درجے کی روشنی ہوتی ہے ادھر اسی درجے کی تاریکی ہوتی ہے۔ اہل ایمان کی تمثیل میں پہلے موثر یعنی ایمان کو نمایاں فرمایا تھا اس کے بعد اثر یعنی عمل کو اور اہل کفر کو تمثیل میں پہلے اثر کو نمایاں فرمایا ہے اس کے بعد موثر کو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان ایک گہری حقیقت ہے جس کو جڑیں انسانی فطرت کی گہرائی سے اتری ہوئی ہوتی ہیں۔ اور در حقیقت اسی کے بابرکت ثمرات ہوتے ہیں جو زندگی کے اعمال و اخلاق میں نمایاں ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس کفر گھورے پڑے اگے ہوئے ایک درخت کی مانند ہوتا ہے۔ جس کے زہریلے پھل تو اعمال و کردار کی صورت میں سامنے ہوتے ہیں لیکن فطرت کے اندر اس کی کوئی جڑ نہیں ہوتی جس کو نمایاں کرنے کی ضرورت ہو۔

فرمایا کہ جن لوگوں نے کفر کیا ان اور ان کے اعمال کی تمثیل یوں ہے کہ جیسے کسی چٹیل ریگستان میں سراب ہو جس کو پیاسا پانی سمجھ کر اس کی طرف بڑھے لیکن جب وہاں پہنچے تو اس پر یہ راز کھلے کہ وہ جس چیز کو پانی سمجھا وہ در حقیقت چمکتی ہوئی اور لہریں لیتی ہوئی ریت تھی اور یہ دیکھ کر وہ بالکل عاجز ہو کر رہ جائے۔ نا پائے رفتن نہ جائے ماندن! بالآخر وہیں پیاس سے تڑپ کر دم توڑ دے۔ فرمایا کہ یہی حال ان کفار کا قیامت کے دن ہو گا۔ یہ بھی جب اپنے اعمال کے پاس پہنچیں گے تو ان پر یہ راز کھلے گا کہ ان کے سارے اعمال هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔ ہو کر پراگندہ ہو گئے۔ البتہ اس دن

Scanned with CamScanner

اپنے اعمال کی جگہ وہ اپنے رب سے دوچار ہوں گے اور وہ ان کا حساب پورا کردے گا اور وہ چشم زدن سے حساب چکا دینے والا ہے۔

حَتّٰی اِذَاجَآءَہٗ سے لے کر آخر آیت تک اس محرومی کی تصویر ہے جس سے ان کفار کو آخرت میں سابقہ پیش آئے گا۔

لفظ کفارُ یا اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡ کہیں قرآن میں منکرین خدا کیلئے استعمال نہیں ہوا ہے۔ قرآن کے مخاطبوں میں کوئی گروہ بھی منکر خدا نہیں تھا بلکہ سب مشرکین تھے۔ انہی مشرکوں کو قرآن نے کہیں کفار کہا ہے اور کہیں مشرکین۔ اس لیے کہ شرک در حقیقت کفر ہی ہے۔ دین میں خدا کا صرف مان لینا ہی مطلوب نہیں بلکہ اس کی تمام صفات اور ان صفات کے تمام تقاضوں کے ساتھ ماننا مطلوب ہے۔ جو شخص خدا کو اس کی صفات اور ان کے تقاضوں کے ساتھ نہیں مانتا ہے اس کے سارے اعمال قیامت کے دن بالکل بے وزن ہو کے رہ جائیں گے۔ خواہ اس نے وہ نیکی ہی سمجھ کر انجام دیے ہو

وَاللّٰہُ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ کی در حقیقت اس مغالطہ کو رفع کرنے کیلئے فرمایا ہے جس میں احمق لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ کہ آخرت اور حساب کتاب اگر ہے بھی تو یہ اتنی دور کی بات ہے کہ اس کیلئے ابھی سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اتنی بڑی دنیا اور اتنے بے شمار اشخاص کے تمام اعمال کا حساب کون کر سکتا ہے۔ !فرمایا کہ جن لوگوں نے اس قسم کے اوہام میں پڑ کر ساری زندگی بیکار گزار دی۔ وہ آخرت میں دیکھیں گے کہ سارا حساب کتاب پلک جھپکتے سب کے سامنے آگیا"۔

آیت نمبر ۴۰۔ اَوۡکَظُلُمٰتٍ فِیۡ بَحۡرٍ لُّجِّیٍّ

بَحۡرٍلُّجِّیٍّ گہرے سمندر کو کہتے ہیں۔ لج سمندر کا وہ حصہ جہاں پانی سب سے زیادہ گہرا ہو۔ لجی اسی کی طرف نسبت ہے۔

ذہنی تاریکی کی مثال: اوپر والی آیت میں اہل کفر کے اعمال کی مثال تھی۔ اب یہ ان کی ذہنی تاریکی کی تمثیل ہے کہ وہ خدا کو نہ ماننے یا صحیح طور پر نہ ماننے کے سبب سے ایک گھٹاٹوپ اندھیرے کے اندر زندگی گزارتے ہیں۔ اس اندھیرے کی مثال یہ ہے کہ گہرا سمندر ہو رات اندھیری ہو، موج اٹھ رہی ہو اور اوپر سے بادل چھائے ہوئے ہوں اور یہ ان تہ بہ تہ تاریکیوں کے اندر گھرے ہوئے ہوں۔ حال یہ ہو کہ اگر ہاتھ بھی نکالیں تو وہ بھی سجھائی نہ دیتا ہو۔ فرمایا کہ روشنی تو خدا کے ایمان سے حاصل ہوتی ہے۔ جس کو اس کی بدبختی کے سبب سے خدا نے ایمان کی

توفیق نہیں بخشی۔ اس کو کہیں سے بھی روشنی حاصل نہیں ہوسکتی۔ وہ جب تک ایمان کی شاہراہ پر نہیں آئے گا۔ اسی طرح تاریکیوں میں بھٹکتا رہے گا اور دن بدن اس کی تاریکیوں میں اضافہ ہی ہوتا جائے گا۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ پاکیزگی بیان کرتا ہے اسکی جو آسمانوں میں

کیا تو نے نہیں دیکھا؟ کہ اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہے جو کچھ بھی آسمانوں

وَالۡاَرۡضِ وَالطَّیۡرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ کُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَہٗ

اور زمین اور پرندے پر پھیلائے ہر ایک جان لی اپنی دعا

اور زمین میں سب ہے اور پر پھیلائے ہوئے پرندے (بھی)، ہر ایک نے جان

وَتَسۡبِیۡحَہٗ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ ۝٤١

اور اپنی تسبیح اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں

لی ہے اپنی دعا اور اپنی تسبیح اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

وَلِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ وَاِلَی اللّٰہِ

اور اللہ کیلئے بادشاہت آسمانوں اور زمین اور طرف اللہ

اور اللہ (ہی) کی بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین کی اور اللہ ہی کی طرف

الۡمَصِیۡرُ ۝٤٢ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُزۡجِیۡ سَحَابًا

لوٹ کر جانا کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ چلاتا ہے بادل (جمع)

لوٹ کر جانا ہے کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادل چلاتا ہے

ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیۡنَہٗ ثُمَّ یَجۡعَلُہٗ رُکَامًا

پھر ملاتا ہے وہ آپس میں پھر وہ اسکو کرتا ہے تہہ بہ تہہ

پھر انہیں آپس میں ملاتا ہے پھر وہ انہیں تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے

Scanned with CamScanner

فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَيُنَزِّلُ

پھر تو دیکھے بارش نکلتی ہے اس کے درمیان سے اور وہ اتارتا ہے

پھر تو دیکھے ان کے درمیان سے بارش نکلتی ہے اور وہ

مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ

سے آسمانوں سے پہاڑ اس میں سے اولے

آسمانوں میں (جو اولوں کے) پہاڑ ہیں ان سے اتارتا ہے اولے

فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ

پھر وہ ڈال دیتا ہے اسے جس پر چاہے اور اسے پھیر دیتا ہے جس سے

پھر وہ جس پر چاہے اسے ڈال دیتا ہے اور جس سے چاہے وہ اسے پھیر

يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ

چاہے قریب ہے لے جائے آنکھوں کو

دیتا ہے قریب ہے کہ اسکی بجلی کی چمک آنکھوں (کی بینائی) لے جائے

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

بدلتا ہے اللہ رات اور دن بیشک اس میں

اللہ رات اور دن کو بدلتا ہے بیشک اس میں

لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ

عبرت ہے آنکھوں والوں کے لئے اور اللہ پیدا کیا ہر جاندار

عبرت ہے آنکھوں والوں کے لئے اور اللہ نے ہر جاندار پانی سے

دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ

سے پانی پس ان میں سے جو کوئی چلتا ہے

پیدا کیا۔ پس ان میں سے کوئی اپنے

عَلٰي بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي

اپنے پیٹ پر اور ان میں سے کوئی چلتا ہے پر

پیٹ پر چلتا ہے اور کوئی ان میں سے دو پاؤں پر چلتا ہے

رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓي اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ

دو پاؤں اور ان میں سے کوئی پر چار پاؤں پیدا کرتا ہے

اور کوئی ان میں سے چار پاؤں پر چلتا ہے۔ پیدا کرتا ہے

اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اللہ جو وہ چاہتا ہے بے شک اللہ پر ہر شے قدرت رکھنے والا

اللہ جو وہ چاہتا ہے بے شک اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ

تحقیق ہم نے نازل کیں آیتیں واضح اور اللہ ہدایت دیتا ہے

تحقیق ہم نے واضح آیتیں نازل کیں اور اللہ جسے چاہتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ

جسے چاہتا ہے وہ طرف راستہ سیدھا اور وہ کہتے ہیں

سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے اور وہ کہتے ہیں

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى

ہم ایمان اللہ پر اور رسول پر اور ہم نے حکم مانا پھر گیا ایک

کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے حکم مانا اس کے بعد پھر گئی

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ

فریق ان میں سے اس کے بعد اور وہ نہیں ہیں

ایک فریق ان میں سے اور وہ ایمان والے نہیں

Scanned with CamScanner

بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۞ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

ایمان والے　اور جب وہ بلائے جاتے ہیں اللہ کی طرف اور اسکا رسول

اور جب وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلائے جاتے ہیں

لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

تاکہ وہ فیصلہ کریں ان کے درمیان　ناگہاں ایک فریق　ان میں سے

تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردیں تو ناگہاں ان میں سے ایک فریق

مُّعْرِضُوْنَ ۞ ٤٨ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا

منہ پھیر لیتا ہے　اور اگر ہو ان کے لئے　حق　وہ آتے ہیں

منہ پھیر لیتا ہے اور اگر ان کے لئے (حق پہنچتا) ہو تو وہ اس کی طرف گردن جھکائے

اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۞ ٤٩ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

اس کی طرف　گردن جھکائے　کیا ان کے دلوں میں　کوئی روگ

(خوشی سے) چلے آتے　کیا ان کے دلوں میں کوئی روگ

اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ

یا وہ شک میں پڑے ہیں یا وہ ڈرتے ہیں　کہ ظلم کرے گا اللہ

ہے یا وہ شک میں پڑے ہیں یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ

عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ۭ بَلْ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ

ان پر　اور　اس کا رسول ﷺ　بلکہ　وہی لوگ

ان پر ظلم کریں گے　بلکہ　وہی　لوگ

الظّٰلِمُوْنَ ۞ ع ٦

ظالموں ۔

ظالم ہیں ۔

معانی و گرامر

اسماء

- الطَّیْرُ : پرندے، جمع طُیُوْرٌ ۔
- صٰٓفّٰتٍ : پر پھیلانے والے ۔
- صَلَاتَهٗ : دعا اس کی ۔
- مُلْكُ السَّمٰوٰتِ : آسمانوں کی بادشاہت ۔
- اَلْمَصِیْرُ : واپس لوٹنا، انجام کار ۔ جمع اَلْمَصَائِرُ ۔
- رُكَامًا : تہ بتہ، اوپر نیچے ۔
- اَلْوَدْقَ : بارش، مینہ ۔
- مِنْ خِلٰلِهٖ : اس کے اندر سے ۔
- جِبَالٍ : پہاڑ، واحد جَبَلٌ ۔
- بَرَدٍ : برف، اولے، جمع اَبْرَادٌ ۔
- سَنَا بَرْقِهٖ : اس کی بجلی کی چمک ۔
- الْاَبْصَارِ : آنکھیں، بینائی، واحد بَصَرٌ ۔
- اَللَّيْلَ وَالنَّهَارَ : رات اور دن ۔
- عِبْرَةً : عبرت، سوچنے کی جگہ ۔
- اُولِی الْاَبْصَارِ : آنکھوں والے ۔ اُولی : والے ۔ ابصار : آنکھیں
- دَآبَّةٍ : زمین پر پھرنے والا، جاندار ۔
- بَطْنِهٖ : اس کا پیٹ ۔ جمع بُطُوْنٌ ۔
- رِجْلَيْنِ : دونوں پاؤں ۔ واحد رِجْلٌ ۔
- صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ : سیدھی راہ ۔
- فَرِيْقٌ : گروہ، جماعت، جمع فِرَقٌ ۔
- مُعْرِضُوْنَ : منہ پھیرنے والے، واحد مُعْرِضٌ ۔ اَعْرَضَ يُعْرِضُ سے اسم فاعل کا صیغہ ۔

Scanned with CamScanner

مُذْعِنِيْنَ : قبول کرتے ہوئے، فرماں برداری کرتے ہوئے، واحد مُذْعِنٌ۔
مَرَضٌ : بیماری جمع اَمْرَاضٌ۔

افعال

يُسَبِّحُ : وہ تسبیح کرتا ہے، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔
يَفْعَلُوْنَ : وہ کرتے ہیں، فعل مضارع، صیغہ جمع مذکر غائب۔
يُزْجِيْ : وہ چلاتا ہے۔ فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔
يُؤَلِّفُ : وہ اکٹھا کرتا ہے، ملا دیتا ہے، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب
يَجْعَلُهٗ : وہ کر دیتا ہے اسے، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔
فَتَرَى : پس تو دیکھتا ہے، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر حاضر۔
يَخْرُجُ : وہ نکلتا ہے، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔
فَيُصِيْبُ بِهٖ : پس وہ پہنچاتا ہے اسے، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔
يَصْرِفُهٗ : وہ پھیر دیتا ہے اسے۔ وہ ہٹا دیتا ہے اسے، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔
يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ : لے جاتی ہے آنکھوں کو، خیرہ کر دیتی ہے آنکھوں کو، يَذْهَبُ فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔
يُقَلِّبُ : وہ پھیرتا رہتا ہے، وہ بدلتا ہے۔ فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔
خَلَقَ : پیدا کیا، فعل ماضی، صیغہ واحد مذکر غائب۔
يَمْشِيْ : وہ چلتا ہے، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔
يَخْلُقُ : وہ پیدا کرتا ہے فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔
يَهْدِيْ : وہ ہدایت کرتا ہے، وہ رہنمائی کرتا ہے، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔

اٰمَنَّا : ہم ایمان لائے، فعل ماضی، صیغہ جمع متکلم۔
اَطَعْنَا : ہم نے اطاعت کی، فعل ماضی، صیغہ جمع متکلم۔
يَتَوَلّٰى : وہ پھر جاتا ہے، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔

دُعُوْا : انھیں بلایا جاتا ہے، فعل ماضی مجہول، صیغہ جمع مذکر غائب۔
لِيَحْكُمَ : تاکہ وہ فیصلہ کرے، يَحْكُمَ فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔
يَاْتُوْا : وہ چلے آتے ہیں فعل مضارع، صیغہ جمع مذکر غائب۔
اِرْتَابُوْا : وہ شک میں پڑ گئے، وہ دھوکے میں پڑ گئے، فعل ماضی، صیغہ واحد مذکر غائب۔
يَخَافُوْنَ : وہ ڈرتے ہیں، فعل مضارع، صیغہ جمع مذکر غائب۔
اَنْ يَّحِيْفَ : کہ بے انصافی کرے گا، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔

حروف جار

فِيْ، مِنْ، الٰی، با، لام، عَلٰی، عَنْ۔

مرکب اضافی

سَنَا بَرْقِهٖ،

مرکب توصیفی

اٰيَاتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۔ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

تشریح .... رکوع نمبر ۶

آیت نمبر ۴۱۔ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ......

خدا کی تسبیح : اس کائنات کی ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے اور ان کی ظاہری حالت جو ہمارے مشاہدے میں آتی ہے۔ اس بات کی گواہی دیتی ہے۔ کہ جس طرح وہ اپنے ظاہر میں ہر آن اپنے رب کے آگے سرنگوں اور اس کے حکم کی تعمیل میں سرگرم ہیں۔ اسی طرح ان کا باطن بھی ہر لمحہ اپنے رب کی تسبیح و تقدیس میں مصروف ہے۔ اگرچہ ہم ان کی زبان اور ان کی حرکات سے اچھی طرح آشنا نہیں ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ وَلٰكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِيۡحَهُمۡ (اسراء۔ ۴۴) ان کی تسبیح و نماز کو سمجھ نہیں سکتے۔ یہ ساری چیزیں اپنی زبان حال سے انسان کو دعوت دیتی ہیں کہ وہ بھی اس حمد و تسبیح میں ان کے ساتھ شامل ہو اور انہی کی طرح صرف اپنے رب ہی کی بندگی کرے۔ اگر وہ اس سے کوئی الگ راہ اختیار کرتا ہے۔ تو گویا وہ ساری دنیا سے بالکل جدا راہ اختیار کرتا ہے اور ایک ایسی راگنی چھیڑتا ہے جو اس کائنات کے مجموعی نغمہ سے بالکل بے جوڑ ہیں۔ اس میں خدا کی راہ اختیار کرنے والوں کی ہمت افزائی بھی ہے کہ وہ اپنے آپ کو تنہا یا اقلیت میں نہ سمجھیں۔ اس راہ کا مسافر کبھی تنہا نہیں ہوتا۔ یہ راہ قافلوں سے بھری ہوئی ہے اس میں ساری کائنات اس کی ہم سفر ہے۔ اگر تھوڑے سے ناشکرے انسان اس سے الگ ہوں تو ان کی علیحدگی سے وہ کیوں بددل اور مایوس ہو جب کہ خدا کے آسمان و زمین اس کے شمس و قمر اس کے دریا اور پہاڑ اور اس کے سارے چرند و پرند ہر وقت اس کے ہم سفر ہیں۔

فضا کے پرندوں : وَالطَّيۡرُ صٰٓفّٰتٍ یہ آسمان و زمین کے درمیان کی چیزوں میں سے پرندوں کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ پرندے بھی فضا میں اپنے پروں کو پھیلائے ہوئے خدا کی تسبیح کرتے ہیں۔ دوسرے مقام میں پرندوں کے نغموں اور چہچہوں کا حوالہ ہے۔ یہاں ان کے پروں کے پھیلانے کا ذکر ہے جو خدا کے آگے ان کے سجود کی تصویر ہے۔

كُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسۡبِيۡحَهٗ یعنی یہ نہ خیال کرو کہ دنیا کی ہر چیز کیلئے خدا نے نماز اور تسبیح کا ایک ہی طریقہ ٹھہرایا ہے۔ بلکہ اس نے ہر چیز کو تسبیح و عبادت کے الگ الگ طریقے الہام فرمائے ہیں اور ہر چیز نے اپنی نماز و تسبیح کا طریقہ اچھی طرح سیکھ لیا ہے۔ اور وہ اسی طریقہ کے مطابق خدا کی حمد و تسبیح کرتی ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَفۡعَلُوۡنَ یعنی اگر تم ان کی تسبیح و عبادت کو نہیں جانتے تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ خدا ان کے تمام کاموں سے واقف ہے۔ جو وہ کرتے ہیں اور خدا ہی تم کو ان کے اس

Scanned with CamScanner

کام سے آگاہ کر رہا ہے تاکہ تم اس سے سبق حاصل کرو۔

آیت نمبر ۴۲ : وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ (۴۲)

عبادت کا حقدار : یہ اس بات کی دلیل ارشاد ہوئی کہ کیوں ہر چیز خدا کی حمد و تسبیح کرتی ہے اور کیوں سب کو اسی کی حمد و تسبیح کرنی چاہیے۔ فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی خدا ہی کی ہے۔ اور سب کی واپسی بھی بالآخر خدا ہی کی طرف ہونی ہے۔ نہ اس کائنات کے انتظام میں کسی کا کوئی دخل ہے اور نہ آخرت میں خدا کے سوا کوئی پناہ دینے والا ہے۔ تو جب یہاں اور وہاں ہر جگہ سارا اختیار اسی کو حاصل ہے تو اسکے سوا کسی دوسرے کی تسبیح و عبادت کس حق کی بنا پر کی جائے۔

آیت نمبر ۴۳ : اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزۡجِىۡ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيۡنَهٗ ......

رحمت اور عذاب : یہ دلیل بیان ہوئی ہے اس بات کی کہ اس کائنات میں سارا اختیار و اقتدار صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ وہی اس میں اپنے اختیار مطلق سے جو تصرف چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کی حکمت کے سوا اور کوئی اس میں دخیل نہیں ہے۔ دیکھو زمین پیاسی ہوتی ہے۔ کسی کی طاقت نہیں کہ آسمان سے پانی کی ایک بوند ٹپکا دے۔ وہی اپنی ہواؤں سے بادلوں کو ہانک کر لاتا ہے۔ ان کے الگ الگ ٹکڑوں کو باہم جوڑ کر ان کو تہ بہ تہ کرتا ہے۔ پھر ان سے ابر رحمت برستا اور ساری زمین کو جل تھل کر دیتا ہے۔ اسی طرح دیکھو اس کی رحمت کی طرح اس کی زحمت بھی اسی کے اختیار میں ہے۔ انہی بادلوں کو جس کیلئے وہ چاہے عذاب بنا دیتا ہے۔ وہ ان کیلئے پانی کے بجائے اپنے اندر گویا اولوں کے پہاڑ چھپائے ہوئے نمودار ہوتے ہیں۔ پھر جن پر اس کا حکم ہوتا ہے وہ اولوں کی سنگ باری کر کے ان کو تباہ کر دیتے ہیں اور جن کو وہ چاہتا ہے۔ اس آفت سے بچا لیتا ہے۔ کسی دوسرے کی مجال نہیں کہ وہ اس آفت سے اپنے کو یا دوسروں کو بچا سکے۔ ان بادلوں کے اندر جو بجلی ہوتی ہے۔ اس کی چمک کا یہ حال ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ آنکھوں کو اچک لے جائے گی۔

یہ امر واضح رہے کہ اس ایک ہی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و زحمت دونوں پر اپنے تنہا اختیار کو واضح فرمایا ہے۔ پہلے ٹکڑے میں رحمت کی تمثیل ہے۔ اور دوسرے ٹکڑے میں جو وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ سے شروع ہوتا ہے اس کے عذاب کی مثال ہے۔ اس میں اشارہ سرما کے ان بادلوں کی طرف ہے۔ جو تند ہواؤں شدید کڑک اور اولوں کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں اور ان سے ایسی بے پناہ ژالہ باری ہوتی ہے کہ بستیاں ان کے نیچے ڈھک جاتی ہیں۔ گویا ان کے اندر اولوں کے پہاڑ ہیں۔ قرآن نے عذاب الٰہی سے جن قوموں کی تباہی کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بعض قومیں اسی آفت سے تباہ ہوئیں۔

آیت نمبر ۴۴۔ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيلَ وَالنَّهَارَ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ (٤٤)

قدرت خداوندی : اسی طرح رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کو لانا بھی خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ کسی کی طاقت نہیں کہ رات میں دن ظاہر کردے یا دن میں رات نمودار کردے یا ان کی آمد و شد میں منٹ یا سیکنڈ کا فرق ہی پیدا کردے۔ فرمایا کہ ان تمام باتوں کے اندر جن کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا اہل نظر کے لئے بڑا سامان عبرت ہے۔ عبرۃ کا مفہوم ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف جانا ہے۔ یعنی جو لوگ وہ نظر رکھتے ہیں جو ظاہر کے اندر باطن اور جزئیات کے اندر کلیات کو دیکھ لینے والی ہے ان کو ان مشاہدات کے بعد اس بات میں ذرا بھی شک باقی نہیں رہ سکتا کہ یہ کائنات ایک خدائے حکیم کی بنائی ہوئی ہے۔ جو اس ساری کائنات پر یکہ و تنہا حاکم ہے اس وجہ سے تنہا وہی حقدار ہے کہ اس کی عبادت و اطاعت کی جائے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ یہی عبرۃ انسانیت کا اصلی جوہر ہے۔ اگر یہ جوہر کسی کے اندر نہیں ہے تو وہ انسان نہیں بلکہ حیوان ہے اور جو آنکھ ظاہر کے اندر باطن کو نہ دیکھ سکے وہ اندھی ہے۔ ؎

قطرہ میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل لڑکوں کا ہوا دیدہ بینا نہ ہوا

آیت نمبر ۴۵۔ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ....

تعدد انواع : یعنی انواع و اجناس اور اشکال و صور کا اختلاف و تعدد بھی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس کائنات میں مختلف ادارے کارفرما ہیں جیسا کہ نادان مشرکوں نے سمجھا بلکہ یہ اس دنیا کے خالق کی قدرت و حکمت کی دلیل ہے۔ ایک ہی پانی سے اس نے تمام جانداروں کو وجود بخشا۔ ان میں سے بعض پیٹوں کے بل رینگتے ہوئے چلتے ہیں۔ بعض دو ٹانگوں پر چلتے ہیں۔ بعض چار پیروں پر چلتی ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ دو ٹانگوں والوں کا خالق الگ اور چار ٹانگوں والوں کا الگ ہے۔ سب کا خالق ایک ہے۔ وہی اپنی قدرت سے جو چاہے پیدا کرتا ہے اور جس کو جو شکل و صورت چاہتا ہے دیتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے اس وجہ سے سب کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اسی کے حوالہ اور اسی کی بندگی میں دیں۔

آیت نمبر ۴۶۔ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ....

ہدایت و ضلالت : یہ اسی طرح کی تنبیہ ہے جس طرح کی آیت ۳۴ میں گزر چکی

ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے آنکھیں کھول دینے والی اور صراط مستقیم کو دکھا دینے والی آیتیں اتار دی ہیں۔ اب ہم اپنی سنت کے مطابق ان لوگوں کو صراط مستقیم کی ہدایت دیں گے جو اس کے طالب بنیں گے۔ رہے ناقدرے اور ناشکرے لوگ تو وہ اپنی خواہشات نفس کی تاریکیوں میں بھٹکتے رہیں گے۔

آیت نمبر ۴۷۔ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ ....

منافقین کا رویہ : آیت میں منافقین کے رویہ کا بیان ہے۔ جن کے فتنے اس دور میں جیسا کہ فتنہ افک سے معلوم ہوتا ہے بہت بڑھ گئے تھے۔ فرمایا کہ جہاں تک زبانی اظہار و اعلان کا تعلق ہے یہ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان اور اطاعت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن جب اس دعوائے ایمان و اطاعت کے امتحان کا وقت آتا ہے۔ تو یہ بالکل پھسڈی ثابت ہوتے ہیں۔

وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ: یعنی اس قسم کے مدعیان ایمان اللہ کے نزدیک مومن نہیں ہیں۔ ایمان کا حق صرف کلمہ پڑھ لینے سے پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کیلئے شرط لازم ہے۔ کہ اللہ و رسول کے احکام کی بے چون چرا اطاعت کی جائے اگر کوئی شخص یہ شرط پوری نہیں کرتا تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا اور پکا منافق ہے۔

آیت نمبر ۴۸ : وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ....

یہ ان کے نفاق اور عدم ایمان کی دلیل بیان ہوئی ہے کہ جب ان کے درمیان کوئی جھگڑا پیدا ہوتا ہے اور ان کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ اس کو اللہ اور رسول کے سامنے پیش کریں تاکہ اللہ کا رسول اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ کرے تو ان میں سے ہر ایک گروہ برابر کتراتا ہے۔ اللہ کی طرف دعوت کے معنی اللہ کے قانون کے سامنے پیش کرنے کے ہیں جس کا ترجمان اللہ کا رسول ہوتا ہے۔ اللہ کا رسول جو فیصلہ کرے وہی اللہ کا فیصلہ ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ و رسول کے ایمان کا مدعی ہے لیکن اپنے معاملات کے فیصلہ کیلئے دوسروں کی طرف رجوع کرتا ہے رسول کی عدالت سے کتراتا ہے تو وہ منافق ہے۔

یاد رہے کہ ابتداء میں جب تک اطراف مدینہ میں یہود بھی اپنے اپنے دائروں میں اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ منافقین کی یہ روش رہی کہ وہ اپنے قضیے انہی کی عدالتوں میں لے جاتے اس کی وجہ ایک تو یہ تھی کہ یہود نے شریعت الٰہی کو بدل کر بالکل خواہشات نفس کے سانچے میں ڈھال لیا تھا۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ ان کے حکام کو رشوت دے کر بڑی آسانی سے خریدا جا سکتا تھا۔ اس

Scanned with CamScanner

صورت حال سے منافقین یہ فائدہ اٹھاتے کہ اگر ان کو آنحضرت محمد ﷺ کی عدالت سے اپنے حسب منشاء فیصلہ حاصل کر سکنے کی توقع ہوتی تب تو اپنے ایمان واسلام کی نمائش کیلئے نہایت فرمانبرداری سے آنحضرت ﷺ کی عدالت میں مقدمہ لاتے اور اگر یہ توقع نہ ہوتی تو یہود کی عدالتوں میں لے جاتے۔

آیت نمبر ۴۹۔ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ ....

یعنی اگر انہیں یہ اندازہ ہوتا کہ پیش نظر قضیہ میں اسلام کے قانون کا فیصلہ ان کے حق میں ہے تب تو نہایت فرمانبرداری سے معاملہ پیغمبر ﷺ کی عدالت میں لاتے اور اگر یہ اندازہ ہوتا کہ اسلام کا قانون ان کے مفاد کے خلاف ہے تو یہود کی عدالتوں میں لے جاتے ان کی اس روش کو قرآن نے تحاکم الی الطاغوت' شیطان کی پیروی کہا ہے اور اس کو شرک قرار دیا ہے۔

آیت نمبر ۵۰۔ اَفِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ....

لفظ مرض قرآن میں حسد کے معنی کیلئے آیا ہے۔ اور نفاق کے معنی کیلئے بھی۔ یہاں اس سے نفاق مراد ہے۔ حسد و نفاق دونوں کا دل کی بیماری ہونا واضح ہے۔

اِرْتِیَاب کے معنی مبتلائے شک ہونے کے ہیں۔ یہ شک نبی ﷺ کی رسالت کے باب میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور اسلام کے مستقبل کے باب میں بھی۔ منافقین کی مذبذب پالیسی کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ وہ ڈرتے تھے کہ مسلمانوں اور ان کے مخالفوں میں جو کشمکش اس وقت برپا ہے۔ اس میں آخری بازی معلوم نہیں کس کی رہے تو مصلحت یہی ہے کہ دونوں کے ساتھ تھوڑا تعلق باقی رکھا جائے۔ تاکہ دونوں میں سے جس کی بھی فتح ہو اپنا مفاد محفوظ رہے۔

حیف کے معنی ظلم وجور کے ہیں۔

منافقین کی پالیسی: فرمایا کہ ان منافقین نے یہ "بیچ دروں' بیچ بروں" کی پالیسی اختیار کر رکھی ہے یہ تین حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو ان کے دلوں کے اندر نفاق کا روگ ہے۔ یا وہ رسول کی رسالت اور اسلام کے مستقبل کی طرف سے ابھی شک میں ہیں یا انہیں اندیشہ ہے کہ اگر وہ اپنے معاملات اللہ ورسول کی عدالت میں لائیں گے تو اللہ ورسول ان کے ساتھ ناانصافی کریں گے۔ اب وہ خود فیصلہ کریں کہ وہ ان تینوں میں سے کسی ایک بیماری میں مبتلا ہیں۔ یا بیک وقت تینوں ہی میں مبتلا ہیں۔ ان میں سے جو بات بھی ہو بہر حال وہ ایمان کے منافی ہے

بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی انہیں اللہ ورسول سے ظلم وناانصافی کا اندیشہ ہے حالانکہ وہ یہ روش اختیار کر کے خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى
اس کے سوا نہیں ہے بات مومن (جمع) جب وہ بلائے جاتے ہیں طرف
مومنوں کی بات اسکے سوا نہیں کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کی طرف بلائے جاتے
اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا
اللہ اور اسکے رسول ؐ تاکہ فیصلہ کرے ان کے درمیان تو وہ کہتے ہیں
ہیں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو وہ کہتے ہیں کہ
سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۵۱
ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور وہی فلاح پانے والے
ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور وہی ہیں (دو جہان) کی کامیابی پانے والے
وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ
اور جو اطاعت کرے اللہ اور اسکے رسول ؐ کی اور ڈرے اللہ
اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ؐ کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے
وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۵۲
اور پرہیزگاری کرے پس وہ وہی کامیاب ہونے والے
اور پرہیزگاری کرے یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔
وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ
اور انہوں نے قسم کھائی اللہ کی اپنی زوردار قسمیں البتہ اگر آپ
اور انہوں نے اللہ کی زوردار قسمیں کھائیں کہ اگر آپ انہیں
اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۭ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ
حکم دیں تو وہ ضرور نکل کھڑے ہونگے فرمادیں تم نہ کھاؤ قسمیں
حکم دیں تو وہ ضرور جہاد کیلئے نکل کھڑے ہونگے آپ فرمادیں تم قسمیں

طَاعَةٌ مَّعْرُوفَةٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا

اطاعت پسندیدہ بے شک اللہ خبر رکھتا ہے وہ جو

کھاؤ، پسندیدہ اطاعت (مطلوب) ہے بیشک اللہ اسکی خبر رکھتا ہے جو کہ تم

تَعْمَلُوْنَ ۝۵۳ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا

تم کرتے ہو فرمادیں تم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو

کرتے ہو آپ فرمادیں تم اللہ کی اور رسول ؐ کی اطاعت

الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ

کرو رسول کی پھر اگر تم پھر گئے تو اسکے سوا نہیں اس پر جو بوجھ ڈالا گیا (ذمے)

کرو پھر اگر تم پھر گئے تو اس کے سوا نہیں کہ رسول پر اسی قدر ہے جو اسکے

وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ

اور تم پر جو بوجھ ڈالا گیا تم پر (ذمے)

ذمے کیا گیا ہے اور تم پر لازم ہے جو تمہارے ذمہ ہے

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ

اور اگر تم اطاعت کروگے تو ہدایت پالوگے اور نہیں پر رسول ؐ

اور اگر تم اس کی اطاعت کروگے تو ہدایت پالوگے اور رسول ؐ پر نہیں

اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۵۴ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

مگر صرف پہنچا دینا صاف صاف اللہ نے وعدہ کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے

مگر صرف صاف پہنچا دینا ہے اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو

مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

تم میں سے اور کام کئے نیک وہ ضرور انہیں

تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کئے انہیں ضرور خلافت (سلطنت) دیگا

فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ

زمین میں جیسے اس نے خلافت دی وہ لوگ جو ان سے

زمین میں جیسے ان کے پہلوں کو خلافت دی

قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي

پہلے اور ضرور قوت دے گا ان کے لئے انکا دین جو اس نے

اور البتہ ان کے لئے ان کے دین کو مضبوطی سے قائم کر دے گا جو اس نے

ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

پسند کیا ان کے لئے اور البتہ وہ ضرور بدل دے گا ان کے لئے بعد انکا

ان کیلئے پسند کیا اور البتہ ان کے لئے خوف کے بعد ضرور

خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ

انکا خوف امن وہ نہ شریک کریں گے

امن میں بدل دے گا وہ میری عبادت میں میرا شریک نہ کریں گے

بِيْ شَيْــــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ

میرا کوئی شے اور جس ناشکری کی اس کے بعد پس وہی لوگ

کسی شے کو اور جس نے اس کے بعد ناشکری کی پس وہی لوگ

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۵ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

میں سے نافرمان (جمع) اور تم قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ

نافرمان ہیں اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۵۶

اور اطاعت کرو رسول ؐ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور رسول ؐ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

Scanned with CamScanner

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ

ہرگز گمان نہ کریں | وہ جنہوں نے | کفر کیا (کافر) | عاجز کرنے والے ہیں

ہرگز گمان نہ کرنا کہ کافر زمین میں عاجز کرنے والے ہیں۔

فِى الْاَرْضِ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ع

اور ان کا ٹھکانہ | دوزخ | اور البتہ | برا | ٹھکانہ

اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ البتہ برا ٹھکانہ ہے۔

معانی وگرامر

اسماء

قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ : مومنوں کی بات، مومنوں کا جواب۔

اَلْمُفْلِحُوْنَ : فلاح پانے والے، واحد مُفْلِحٌ۔

اَلْفَآئِزُوْنَ : کامیاب، بامراد، واحد فَآئِزٌ، اسم فاعل فَازَ يَفُوْزُ۔

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ : نہایت زور کی قسمیں اُن کی۔

طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ : دستور کے مطابق فرماں برداری۔

اَلْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ : واضح پہنچا دینا۔

مُعْجِزِيْنَ : عاجز کر دینے، ہرا دینے والے، واحد مُعْجِزٌ۔

مَاْوٰىهُمْ : اُن کا ٹھکانہ۔

اَلنَّارُ : آگ، جمع نِيْرَانٌ

افعال

لِيَحْكُمَ : تاکہ فیصلہ کرے، يَحْكُمُ فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب

سَمِعْنَا : ہم نے سنا۔ فعل ماضی، صیغہ جمع متکلم۔

اَطَعْنَا : ہم نے اطاعت کی۔ فعل ماضی، صیغہ جمع متکلم۔

يُّطِعِ اللّٰهَ : وہ اللہ کی اطاعت کرے گا۔ فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔

يَخْشَ اللّٰهَ : وہ اللہ سے ڈرے گا۔ فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔

يَتَّقْهِ : اس کا تقویٰ اختیار کرے گا۔ فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔

اَقْسَمُوْا : انہوں نے قسم کھائی، فعل ماضی، صیغہ جمع مذکر غائب۔

اَمَرْتَهُمْ : تم انہیں حکم دو، فعل ماضی، صیغہ واحد مذکر حاضر۔

لَيَخْرُجُنَّ : وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے، فعل مضارع مؤکد، صیغہ جمع مذکر غائب

لَا تُقْسِمُوْا : نہ قسمیں اٹھاؤ، فعل نہی، صیغہ جمع مذکر حاضر۔

اَطِيْعُوْا : فرماں برداری کرو۔ فعل امر، صیغہ جمع مذکر حاضر۔

تَوَلَّوْا : وہ پھر جائیں، فعل ماضی، صیغہ جمع مذکر غائب۔

حُمِّلَ : اس کے ذمہ ڈالا گیا، فعل ماضی، صیغہ واحد مذکر غائب۔

حُمِّلْتُمْ : تمہارے ذمہ ڈالا گیا، فعل ماضی، صیغہ جمع مذکر حاضر۔

تُطِيْعُوْهُ : تم اس کی اطاعت کرو گے، فعل مضارع، صیغہ جمع مذکر حاضر۔

تَهْتَدُوْا : تم ہدایت پا جاؤ گے۔ فعل مضارع، صیغہ جمع مذکر حاضر۔

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ : وہ ضرور انہیں خلیفہ بنائے گا، فعل مضارع مؤکد، صیغہ واحد مذکر غائب۔

اِسْتَخْلَفَ : خلیفہ بنایا، حاکم بنایا، فعل ماضی، صیغہ واحد مذکر غائب۔

لَيُمَكِّنَنَّ : وہ ضرور جما دے گا۔ فعل مضارع مؤکد، صیغہ واحد مذکر غائب۔

اِرْتَضٰى : پسند کیا۔ فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔

لَيُبَدِّلَنَّهُمْ : وہ ضرور بدل دے گا۔ فعل مضارع مؤکد، صیغہ واحد مذکر غائب۔

يَعْبُدُوْنَنِىْ : وہ میری عبادت کریں گے۔ يَعْبُدُوْنَ فعل مضارع۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔

لَا يُشْرِكُوْنَ : نہ شرک کریں گے، فعل مضارع منفی، صیغہ جمع مذکر غائب۔

كَفَرَ : اس نے کفر کیا۔ فعل ماضی، صیغہ واحد مذکر غائب۔

لَا تَحْسَبَنَّ : نہ خیال کر، فعل نہی مؤکد، صیغہ واحد مذکر حاضر۔

حروف جار

فِىْ — میں، اِلٰى — طرف، مِنْ — سے، عَلٰى — پر

بِ — ساتھ۔

Scanned with CamScanner

مرکب اضافی

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ - دِيْنَهُمْ -

مرکب توصیفی

طَاعَةٌ مَعْرُوْفَةٌ - اَلْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ -

تشریح .... رکوع نمبر ۷

آیت نمبر ۵۱۔ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤمِنِيْنَ ....

سچے مسلمانوں کی شان : یہ سچے مسلمانوں کی شان بتائی کہ جب کسی معاملہ کے فیصلہ کیلئے اللہ ورسول کی طرف بلایا جائے تو ان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ وہ یہ کہتے ہوئے اس کو قبول کریں کہ ہم نے سنا اور مانا۔ فرمایا کہ جو لوگ اس طرح ہر طمع وخوف سے بالاتر ہو کر اپنے آپ کو اللہ ورسول کے حوالہ کریں در حقیقت دنیا اور آخرت دونوں میں اپنے حقیقی مفاد کو محفوظ کرنے والے ہیں نہ کہ یہ لوگ جو بیک وقت کفر واسلام دونوں سے اپنے مفاد کے حد تک دوستی رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ دو کشتیوں کے سوار لازماً ڈوب کے رہیں گے۔

آیت نمبر ۵۲۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ....

کامیاب گروہ : خشیت اور تقویٰ یہاں دونوں لفظ ایک ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔ خشیت۔ یہاں دل کی حالت کی تعبیر کیلئے اور تقویٰ سے مراد حدود الٰہی کی پاسداری ہے۔ یعنی ایک کا تعلق باطن سے ہے دوسرے کا تعلق ظاہر سے ہے۔

فرمایا کہ اصل کامیاب ہونے والے وہ لوگ ہیں۔ جو نرم وگرم ہر طرح کے حالات میں اپنے تمام ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر اللہ ورسول کی اطاعت کریں اور ان کے دلوں میں اللہ کا خوف ہو اور وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں خدا کے حدود کی پوری پاسداری کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نجات کیلئے صرف دعوائے ایمان کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بھی شرط لازم ہے۔ ثانیاً محض اطاعت بھی کافی نہیں ہے بلکہ اس اطاعت کے ساتھ خدا کی خشیت اور تقویٰ بھی ہونا ضروری ہے فرمایا کہ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ رہے وہ مفاد پرست جو محض اپنے مفاد کے حد تک اللہ ورسول کے

ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ اللہ اور رسول کو ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آیت نمبر 53۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ....

زوردار قسمیں : سمع وطاعت کا عہد کرنے کے باوجود منافقین جس طرح رسول ﷺ کی عدالت سے کتراتے تھے اسی طرح جہاد سے بھی کتراتے تھے۔ زبان سے شیخی کا تو یہ حال تھا کہ جب جہاد کا ذکر آتا تو بڑی زوردار قسمیں کھا کھا کے حضور ﷺ کو یقین دلاتے کہ جب آپ کا حکم ہوگا جان ومال سے حاضر ہیں لیکن جب وقت آتا تو کترا جاتے۔ فرمایا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ قسمیں زیادہ نہ کھاؤ۔ قسمیں عمل کا بدل نہیں بن سکتیں۔ اصل شے جو مطلوب ہے وہ اصول کے مطابق اللہ ورسول کی اطاعت ہے۔ اگر یہ چیز موجود نہیں ہے تو خالی خولی قسموں سے تم کتنے دن اپنے کردار پر پردہ ڈالے رکھو گے۔

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ یعنی ان جھوٹی قسموں سے تم دوسروں کو دھوکا دے سکتے ہو لیکن اس علام الغیوب کو کس طرح دھوکا دے سکتے ہو جو تمہارے ہر قول وفعل سے اچھی طرح باخبر ہے۔

قرآن میں منافقین کے زیادہ قسمیں کھانے کا ذکر دوسرے مقامات پر بھی گزر چکا ہے۔ اس کی نفسیاتی وجہ یہ ہے کہ جن کے پاس کردار کی شہادت موجود نہیں ہوتی وہ اپنے کو معتبر ثابت کرنے کیلئے قسموں ہی کو ذریعہ بناتے ہیں۔ ان کے دلوں کے اندر یہ چور چھپا ہوا ہوتا ہے۔ کہ جب تک وہ قسم نہیں کھائیں گے مخاطب ان کی بات باور نہیں کرے گا۔ جبکہ صاحب کردار آدمی کو اپنے کردار پر اعتماد ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کو قسم کھانے کی ضرورت زیادہ پیش نہیں آتی۔

آیت نمبر ۵۴۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ....

منافقین کو دھمکی : یہ منافقین کو تنبیہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اگر اس چیز سے منہ موڑو گے تو یاد رکھو کہ تم رسول کا کچھ نہیں بگاڑو گے۔ بلکہ اپنے آپ ہی کو تباہ کرو گے۔ تمہارے معاملے میں رسول کے اوپر صرف اتنی ہی ذمہ داری ہے جو اللہ کی طرف سے اس پر ڈالی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ وہ اللہ کا دین تمہیں واضح طور پر پہنچا دے سو اس نے اپنا یہ فرض خوبی ادا کر دیا۔ اب یہ ذمہ داری اس پر نہیں ہے کہ وہ تمہیں ایمان وہدایت کے راستہ پر چلا بھی دے۔ ایمان وہدایت کی راہ اختیار کرنے کی ذمہ داری خود تمہارے اوپر ہے۔ اور خدا کے ہاں تمہیں اس کی جواب دہی کرنی ہے۔ کہ رسول کی بات تم نے کیوں نہیں مانی اور ہدایت کی راہ کیوں اختیار نہیں کی؟ (تفصیل کیلئے دیکھئے عنوان اطاعت رسول)

Scanned with CamScanner

وَاِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا۔ اس فقرے میں تہدید اور نصیحت دونوں ہے۔ یعنی رسول کی اطاعت کرو، فلاح کی راہ اسی سے پاؤ گے۔ ورنہ یاد رکھو کہ اپنی شامت بلاؤ گے۔

وَمَاعَلَی الرَّسُوْلَ اِلاَّ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔ یہ رسول کی ذمہ داری واضح فرمادی کہ خدا کی طرف سے اس پر ذمہ داری صرف یہ ہے کہ وہ واضح طور پر لوگوں کو اللہ کا دین پہنچادے۔ اب اس کے بعد اگر تم اپنی ذمہ داری ادا نہیں کرتے ہو تو اس کا خمیازہ خود بھگتو گے۔

ان آیات میں بار بار ایمان کا لازمی تقاضا اللہ اور رسول کی اطاعت کو بتایا گیا ہے۔ اور اللہ کی اطاعت کا راستہ رسول کی اطاعت کو قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بغیر مجرد اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالرَّسُوْلِ کہہ دینے سے اگر ایمان کا حق ادا ہو جاتا تو یہ منافقین اس اقرار واعلان میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ وہ تو اٰمنّا کے ساتھ اطعنا کا بھی اقرار کرتے تھے اور اپنے دعوے کی صداقت پر نہایت پکی پکی قسمیں بھی کھاتے تھے۔ پھر آخر وہ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کے سزاوار کیوں ٹھہرے؟

آیت نمبر ۵۵۔ وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ......

یہ منافقین کے اس شک پر ضرب لگائی ہے جو اسلام کے مستقبل سے متعلق اپنے دلوں میں خوف رکھتے تھے۔ اور جس کی طرف اوپر ارتیاب کے الفاظ سے اشارہ گزر چکا ہے۔ فرمایا کہ تم میں سے لوگ پوری راست بازی کے ساتھ ایمان اور عمل صالح کی راہ اختیار کرلیں گے ان سے اللہ کا وعدہ ہو چکا ہے۔ کہ اللہ ان کو اس سرزمین میں اسی طرح اقتدار بخشے گا۔ جس طرح پہلے رسولوں کی امتوں کو اس نے اقتدار بخشا اور ان کے دین کو جس کو اس نے ان کیلئے پسند فرمایا ہے۔ اس ملک میں مستحکم کرے گا۔ اور ان کی اس خوف کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔

کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ سے سابق رسولوں اور ان کی امتوں کی طرف اشارہ ہے۔ رسول اور اس کے پیرووں کے لیے اس دنیا میں غلبہ لازمی ہے۔ رسول کے اتمام حجت کے بعد اس کے جھٹلانے والے لازماً تباہ کردیئے گئے اور قیادت کی باگ ان کے بعد ان لوگوں کے ہاتھ میں آئی جو رسول پر ایمان لائے۔

وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی۔ یعنی اس دین اسلام کو جس کو ان کیلئے اللہ نے پسند فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَام اس دین کو اس سرزمین میں غالب کرے گا۔ یعنی اسی دین کا قانون اس ملک میں چلے گا اور اسی کی بنیاد پر اس ملک کا نظام استوار ہوگا۔ اس دین کے سوا کسی اور دین کا اقتدار اس ملک میں باقی نہیں رہے گا۔

وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا۔ یعنی اس وقت اس دین کے دشمنوں کے سبب سے

جو خوف واندیشہ کی حالت ہے یہ ایک عارضی حالت ہے۔ جلد وہ وقت آنے والا ہے۔ جب اس خوف کی حالت کو اللہ تعالیٰ امن سے بدل دے گا۔ اور اس ملک کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک کسی کی مجال نہ ہوگی کہ وہ اللہ کے دین یا اس دین کے حاملوں کیلئے کوئی خطرہ پیدا کر سکے۔

حضرت عدیؓ بن حاتم فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن آنحضور ﷺ کے پاس تھا کہ ایک شخص آپؐ کے پاس حاضر ہوا۔ اور فاقہ کی شکایت کی۔ پھر ایک اور شخص آیا اور قزاقوں کی شکایت کی۔ آپ نے مجھے خطاب کرکے فرمایا۔ اے عدی! کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے۔؟ میں نے عرض کیا دیکھا نہیں لیکن اس کے بارے میں سنا ہے۔ فرمایا اگر تمہاری زندگی ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ہودج سوار عورت حیرہ سے نکلے گی۔ آخر کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے سوائے خدا کے اور کسی کا خوف نہ ہوگا۔

حضرت عدیؓ کہتے ہیں۔ میں نے جی میں خیال کیا کہ قبیلہ طے کے ڈاکو کہاں جائیں گے جنہوں نے آبادیوں میں آگ لگا رکھی ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا اگر تمہاری زندگی ہوئی تو کسریٰ کے خزانے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوں گے۔ میں نے عرض کیا؟ کیا کسریٰ بن ہرمز (شاہ ایران)؟! فرمایا۔ ہاں! کسریٰ بن ہرمز اور اگر تمہاری زندگی ہوئی تو دیکھو گے کہ آدمی سونے یا چاندی کی مٹھی بھر کر محتاج کی تلاش میں نکلے گا اور کوئی لینے والا نہ ملے گا۔

حضرت عدیؓ کہتے ہیں کہ (تین پیش گوئیوں میں سے) دو میرے مشاہدہ میں آئیں ایک تو میں نے ہودج نشین عورت کو دیکھا جس نے حیرہ سے (اکیلے) چل کر کعبہ کا طواف کیا۔ اور اس کے دل میں سوائے خدا کے اور کسی کا خوف نہ تھا۔ دوسرے خزائن کسریٰ کی فتح میں میں خود شریک ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی تیسری پیش گوئی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ) میں پوری ہوئی افریقہ کے والی نے غرباء میں زکوٰۃ کی رقم تقسیم کرنا چاہی تو کوئی لینے والا نہیں ملتا تھا۔ آخر انہوں نے اس رقم سے چند غلام خرید کر آزاد کئے۔ (تفسیر خازن)

یَعْبُدُوْنَنِیْ لَایُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا۔ یعنی اس سرزمین پر تنہا میری ہی عبادت ہوگی۔ میرے سوا کسی اور کی عبادت نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ فتح مکہ کے بعد جس طرح پورا ہوا وہ تاریخ کی ایک ایسی حقیقت ہے جس کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ یہاں تک کہ پورے جزیرہ عرب کے متعلق نبی ﷺ نے یہ اعلان فرمادیا کہ لایجتمع فیھا دینان (اس میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے)

وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ یعنی آج تو ابھی امتحان اور آزمائش

کا مرحلہ ہے اس وجہ سے ان لوگوں کو بھی مہلت ملی ہوئی ہے۔ جو اللہ کے دین کی مخالفت کر رہے ہیں۔ لیکن آگے فیصلہ کی گھڑی بھی آنے والی ہے۔ اس وقت وہ لوگ اپنا انجام دیکھ لیں گے جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کر رہے ہیں۔

آیت نمبر ۵۶۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔..................

یہ علاج بتایا ہے کہ اگر اپنے دلوں کو نفاق، خوف اور شک کے امراض سے پاک رکھنا چاہتے ہو تو نماز کا اہتمام کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کے ہر حکم کی بے چون و چرا اطاعت کرو۔ اگر یہ راہ اختیار کرو گے تو تم پر اللہ کی رحمت ہوگی اور تم دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہو گے۔

آیت نمبر ۵۷: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔..................

ان منافقین کے دلوں پر اسلام کے مخالفین خصوصاً قریش کی جو ہیبت طاری تھی۔ یہ اس کو دور فرمایا ہے کہ ان کافروں کے متعلق یہ خیال نہ کرو کہ یہ ہمارے قابو سے باہر نکل جائیں گے۔ یہ اس زمین میں بھی ہمارے قابو میں ہیں اور آخرت میں تو ان کیلئے بہر حال دوزخ ہے ہی اور یاد رکھو کہ وہ نہایت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ (تفصیل دیکھیے حکومت الٰہیہ کا قیام)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ

اے جو لوگ ایمان لائے (ایمان والو) چاہیے کہ اجازت لیں تم سے وہ جو کہ

اے ایمان والو! چاہیے کہ تمہارے غلام (تمہارے پاس آنے کی) تم سے اجازت

مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا

مالک ہوئے تمہارے دائیں ہاتھ اور جو لوگ جو نہیں پہنچے

لیں اور وہ جو نہیں پہنچے تم میں سے (حد) شعور

الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ

شعور تم میں سے تین بار پہلے سے

کو تین وقت (یعنی) نماز فجر سے پہلے

صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ

نماز فجر اور جب اتار کر رکھ دیتے ہو اپنے کپڑے

اور جب تم اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو

مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ

سے دوپہر اور بعد نماز عشاء

دوپہر کو اور نماز عشاء کے بعد۔

ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا

تین پردہ تمہارے لئے نہیں تم پر اور نہ ان پر

تمہارے لئے (یہ) تین پردے (کے اوقات) ہیں نہیں تم پر اور نہ ان پر ان کے

عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ ۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ

کوئی گناہ ان کے بعد پھرا کرنے والے تمہارے پاس

علاوہ کوئی گناہ تم ایک دوسرے پاس

بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

تم میں سے بعض ۔ پاس بعض ۔ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ

پھرا کرتے ہو ۔ اسی طرح اللہ

لَكُمُ الْاٰيٰتِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ وَاِذَا

تمہارے لئے احکام ۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ۔ اور جب

تمہارے لئے احکام واضح کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۔ اور جب

بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا

پہنچیں لڑکے تم میں سے (حد شعور) کو پس چاہئے کہ وہ اجازت لیں

تم میں سے لڑکے پہنچیں (حد) شعور کو پس چاہئے کہ وہ اجازت لیں

كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَذٰلِكَ

جیسے اجازت لیتے تھے وہ جو ان سے پہلے اسی طرح

جیسے ان سے پہلے لوگ اجازت لیتے تھے اسی طرح

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

واضح کرتا ہے اللہ تمہارے لئے اپنے احکام اور اللہ جاننے والا

اللہ واضح کرتا ہے تمہارے لئے اپنے احکام اور اللہ جاننے والا

حَكِيْمٌ ○ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا

حکمت والا اور خانہ نشین بوڑھی میں سے عورتوں وہ جو

حکمت والا ہے اور جو بوڑھی عورتیں نکاح کی خواہش نہیں رکھتیں۔

يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ

آرزو نہیں رکھتی ہیں نکاح تو نہیں ان پر کوئی گناہ

تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ لینے

اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ

کہ وہ اتار رکھیں اپنے کپڑے سوا

کہ (زائد) کپڑے اتار رکھیں ، زینت (سنگھار)

مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ط وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ

ظاہر کرتے ہوئے زینت کو اور اگر وہ بچیں

ظاہر کرتے ہوئے اور اگر وہ (اس سے بھی)

خَيْرٌ لَّهُنَّ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ لَيْسَ

بہتر ان کے لئے اور اللہ سننے والا جاننے والا نہیں

بچیں تو ان کے لئے بہتر ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ

پر کوئی نابینا گناہ اور نہ پر لنگڑے کوئی گناہ

کوئی گناہ نہیں نابینا پر اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے

وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ

اور نہ پر بیمار کوئی گناہ اور نہ پر خود تم

اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے خود تم پر کہ تم

اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ

کہ کھاؤ سے گھروں سے اپنے یا گھروں سے اپنے باپوں کے

کھاؤ اپنے گھروں سے یا اپنے باپوں کے گھروں سے

اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ

یا گھروں سے اپنی ماؤں کے یا گھروں سے اپنے بھائیوں کے

یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے

أَوْ بُيُوتِ أَخَوٰتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَعْمَامِكُمْ

یا گھروں سے — اپنی بہنوں کے — یا گھروں سے — اپنے تائے چچاؤں کے

یا اپنی بہنوں کے گھروں سے — یا اپنے تائے چچاؤں کے گھروں سے

أَوْ بُيُوتِ عَمّٰتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخْوَالِكُمْ

یا گھروں سے — اپنی پھوپھیوں کے — یا گھروں سے — اپنے خالو، ماموؤں کے

یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے — یا اپنے خالو اور ماموؤں کے گھروں سے

أَوْ بُيُوتِ خٰلٰتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ

یا گھروں سے — اپنی خالاؤں کے — یا جس گھر کی تمہارے قبضہ میں ہوں اس کی کنجیاں

یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے — یا جس گھر کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہوں

أَوْ صَدِيقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا

یا اپنے دوست — نہیں — تم پر — گناہ — کوئی — کھاؤ

یا اپنے دوست کے گھر سے تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم

جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا ۚ فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا

اکٹھے مل کر — یا جدا جدا — پھر جب — تم داخل ہو — گھروں میں

اکٹھے مل کر کھاؤ یا جدا جدا — پھر جب تم گھروں میں داخل ہو تو

فَسَلِّمُوا عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

تو سلام کرو — اپنے — لوگوں کو — دعائے خیر سے — ہاں — اللہ کے

اپنے لوگوں کو سلام کرو۔ دعائے خیر اللہ کے ہاں بابرکت

مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

بابرکت — پاکیزہ — اسی طرح — واضح کرتا ہے — اللہ

پاکیزہ ہے۔ اسی طرح اللہ

لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ع ۱۲

تمہارے لئے — احکام — تاکہ تم — عقل مند ہو جاؤ

تمہارے لئے احکام واضح کرتا ہے تاکہ تم سمجھو

معانی وگرامر

رکوع نمبر ۸

اسماء

اَلْحُلُمَ : بلوغت، جوانی۔

ثِيَابَكُمْ : کپڑے تمہارے، واحد ثَوْبٌ۔

اَلظَّهِيْرَةِ : دوپہر کا وقت۔

عَوْرٰتٍ لَّكُمْ : تمہارے پردے کے اوقات، واحد عَوْرَةٌ۔

طَوّٰفُوْنَ : پھرنے والے، چکر لگانے والے، واحد طَوَّافٌ، طَافَ، يَطُوْفُ سے اسم مبالغے کا صیغہ۔

اَلْاَطْفَالُ : لڑکے جو ابھی سن بلوغ کو نہ پہنچے ہوں، واحد طِفْلٌ۔

اَلْقَوَاعِدُ : بڑی عمر کی عورتیں، واحد قَاعِدَةٌ۔

مُتَبَرِّجٰتٍ : ظاہر کرنے والی، نمائش کرنے والی، واحد مُتَبَرِّجَةٌ۔

بِزِيْنَةٍ : خوبصورتی کو، سنگار کو۔

اَلْاَعْمٰى : نابینا۔

حَرَجٌ : تنگی۔

اَلْاَعْرَجِ : لنگڑا۔

اِخْوَانِكُمْ : تمہارے بھائی، واحد اَخٌ۔

اَعْمَامِكُمْ : تمہارے چچا، واحد عَمٌّ۔

اَخْوَالِكُمْ : تمہارے ماموں، واحد خَالٌ۔

مَفَاتِحَهٗ : اس کی چابیاں، واحد مِفْتَاحٌ۔

Scanned with CamScanner

اَشْتَاتاً	:	الگ الگ، جُدا جُدا، واحد شَتّٰی ۔
تَحِیَّۃً	:	سلام، دعائے خیر ۔ جمع تَحِیَّاتٌ ۔
مُبٰرَکَۃً	:	بابرکت ۔
طَیِّبَۃً	:	پاکیزہ ۔

افعال

لِیَسْتَاْذِنْکُمْ	:	تم سے اجازت طلب کریں، فعل مضارع، صیغہ واحد، مذکر غائب ۔
لَمْ یَبْلُغُوْا	:	وہ بلوغ کو نہیں پہنچے، فعل جحد بلم، صیغہ جمع مذکر غائب ۔
تَضَعُوْنَ	:	تم اتار دیتے ہو ۔ فعل مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر ۔
بَلَغَ	:	وہ پہنچ جائے، فعل ماضی، صیغہ واحد مذکر غائب ۔
لَا یَرْجُوْنَ	:	اُمید نہیں رکھتے، فعل مضارع، صیغہ جمع مذکر غائب ۔
اَنْ یَّضَعْنَ	:	کہ اتار دیں، فعل مضارع، صیغہ جمع مؤنث غائب ۔
اَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ	:	کہ بچائے رکھیں، فعل مضارع، صیغہ جمع مؤنث غائب ۔
اَنْ تَاْکُلُوْا	:	کہ کھاؤ تم، فعل مضارع، صیغہ جمع مذکر حاضر ۔
مَلَکْتُمْ	:	تم مالک ہوئے، فعل ماضی، صیغہ جمع مذکر حاضر ۔
دَخَلْتُمْ	:	تم داخل ہوئے، فعل ماضی، صیغہ جمع مذکر حاضر ۔
سَلِّمُوْا	:	تم سلام کرو، فعل امر، صیغہ مذکر حاضر ۔
یُبَیِّنُ	:	وہ بیان کرتا ہے، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب ۔
تَعْقِلُوْنَ	:	تم سمجھتے ہو، فعل مضارع، صیغہ جمع مذکر حاضر ۔

حروفِ جار مِنْ، عَلٰی، فِیْ ۔ ل، ب ۔

مرکبِ اضافی

صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ، ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ،

مرکبِ توصیفی : تَحِیَّۃً مُبٰرَکَۃً ۔

تشریح .... رکوع نمبر ۸

آیت نمبر ۵۸ ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ....

ممنوعہ اوقات : پیچھے آیت ۲۱ پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ وہاں گھروں میں داخل ہونے کیلئے اجازت لینے کی جو شرط لگائی ہے۔ اس سے غلاموں اور نابالغ بچوں کو مستثنیٰ رکھا تھا۔ بعد میں ان پر بھی یہ قید عائد کر دی گئی کہ تین اوقات میں وہ بھی اجازت لیا کریں۔ نماز فجر سے پہلے دوپہر کے وقت جب تم قیلولہ کیلئے کپڑے اتارتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ ان تین اوقات میں خاص احتیاط کی وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ اوقات ہونا تو واضح ہے۔ دوپہر کا وقت بھی عام طور پر آرام کا ہوتا ہے۔ خاص طور پر عرب میں گرم ملک ہونے کی وجہ سے اس وقت لوگ قیلولہ کرتے ہیں۔ ان اوقات میں غلاموں اور بچوں کا بے اجازت گھر میں داخل ہونے سے اس بات کا امکان تھا کہ وہ گھر والوں کو کسی ایسے حال میں دیکھ لیں جس میں دیکھنا پسندیدہ نہ ہو۔ اس وجہ سے یہ پابندی عائد کر دی گئی۔ اور ان پابندیوں کے عائد کرنے میں بتدریج ملحوظ رکھی گئی تاکہ یہ طبیعتوں پر زیادہ شاق نہ ہو۔ ان تین اوقات کے سوا ان پر اجازت کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس کی حکمت یہ واضح فرمائی ہے کہ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْکُمْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَعْضٍ تم ہر وقت ایک دوسرے کے پاس آمد و رفت رکھنے والے ہو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کسی تنگی میں ڈالنا پسند نہیں فرمایا۔

آیت نمبر ۵۹ ۔ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْکُمُ الْحُلُمَ الاٰیۃ ....

لیکن یہ نابالغ بچے بھی اجازت لینے کی قید سے مستثنیٰ صرف اس وقت تک ہیں جب تک نابالغ ہیں۔ بالغ ہونے کے بعد ان پر بھی وہ تمام پابندیاں عائد ہو جائیں گی جو دوسروں کیلئے مذکور ہوئی ہیں۔ اس دلیل کی بنا پر کہ یہ بچپن سے گھر میں آتے جاتے رہے ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہوگی۔

ان دونوں آیتوں کے ساتھ ۔ یہ تصریح موجود ہے کہ یہ بعد میں سابق احکام کی وضاحت کے طور پر نازل ہوئی ہیں۔ اور یہ وضاحت خدا کے علم و حکمت پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی یہ جانتا ہے کہ بندوں کی تربیت و اصلاح کیلئے کیا احکام دیئے جائیں اور وہ کس ترتیب و تدریج کے ساتھ نازل کیے جائیں۔

آیت نمبر ۶۰ ۔ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ ....

Scanned with CamScanner

بوڑھی عورتوں کیلئے ہدایت: یہ آیت بھی توضیحی آیات میں سے ہے۔ پیچھے آیت ۳۱ میں عورتوں کو گھر کے اندر کسی غیر محرم کی موجودگی میں جو ہدایات دی گئی ہیں۔ ان میں یہ ہدایت بھی ہے۔ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ۔ وہ اپنی اوڑھنیوں کے آنچل سے اپنے گریبان ڈھانک لیا کریں۔ اس حکم عام سے یہاں ان عورتوں کو مستثنیٰ کردیا جواب نکاح کی عمر سے گزر چکی ہیں۔ یعنی اگر وہ اوڑھنیوں کا یہ اہتمام نہ کریں تو اس میں چنداں ہرج نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔ ان کیلئے بھی یہ رعایت ان کی آسانی کے لیے رکھی گئی ہے لیکن اس میں بھی فتنہ کا ایک پہلو ہے۔ بعض عورتوں میں یہ کمزوری ہوتی ہے کہ بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ لیکن اپنے زیوارت کی نمائش کا شوق ان کے اندر سے نہیں نکلتا۔ چونکہ یہ چیز بجائے خود آدمی کے دین کیلئے ایک فتنہ ہے۔ اس وجہ سے اس کی طرف توجہ دلادی کہ وہ اس رخصت سے کوئی فائدہ نہ اٹھائیں۔

وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ یہاں تنبیہ کیلئے ہے۔ یعنی ہر شخص کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔ کہ خدا سے کوئی بات مخفی نہیں رہتی۔ وہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

آیت نمبر ۶۱۔ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ۔ ....

پردہ کا مقصد: یہ آیت بھی توضیحی آیات میں سے ہے۔ جب گھروں کے اندر جانے پر وہ پابندیاں عائد کردی گئیں جو پیچھے بیان ہوئیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں نے یہ محسوس کیا کہ اسلام سوشل آزادیوں کو محدود کرنا چاہتا ہے کہ خاص اپنے عزیزوں قریبوں اور رشتہ داروں اور دوستوں کے گھروں میں بھی اب کوئی شخص آزادی دبے تکلفی کے ساتھ نہیں آجاسکتا۔ بہت سے لوگ جو معذور و مجبور تھے۔ اور اپنی مجبوری کے سبب سے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں ہی کے گھروں پر گزارہ کرتے تھے۔ انہوں نے بھی یہ محسوس کیا کہ اب ان کی آزادی محدود ہوگی۔ دور جاہلیت میں چونکہ غیر محدود آزادی لوگوں کو حاصل رہی تھی۔ اس وجہ سے اس کے مقابل میں اتنی پابندی بھی بعض طبائع پر شاق گزری۔ اس طرح کے لوگوں کے شبہ کو دور کرنے کیلئے یہ وضاحت فرمادی گئی کہ بعض احتیاطی پابندیوں کے عائد کرنے سے نہ یہ مقصود ہے کہ اندھے لنگڑے اور مریض اپنے تعلق کے لوگوں کے سہارے سے محروم ہوجائیں اور نہ یہ مطلب ہے کہ اعزہ اقرباء اور دوستوں کے ساتھ معاشرتی روابط منقطع ہوجائیں۔ لوگ ایک دوسرے کے ہاں آئیں جائیں۔ ملیں جلیں کھائیں پئیں۔ انفرادی طور پر بھی اور تقریبات میں اجتماعی طور پر بھی۔ ان چیزوں پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ مطلوب جو چیز ہے وہ یہ ہے کہ جب لوگ گھروں میں داخل

ہوں تو سلام کرکے داخل ہوں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مبارک اور پاکیزہ طریقہ سلام ودعا ہے۔ جس سے باہمی تعلقات کی خوش گواری میں اضافہ ہوتا ہے اور شیطان کی دراندازیوں کے راستے بند ہوجاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس پابندی کو بوجھ نہ سمجھو۔ اس میں تمام تر تمہاری ہی فلاح وبہبود مد نظر ہے۔

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں۔ "قدیم زمانے کے اہل عرب میں بعض قبائل کی تہذیب یہ تھی کہ ہر ایک الگ الگ کھانا لے کر بیٹھے اور کھائے۔ وہ مل کر ایک ہی جگہ کھانا برا سمجھتے تھے جیسا کہ ہندوؤں کے ہاں آج بھی برا سمجھا جاتا ہے۔ اس کے برعکس بعض قبیلے تنہا کھانے کو برا جانتے تھے۔ حتیٰ کہ فاقہ کر جاتے تھے اگر کوئی ساتھ کھانے والا نہ ہو۔ یہ آیت اس طرح کی پابندیوں کو ختم کرنے کیلئے ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ا)

اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَفَاتِحَهٗ سے مراد وہ گھر ہیں۔ جن کی تولیت کسی شخص پر ذمہ داری ہے۔ مثلاً کوئی شخص کسی یتیم کا ولی ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے عنوان "حسن معاشرت")

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ یہ آیت اشارہ کررہی ہے کہ یہ کسی سابق حکم کی وضاحت ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ سے یہ بات نکلتی ہے کہ جن لوگوں نے ان ہدایات کو ناروا پابندی پر محمول کیا۔ یہ محض نافہمی کی بناء پر کیا۔ قرآن نے یہ وضاحت اس لیے فرمائی ہے کہ اس قسم کے لوگوں کی یہ نافہمی دور ہو۔ اور وہ ان احکام کی افادیت و برکت کو اچھی طرح سمجھیں۔

اس آیت میں تمام رشتہ داروں اور قرابت داروں کا اس تصریح کے ساتھ الگ الگ جو ذکر آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں مشترک خاندانی نظام کا رواج نہ تھا۔ بلکہ ہر بالغ شادی کے بعد اپنا الگ گھر بساتا تھا۔ اور اس تصریح سے وہ بات بھی نکلی جس کی طرف ہم پیچھے اشارہ کرآئے ہیں۔ کہ اس سورہ میں زیر بحث وہ پردہ ہے جو اعزہ واقربا اور تعلق واعتماد کے لوگوں کے گھروں کے اندر آنے جانے کی صورت میں مردوں اور عورتوں دونوں کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ یہاں اس پردے کی وضاحت نہیں ہے جو عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں اختیار کرنا چاہیے۔ اس کی وضاحت سورہ احزاب میں ہوئی ہے۔ (دیکھئے عنوان پردہ کے احکام)

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

اس کے سوا نہیں مومن (جمع) جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول

اس کے سوا نہیں کہ مومن وہ ہیں جنہوں نے اللہ اور اسکے رسول پر یقین کیا

وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ

اور جب وہ ہوتے ہیں پر جمع ہونے کا کام نہیں

اور جب وہ کسی جامع معاملے میں (رسول) کے پاس ہوتے ہیں تو جب تک

يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ

وہ جاتے جب تک وہ اس سے اجازت لے لیں بیشک جو لوگ

وہ اس سے اجازت نہ لے لیں چلے نہیں جاتے بیشک جو لوگ

يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ

اجازت مانگتے ہیں آپ سے یہی لوگ وہ جو ایمان لاتے ہیں

آپ سے اجازت مانگتے ہیں یہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے

بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ

اللہ پر اور اس کے رسول پس جب وہ تم سے اجازت مانگیں کسی

رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ پس جب اپنے کسی کام کے لئے تم سے

شَأْنِهِمْ فَأْذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ

کے لئے اپنے کام تو اجازت دے جس کو آپ چاہیں ان میں سے

اجازت مانگیں تو اجازت دیدیں جس کو ان میں سے آپ چاہیں اور

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اور بخشش طلب کر ان کے لئے اللہ بیشک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان

ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کر بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ

نہ بنالو تم بلانا رسول کو اپنے درمیان جیسے بلانا

تم نہ بنالو اپنے درمیان رسول کو بلانا جیسے تم بلاتے ہو

بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ

اپنے بعض (ایک) بعض دوسرے کو تحقیق جانتا ہے۔ اللہ جو لوگ

ایک دوسرے کیلئے تحقیق اللہ جانتا ہے ان لوگوں کو جو تم میں سے

يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ

چپکے تم میں سے نظر بچا کر پس چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ خلاف کرتے ہیں

نظر بچا کر چپکے سے کھسک گئے، پس جو لوگ اس کے حکم کے خلاف کرتے

عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ

اس کے حکم سے کہ کوئی آفت یا پہنچے ان کو عذاب

ہیں چاہیے کہ ڈریں کہ ان پر کوئی آفت پہنچے یا انکو دردناک

أَلِيمٌ ۝ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قَدْ

دردناک یاد رکھو بیشک اللہ کیلئے جو آسمانوں میں اور زمین تحقیق

عذاب پہنچے۔ یاد رکھو بیشک اللہ کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین ہے تحقیق

يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ

وہ جانتا ہے جو جس تم اس پر اور جس دن وہ لوٹائے جائیں گے اسکی طرف

وہ جانتا ہے جس (حال) پر تم ہو اور اس دن کو جب اسکی طرف وہ لوٹائے جائیں گے

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
پھر وہ انہیں بتائے گا اس سے انہوں نے اور اللہ ہر شے کو
پھر وہ انہیں بتائے گا جو کچھ انہوں نے کیا اور اللہ ہر شے کو
عَلِيْمٌ ۝ ع۹
جاننے والا
جاننے والا ہے۔

معانی وگرامر

رکوع نمبر ۹

اسماء

اَمْرٍ جَامِعٍ : معاملہ جمع کرنے والا۔ مرکب توصیفی۔
شَأْنِهِمْ : ان کی حالت، ان کا معاملہ، شَأْنٌ جمع شُئُوْنٌ۔
دُعَاءَ الرَّسُوْلِ : رسول کا بلاوا۔ مرکب اضافی۔
لِوَاذًا : چھپ کر۔
فِتْنَةٌ : آزمائش، جمع فِتَنٌ۔

افعال

لَمْ يَذْهَبُوْا : وہ نہیں جاتے، فعل مجزوم، صیغہ جمع مذکر غائب۔

حَتّٰى يَسْتَأْذِنُوْهُ : یہاں تک کہ اجازت حاصل کرتے ہیں اس سے۔ يَسْتَأْذِنُوْا فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب، اصل میں يَسْتَأْذِنُوْنَ تھا، حتی حرف ناصبہ کی وجہ سے نون گر گیا۔

فَأْذَنْ : پس اجازت دو، فعل امر، صیغہ واحد مذکر حاضر۔
شِئْتَ : تم نے چاہا۔ فعل ماضی، صیغہ واحد مذکر حاضر۔
اِسْتَغْفِرْ : تو بخشش طلب کر۔ فعل امر، صیغہ واحد مذکر حاضر۔
لَا تَجْعَلُوْا : نہ قرار دو، نہ کرو، فعل نہی، صیغہ جمع مذکر حاضر۔
يَتَسَلَّلُوْنَ : نکل جاتے ہیں، فعل مضارع، صیغہ جمع مذکر غائب۔
فَلْيَحْذَرِ : پس چاہیے کہ ڈرے، فعل امر غائب، صیغہ واحد مذکر غائب۔
يُخَالِفُوْنَ : وہ مخالفت کرتے ہیں، فعل مضارع، صیغہ جمع مذکر غائب۔
اَنْ تُصِيْبَهُمْ : کہ پہنچے ان کو، کہ آئے ان پر، تُصِيْبَ فعل مضارع، صیغہ واحد مؤنث غائب۔
يُرْجَعُوْنَ : وہ لوٹائے جائیں گے۔ فعل مضارع مجہول، صیغہ جمع مذکر غائب۔
يُنَبِّئُهُمْ : خبر دے گا انہیں، فعل مضارع، صیغہ واحد مذکر غائب۔
عَمِلُوْا : انہوں نے عمل کیا، فعل ماضی، صیغہ جمع مذکر غائب۔

حروف جار

فِيْ ۔ مِنْ ، عَلٰى ۔ ل ۔ ب ۔

مرکب اضافی

بَعْضِ شَأْنِهِمْ ۔ دُعَاءَ الرَّسُوْلِ ، دُعَاءِ بَعْضِكُمْ ۔
كُلِّ شَيْءٍ ۔

مرکب توصیفی

اَمْرٍ جَامِعٍ ۔

Scanned with CamScanner

تشریح .... رکوع نمبر ۹

آیت نمبر ۶۲۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ....

اجتماعی کاموں کیلئے مشورہ: یہ اور اس کے بعد کی آیات منافقین کے اس ذکر سے متعلق ہیں جو آیت ۵۷ پر ختم ہوا ہے۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات بطور تنبیہ مزید بعد میں نازل ہوئی ہیں۔ اس وجہ سے ان کو بعد میں نازل ہونے والی آیات کے ساتھ جگہ دی گئی تاکہ ان کی پوری اہمیت واضح ہو۔ فرمایا کہ اصل مومن وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر سچا اور پکا ایمان رکھتے ہیں۔ جس کی دلیل فعل اٰمنوا۔ ہے جو یہاں اپنے کامل مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔

وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ۔ یہ ان کے رسوخ ایمان کی ایک علامت بیان ہوئی ہے۔ کہ جب وہ کسی اجتماعی کام اور مشورے کیلئے رسول کے ساتھ ہوتے ہیں تو منافقین کی طرح یہ نہیں کرتے کہ جب چاہا وہاں سے چپکے سے کھسک گئے بلکہ انہیں کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو رسول سے اجازت لے کر وہاں سے نکلتے ہیں۔ فرمایا کہ جو لوگ اجازت لیتے ہیں وہی سچے مومن ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ مومن نہیں بلکہ پکے منافق ہیں۔ فرمایا کہ جو لوگ اپنی کسی واقعی ضرورت کیلئے اجازت کے طالب ہوں تو ان میں سے جس کو چاہو اجازت دے دیا کرو۔ اور ان کیلئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر چند اس طرح کی اجازت مانگنا کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہے۔ اس لیے کہ رسول کی معیت و نصرت سے بڑھ کر بالخصوص جب کہ کوئی اجتماعی ضرورت مثلاً مشاورت درپیش ہو کوئی دوسرا کام نہیں ہو سکتا۔ لیکن انسانی کمزوریوں کو پیش نظر رکھ کر رسول کو یہ اجازت دے دی گئی کہ اگر وہ کسی کو اجازت دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔ اور اس کی اس کمزوری کیلئے اللہ سے استغفار کریں۔

آیت نمبر ۶۳۔ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ ....

خطاب باعتبار الفاظ اگرچہ عام ہے۔ لیکن کلام کا رخ منافقین ہی کی طرف سے ہے۔ فرمایا کہ اگر رسول کسی اجتماعی کام کیلئے دعوت دیں تو اس کو دوسروں کے بلانے کی طرح نہ سمجھو بلکہ ہر شخص کا فرض ہے کہ رسول کی ہر دعوت پر لبیک کہتا ہوا ان کی خدمت میں حاضر ہو۔

قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا۔ تسلل کے معنی چل دینے اور چپکے سے کھسک جانے کے ہیں۔ لِوَاذًا کے معنی ایک دوسرے کی آڑ اور پناہ لیتے ہوئے۔

یہ منافقین کو تنبیہ ہے کہ اللہ ان لوگوں سے برابر آگاہ رہا ہے جو رسول کے بلائے ہوئے

اجتماعات سے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے چپکے سے کھسک جایا کرتے رہے ہیں کہ پرسش ہو تو عذر کر سکیں کہ ان کو حضورؐ کے حکم کی خبر نہیں ہوئی فی الحقیقت اسلوب بیان میں غصہ اور عتاب مضمر ہے۔

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ الآیۃ۔ مخالفۃ۔ یہاں گریز اور فرار کے مفہوم میں ہے۔ اس وجہ سے اس کا صلہ عن کے ساتھ آیا ہے۔ مخالفین کی مخالفت کی نوعیت در حقیقت گریز و فرار ہی کی تھی۔ وہ اپنی بزدلی کے سبب سے سامنے تو اٰمنّا وَصَدَّقْنَا ہی کہتے لیکن درپردہ فرار کی کوشش کرتے۔ فرمایا کہ جن لوگوں نے یہ روش اختیار کر رکھی ہے وہ اس بات کو نہ بھولیں کہ اس کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بہت بڑی آزمائش میں بھی مبتلا ہو سکتے ہیں۔ اور کسی دردناک عذاب میں بھی گرفتار ہو سکتے ہیں۔ (مزید تفصیل دیکھیے عنوان مجلس نبوی کے آداب)

امام جعفر صادقؑ نے آزمائش اور فتنے کا مطلب "ظالموں کا تسلط" لیا ہے۔ یعنی اگر مسلمان رسول ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کریں گے۔ تو ان پر ظالم حکمران مسلط کر دیے جائیں گے۔ بہر حال فتنے کی یہ بھی ایک شکل ہے اور اس کے علاوہ دوسری بے شمار شکلیں بھی ممکن ہیں۔ مثلاً باہمی فرقہ بندی اور خانہ جنگی، اخلاقی زوال، نظام جماعت کی پراگندگی۔ داخلی انتشار۔ سیاسی اور مادی قوت کا خاتمہ اور غیروں کی محکومی وغیرہ۔

آیت نمبر 64: اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ....

یہ اس سورہ میں منافقین کو آخری تنبیہ ہے۔ فرمایا کہ اچھی طرح کان کھول کر سن لو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سب خدا ہی کا ہے۔ کسی اور کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ جس حال میں تم رہے یا ہو اس سے اللہ برابر باخبر رہا ہے۔ اور ہے۔ اس کے بعد ان سے منہ پھیر کر فرمایا کہ یہ لوگ اس دن کو یاد رکھیں جس دن اللہ کے حضور ان کی پیشی ہوگی۔ اور اللہ ان کا سارا کچا چٹھا ان کے سامنے رکھ دے گا۔ اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

Scanned with CamScanner

مجوزہ عنوانات کا مطالعہ

نوٹ: اس حصے میں سے تین ۳ نمبر کا سوال آئے گا۔

قِصاص و دِیَت

قصاص کے احکام: کسی کو قتل کر دینا اہل عرب میں معمولی سی بات سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ پورا معاشرہ درندگی اور سفاکی کا منظر بن چکا تھا۔ جہاں نہ کسی کے خون کی کوئی عزت تھی اور نہ ہی انصاف کے تقاضوں کا کوئی احترام۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا جنگلی قانون تھا۔ اگر قتل ہو جاتا اور مقتول کے پس ماندگان کو انتقام لینے کی ہمت ہوتی تو پھر وہ انتہائی ظالمانہ طریقہ سے انتقام لیتے۔ اگر قاتل غلام ہوتا تو اسے حقیر سمجھ کو چھوڑ دیا جاتا۔ اور اس کے آقا کو پکڑ کر تہہ تیغ کیا جاتا۔ اگر کسی عورت نے قتل کیا ہوتا تو اسے نظر انداز کرتے ہوئے اس کے خاوند بھائی یا کسی دیگر قریبی مرد رشتہ دار کو قتل کر کے انتقام کی آگ بجھائی جاتی۔ الغرض یہاں قتل کے اصل مجرم کو نہیں دیکھا جاتا تھا۔ بلکہ دیکھا یہ جاتا تھا کہ ہم فریق ثانی کا زیادہ سے زیادہ نقصان کس صورت میں کر سکتے ہیں۔ خواہ وہ اس جرم میں ملوث تھا یا نہ۔ قرآن نے اس آیت کے ذریعے ان تمام غلط رواجوں کو ختم کرتے ہوئے مسلمانوں کو حکم دیا ہے۔ کہ قتل کے جرم میں صرف اصل مجرم کو سزا دی جائے۔ اور اس کے لواحقین کو خواہ مخواہ نشانہ انتقام نہ بنایا جائے۔ جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ فلاں شخص قاتل ہے تو پھر اس کی جگہ کسی اور کو قتل کرنے کی بجائے فقط اسی کو ہی قتل کیا جائے۔ آزاد ہو۔ غلام غریب ہو یا امیر مرد ہو یا عورت جس نے فی الحقیقت اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا ہو صرف اسی کو سزا دی جائے۔ اس معاملہ میں نہ تو کسی مادی امتیاز کو روا رکھا جائے۔ اور نہ ہی کسی طرح کی ظاہری برتری کا خیال رکھا جائے۔ یہی مساوات انسانی کا تقاضا ہے۔ اور اسی میں عدل و انصاف کا راز مضمر ہے۔

خون بہا: قرآن نے اپنے نظام قصاص میں قتل کو ایک قابل مصالحت جرم کا درجہ دیتے ہوئے اس میں خون بہا ادا کرنے کی گنجائش بھی رکھی ہے۔ یعنی اگر مقتول کے ورثا معاف کرنے کی بجائے کچھ رقم لے کر اپنے مطالبے سے دستبردار ہونے پر آمادہ ہو جائیں تو اس کی اجازت ہے کہ دونوں فریق ایک مقررہ رقم کے تعین کا باہمی فیصلہ کر لیں۔ قاتل کو یہ رقم مقتول کے ورثا کے سپرد کرنی پڑے گی۔ اس کے بعد وہ اس قتل کے جرم میں قتل ہونے سے بچ جائے گا۔ اس معاملہ میں قاتل اور مقتول دونوں فریق کو الگ الگ امور کی تلقین کی گئی ہے۔ قاتل کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس رقم کی ادائیگی نہایت عمدہ طریقہ سے کرے۔ مقتول کے ورثاء جو پہلے ہی اپنے رشتے دار کے قتل کی وجہ سے دل گرفتہ اور شکستہ خاطر ہیں۔ انہیں طعن و تشنیع یا رقم کی ادائیگی میں ٹال مٹول کے ذریعے مزید دکھی نہ کرے۔ بلکہ اسے ان کا ممنون ہونا چاہیے کہ انہوں نے رقم لے کر میری جان

Scanned with CamScanner

حشی کر دی۔ ورنہ انھیں یہ حق پہنچتا تھا کہ مجھے پھانسی پر چڑھا دیتے یا تہ تیغ کر دیتے اور دوسری طرف مقتول کے ورثاء کو حکم دیا گیا کہ انہیں بھی خون بہا کا مطالبہ جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے اور قاتل کی مالی پوزیشن کو مد نظر رکھ کر کرنا چاہیے۔ یہ بات نامناسب ہے کہ اس سے اتنی گراں رقم کا مطالبہ کیا جائے جس کو فراہم کرنا کسی طرح سے بھی اس کے بس میں نہ ہو۔ اسی طرح ان کیلئے یہ بات بھی مناسب نہیں کہ وہ ایک طرف تو باہمی فیصلہ کے تحت اس سے خون بہا بھی وصول کرلیں اور دوسری طرف ان کا غصہ پھر بھی فرو نہ ہو اور وہ چوری چھپے اسے قتل کرنے کے درپے رہیں۔

آیت نمبر ۱۷۹:

قانون قصاص کی غرض وغایت : میں قصاص کو نافذ کرنے کی غرض کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ بات اگرچہ بڑی عجیب سی لگتی ہے۔ کہ قاتل نے اگر کسی کو قتل کر کے بنی نوع انسان کے ایک فرد کو ہلاک کر دیا ہے تو اس کے بدلے میں اس قاتل کو بھی قتل کر کے مزید ایک فرد کو ہلاک کر دیا جائے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ قاتل کو قصاص میں قتل کر دینے سے مقتول تو دوبارہ زندہ ہو نہیں سکتا تو پھر کیوں خواہ مخواہ مزید ایک آدمی کو جان بوجھ کر تختہ دار پر چڑھایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نظام قصاص کے نفاذ کا مقصد فقط امن وسکون کو قائم کرنا ہے۔ اگر قاتل کو اس کے جرم کی سزا نہ دی جائے اور وہ بدستور معاشرہ میں دندناتا پھرے تو واضح ہے کہ پھر دوسرے افراد کو بھی شہ مل جائے گی اور وہ بھی معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے کا گلہ کاٹتے پھریں گے اور اس طرح پورا معاشرہ خونریزی کی آماجگاہ بن جائے گا۔ چنانچہ اس کا سدباب کرنے کیلئے یہ قانون نافذ کیا گیا ہے۔ تاکہ دیگر افراد کو عبرت حاصل ہو جائے۔ کہ انسانی خون کے ساتھ ہاتھ رنگنا اتنا مہنگا ہے کہ قاتل کو بھی اس جرم کے بدلہ میں خود اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ اور اس ضمن میں اس پر کسی کا رحم اور اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں کی جاتی۔ اس رد عمل اور اس سزا کو دیکھ کر ہر شخص یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ کسی کو قتل کرنا بچوں کا کھیل نہیں۔ یہ حقیقت اپنے آپ کو قتل کرنا اور اپنے بچوں کو خود یتیم کرنے کے مترادف ہے۔ اگر یہ نظام نافذ نہ کیا جائے اور مجرموں کو کھلی چھٹی دے دی جائے تو تمام معاشرہ قتل گاہ بن جائے گا۔

الغرض آیت میں قصاص کی اہمیت اور افادیت پر حکیمانہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے کہ اس سے عدل وانصاف قائم ہوتا اور انسانی معاشرے سے شر و فساد کا خاتمہ ہوتا ہے۔ قوی وضعیف اور امیر وغریب کے حقوق محفوظ ہو جاتے ہیں۔ امت کے مختلف طبقات میں ایک دوسرے کی طرف سے اطمینان اور دلجمعی پیدا ہوتی ہے۔ قانون قصاص اجتماعی نظم کا بہترین کفیل اور امن وامان کا ضامن ہے۔

حرمت خمر ومیسر

(الف) خمر (شراب):

معنی ومفہوم: خمر کا لغوی معنی ہے ڈھانپنا، پردہ ڈالنا، چھپانا۔ خمر یعنی شراب کو اس لئے خمر کہا جاتا ہے کہ یہ عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے اور آدمی سے امتیاز اور پہچان کی صفات چھین لیتی ہے۔

پہلے عرب شراب کے بڑے رسیا تھے۔ صرف رسیا ہی نہیں بلکہ شراب نوشی اور جوابازی کو اعلیٰ انسانی صفات میں شمار کرتے تھے اور اس پر فخر بھی کرتے تھے۔ صرف عرب پر ہی کیا موقوف ہے۔ مصری، ہندی، یونانی اور رومی معاشرے شراب نوشی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ تو خیر جاہلی معاشرے تھے ہی، یہودی اور عیسائی معاشرے بھی جو شرف رسالت سے مشرف ہو چکے تھے وہ بھی ان سے پیچھے نہیں تھے۔ رسول کریم ﷺ نے پہلی دفعہ عرب معاشرے کو اس لعنت سے پاک کر دیا۔

خمر یعنی شراب صرف انگور سے کشید کی جاتی تھی۔ عرب کے لوگ کھجور سے بھی شراب بناتے تھے، لیکن اسلام نے شراب کے مفہوم کو وسیع کر دیا۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

ترجمہ: ''ہر نشہ لانے والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''لوگو شراب کی حرمت نازل ہو چکی ہے اور یہ پانچ چیزوں سے کشید کی جاتی ہے۔ انگور، کھجور، گندم، جو اور شہد سے۔ اور شراب وہ ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے۔''

(بخاری)

اس لحاظ سے ہر وہ چیز جو نشہ آور ہو اور انسان کے عقل کو زائل کر دے وہ بھی اس حرمت میں داخل ہے، جیسے ہیروئن، افیون، چرس، بھنگ، گانجا اور حشیش وغیرہ۔

پھر رسول کریم ﷺ نے نشہ آور چیز کی تھوڑی مقدار کو بھی حرام قرار دیا ہے اور فرمایا ہے:

مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهُ فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ

ترجمہ: ''جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ دے تو اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔''

Scanned with CamScanner

شراب کی حرمت کے مختلف مراحل: رسول کریم ﷺ کی آمد سے پہلے شراب عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی- آپ ﷺ کی آمد کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا، کیونکہ شراب کی حرمت کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا- تاہم بعض ایسی نیک روحیں تھیں جو شراب نوشی کی اس فضا میں بھی اس لعنت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے ہوئے تھیں- ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی شامل تھے-

پہلا حکم......نقصان زیادہ ہے: بعض صحابہ کرامؓ کی دلی خواہش تھی کہ شراب اور جوئے کی ممانعت کے احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوں- وہ بار بار رسول کریم ﷺ سے اس بارے میں پوچھتے، لیکن جیسا کہ اسلامی احکام کے متعلق سب کو معلوم ہے کہ وہ تدریجاً ہی نازل ہوئے ہیں تاکہ یک لخت انسانی مزاج پر بوجھ نہ پڑ جائے کیونکہ سال ہا سال سے پڑی ہوئی عادت کو یک بارگی ترک کرنا مشکل ہوتا ہے- اس لئے حرمت خمر کے متعلق پہلی آیت ۲ھ میں نازل ہوئی-

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ- قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا- (البقرہ: ۲۱۹)

ترجمہ: "(اے نبیؐ) وہ آپؐ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپؐ فرما دیجئے، ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں- جبکہ ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے-"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شراب کی ممانعت نہیں فرمائی بلکہ صرف ایک بات کی طرف متوجہ کیا کہ اس کا گناہ اس کے فائدے سے بڑھ کر ہے- سمجھدار آدمی تو یہ معلوم کر سکتا ہے کہ جس چیز کا نقصان فائدے سے بڑھ کر ہو وہ حرام ہی ہو سکتی ہے، لیکن عرب میں اس کے بعد بھی شراب نوشی جاری رہی-

دوسرا حکم......نماز کے وقت ممانعت: پھر اس کے بعد ایسا ہوا کہ ایک صحابی نے مغرب کی نماز کی امامت کے دوران قرآن مجید کی کوئی آیت غلط طریقے پر تلاوت کی وہ نشے کی حالت میں تھے- چنانچہ شراب کے متعلق دوسری آیت ۴ ہجری میں نازل ہوئی-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى- (النساء: ۴۳)

ترجمہ: "ایمان والو! جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب مت جاؤ جب تک کہ تم جو کچھ منہ سے کہتے ہو اسے سمجھنے نہ لگو-"

یہ آیت پہلی آیت سے کچھ زیادہ سخت ہے- اس آیت کے اترنے کے بعد یہ ضروری ہو گیا کہ نماز کے اوقات میں لوگ شراب پینے سے رک گئے اور انہوں نے شراب نوشی کے اوقات بدل دیئے، لیکن شراب مکمل طور پر ترک نہیں کی-

تیسرا اور قطعی حکم: ۶ھ میں ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا- کچھ لوگ شراب پی کر بدمست ہوئے اور آپس میں لڑ پڑے- یہ لڑائی جھگڑا اتنا بڑھا کہ رسول کریم ﷺ کو خبر ہوئی اور آپؐ نے خود تشریف لاکر ان لوگوں کو ایک دوسرے سے الگ کیا- اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ- اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ- (المائدہ: ۹۰-۹۱)

ترجمہ: "ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے کے تیر پلید اور شیطانی کام ہیں- پس ان سے باز آ جاؤ تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو- شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو کیا تم اب ان دونوں سے رک جاؤ گے؟"

احادیث میں آیا ہے کہ یہ سن کر صحابہ کرامؓ پکار اٹھے:

اِنْتَهَيْنَا رَبَّنَا-

ترجمہ: "اے ہمارے رب ہم باز آ گئے-"

روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ اسی دن شراب کے تمام برتن اور مٹکے توڑ دیئے گئے اور شراب مدینے کی گلیوں میں پانی کی طرح بہہ رہی تھی-

شراب نوشی کے نقصانات

۱- **صحت کا نقصان:** شراب بہت سی جسمانی بیماریوں کا سبب ہے- دل، جگر اور معدہ کو بری طرح متاثر کرتی ہے- گیس، معدے کی سوزش اس کا شاخسانہ ہیں- زیادہ شراب پینے سے عقل زائل ہو جاتی ہے اور انسان ماں، بہن اور بیٹی کے درمیان تمیز کرنے سے عاری ہو جاتا ہے-

۲- **معاشرتی نقصان:** شراب نوشی سے کئی معاشرتی بیماریاں جنم لیتی ہیں- شراب چونکہ خون میں حدت پیدا کرتی ہے جس سے طبیعت میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے- اس سے انسان کی

Scanned with CamScanner

طبیعت بدکاری کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ میاں بیوی کے درمیان جھگڑا معمول بن جاتا ہے جو بڑھ کر طلاق کا سبب بن جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ شراب پینے والے معاشروں میں طلاقیں عام ہیں۔

۳۔ معاشی نقصان: شراب کے معاشی نقصان بھی واضح ہیں۔ شراب پینے والا آدمی کام چور ہوتا ہے۔ وہ شراب پی کر بدمست رہنے میں ہی اپنی بھلائی سمجھتا ہے۔ شراب نوشی پر ضائع ہونے والا روپیہ بھی کئی معاشی خرابیوں کو جنم دیتا ہے۔ شراب پینے والے لوگ اپنے روپے کو غریبوں کی امداد کی بجائے اپنی عیاشی پر اڑا دیتے ہیں۔ اس سے معاشرے کا کس قدر نقصان ہوتا ہے یہ واضح ہے۔

۴۔ دینی نقصان: شراب اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے۔ مدہوش آدمی کو اپنی خبر نہیں ہوتی وہ ناداروں، غریبوں، ہمسایوں اور مسکینوں کی کیا خبر گیری کرے گا۔ غرضیکہ شراب نوشی سے ہر طرف نقصان ہی نقصان ہے۔ اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے کہ ''جس نے شراب پی اور توبہ نہ کی، چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔''

شراب نوشی کی سزا: نبی کریم ﷺ کے زمانے میں شراب نوشی کی سزا مقرر نہیں تھی۔ شراب نوش کو آنحضور ﷺ کے حکم پر جوتے، چھڑی یا مکوں سے پیٹا جاتا تھا۔ خلافت راشدہ کے ابتدائی زمانے میں بھی شرابی کی اسی طرح پٹائی کی جاتی تھی۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کے اخیر میں لوگ زیادہ شراب نوشی کرنے لگے تو آپؓ نے اس کی سزا مقرر کر دی۔ یہ سزا اسی کوڑے تھی۔ چنانچہ حنفیوں، مالکیوں اور حنبلیوں کے نزدیک شراب نوشی کی سزا اسی کوڑے ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک یہ سزا چالیس کوڑے ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ سزا حدود کے ضمن میں آتی ہے اور بعض علماء کے نزدیک یہ صرف تعزیر ہے یعنی غیر مقرر سزا۔ جو فیصلہ کرنے والے جج کی صوابدید پر منحصر ہوتی ہے۔

شراب نوشی پر پابندی حکومت کا فریضہ: شریعت اسلامی کی رو سے یہ بات حکومت اسلامی کے فرائض میں داخل ہے کہ وہ شراب کی بندش کے اس حکم کو بزور قوت نافذ کرے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک شخص رویشد نامی کی دکان خفیہ شراب فروخت کرنے پر جلوا دی گئی۔ حضرت عمرؓ کے حکم پر ہی پورا گاؤں اس قصور پر جلا دیا گیا کہ یہاں خفیہ طریقہ سے شراب کشید اور فروخت کا کاروبار ہو رہا تھا۔ اس لئے یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ شراب کی پیداوار اور فروخت پر پابندی لگائے۔

(ب) میسر (جوا)

معنی اور مفہوم: اس لفظ کا مادہ یسر ہے۔ یسر کا معنی ہے خوش حالی، فراخی، آسانی۔ چونکہ جوا کھیلنے والا بغیر محنت کے دولت کمانے کی کوشش کرتا ہے لہٰذا جوئے پر میسر کا لفظ استعمال کیا گیا۔

زمانہ جاہلیت میں شراب نوشی کے ساتھ ساتھ جوئے بازی کو بھی ایک قابل فخر بات سمجھا جاتا تھا۔ چونکہ ان کی مال و دولت کا زیادہ انحصار اونٹوں کے ریوڑ پر ہوتا تھا جس کو وہ پالتے، اس کا گوشت کھاتے اور ان کی اون سے کپڑے بناتے۔ لہٰذا جوئے کے داؤ کے طور پر اس کا استعمال عام تھا۔ چند آدمی اونٹ ذبح کرتے اور ان کا گوشت لے کر دس حصوں میں تقسیم کرتے اور ان حصوں کو پانسے کے تیروں کے ذریعے تقسیم کرتے۔ ہر ایک تیر کا حصہ الگ ہوتا۔ ان تیروں کے نام یہ ہیں: فذ، توام، رقیب، حلس، مسبل، معلی، منافس، منیح، سفیح وغیرہ۔

جوا اس طرح کھیلا جاتا تھا کہ یہ تیر ایک ثالث کے پاس رکھ دیئے جاتے، وہ ان تیروں کو ملا جلا کر ایک ایک تیر ہر شخص کے نام پر نکالتا۔ ان میں سات تیر حصے والے ہوتے تھے اور باقی ۳ خالی ہوتے تھے، جس آدمی کے نام پر حصہ دار تیر برآمد ہوتا وہ کامیاب سمجھا جاتا اور جس کے نام پر خالی تیر نکلتا وہ ناکام خیال کیا جاتا۔ ستم ظریفی کی بات یہ تھی کہ اونٹ کی قیمت وہ شخص ادا کرتا جس کے نام خالی تیر برآمد ہوتا۔

جوئے کی حرمت: شراب کی طرح جوئے کی حرمت کے احکام بھی تدریجاً نازل ہوئے۔ پہلے صرف نفرت دلائی گئی جب لوگوں کے مزاج اس کی خرابیوں کو سمجھنے لگے تو حتمی ممانعت کے متعلق حکم سورہ المائدہ کی آیت ۹۰ میں دیا گیا۔ اور اسے شیطانی عمل قرار دے کر اس سے رک جانے کو کہا گیا۔

جوئے کی اقسام: عرب تو صرف اونٹوں پر جوا کھیلتے تھے لیکن آج کل جوئے کی مختلف شکلیں رواج پا گئی ہیں۔ ان میں سٹہ بازی، لاٹری، گھڑدوڑ، شطرنج وغیرہ مشہور ہیں بلکہ آج کل تو تمام کھیلوں کی ہار جیت پر لاکھوں کروڑوں کے جوئے کھیلے جاتے ہیں۔ یہ سب صورتیں شریعت اسلامی کی رو سے حرام ہیں اور جو لوگ یہ کھیلتے ہیں وہ سب حرام کاری کا ارتکاب کرتے ہیں۔

میسر کے نقصانات: شراب نوشی کی طرح قماربازی کی دنیوی مضرتوں اور اخلاقی قباحتوں کی تفصیل لکھنے پر کوئی آئے تو کتاب کی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ قرآن میں جوئے کی حرمت کے ساتھ ہی میسر کے درج ذیل نقصانات اور خرابیاں بیان کی گئی ہیں۔

Scanned with CamScanner

یادِ الٰہی اور صلوٰۃ سے غفلت: جوئے باز کا دل یادِ الٰہی اور نماز کی طرف راغب نہیں ہوتا۔ اس کے دل میں یادِ الٰہی کے بجائے دوسروں کا مال بغیر محنت و مشقت کے جیتنے کی خواہش اور اپنا مال ہارنے کا پچھتاوا ہوتا ہے۔ جوئے میں مشغولیت کے سبب اس کا دھیان عبادتِ الٰہی سے ہٹ جاتا ہے اور شیطان اسے اللہ سے غافل کر دیتا ہے۔

شیطانی عمل: جوئے کی قباحتوں کے پیشِ نظر قرآن کریم نے اسے شیطانی عمل قرار دیا ہے اور اس کے ذریعے حاصل شدہ کمائی کو حرام ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ اس کا کچھ اندازہ آنحضور ﷺ کے اس فرمان سے ہو سکتا ہے کہ جس نے اپنے کسی ساتھی کو جوا کھیلنے کی دعوت دی لیکن اپنے اس ارادے کو عملی جامہ نہ پہنایا تو اس کو چاہیے کہ وہ صدقہ و خیرات دے۔ کیونکہ جوئے سے باز رہنے کے باعث گویا اس سے بلا ٹل گئی۔

بے کاری اور تن آسانی کی عادت: اسلام کے اقتصادی نظام میں آمدنی اور خرچ کے بارے میں واضح ہدایات موجود ہیں۔ اس نے کسبِ حلال کو بہترین عمل قرار دیا ہے۔ اس کی نگاہ میں ہر وہ کمائی حرام ہے، جو محنت و مشقت اور سخت کوشی کے بغیر ہاتھ آ جائے۔ جوا تن آسانی، کاہلی اور بے کاری کا جذبہ پیدا کرتا ہے، جس سے قوم کی عملی زندگی مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے۔

باہمی دشمنی اور کینہ کا باعث: جوا معاشی توازن میں بگاڑ کا سبب ہے۔ اس عادتِ بد سے بعض افراد تو پائی پائی تک کے محتاج ہو جاتے ہیں جبکہ دوسرے ان کے مال و دولت سے خوب ہاتھ رنگ لیتے ہیں اور سرمایہ دار بن جاتے ہیں۔ اس طرح دونوں فریقوں کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف دشمنی اور کینہ کے جذبات پرورش پانے لگتے ہیں اور قومی یک جہتی اور اتفاق و اتحاد کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ہے۔

عزتِ نفس کا خاتمہ: جوئے کی لت انسان کو بے غیرت بنا دیتی ہے۔ وہ اپنا گھر بار اور مال و اسباب تباہ کر لیتا ہے۔ بسا اوقات وہ اپنی بیوی اور بیٹی کو داؤ پر لگا دیتا ہے اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔

فلاح سے محرومی: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''تم شراب اور جوئے سے اجتناب کرو تا کہ تم فلاح حاصل کر سکو۔''

یعنی اگر شراب اور جوئے کو نہیں چھوڑو گے تو کامیابی و کامرانی نہ پا سکو گے۔ جوا باز کی دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جاتی ہیں۔ انہی نقصانات کے پیشِ نظر اسلام نے جوئے کو ایک قبیح فعل اور حرام ٹھہرایا ہے۔ الغرض خمر و میسر دونوں سے اجتناب انسان کی اپنی ذات اور معاشرے کے لئے ناگزیر ہے۔

ایلاء

معنی و مفہوم: لغت میں ایلاء قسم کھانے کو کہتے ہیں اور فقہی اصطلاح میں اس کا مفہوم ہے، شوہر اپنی بیوی سے قطع تعلقی کی قسم کھا لے اور یہ کہے: "اللہ کی قسم میں تیرے قریب نہیں آؤں گا۔" یا یوں کہے کہ میں چار مہینے تک یا اس سے زیادہ عرصہ تمہارے قریب نہیں آؤں گا۔ اس قسم کی گفتگو یا قسم کھانا ایلاء کہلاتا ہے۔

جاہلیت کی رسم: زمانہ جاہلیت میں عربوں کے ہاں یہ طریقہ رائج تھا کہ وہ بیوی کو تنگ کرنے کے لئے اس کو ایذا اور تکلیف سے دوچار کرنے کے لئے قسم کھا لیتا تھا کہ میں چار مہینے تک یا اس سے کم و بیش بیوی کے قریب نہیں جاؤں گا، جس کا مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ بیوی کو دکھ پہنچایا جائے اور اسے معلق چھوڑ دیا جائے۔ نہ تو وہ اس عورت سے ازدواجی تعلقات قائم کرتا اور نہ ہی اسے طلاق دیتا کہ وہ کسی دوسرے آدمی سے نکاح کر لے۔ کبھی تو قسم میں مدت کا ذکر کر دیا جاتا مثلاً چار مہینے اور کبھی اس مدت کا تعین نہ کیا جاتا اور بے چاری عورت کی پوری زندگی اسی بندش میں گزر جاتی اور وہ عمر بھر کے لئے معلق ہو کر رہ جاتی۔

قرآنی حکم: اس حالت کی اصلاح کے لئے قرآن کریم میں ایلاء کا حکم نازل ہوا۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۔ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔ (البقرہ: ۲۲۶-۲۲۷)

ترجمہ: "جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں انہیں چار مہینے کی مہلت ہے۔ پھر اگر انہوں نے طلاق کا پختہ ارادہ کر لیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔"

اس حکم کا مقصد: میاں بیوی کے درمیان تعلقات ہمیشہ خوشگوار نہیں رہ سکتے۔ کبھی کبھی جھگڑے کی نوبت آتی رہتی ہے، لیکن میاں بیوی کے جھگڑے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ عورت کو اس قدر تکلیف پہنچائی جائے کہ اس کی زندگی اجیرن ہو کر رہ جائے۔ وہ رشتہ نکاح میں تو بندھی رہے لیکن اس کی حیثیت بیوی کی نہ ہو بلکہ ایک لونڈی کی ہو۔ قرآن مجید کے اس حکم سے زمانہ جاہلیت کی اس بری رسم کا خاتمہ ہو گیا لیکن ساتھ ہی ساتھ اس حکم میں یہ مصلحت بھی پوشیدہ ہے کہ اگر بیوی کی طرف سے شکایت پیدا ہو تو اس کی اصلاح کے لئے یہ قسم کھائی جائے اور اس کو بستر سے الگ کر دیا جائے تاکہ وہ اپنے طور طریقے درست کر سکے۔ یہ ایک قسم کی سخت دھمکی بھی ہے جس کے دوران بیوی کی اصلاح کے لئے دوسرے ذرائع بھی اختیار کئے جا سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

ایلاء کے احکام و مسائل

۱- نان ونفقہ: شریعت کی رو سے ایلاء نکاح کے خاتمے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ طلاق کی تمہید کے طور پر ایک مہلت ہے- قانونی طور پر بیوی شوہر کے نکاح میں رہے گی اور اس عرصہ میں شوہراس کے نان ونفقہ کا ذمہ دار ہوگا-

۲- مدت کے تعین کے لحاظ سے ایلاء کی اقسام: ایلاء میں اگر چار مہینے کی مدت مقرر کی گئی ہے تو اس کو ایلاء مؤقت کہا جاتا ہے اور اگر کسی مدت کا تعین نہیں کیا گیا مثلاً یہ کہے وَاللہ لا اَقْرَبُکِ- ''اللہ کی قسم میں تیرے قریب نہیں آؤں گا-'' تو اس کو ایلاء مؤبد کہا جاتا ہے- اگر چار مہینے سے کم عرصے کی قسم کھائی گئی ہے تو شریعت میں یہ سرے سے ایلاء ہی نہیں-

۳- رجوع کی مدت چار ماہ: ایلاء مؤبد ہو یا ایلاء مؤقت اگر چار ماہ گزر جائیں تو نکاح کا رشتہ خود بخود منقطع ہو جائے گا اور طلاق واقع ہو جائے گی. اور اگر چار مہینے گزرنے سے پہلے ہی شوہر نے رجوع کر لیا یعنی بیوی سے تعلقات قائم کر لئے تو ایلاء ختم ہوگیا- البتہ قسم توڑنے کا کفارہ بہرحال ادا کرنا ہوگا-

۴- ایلاء سے طلاق......رجعی یا بائن: چار ماہ گزرنے کے بعد جو طلاق واقع ہوگی اس کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے- آیا یہ طلاق رجعی ہوگی یا بائن- رجعی کا مطلب ہے شوہر عدت کے دوران رجوع کر سکتا ہے اور بائن کا مطلب ہے کہ عدت کے دوران شوہر کو رجوع کا حق حاصل نہیں ہے- اگر دونوں رضامندی سے دوبارہ نکاح کر لیں تو یہ جائز ہوگا- بعض فقہا مثلاً امام شافعیؒ کی رائے یہ بھی ہے کہ چار مہینے کے بعد معاملہ عدالت میں پیش ہوگا اور قاضی شوہر کو طلب کر کے اسے یہ کہے گا یا تو وہ رجوع کر لے یا طلاق دے دے-

۵- ایلاء کا فقہی حکم: مندرجہ بالا آیت میں قسم کا ذکر موجود ہے- امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس حکم کا اطلاق صرف وہیں ہوگا جہاں شوہر نے بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھائی ہو- اگر قسم نہ کھائی ہو اور جنسی تعلقات ختم کر لیے ہوں تو یہ صورت ایلاء کی نہ ہوگی- امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اگرچہ قسم نہ کھائی ہو پھر بھی ترک تعلق کے لئے چار مہینے کی

مہلت ہے- بعض علماء نے یہ وضاحت کی ہے کہ یہ حکم صرف اس صورت میں نافذالعمل ہوگا جس میں میاں بیوی کے تعلقات میں کسی وجہ سے بگاڑ پیدا ہوگیا ہو- اگر کسی مجبوری یا بیماری کی وجہ سے شوہر چار ماہ یا اس سے زیادہ بیوی سے ازدواجی تعلقات قائم نہیں کر سکا تو پھر اس حکم کا اطلاق نہیں کیا جائے گا-

۶- چار ماہ سے کم ایلاء: اگر ایلاء کی مدت چار مہینے سے کم ذکر کی گئی ہو تو اس صورت میں ایلاء نہیں ہوگا بلکہ مدت گزرنے کے بعد عورت، اسی طرح شوہر کے نکاح میں رہے گی اور اگر ذکر کی گئی مدت سے پہلے ازدواجی تعلقات قائم کر لئے گئے تو قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرنا ہوگا-

ایلاء کا کفارہ: ایلاء کے کفارہ کی چار صورتیں ہیں:

۱- دس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے- کھانا کفارہ ادا کرنے والے کی حیثیت کے مطابق ہوگا اور کھانا دو وقت کا ہوگا یعنی صبح و شام-

۲- دس محتاجوں کو لباس خرید کر کے پہنائے- لباس ایسا ہو جو سارے بدن کو ڈھانپ دے-

۳- ایک غلام آزاد کرے-

۴- متواتر تین دن تک روزے رکھے-

ایلاء کی مصلحت: اس حکم سے ایک طرف تو زمانہ جاہلیت رسم بد کا خاتمہ ہوگیا، جس کے تحت بیوی معلق ہو کر رہ جاتی تھی- دوسری مصلحت اس میں یہ ہے کہ اگر کسی موقع پر بیوی کی اصلاح کی ضرورت پڑ جائے تو خاوند اس کے بستر سے الگ رہے- مزید سختی کی ضرورت ہو تو ایلاء بھی کر سکتا ہے- یہ ایک قسم کی سخت دھمکی ہے- چار ماہ دراصل اصلاح احوال کے لئے سوچنے سمجھنے کا موقع فراہم کر دیں گے- اگر اصلاح کی صورت نکل آئے تو بہتر ورنہ چار ماہ کے بعد طلاق از خود واقع ہو جائے گی-

Scanned with CamScanner

طلاق

مفہوم: طلاق کے لغلی معنی قید اور بندش سے آزاد کر دینے کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں بیوی سے نکاح کی پابندی اٹھا لینے کا نام طلاق ہے۔ نکاح ایک معاہدے کا نام ہے جس میں زوجین پر ایک دوسرے کے حقوق واجب الادا ہوتے ہیں اور وہ دونوں ایک طرح کی معاشرتی، اخلاقی اور مذہبی بندش میں جکڑے جاتے ہیں۔ طلاق اس قید اور بندش سے بیوی کے آزاد ہونے کا نام ہے۔ جس کے بعد وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔

اسلام سے پہلے مذاہب میں طلاق: مختلف اقوام اور مذاہب میں میاں بیوی کے ازدواجی تعلقات کو قائم رکھنے کے لئے بہت سے قوانین اور ضابطے بنائے گئے تھے۔ اگر ازدواجی تعلقات خوشگوار نہ رہ سکتے ہوں یا ان کا جاری رہنا ممکن نہ رہا ہو تو ایسی صورت حال سے نمٹنے کے لیے بھی قوانین موجود تھے۔

یہودیت: یہودی مذہب میں طلاق کا اختیار صرف شوہر کو حاصل تھا۔ وہ جب چاہتا بیوی کو طلاق دے کر اس سے چھٹکارا حاصل کر سکتا تھا۔ مثلاً توریت میں موجود ہے۔

"اگر کوئی مرد کسی عورت سے بیاہ کرے اور بعد میں اس میں کوئی ایسی بے ہودہ بات پائے جس کی وجہ سے اس کا میلان عورت کی طرف نہ رہے تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے ہاتھ میں دے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے۔" (استثناء)

گویا یہودی مذہب میں طلاق دینے کی کھلی چھٹی تھی۔

عیسائی مذہب میں طلاق: یہودیت کے مقابلے میں عیسائیوں نے طلاق کے بارے میں بڑی تنگی اور سختی سے کام لیا۔ عیسائیت میں میاں بیوی کا رشتہ دوامی ہے اور میاں بیوی میں علیحدگی کی کوئی صورت ہی موجود نہیں۔ چنانچہ عیسائیوں کے کیتھولک فرقے میں طلاق دینا حرام ہے۔ میاں بیوی کو صرف موت ہی الگ کر سکتی ہے۔ فریسیوں نے حضرت مسیحؑ سے سوال کیا:

"کیا یہ جائز ہے کہ مرد ایک سبب سے اپنی بیوی کو طلاق دے دے؟ آپؑ نے فرمایا. کیا تم نے نہیں پڑھا کہ جس نے انہیں بنایا، انہیں ابتدا ہی سے مرد اور عورت بنا کر کہا کہ اس سبب سے مرد باپ سے اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا

اور وہ دونوں ایک جسم ہوں گے۔ پس وہ دونوں نہیں بلکہ ایک جسم ہیں اس لئے جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جدا نہ کرے۔"

پس ایک عرصے تک عیسائیوں میں یہی قانون رائج رہا، لیکن آہستہ آہستہ اس قانون کے خلاف آوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں۔ پروٹسٹنٹ فرقے کے ظاہر ہونے کے بعد یہ آوازیں اور شدید ہو گئیں۔ اور اس قانون میں مختلف اصلاحات کی گئیں جن کی رو سے مرد کے ساتھ ساتھ عورت کو بھی طلاق دینے کا حق حاصل ہو گیا۔ لیکن طلاق کے لئے یہ لازمی قرار دیا گیا کہ پہلے عدالت سے رجوع کیا جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ دونوں فریقوں میں سے ایک فریق ظالم یا بدکار ہے۔ یہودی شریعت میں اگر افراط تھا تو عیسائیت میں تفریط رائج ہو گئی۔ جوں ہی طلاق کی اجازت دی گئی انگلستان کی عدالتوں میں طلاق کی درخواستوں کا ایک انبار لگ گیا۔ اب مغربی ممالک میں ہر تین شادیوں میں ایک طلاق پر منتج ہوتی ہے۔

ہندوؤں میں طلاق کا مسئلہ: ہندومت کی رو سے بیوی اپنے اختیار سے شوہر سے الگ نہیں ہو سکتی۔ طلاق کا اختیار صرف مرد کو ہے بلکہ ایک دفعہ مرد کے پلے بندھ جانے کے بعد عورت کسی صورت میں دوسری شادی نہیں کر سکتی اور طلاق کے بارے میں ہندو مذہب عجیب و غریب قباحتوں کا شکار ہے۔ مثلاً مرد اس عورت کو طلاق دے کر الگ کر سکتا ہے جو دس برس تک بچہ پیدا نہ کرے، جو صرف لڑکیاں پیدا کرے اسے بارہویں سال طلاق دے کر الگ کر دیا جائے۔ منوسمرتی میں لکھا ہے، خاوند سے دشمنی کرنے والی عورت کو ایک سال کے بعد زیور کپڑا چھین کر الگ کر دیا جائے، جس عورت کی اولاد نہ ہوتی ہو اسے آٹھویں برس طلاق دے دی جائے۔ اگر بیوی سخت کلام ہو تو مرد کو چاہیے کہ فوراً دوسرا بیاہ کر لے۔

زمانہ جاہلیت میں طلاق کا دستور: عربوں کے ہاں زمانہ جاہلیت میں طلاق کی ظالمانہ صورتیں رائج تھیں۔ مرد اپنی بیوی کو سو بار طلاق دیتا اور پھر رجوع کر لیتا اس طرح وہ عورتوں کو زندگی بھر ستاتے رہتے۔ نہ انہیں بیوی کی حیثیت دیتے اور نہ ہی انہیں نکاح ثانی کرنے کی اجازت دیتے عورت دکھ اٹھاتی اٹھاتی مر جاتی۔

اسلام میں طلاق کے احکام کا توازن اور اعتدال: اسلام نے زندگی کے مختلف شعبوں میں جو اصلاحات رائج کیں، طلاق کے مسئلے میں بھی ایسے احکام اور قوانین نافذ کیے جو بعد میں آنے والی دوسری قوموں کے لئے بھی نشان راہ بن گئے۔ چنانچہ موجودہ دور میں عیسائیوں نے بھی طلاق کے قوانین کو بہت نرم کر دیا ہے۔ اسلام نے ازدواجی رشتے کو بڑی

اہمیت دی ہے۔ عورت اور مرد کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے۔ لباس، آرام، زیب و زینت، گرمی سردی سے بچاؤ اور عیوب کی پردہ پوشی کا ذریعہ ہے۔ اس رشتے کو باقی رکھنے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔ عورت اور مرد کے عزیز و اقارب کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ مرد اور عورت کے درمیان مصالحت کرانے کی کوشش کریں، لیکن اگر بگاڑ اور ناچاقی اس درجے پر پہنچ جائے کہ اصلاح کی کوئی صورت ہی باقی نہ رہے اور میاں بیوی کو یہ یقین ہو جائے کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو پھر انہیں طلاق کی اجازت دے دی گئی ہے۔ مرد کو یہ حق نہیں دیا گیا کہ وہ ہر صورت میں عورت کو گھر میں روکے رکھے جیسے زمانہ جاہلیت میں تھا یا جیسے عیسائیت اور ہندومت میں تھا اور بیوی کو بھی اسلام نے یہ حق دیا ہے کہ وہ خلع کے ذریعہ مرد سے طلاق حاصل کر سکتی ہے اور فریقین کو مجبور نہیں کیا ہے کہ وہ عدالت میں ایک دوسرے کو بدکار یا ظالم ثابت کریں۔

نکاح ایک معاشرتی بندھن ہے جو شوہر اور بیوی برضاء و رغبت اختیار کرتے ہیں۔ یہی بندھن جب الٹا وبال جان بن جائے اور جو اس کا اصلی مقصد تھا وہ ضائع ہونے لگے یعنی فریقین میں الفت و محبت اور بچوں کی پرورش، گھر کے ماحول کی آسودگی قائم نہ رہ سکے تو پھر مصلحت اسی میں ہے کہ وہ باہمی خوشی اور معروف اور اچھے طور پر اس معاشرتی بندھن کو ختم کر دیں۔ اور ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ اسلامی اصطلاح میں اس کو طلاق کا نام دیا گیا ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کو ایک ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے۔ حدیث نبوی میں ہے:

اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی الطَّلَاقُ۔

ترجمہ: ''اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔''

اس خیال سے کہ لوگ طلاق کی اس اجازت کو غلط طریقے پر استعمال نہ کریں، شریعت اسلامی نے طلاق کے راستے میں جابجا اخلاقی، معاشرتی اور قانونی پابندیاں لگا دی ہیں تاکہ مرد اپنے اس اختیار کو آخری چارہ کار کے طور پر ہی استعمال کرے۔

طلاق کے مسائل و احکام

طلاق سے بچاؤ کی تدابیر:

۱۔ **حسن سلوک:** اسلام نے شوہر اور بیوی کو حکم دیا ہے کہ جہاں تک ہو سکے ازدواجی زندگی کو قائم رکھنے کی کوشش کریں، شوہر کو بیوی سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ (النساء: ۱۹)

ترجمہ: ''اُن کے ساتھ اچھا سلوک رکھو۔ پس اگر تم انہیں ناپسند کرو تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سی بھلائی رکھ دے۔

حدیث نبوی میں ہے:

''جو شخص اپنی بیوی کی سخت کلامی پر صبر کرے اسے حضرت ایوبؑ جیسا اجر ملے گا۔ اور جو عورت اپنے شوہر کی بدخوئی پر تحمل سے کام لے اسے حضرت آسیہ زوجہ فرعون جیسا اجر ملے گا۔'' (احیاء العلوم)

۲۔ جو مرد یا عورت نت نئے نکاح کی ہوس میں مبتلا ہو اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہوتے ہیں۔

لَا تُطَلِّقُ النِّسَاءُ اِلَّا مِنْ رِيْبَةٍ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يُحِبُّ الذَّوَّاقِيْنَ وَالذَّوَّاقَاتِ۔ (بزار)

''عورتوں کو تہمت کے علاوہ طلاق نہ دی جائے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ گھاٹ گھاٹ کا مزا چکھنے والے مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں کرتا۔''

۲۔ **حکمین کا تقرر:** اگر شوہر اور بیوی کے درمیان کشیدگی اور ناچاقی بڑھ جائے تو دونوں کے رشتہ داروں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ صلح کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ قرآن کریم میں ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَا اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا۔ (النساء: ۳۵)

''اگر تمہیں ان دونوں (یعنی میاں بیوی) کے درمیان دشمنی کا ڈر ہو تو ایک فیصلہ کرنے والا مرد کے لوگوں میں سے اور ایک فیصلہ کرنے والا عورت کے گھر والوں میں سے مقرر کر لو اگر وہ دونوں اصلاح چاہتے ہوں تو اللہ ان کے درمیان موافقت کر دے گا بلاشبہ اللہ جاننے والا خبردار ہے۔''

اس آیت میں ثالثوں کا فریضہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ شوہر بیوی کے درمیان کشیدگی کے اسباب کا پتہ چلا کر ان کو مٹانے کی کوشش کریں۔ چونکہ وہ عورت اور مرد کے قریبی رشتہ دار ہوں گے اس لئے ان کی ثالثی مؤثر بھی ہوگی۔

Scanned with CamScanner

۴- تین طلاقیں بتدریج: اگر مصالحت ناکام ہوجائے اور طلاق تک نوبت پہنچ جائے تو طلاق فوراً نہ دی جائے بلکہ ایک ایک ماہ کے وقفے سے طلاق دی جائے تاکہ اس مہلت میں دونوں کو اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنے کا موقعہ مل جائے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ قطعی جدائی سے بچ جائیں۔

۵- حالت طہر میں طلاق: دوسری جانب طلاق دینے کے لئے حالت طہر کا وقت مقرر کیا گیا ہے اور حالت حیض میں طلاق دینے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ حالت طہر میں میاں بیوی کے ازدواجی تعلقات زیادہ بہتر ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ بیوی کی طرف زیادہ میلان کی وجہ سے شاید شوہر اپنا ارادہ بدل دے اور طلاق کی نوبت نہ آئے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی۔ حضور ﷺ کو پتہ چلا تو سخت ناراض ہوئے اور ابن عمرؓ کو رجوع کا حکم دیا۔ (بخاری۔ کتاب الطلاق)

۶- اکٹھی تین طلاقوں کی ممانعت: بیک وقت تین طلاقیں دینے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ شریعت کا منشاء یہ ہے کہ میاں بیوی کے جو ازدواجی تعلقات ایک مرتبہ قائم ہو چکے ہیں ان کو حتی الامکان باقی رکھا جائے جو شخص ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دیتا ہے اس نے گویا ان تعلقات کو ایک ہی وار سے کاٹ دیا ہے پھر میاں بیوی کے درمیان تعلق جوڑنے کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہتی اور اکثر اس کا نتیجہ پشیمانی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے سامنے جب ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دینے والے کو پیش کیا جاتا تو آپ اُسے دُرّے لگواتے پھر زوجین میں جدائی کا حکم دیتے۔

۷- عدت کی مصلحت: عدت کو زمانہ انتظار شمار کیا جاتا ہے۔ عدت میں بھی یہی مصلحت کارفرما نظر آتی ہے کہ شوہر اس مدت انتظار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے طلاق سے رجوع کرے تاکہ بگڑے ہوئے تعلقات پھر سے سنور جائیں۔ ارشاد ربانی ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ۔ (الطلاق: ۱)

"اے نبیؐ! جب تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو انہیں عدت کے شروع میں طلاق دو۔"

۸- طلاق مرد کا حق: نکاح ایک ایسا رشتہ ہے جو فریقین کے ایجاب و قبول کے بعد وجود میں آتا ہے۔ اس رشتہ کو ختم کرنے کی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے۔ شریعت کا منشاء یہ ہے کہ عورت کی نفسیات ہمیشہ جذبات سے مغلوب ہوتی ہے۔ اگر اس رشتہ کا توڑنا عورت کی صوابدید

پر رکھا جاتا تو وہ معمولی معمولی باتوں پر اسے توڑنے کے لئے تیار ہو جاتی تو اس رشتہ کو توڑنے کی ذمہ داری مرد پر اس لئے عائد کی گئی ہے کہ مرد عورت سے کم جذباتی واقع ہوا ہے۔ وہ یقیناً طلاق دیتے وقت سوچ سمجھ سے کام لے گا۔ وہ اپنے گھر کو اجڑنے سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا جبکہ عورت سے اس قسم کی دوراندیشی کی توقع نہیں رکھی جا سکتی اور شریعت نے یہ صرف اس لئے کیا ہے تاکہ طلاق کے خطرے کو کم سے کم کیا جا سکے۔

۹- مال سے محرومی: عورت سے نکاح کرتے ہوئے مرد کو اپنے مال کی ایک کثیر مقدار خرچ کرنا پڑتی ہے۔ مرد عورت کو حق مہر ادا کرتا ہے۔ طلاق کی صورت میں یہ مال اسے کبھی واپس نہیں مل سکتا۔ لہٰذا طلاق کی راہ میں ایک رکاوٹ یہ بھی ہے کہ مرد کا مال اس کے ہاتھ سے چلا جائے گا، قرآن کی رُو سے بیوی کو دیا ہوا تمام مال اس سے واپس نہیں لیا جا سکتا۔

ارشاد ربانی ہے:

وَلَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْئًا۔ (البقرہ: ۲۲۹)

ترجمہ: "اور تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ جو مال تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ بھی واپس لو۔ حدیث میں دیا ہوا مال واپس لینے والے کو اس کتے کے فعل سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنی ہی قے خود چاٹ لے۔" مال دار آدمی بھی اسے برداشت کرنے سے پہلے سو بار سوچے گا۔

۱۰- حلالہ: شریعت نے طلاق کے راستے میں اتنی رکاوٹیں ڈالنے کے بعد ایک آخری رکاوٹ یہ بھی ڈالی ہے کہ تین طلاقیں دینے والا مرد اپنی بیوی کو کبھی واپس اپنے نکاح میں نہیں لا سکتا جب تک کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔ دوسرا خاوند ازدواجی تعلق قائم کرے پھر وہ اسے خوشی سے اور بلا اکراہ طلاق دے دے۔ فقہی اصطلاح میں اسے "حلالہ" کہا جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن حکیم میں ہے:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ۔ (البقرہ: ۲۳۰)

ترجمہ: "پھر اگر وہ اسے (تیسری بار) طلاق دے دے تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے۔"

یہ ایسی بڑی رکاوٹ ہے کہ کوئی بھی مرد تین طلاق دینے سے پہلے کئی مرتبہ اس کے انجام کے متعلق سوچے گا اور اس کو تیسری طلاق صرف اسی صورت میں دے گا جب وہ تہیہ کر چکا ہو کہ اس عورت کے ساتھ کبھی نباہ نہیں کرنا۔

Scanned with CamScanner

ایک غلط فہمی: عام لوگ طلاق کے مسائل سے پوری طرح واقف نہیں ہوتے۔ وہ جذبات میں آ کر بیک وقت تین طلاقیں دے دیتے ہیں، بعد میں ندامت اور پشیمانی ہوتی ہے۔ خودغرض علماء اور جاہل لوگ انہیں حیلہ سازی بتاتے ہیں کہ تین طلاقوں کی صورت میں تجدید نکاح کے لئے ''حلالہ'' کر لیا جائے اور صورت یوں کی کہ کسی دوسرے آدمی سے طلاق دے دینے کی شرط پر نکاح کروا کر عمل زوجیت ادا کرایا پھر طلاق دلوائی۔ عدت گزرنے کے بعد پھر اپنے ساتھ ہی نکاح کر لیا جبکہ ایسا نہ صرف غلط ہے بلکہ گناہ ہے اور زنا ہے۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص محض اپنی مطلقہ بیوی کو اپنے لئے حلال کرنے کی غرض سے کسی شرط کے ساتھ یا دھوکہ یا لالچ سے منصوبہ بندی کر کے دوسرے شخص سے نکاح کرائے اور پہلے یہ طے کر لے کہ وہ نکاح کے بعد طلاق دے گا تو یہ بالکل ناجائز فعل ہے۔ ایسا نکاح' نکاح نہیں ہوتا بلکہ زنا اور بدکاری ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ نے اس طریقہ (حیلہ اور سازش) سے حلالہ کرنے اور حلالہ کرانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''

حلالے کی جائز اور شرعی شکل یہ ہے کہ کسی پیشگی منصوبہ بندی کے بغیر نکاح ہو، گھر بسانے کے ارادے سے مؤقت نہ ہو پھر اتفاقاً کسی وجہ سے طلاق ہو جائے تو اب عورت پہلے خاوند سے عدت کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔

صحت طلاق کی شرائط:

کتب احادیث میں طلاق کی جن شرائط کا ذکر ملتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- عاقل ہونا: طلاق دینے والا عاقل ہو۔ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا:

''ہر طلاق جائز ہے سوائے اس شخص کے جو مدہوش ہو اور جس کی عقل درست نہ ہو۔'' (ترمذی کتاب الطلاق)

۲- حالت طہر میں طلاق دی جائے: شوہر بیوی کو حالت حیض میں طلاق نہ دے بلکہ پاکیزگی کا انتظار کرلے جب عزت نہا کر پاک ہو جائے تو بغیر جماع کیے اسے طلاق دے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حالت حیض میں طلاق دی تو حضور ﷺ کو علم ہوا تو آپؐ ناراض ہوئے اور رجوع کا حکم دیا اور اگلے طہر میں بغیر مجامعت کے طلاق دینے کے لئے فرمایا۔

۳- اختیار: طلاق دینے والا اپنی مرضی سے طلاق دے۔ جبر کی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔

۴- دو گواہ: طلاق دیتے وقت دو گواہ بنا لئے جائیں، لیکن گواہ کا ہونا ضروری نہیں۔ بغیر گواہوں کے طلاق واقع ہو جائے گی۔

۵- بالغ ہونا: نابالغ شخص کسی بھی شرعی احکام کا مکلف نہیں اسی طرح اس کی طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔ حضور ﷺ کی ایک روایت سنن ابن ماجہ میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''تین آدمیوں سے باز پرس نہیں ہوگی۔

۱- سونے والا جب تک وہ بیدار نہ ہو جائے۔

۲- بچے سے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۳- مدہوش سے جب تک کہ وہ ہوش میں نہ آ جائے۔

طلاق کی اقسام (صریح و کنایہ کے لحاظ سے)

یعنی طلاق کے الفاظ واضح اور غیر واضح ہونے کے لحاظ سے

۱- طلاق رجعی: طلاق رجعی سے مراد وہ طلاق ہے جو صریح اور واضح الفاظ میں دی جائے۔ مثلاً یہ کہے:

اَنْتِ طَالِقٌ یا قَدْ طَلَّقْتُکِ۔

''میں نے تجھے طلاق دے دی۔''

اس طرح ''طلاق'' کا لفظ استعمال ہونا چاہیے۔

اس میں نیت بھی شرط نہیں۔ الفاظ کی صراحت سے طلاق واقع ہوگی۔ ہاں البتہ عدت کے دوران بیوی شوہر کے نکاح ہی میں رہے گی۔ خاوند اگر چاہے تو اس طلاق سے رجوع کر سکتا ہے اور اس میں بیوی کی رضامندی کی ضرورت بھی نہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِکَ اِنْ اَرَادُوْا اِصْلَاحاً۔ (البقرہ:۲۲۸)

ترجمہ: ''اور ان کے شوہر اس اثناء میں ان کی واپسی کے زیادہ حق دار ہیں اگر وہ اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں۔''

جب عدت ختم ہو جائے تو بیوی دوسرے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کر کے ہنسی خوشی زندگی گزاریں۔

طلاق رجعی کی حد صرف دو طلاق تک ہے اگر تین طلاق تک نوبت پہنچ جائے تو اسے طلاق مغلظ کہا جاتا ہے۔ طلاق مغلظ کے بعد شوہر کو رجوع کرنے یا تجدید نکاح کا اختیار باقی نہیں

Scanned with CamScanner

رہتا- پھر شرعی حکم یہ ہے کہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور اگر وہ مرد بخوشی اسے طلاق دے دے تو پھر وہ اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے- شریعت کی اصطلاح میں دوسرے مرد سے نکاح کرنے کو تحلیل یا حلالہ کہتے ہیں-

سورہ البقرہ میں ارشاد ہے:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا-

ترجمہ: ''پس اگر مرد نے عورت کو (تیسری بار) طلاق دے دی تو وہ اس کے بعد اس کے لئے حلال نہیں ہوگی جب تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے- پھر اگر (دوسرا شوہر) اسے طلاق دے دے تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ آپس میں رجوع کر لیں-''

۲- طلاق بائن: بائن کا مطلب ہے ''جدا کرنے والی'' یعنی وہ طلاق جس کے بعد میاں بیوی کے تعلقات بالکل ختم ہو جائیں اور وہ ایک دوسرے سے بالکل الگ ہو جائیں- طلاق بائن کی ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ شوہر بیوی کو دو طلاقیں دے اور عدت گزر جائے اور شوہر عدت کے اندر رجوع نہ کرے تو یہ طلاق بائن ہوگی-

اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ طلاق دیتے ہوئے ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جو صریح نہ ہوں بلکہ کنایہ کے الفاظ استعمال کرے- مثلاً یہ کہے:

أَنْتِ بَائِنٌ-

''تو جدا ہے''

أَنْتِ حُرَّةٌ-

''تو آزاد ہے-''

اِلْحَقِيْ بِأَهْلِكِ-

اپنے گھر والوں سے جا مل-''

حَبْلُكِ عَلٰى غَارِبِكِ-

''تیری رسی تیرے کندھوں پر ہے-'' وغیرہ وغیرہ-

ان تمام کنایات سے ایک بائن طلاق واقع ہوتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ شوہر کی طلاق دینے کی نیت ثابت ہو جائے- اگر شوہر طلاق کی نیت کا انکار کرے تو فیصلہ کورٹ میں جائے گا اور قاضی اس بات کی تحقیق کرے گا کہ شوہر نے کن حالات میں یہ الفاظ طلاق کے لئے

استعمال کئے- بہرحال نیت ثابت ہونے کے بعد طلاق بائن واقع ہوگی اور طلاق دینے والا گناہ کا مرتکب بھی ٹھہرتا ہے-

طلاق بائن کی صورت میں عورت مرد کے نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے، پھر اگر وہ رجوع کرنا چاہیں تو نیا نکاح کرنے کی ضرورت ہوگی، جس میں عورت کی رضامندی بھی لازمی ہوگی-

۳- طلاق مغلظ: جب نوبت دو طلاقوں سے آگے بڑھ کر تین تک چلی جائے تو اسے بینونت غلیظہ یا طلاق مغلظ کہا جاتا ہے- طلاق مغلظ کے بعد رجوع یا تجدید نکاح نہیں ہو سکتا- البتہ تحلیل کے بعد وہ پھر سے میاں بیوی بن سکتے ہیں- تین طلاق سے پہلے دو طلاقیں چاہے رجعی ہوں یا بائن یا ایک رجعی ہو اور ایک بائن ایک ہی اثر رکھتی ہیں- فقہ کی اصطلاح میں اسے ناقص جدائی یعنی بینونت خفیفہ کہا جاتا ہے-

طلاق کی اقسام (سنت و بدعت کے لحاظ سے)

۱- طلاق سنت: اس میں طلاق کا وقت اور تعداد معین ہوتی ہے- اس کی دو صورتیں ہیں:

(الف) طلاق احسن: شوہر بیوی کو طہر کی حالت میں جس میں اس سے ہمبستری نہ کی ہو- ایک رجعی طلاق دے اور پھر اس کی عدت گزرنے دے دوران عدت دوسری طلاق نہ دی جائے- اس کا فائدہ یہ ہے کہ عدت گزرنے کے بعد اگر زوجین میں صلح ہو جاتی ہے تو وہ تجدید نکاح سے دوبارہ زوجین بن جائیں گے اور ''حلالہ'' کی شرمندگی سے بچ جائیں گے-

(ب) طلاق حسن: وہ طلاق ہے جس میں شوہر تین طہر میں ایک ایک کر کے تین طلاقیں دے اور اس تمام عرصے میں اس سے ہمبستری نہ کرے-

۲- طلاق بدعت: طلاق بدعت کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں-

۱- حالت حیض میں طلاق دینا-

۲- ایسے طہر میں طلاق دے جس میں ہمبستری کی ہو-

۳- بیک وقت دو یا تین طلاقیں دے-

یہ ساری صورتیں طلاق بدعت کی ہیں-

ان تمام صورتوں میں طلاق تو واقع ہو جائے گی لیکن طلاق دینے والا گناہ کا مرتکب ہوگا- کیونکہ ایسے طہر میں جس میں ازدواجی تعلق قائم نہ کیا ہو ایک ہی طلاق دینے میں شریعت نے جو مصلحت اور حکمت رکھی ہے- یہ شخص اسے خود ہی ختم کر رہا ہے-

Scanned with CamScanner

خلع

لغوی مفہوم: خَلَعَ یَخْلَعُ خَلْعًا کا لغوی معنی ''اتارنا'' ہیں جیسے کپڑا اتارنا، جوتا اتارنا وغیرہ۔

حضرت موسیٰؑ کو کوہ طور کی مقدس وادی میں حکم ہوا۔

فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی (سورہ طٰہٰ:۱۲)

ترجمہ: ''آپؑ اپنے جوتے اتار دیجئے اس لیے کہ آپؑ طویٰ کی پاکیزہ وادی میں ہیں۔''

قرآن پاک میں میاں بیوی کے تعلق کو لباس کہا گیا ہے۔

ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ (البقرہ:۱۸۷)

ترجمہ: ''وہ عورتیں تم مردوں کا لباس ہیں اور تم ان عورتوں کا لباس ہو''

عورت جب خلع لیتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ خود اس لباس کو اپنے ہاتھوں سے اتار دیتی ہے۔ اس لیے اسے خلع کا نام دیا گیا ہے۔

اصطلاحی مفہوم: شریعت کی اصطلاح میں یہ طلاق ہی کی ایک قسم ہے۔ جس کا مطالبہ بیوی کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ بیوی کچھ معاوضہ ادا کر کے شوہر سے علیحدگی اختیار کر لیتی ہے اور شوہر اس معاوضہ کا حقدار ہو جاتا ہے۔

خلع کی تحریک زوجین میں سے کسی ایک طرف سے بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً شوہر یہ کہے کہ میں اس قدر معاوضہ پر تم سے خلع کرتا ہوں یا بیوی خاوند سے یہ کہہ دے کہ میں اتنے مال پر تم سے خلع مانگتی ہوں۔ اگر شوہر اسے قبول کر لے تو خلع کا معاملہ مکمل ہو جاتا ہے۔

شریعت اسلامیہ نے طلاق کا معاملہ اگر شوہر کے ہاتھ میں رکھا ہے تو خلع کا معاملہ بیوی کی صوابدید پر رکھا ہے۔ جب میاں بیوی کے درمیان اس قدر بے زاری، نفرت، بغض یا ناپسندیدگی پیدا ہو جائے کہ رشتہ ازدواج ان کے لیے ایک مصیبت بن جائے تو اس صورت میں اس کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا نہ صرف معاشرتی طور پر ناموزوں ہے بلکہ انصاف کا خون بھی ہے۔ جب کوئی عورت کسی بدقماش، فاسق اور فاجر، ظالم اور بے انصاف شوہر کے پلے باندھ دی جائے۔ جس سے اس کا ذہنی سکون تباہ ہو کر رہ جائے تو ایسی عورت کو شریعت نے اجازت دی ہے کہ وہ کچھ معاوضہ ادا کر کے ناپسندیدہ شوہر سے نجات حاصل کر لے۔

خلع کا معاملہ طے ہو جانے کے بعد بیوی پر معاوضہ ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

خلع کی اہمیت: قبل از اسلام کہیں بھی عورت کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ ایک ظالم اور فاسق خاوند سے علیحدگی حاصل کر سکے لیکن دین اسلام نکاح کو فریقین میں ایک معاشرتی معاہدہ تصور کرتے ہوئے ہر فریق کو یہ حق دیتا ہے کہ اگر وہ خیال کریں کہ رشتہ ازدواج کا مقصد فوت ہو رہا ہے تو وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں۔ اسلام سے پہلے عورت کو یہ حق حاصل نہیں تھا اور وہ صرف خاوند کے رحم و کرم پر ہوتی تھی۔ اسلام نے میاں بیوی کو مساوات کے مقام پر کھڑا کیا ہے اگر شوہر اپنی بیوی چھوڑنے کا حق رکھتا ہے تو بیوی کو بھی شوہر سے علیحدہ ہونے کا حق ہے۔ گویا دین اسلام نے مرد اور عورت کو علیحدگی کا حق مساوی طور پر دیا ہے تاکہ گھر جہنم کا نمونہ نہ بن جائے اور بچوں کی تربیت پر بھی برے اثرات نہ پڑیں۔

۲۔ قرآن سے خلع کا جواز: ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ شَیْئًا اِلَّآ اَنْ یَّخَافَآ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ ط فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ ط

(البقرہ-۲۲۹)

ترجمہ: ''اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ جو مال انہیں دے چکے ہو ان میں سے کوئی چیز واپس لے لو۔ سوائے اس کے کہ میاں بیوی کو ڈر ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔ پس اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ اللہ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں اس فدیہ میں جو عورت معاوضہ کے طور پر دے دے۔''

شان نزول

قرآن مجید کی اسی آیت کا شان نزول اور پس منظر احادیث نبویہؐ میں بیان کیا گیا ہے۔

۱- موطا امام مالک میں مذکور ہے کہ حضرت حبیبہؓ بنت سہل جو حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیوی تھیں۔ آنحضرتؐ کے پاس ایک صبح حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ یارسول اللہؐ میں ثابت بن قیسؓ کے گھر نہیں رہ سکتی یا وہ نہیں یا میں نہیں۔ جو کچھ میرے خاوند نے مجھے دیا ہے وہ سب کچھ میرے پاس ہے میں وہ سب کچھ واپس کرنے کو تیار ہوں۔ حضورؐ نے حضرت

Scanned with CamScanner

ثابتؓ کو فرمایا کہ تم اپنا سب مال واپس لے لو اور حبیبہ کو طلاق دے دو۔ اس طرح حضرت حبیبہؓ رشتہ ازدواج سے آزاد ہو گئیں۔

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ثابتؓ نے انہیں مارا تھا۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت ثابتؓ بہت بدصورت تھے۔ حضرت حبیبہ کو اُن سے طبعی نفرت تھی۔ ان کا دل چاہتا تھا کہ خاوند کے منہ پر تھوک دے۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ اَتَرُدِّیْنَ عَلَیْهِ حَدِیْقَتَهٗ قَالَتْ نَعَمْ (بخاری)

ترجمہ: ''کیا تم ان کا باغ (جو انہوں نے مہر میں دیا تھا) واپس کر سکتی ہو؟''

بولی۔ ''جی ہاں'' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابتؓ سے فرمایا۔ ''باغ قبول کر لو اور طلاق دے دو۔''

یہ خلع اسلام میں پہلا خلع تھا اور اسی کے بارے میں مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تھی۔
(تفسیر ابن کثیرؒ)

۲- ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس خاوند سے ناراض ہو کر ایک عورت حاضر ہوئیں اور طلاق طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ اسے اونٹوں کے باڑے میں جہاں سخت بدبو تھی قید کر دو۔ دوسرے دن اسے اس قید خانہ سے بلوایا اور پوچھا۔ ''کیا حال ہے؟'' تو اس عورت نے جواب دیا کہ یہی رات میری زندگی کی آرام دہ رات تھی۔ آپ سمجھ گئے کہ میاں بیوی اب ساتھ نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ آپ نے اس کے شوہر کو بلا کر خلع کرا دی۔
(ابن کثیر)

کن اسباب کی بناء پر عورت خلع لے سکتی ہے۔

۱- خاوند کا نامرد ہونا: اگر شوہر نامرد ہے اور بیوی کے پاس جانے کا نااہل ہے تو عورت شرعی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے گی۔ جج شوہر کو بلوائے گا اور حالات کی تحقیق کر لیگا اگر شوہر نامرد ثابت ہو گیا تو اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی تاکہ وہ اپنا علاج معالجہ کروا سکے پھر اگر وہ تندرست ہو گیا تو ٹھیک ورنہ جج ان دونوں کے درمیان جدائی کرا دے گا۔

۲- شوہر کا مجبوب ہونا: اگر شوہر کا عضو تناسل کٹا ہوا ہو تو عورت ایسے شوہر سے فوری طور پر علیحدہ ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں جج حالات کی تحقیق کے بعد عورت کو فوری طور پر مرد سے علیحدہ کر دے گا۔

یہی معاملہ عنین کا ہے۔ عنین سے مراد مخنث یا ہیجڑا ہے۔ قاضی عورت کو ایسے شوہر سے بھی فوری طور پر علیحدگی دلوا دے گا۔

۳- شوہر کا خصی ہونا: خصی سے مراد وہ شوہر ہے جو اپنے آپ کو ایسا کر لے کہ اس میں جنسی میلان باقی نہ رہے۔ اس صورت میں بھی جج ایک سال کی مہلت دے گا۔ ایک سال گزرنے کے بعد بھی اگر وہ بیوی کے پاس جانے میں ناکام رہا تو علیحدگی کرا دی جائے گی۔

۴- مزاج کا ناموافق ہونا: عورت اور مرد میں مزاج کی ناموافقت ہے اور وہ شریعت کی حدود کو پورا نہیں سکتے اور ایک دوسرے کے لیے راحت و تسکین کا سبب نہیں بن سکتے تو اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ ایسے شوہر سے آزادی حاصل کر لے۔ وہ کورٹ میں جا کر یہ ثابت کر دے کہ اس کے شوہر اور اس کے درمیان نفرت کی ایک دیوار حائل ہو گئی ہے تو قاضی ان دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دے گا۔

۵- لاپتہ شوہر: جس بیوی کا شوہر لاپتہ ہو جائے اسے بھی طلاق کا حق حاصل ہے۔ فقہاء کے درمیان لاپتہ ہونے کی مدت میں اختلاف ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی رائے میں اس عورت کو اسی سال تک انتظار کرنا چاہیے۔ امام ابو یوسفؒ انتظار کی مدت دس سال بتاتے ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ مدت سات سال ہونی چاہیے اور امام مالکؒ کے نزدیک عورت صرف چار سال تک انتظار کرے۔ اور امام احمد بن حنبل اور فقہہ جعفریہ امام مالکؒ کے ساتھ متفق ہیں۔

۶- حدود اللہ کے ٹوٹنے کا خوف: اگر عورت کو حدود اللہ کے ٹوٹنے کا خوف ہو تو وہ خلع لے سکتی ہے تاکہ وہ گناہ گار نہ ہو جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ

۷- نان و نفقہ کی عدم ادائیگی: اسلام میں عورت کے نان و نفقہ کی ذمہ داری خاوند پر ڈالی ہے۔ اس لیے اگر وہ عورت کو نان و نفقہ ادا نہیں کر سکتا تو عورت خلع لے سکتی ہے۔ خاوند اگر بے دین ہو مار پیٹ کا عادی ہو تو خلع جائز ہے۔

امام ابن قیم زاد المعاد (جلد۴-صفحہ۲۱) میں رقم طراز ہیں۔ ''ہر وہ عیب جس کی وجہ سے عورت اور مرد میں یکجہتی باقی نہ رہے اور نکاح کا اصل مقصد (یعنی الفت و محبت) ختم ہو جائے تو ایسی حالت میں علیحدگی اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

بغیر جواز کے خلع کی ممانعت: اسلام نے اس قسم کے نازک حالات میں خلع کی اجازت تو دے رکھی ہے لیکن اس رخصت سے ناجائز فائدہ اٹھانے والی عورتوں کے لیے سختی کے ساتھ یہ تنبیہہ بھی کر دی ہے۔

اَیُّمَا امْرَاَۃٍ سَاَلَتْ زَوْجَھَا طَلَاقاً فِیْ غَیْرِ بَاْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْھَا رَائِحَۃُ الْجَنَّۃِ۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ "جو عورت معمولی بات پر شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔"

خلع کا مالی معاوضہ: اسلام میں خلع کے مال کی کوئی مقدار مقرر نہیں کی گئی۔ مرد اور عورت کے درمیان کوئی متفقہ فیصلہ ہو جائے تو اسی پر عمل کیا جائے گا۔ معاملہ اگر عدالت تک پہنچ جائے تو حالات کی تحقیق کے بعد عدالت معاوضہ کے متعلق جو فیصلہ کرے اس پر عمل کیا جائے گا اور شوہر اسی فدیہ کو قبول کر کے عورت کو طلاق دے دے گا۔

فقہاء نے اس بارے میں تھوڑی سی تفصیل بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ناچاقی اور ناراضگی کی ابتداء شوہر کی طرف سے ہوتی ہو تو اس کے لیے خلع کا معاوضہ لینا مکروہ ہے۔ لیکن اگر منافرت اور بدمزگی کی ابتداء بیوی کی طرف سے ہو تو شوہر کو حق مہر سے زیادہ معاوضہ کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے۔

طلاق بائن اور شوہر کو رجوع کا حق نہیں: تمام آئمہ اور جمہور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ خلع کی صورت میں جو طلاق واقع ہوتی ہے وہ طلاق بائن ہوتی ہے۔ یعنی شوہر کو اس بات کا اختیار نہیں ہوتا کہ وہ اس طلاق سے رجوع کر سکے۔ البتہ آئندہ کسی مرحلہ پر اگر وہی عورت اور مرد ایک دوسرے سے راضی ہو جائیں تو وہ دوبارہ نکاح کر کے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

عدت: جمہور فقہاء کے نزدیک خلع کی عدت تین حیض ہے اور حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔

عدت

مفہوم: عَدَّ یَعُدُّ عِدَّۃً کا لغوی معنی شمار کرنا اور گننا ہے۔ شرعی اصطلاح میں عدت اس انتظار یا مدت کا نام ہے جو عورت کو طلاق ملنے یا شوہر کے فوت ہو جانے کی صورت میں نکاح ثانی کرنے سے پہلے گزارنا ہوتی ہے۔ کیونکہ طلاق ملنے یا شوہر کے فوت ہو جانے کے بعد عورت کو لازمی طور پر انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اسی کو عدت کہتے ہیں۔

حکمتیں اور مقاصد:

عدت میں کئی حکمتیں اور مقاصد پوشیدہ ہیں۔

۱۔ نسب اور وراثت: طلاق ہونے کی صورت میں وراثت اور بچے کے نسب نامہ کے متعلق کئی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ حمل اگر ابتدائی مرحلہ میں بھی ہو تو عدت کے اختتام تک لازماً ظاہر ہو جاتا ہے۔ پھر عورت کو وضع حمل تک نکاح کی اجازت نہیں ملتی اس طرح نسب اور وراثت کا مسئلہ صاف ہو جاتا ہے۔

۲۔ غور وفکر اور مصالحت کا موقعہ: عدت کے دوران شوہر کو غور وفکر کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور اس کا امکان ہوتا ہے کہ وہ اپنے حالات کے ماتحت نرم پڑ جائے یا اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے اور اس طرح صلح کی کوئی شکل نکل آئے۔ یہ بھی امکان ہوتا ہے کہ اگر بیوی حاملہ ہو اور اس کا حمل ظاہر ہو جائے تو شوہر اپنے بچے کے مستقبل کے لیے مصالحت پر آمادہ ہو جائے اور میاں بیوی اور بچے کی زندگی اجیرن ہونے سے بچ جائے۔

۳۔ استبراء رحم: عدت کا ایک فائدہ یہ ہے کہ عورت کے رحم کا استبراء ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس کو حیض آ گیا تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ حاملہ نہیں۔ اس صورت میں مطلقہ کے لیے تین حیض عدت ہو گی اور اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہو گی۔

۴۔ طلاق کے اثرات زائل ہو جائیں: عورت کے نکاح ثانی اور پہلے نکاح میں وقفہ ہو جائے تاکہ اس وقفہ میں عورت کے دل و دماغ پر طلاق کے جو اثرات ہیں وہ زائل ہو

جائیں اور نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ دوسرے شوہر کے نکاح میں جائے اور اسلام نے جو نکاح کے مقاصد رکھے ہیں یعنی الفت ومحبت اس کو پورا کرنے کی تدبیر کرے۔

۵-عواقب: عدت کی تیسری حکمت اور فائدہ یہ ہے کہ عدت کے دوران عورت طلاق کے عواقب پر خوب غور کر لے کہ آخر کون سی وجہ غلطی یا خطا تھی جس کی وجہ سے اسے طلاق ہوئی تاکہ نکاح ثانی میں اس کا ازالہ ہو سکے۔

۶-عبرت و موعظت: عدت کی مدت میں چوتھی حکمت یہ بھی ہے کہ خاندان اور قبیلے کے علاوہ دیگر مسلم معاشرے کو بھی ان حالات سے سبق ملے۔ جن سے اس عورت اور اس کے شوہر کو واسطہ پڑا ہے اور اگر عورت کو تین طلاقیں ہو چکی ہیں اور رجوع کے موقع ضائع ہونے پر جب شوہر کو ہوش آتا ہے۔ اپنی اور بچوں کی زندگی ویران اور برباد ہوتی نظر آ رہی ہے تو دوسروں کو عبرت ہو تاکہ وہ اپنی زندگیوں کی اصلاح کر لیں۔

عدت کی اہمیت: پہلی تمام شریعتوں میں عدت کے احکام ہمیں کہیں نہیں ملتے۔ اسلام نے ہی عدت کے متعلق تفصیلی احکام دیئے ہیں تاکہ نسب اور وراثت کے جھگڑوں سے بچا جا سکے۔ اسلام میں عدت گزرے بغیر عورت دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔ قرآن حکیم میں ہے۔

إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ (الطلاق:۱)

ترجمہ: "جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو ان کی عدت پر طلاق دو اور عدت کا خیال رکھو"

یہ بھی تاکید کر دی گئی ہے کہ عورت اپنے حمل کو مخفی نہ رکھے۔ بلکہ اسے ظاہر کر دے یا اگر ماہواری کا دور چل رہا ہو تو اسے چھپانا نہیں چاہیے تاکہ عدت کے حساب میں خلل نہ پڑے اور شریعت نے جو مصلحتیں رکھی ہیں وہ ضائع نہ ہو جائیں۔ اسی لیے ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (البقرۃ:۱۳۸)

ترجمہ: "اور ان کے لیے (یعنی مطلقہ عورتوں کے لیے) یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں جو کچھ پیدا کیا ہے اس کو چھپائیں۔ اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں۔"

عدت کی اقسام

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف عورتوں کی عدت کے احکام واضح طور پر بیان کر دیئے ہیں۔ اس طرح مختلف عورتوں کی اقسام کے مطابق عورتوں کی عدت مختلف ہے جس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

۱- غیر مدخولہ کی عدت: جس عورت کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد ازدواجی تعلقات قائم نہ کیے گئے ہوں اس کے لیے عدت نہیں۔

إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا (الاحزاب:۴۹)

ترجمہ "اے ایمان والو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان پر کوئی عدت لازم نہیں جسے تم شمار کرو۔"

چنانچہ یہ عورت طلاق کے فوراً بعد نکاح کر سکتی ہے۔

۲- مدخولہ حائضہ کی عدت: وہ عورت جس کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم ہو چکے ہوں اور پھر طلاق کی نوبت آ جائے اور اسے ایام ماہواری بھی آتے ہوں تو اس کی مدت تین قرء ہے۔ قرء سے مراد امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تین حیض ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس لفظ سے مراد تین طہر (پاکیزگی) ہیں۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ (البقرۃ:۲۲۸)

ترجمہ: "اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رہیں۔"

اگر طلاق حیض کے دوران دی گئی ہو تو یہ حیض عدت میں شمار نہ ہوگا۔

۳- حاملہ عورت کی عدت: عورت کو حمل کی حالت میں طلاق ہو تو اس کی عدت وضع حمل تک ہے۔ اگرچہ وضع حمل پوری مدت سے پہلے ہی کیوں نہ ہو جائے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق:۴)

ترجمہ: "حمل والیوں کی میعاد ان کے وضع حمل تک ہے۔"

Scanned with CamScanner

۴- نابالغہ اور آئسہ کی عدت: جس عورت کو کم سنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو یا جو عورت معمر ہونے کی وجہ سے یا کسی مرض کے لاحق ہونے کی وجہ سے ایام ماہواری سے نا یوس ہو تو ان دونوں کی عدت تین ماہ ہے-

چنانچہ حکم الٰہی ہے-

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ (الطلاق:۴)

ترجمہ: ''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے-''

اور (یہی عدت ان کی بھی ہے) جنہیں ابھی حیض نہیں آیا-

۵- بیوہ کی عدت: جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے- ہاں اگر بیوہ حاملہ ہو تو پھر اس کی عدت اس حکم سے مستثنیٰ ہے اس صورت میں اس کی عدت وضع حمل ہو گی-

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (البقرۃ:۲۳۴)

ترجمہ: ''اور تم میں سے وہ لوگ جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک روکے رکھیں-''

عدت کے مزید مسائل و احکام

۱- رجعت: طلاق رجعی کی صورت میں شوہر کو رجوع کا پورا حق حاصل ہے- جب تک عدت کا عرصہ ختم نہیں ہوتا- عدت کا عرصہ ختم ہوتے ہی اس کا یہ اختیار ختم ہو جائے گا- طلاق رجعی کی صورت میں نکاح زائل نہیں ہوتا- اس لیے بیوی کی رضامندی کی ضرورت نہیں ہوتی- مستحب یہ ہے رجوع کرتے وقت دو گواہ ٹھہرا لیے جائیں اور بیوی کو بھی اس سے مطلع کر دیا جائے- قرآن مجید میں ارشاد ہے-

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِکُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (البقرۃ-۲۳۱)

ترجمہ: ''اور جب تم نے بیویوں کو طلاق دے دی پھر وہ اپنی مدت گزرنے پر پہنچ

جائیں تو انہیں باعزت طریقے سے روکے رکھو یا انہیں عزت کے ساتھ چھوڑ دو-''

۲- بناؤ سنگھار: طلاق رجعی کی صورت میں بیوی کو چاہیے کہ وہ خاوند کے سامنے بناؤ سنگھار کر کے آئے- ہو سکتا ہے کہ شوہر کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے مگر مطلقہ بائنہ یا بیوہ کو آرائش اور زیبائش سے پرہیز کرنا چاہیے-

۳- نکاح ثانی: جب عورت کا عرصہ پورا ہو جائے تو عورت کو اختیار ہے کہ وہ جہاں چاہے دستور کے مطابق نکاح ثانی کر سکتی ہے- سابق شوہر یا اس کے رشتہ داروں وغیرہ کو اسے روکنے کا کوئی حق حاصل نہیں- ارشاد باری تعالیٰ ہے-

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرۃ-۲۳۲)

ترجمہ: ''جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دے چکو پھر وہ اپنی میعاد کو پہنچ جائیں تو انہیں اس سے نہ روکو کہ وہ نکاح (ثانی) کر لیں جب وہ آپس میں دستور کے مطابق رضامند ہوں-''

اگر عورت کو تین طلاق دی گئی ہوں تو اس عورت کے ساتھ پہلا شوہر دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا- جب تک وہ نکاح ثانی نہ کر لے اور دوسرا شوہر اسے طلاق نہ دے دے- (البقرۃ-۲۳۰)

۴- پیغام نکاح کی ممانعت: عدت کے دوران مطلقہ یا بیوہ عورت کو واضح طور پر نکاح کا پیغام دینے کی ممانعت ہے- کیونکہ اس طرح غمزدہ عورت کے جذبات مجروح ہونے کا اندیشہ ہے-

ہاں اشارے کنائے سے اپنا مطلب بیان کرنے کی اجازت ہے- تاکہ کوئی دوسرا اس سے پہلے پیغام نہ دے دے- چنانچہ ارشاد خداوندی ہے-

وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَکْنَنْتُمْ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّکُمْ سَتَذْکُرُوْنَهُنَّ وَلٰکِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّکَاحِ حَتّٰی یَبْلُغَ الْکِتٰبُ اَجَلَهٗ

(البقرۃ:۲۳۵)

ترجمہ: ''اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم عورتوں کے پیغام نکاح میں کوئی بات اشارے کنائے سے کہو یا نیت دلوں میں ہی پوشیدہ رکھو- اللہ کو علم ہے کہ تم

Scanned with CamScanner

عورتوں کا ذکر کرو گے لیکن خفیہ طور پر ان سے کوئی وعدہ نہ کرو- سوائے اس کے کہ تم کوئی بات دستور کے مطابق کہو اور اس وقت تک نکاح کا پختہ ارادہ نہ کرو جب تک عدت اپنے انجام کو نہ پہنچے-"

۵- سکونت کا حق: طلاق یا شوہر کی وفات کی صورت میں عورت اسی گھر میں قیام کرے گی جہاں وہ پہلے رہتی تھی- شوہر کے ورثاء کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اسے اس کے گھر سے نکال دیں- اسی طرح عورت کے لیے بھی یہ درست نہیں کہ وہ شوہر کے گھر سے نکل کر عدت کسی اور جگہ گزارے سورہ طلاق میں ارشاد ہے-

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ-
(الطلاق:۱)

ترجمہ: "(زمانہ عدت میں) انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ نکلیں- سوائے اس کے کہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی کا ارتکاب کریں-"

۶- حاملہ عورت کا نان و نفقہ: اگر طلاق یافتہ عورت حاملہ ہو تو عدت کے اختتام تک اس کے خرچ کی تمام ذمہ داری طلاق دینے والے شوہر پر ہے- ارشاد باری تعالیٰ ہے-

وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق:۶)

ترجمہ: "اور اگر وہ (یعنی مطلقہ عورتیں) حمل والی ہوں تو ان پر خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ ان کا وضع حمل ہو جائے-"

۷- رضاعت کا معاوضہ: اگر طلاق یافتہ عورت بچے کو دودھ پلائے تو اس کا معاوضہ طلاق دینے والے شوہر کے ذمے ہے- معاوضہ طے کرنے کے لیے انہیں آپس میں مشورہ کر لینا چاہیے- چنانچہ ارشاد ربانی ہے-

فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ ۚ وَأْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ
(الطلاق:۶)

ترجمہ: "اور اگر وہ (یعنی مطلقہ عورتیں) تمہارے بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت دو- اور (اجرت کے بارے میں) اچھے طریقے پر آپس میں بات چیت کر لو-"

رضاعت

معنی و مفہوم: رضاعت کا مفہوم ہے "دودھ پلانا" جب شوہر اور بیوی ایک دوسرے سے طلاق یا خلع کی وجہ سے علیحدہ ہو جاتے ہیں تو عورت کی گود میں دودھ پیتا بچہ مشکلات کا شکار ہو جاتا ہے اور سب سے پہلی مشکل اس کے دودھ پلانے کی ہوتی ہے- شریعت اسلامیہ نے اس مشکل کو حل کے لیے بھی واضح احکام دیئے ہیں تاکہ اسلامی معاشرہ کسی الجھن کا شکار نہ ہو جائے- قرآن مجید میں سورہ بقرہ کی آیت ۲۳۳ میں ان احکام کا تذکرہ ملتا ہے-

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط
(سورہ البقرۃ:۲۳۳)

ترجمہ: "اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں- یہ حکم اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہتا ہو-"

دودھ پلانے کی مدت: مندرجہ بالا آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے-

دو سال سے قبل دودھ چھڑانے کی اجازت: اگر ماں باپ راضی ہوں تو باہم مشورے سے دو سال سے پہلے بھی دودھ چھڑایا جا سکتا ہے- چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے-

فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ط

ترجمہ: "اگر وہ باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں-"

رضاعت کے متعلق احکام ومسائل

"رضاعت" کے تین فریق والدین اور بچہ ہے- اسلام میں ان تینوں کے متعلق تفصیلی احکام دیئے گئے ہیں- جن کا مقصد یہ ہے کہ کسی پر کسی لحاظ سے ظلم و زیادتی نہ ہو- اہم احکام مندرجہ ذیل ہیں-

۱- رضاعت باپ کی ذمہ داری: باپ ہی بچہ کا سرپرست اور والی ہوتا ہے- لہٰذا بچے کے دودھ پلوانے کا ذمہ دار وہی ہے- وہ جس سے چاہے دودھ پلوا سکتا ہے-

۲- دودھ پلانے کا اصل حق ماں کا ہے: ماں سے بہتر کوئی دودھ پلانے والی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس نے ہی مشقت برداشت کر کے بچے کو پیٹ میں اٹھایا اور جنم دیا تو اب

Scanned with CamScanner

یہ ذمہ داری اسی کی ہے کہ وہ بچے کو دودھ پلائے- البتہ اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ضرور بچے کو دودھ پلائے- پھر اگر کسی وجہ سے ماں دودھ نہیں پلا سکتی مثلاً بیماری کی وجہ سے یا دودھ نہ ہونے کی وجہ سے تو باپ کو چاہیے کہ وہ کسی دایہ سے دودھ پلوانے کا انتظام کرے-

۳- باپ کے نہ ہونے کی صورت میں: اس کا وارث ذمہ دار ہے: اگر باپ زندہ نہ ہو تو بچے کے دودھ کا انتظام کرنا اس کے وارث کی ذمہ داری ہے- قرآن پاک میں ارشاد ہے-

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ

ترجمہ: ''اور وارث پر ایسی ہی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جیسے باپ کی-''

۴- رضاعت کا معاوضہ: چونکہ بچے کی پرورش کا ذمہ دار اس کا والد ہوتا ہے جب تک بچہ دودھ پیتا رہے تو باپ بچے کی ماں کو دودھ پلانے کا خرچہ اپنی مالی حیثیت کے مطابق دیتا رہے گا- اور معاوضہ بات چیت کے ذریعے نیک نیتی سے طے کیا جا سکتا ہے- ارشاد ربانی ہے-

فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗ اُخْرٰى ؕ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتٰهُ اللّٰهُ (الطلاق:٦-٧)

ترجمہ: ''پھر اگر وہ تمہارے لیے (بچے کو) دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت دو اور دستور کے مطابق بات چیت سے معاملہ طے کر لو اگر تم نے ایک دوسرے کو تنگ کیا تو کوئی دوسری عورت اسے دودھ پلائے گی- خوشحال آدمی اپنی خوشحالی کے مطابق خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہو وہ اس میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے-''

۵- ایک دوسرے کو تنگ کرنے کی ممانعت: ماں باپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ رضاعت کے معاملے میں ایک دوسرے کو تنگ کرنے سے پرہیز کریں- ارشاد خداوندی ہے-

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ

ترجمہ: ''والدہ کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچائی جائے نہ ہی باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے کوئی تکلیف دی جائے-''

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ماں کو بہر حال اپنے بچے سے پیار ہے اور وہ اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی تو پھر باپ کو اس ضمن میں سختی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے- اور ماں

کے پیار بھرے جذبات سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے- نہ ہی ماں کو یہ اجازت دی جا سکتی ہے کہ وہ باپ کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے لیے زیادہ سے زیادہ مراعات طلب کرے- وہ اتنا زیادہ معاوضہ نہ مانگے جو باپ کی وسعت اور طاقت سے باہر ہو- فریقین کے خاندان والوں کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ بچے کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو تنگ نہ کریں-

۶- رضاعی رشتوں کا حکم: اسلام نے رضاعت کے رشتوں کو اتنی ہی اہمیت دی ہے جتنی کے خون اور نسب کے رشتوں کی اہمیت ہے- بچے کو دودھ پلانے والی اس کی ماں بن جاتی ہے- اس کی بیٹیاں بچے کی بہنیں اور اس کے بیٹے اس کے بھائی قرار پاتے ہیں- لہٰذا نسب کی وجہ سے جو لوگ ایک دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتے رضاعت کی وجہ سے بھی ان کا یہی حکم ہو گا- رسول پاکؐ کی حدیث میں ہے-

يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ

ترجمہ: ''جو کچھ نسب کی وجہ سے حرام ہے وہی کچھ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہے-'' (تفسیر ابن کثیر)

۷- والدہ کی رضاعت: جو عورت کسی مرد کے نکاح میں ہو یا عدت کی حالت میں ہو تو اپنے بچے کو اجرت پر دودھ نہیں پلا سکتی- لیکن اگر وہ عدت گزار کر شوہر سے علیحدگی اختیار کر چکی ہو تو اس صورت میں اسے دودھ پلوانے کے کام پر مقرر کیا جا سکتا ہے-

احکام الٰہیہ پر عمل کا ضامن تقویٰ ہے

آیت رضاعت کے آخر میں فرمایا-

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً تمہارے اعمال کو جانتا ہے-''

رضاعت کا معاملہ ایسا ہے کہ جب تک خدا خوفی نہ ہو، احکام الٰہی پر عمل ممکن نہیں، والدین ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کر سکتے ہیں- لہٰذا فرمایا- اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا- رضاعت، نان و نفقہ اور بچے کی پرورش کے معاملہ میں دکھاوا اور ظاہری داری برتی جا سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا- کیونکہ وہ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے دلوں کی مخفی باتوں اور نیتوں کو جانتا ہے- لہٰذا جس نے بھی مذکورہ احکام کی خلاف ورزی کی، اُس کے ہاں اس کی سخت پکڑ ہو گی- اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○

Scanned with CamScanner

مہر

مہر کی تعریف: شرعی اصطلاح میں مہر وہ مال ہے جس کے عوض شوہر کو بیوی پر حق زوجیت حاصل ہوتا ہے۔ اس کا ادا کرنا شوہر کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

مہر کا لفظ قرآن کریم میں مندرجہ بالا معنی کے لیے استعمال نہیں ہوا بلکہ اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ پانچویں پارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً (النساء:۴)

ترجمہ: ''اور عورتوں کو ان کے مہر خوشدلی سے ادا کرو۔''

اسی معنی میں فَرِيْضَةً کا لفظ بھی کلام الٰہی میں استعمال ہوا ہے۔ صَدُقَاتٌ صَدُقَةٌ کی جمع ہے مہر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اُجُوْرٌ (واحد اَجْرٌ) بھی مہر کے ہم معنی ہے۔ حدیث شریف میں مہر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مہر مصدر بھی مَهَرَ يَمْهَرُ مَهْرًا۔ یعنی مہر ادا کرنا۔

مہر کی اہمیت: مہر چونکہ بدل بُضْعِ الْمَرْاَةَ۔ یعنی عورت کے بضع کا بدلہ ہے اس لیے اس کی ادائیگی لازمی ہے۔ عورت نکاح کے بعد مرد کے لیے حلال ہی حق مہر کی ادائیگی پر ہوتی ہے اس لیے اس کی اہمیت ایک تسلیم شدہ امر ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ (النساء:۲۴)

ترجمہ: ''تم عورتوں کو اپنے مالوں کے عوض طلب کرو نکاح میں لا کر نہ کہ شہوت رانی کے لیے۔''

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً (النساء:۲۴)

ترجمہ: ''پس تم نے جو ان سے تمتع حاصل کیا ہے اس کے عوض انہیں ان کے طے شدہ مہر ادا کرو۔''

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضورؐ کے صحابی حضرت نضرہؓ نے ایک کنواری لڑکی سے نکاح کیا۔ جب اس کے پاس گئے تو دیکھا کہ اسے حمل ہے۔ حضرت نضرہؓ نے اس کا ذکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپؐ نے دونوں میں علیحدگی کرا دی اور اس عورت کا مہر اُس کو دلوایا اور فرمایا کہ مہر کے سبب ہی وہ اس کے لیے حلال ہوئی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر)

مہر کے مقاصد و اغراض

مہر کے معاشرتی' معاشی' نفسیاتی اور اخلاقی مقاصد درج ذیل ہیں۔

۱۔ بیوی کے شرف اور اعزاز کی علامت ہے۔
۲۔ کفالتی ذمہ داریوں کا احساس اور شعور۔
۳۔ مہر سے نکاح کی عظمت اور سنجیدگی کا اظہار ہوتا ہے
۴۔ مہر میاں بیوی میں باہمی محبت و مودت کی علامت ہے۔
۵۔ عورت کو معاشی' نفسیاتی اور اخلاقی تحفظ فراہم کرتا ہے۔

مہر کی ادائیگی لازمی ہے:

نکاح کے وقت میاں بیوی کے درمیان مہر کی جو مقدار طے کر لی جاتی ہے۔ خاوند پر اس کی ادائیگی لازمی ہوتی ہے۔ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً (الآیۃ) پس ان کو ان کے مقرر شدہ مہر ادا کرو) میں آتُوْهُنَّ امر حاضر کا صیغہ ہے جو وجوب اور لزوم کے معنی دیتا ہے۔ لہٰذا مہر کا ادا کرنا شوہر کے ذمہ ہے جب تک اس کو ادا نہیں کرے گا بیوی کا مقروض رہے گا اور اگر ادا کیے بغیر فوت ہو گیا مقروض فوت ہوا۔

جو شوہر طے شدہ مہر ادا نہ کرے تو بیوی کو حق ہے اسے مباشرت اور تخلیہ سے روک دے اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے چلی جائے' شوہر کو اسے روکنے کا حق نہ ہوگا۔

مہر کی مقدار:

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کم از کم حق مہر کی مقدار دس درہم ہے اس سے کم مالیت کا مہر نہیں مقرر کیا جا سکتا۔ کچھ فقہاء کے نزدیک جس چیز پر لفظ مال اطلاق ہو سکتا ہو وہ چیز مہر مقرر کی جا سکتی ہے مثلاً لوہے کی انگوٹھی وغیرہ۔

البتہ مہر کی آخری حد کی کوئی مقدار نہیں ہے جس قدر بھی فریقین کے درمیان طے ہو جائے وہ جائز ہے۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں جب لوگوں نے زیادہ مہر مقرر کرنا شروع کیے تو حضرت عمرؓ منبر نبویؐ پر چڑھے اور تین مرتبہ فرمایا۔ لَا تُغَالُوْا فِيْ صِدَاقِ النِّسَاءِ ''عورتوں کے مہر میں غلو سے کام نہ لو۔'' پھر فرمایا کہ ''آج کے بعد میں نہ سنوں کہ کسی نے چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کیا ہے۔'' جب منبر سے اترے تو قریش کی ایک خاتون نے ان سے کہا آپ نے اللہ کا

Scanned with CamScanner

کلام جو اس نے نازل کیا ہے نہیں پڑھا؟ انہوں نے کہا وہ کیا؟ خاتون نے کہا۔ ''اللہ فرماتے ہیں۔ فَإِنْ آتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا اگرچہ تم نے ان میں سے کسی کو خزانہ ہی کیوں نہ دیا ہو اس سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ جب اللہ نے مہر میں خزانہ دینے کا ذکر کیا ہے تو آپ اس کو محدود کیسے کر سکتے ہیں؟'' جب حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو دوبارہ منبر پر چڑھ کر یہ اعلان کیا۔ ''لوگو! میں نے حق مہر کے متعلق چار سو درہم مقرر کرنے کا حکم دیا تھا لیکن اب میں کہتا ہوں کہ جو شخص جتنا مہر مقرر کرنا چاہے میں اسے نہیں روکتا۔'' (یہ واقعہ حدیث کی کتابوں ابوداؤدؒ ابن ماجہؒ نسائیؒ دارمی اور مسند احمدؒ میں مذکور ہے)۔

لہٰذا مہر زیادہ مقرر کرنے کی اجازت تو ہے لیکن مہر مقرر کرتے وقت احتیاط سے کام لینا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مہر لاکھوں روپیہ مقرر کر لیا جائے اور اسے ادا کرنے کی نیت ہی نہ ہو۔ کیونکہ اگر نیت میں فتور ہو تو ایسا نکاح اللہ کے نزدیک فاسد ہوگا۔ اس کے بارے میں حضورؐ کا ارشاد ہے۔

مَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً بِصِدَاقٍ يَنْوِي أَنْ لَا يُؤَدِّيَهُ فَهُوَ زَانٍ

ترجمہ: ''جس نے مہر کے عوض کسی عورت سے نکاح کیا اور نیت یہ رکھی کہ اسے ادا نہیں کرے گا تو وہ زانی ہے۔''

مہر واپس نہیں لیا جا سکتا

مہر عورت کی ملکیت ہے اور شوہر کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ عورت سے دیا ہوا مہر یا اس کا کچھ حصہ واپس لے لے نہ ہی عورت کے والدین اس سے مہر کی رقم لے سکتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (النساء:۱۹)

ترجمہ: ''انہیں اس لیے نہ روک رکھو کہ جو کچھ تم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ واپس لے لو سوائے اس کے کہ وہ کسی واضح بے حیائی کا ارتکاب کریں۔''

اگر عورت زنا کا ارتکاب کرے یا سرکشی اختیار کرے تو اس صورت میں خاوند خلع کر کے اپنا مال واپس لے سکتا ہے۔

عورت پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ معاف کر سکتی ہے

زبردستی مہر واپس لینا تو حرام ہے لیکن اگر عورت بخوشی و رضا اپنا مہر شوہر کو معاف کر دے تو اس کے لیے یہ جائز ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ○ (النساء:۴)

ترجمہ: ''اگر وہ خوشی سے اس میں سے تمہیں کچھ چھوڑیں تو تم اسے شوق اور رغبت سے کھاؤ۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُم بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ (النساء:۲۴)

ترجمہ: ''مہر مقرر ہو جانے کے بعد جو تم آپس میں رضامندی سے طے کر لو تو اس پر تمہیں کوئی گناہ نہیں۔''

مختلف عورتوں کے مہر

۱۔ **خلوت صحیحہ:** نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ حاصل ہو جائے تو طلاق کی صورت میں پورا مہر واجب الادا ہوگا۔ البتہ اگر عورت خوشی سے مہر سے دستبردار ہو جائے یا اس کے کچھ حصے سے دستبردار ہو جائے تو پھر مہر ساقط ہو جائے گا۔

۲۔ **خلوت سے قبل طلاق:** اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں کیا گیا تھا اور خلوت صحیحہ سے قبل ہی عورت کو طلاق ہو گئی تو ایسی صورت میں صرف ''متعہ'' دیا جائے گا۔

متعہ عام طور پر تین کپڑوں کے ایک جوڑے کا نام ہے جو طلاق دینے والے کی مالی حالت کے مطابق ہوگا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ (البقرۃ:۲۳۶)

ترجمہ: ''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم ان عورتوں کو طلاق دے دو جنہیں تم نے ہاتھ نہ لگایا ہو یا جن کے لیے مہر مقرر نہ کیا ہو کہ ان کو فائدہ پہنچاؤ تو مالدار شخص پر اس کی حیثیت کے مطابق اور تنگدست شخص پر اس کی حیثیت کے مطابق۔''

وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ

Scanned with CamScanner

اِلَّا اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِىْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ (البقرۃ:۲۳۷)

ترجمہ: ''اور اگر تم انہیں ہاتھ لگانے سے قبل طلاق دے دو جبکہ تم ان کے لیے مہر مقرر کر چکے ہو تو مقرر کردہ کا نصف ادا کرنا ہو گا سوائے اس کے کہ وہ عورتیں معاف کر دیں یا وہ معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔''

۳۔ مہر مثل: نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور خلوت صحیحہ کے بعد طلاق کی نوبت آ جائے تو اس صورت میں مہر مثل واجب الادا ہو گا۔

مہر مثل سے مراد روپے کی وہ مقدار ہے جو عورت کے خاندان میں رائج ہو اور خاندان سے مراد عورت کی حقیقی بہنیں، چچا زاد بہنیں، پھوپھیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیوں کا مہر دیکھا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ہم عمری، حسن و جمال، عقل مندی، دین داری، مال و دولت، ہم شہریت اور ہم عصریت کو بھی معتبر سمجھا جائے گا۔

مہر کی اقسام

نکاح کے وقت یہ طے کر لیا جاتا ہے کہ مہر کب اور کیسے اور کیا جائے گا؟ اس لحاظ سے مہر کی کچھ اقسام ہیں۔

۱۔ ر مُعَجَّلُ: مُعَجَّلُ عَجَّلَ يُعَجِّلُ سے اسم مفعول ہے جس کا معنی ہے جلدی کرنا۔ اس سے مراد وہ مہر ہے جو عورت سے مباشرت کرنے سے پہلے ہی فوری طور پر ادا کر دیا جائے۔ مہر معجل اگر ادا نہ کیا جائے تو عورت کو حق ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاوند سے روک لے یا خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر چلی جائے۔ شوہر اسے روکنے کا حقدار نہ ہو گا۔

۲۔ مہر مُؤَجَّلُ: مؤجل کا مطلب ہے مؤخر کیا ہوا اور مہلت دیا ہوا۔ اس سے مراد وہ مہر ہے جس کے ادا کرنے کے لیے ایک وقت مقرر کیا گیا ہو۔ اہل سنت کے چاروں امام اس بات پر متفق ہیں کہ مہر موجل کی عدم ادائیگی کی صورت میں عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے آپ کو شوہر سے روک رکھے۔ کیونکہ مہلت اس نے خود ہی دی تھی۔

۳۔ مہر مطلق: اگر نکاح کے وقت مہر مقرر تو کیا گیا ہو لیکن اس کا ذکر نہ کیا گیا ہو کہ مہر فوری طور پر واجب الادا ہو گا یا ایک مقررہ مدت کے بعد واجب الادا ہو گا تو اس کو مہر مطلق کہا جاتا ہے۔ مہر مطلق فریقین کی رضامندی سے شوہر جب چاہے ادا کر سکتا ہے اور بیوی کو یہ اختیار بھی حاصل نہیں کہ وہ اپنے نفس کو شوہر سے روک رکھے۔

۴۔ مهر مُنَجَّمُ: نجم کے معنی قسط اور حصہ ہے۔ نکاح کے وقت زوجین کے درمیان یہ فیصلہ ہو جائے کہ پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ قسطوں میں ادا کیا جائے گا اس کو مہر مُنَجَّم کہتے ہیں یعنی مہر قسط وار ادا کیا جائے گا۔

۵۔ مہر مثل کی مزید وضاحت: نکاح کے موقع پر مہر کی مقدار متعین نہ کی جائے یا مہر کی مقدار کے متعلق زوجین میں اختلاف رونما ہو جائے یا مہر کوئی ایسی چیز مقرر کی گئی ہو جسے شریعت مال تسلیم نہیں کرتی۔ جیسے شراب اور سور وغیرہ تو ان تمام صورتوں میں عورت کو مہر مثل ادا کیا جائے گا۔

مہر مثل سے مراد وہ مہر ہے جو عورت کے خاندان سے تعلق رکھنے والی دوسری عورتوں کا ہوتا ہے۔ اس میں اعتبار عورت کے خاندان کا ہو گا مرد کے خاندان کو معیار تسلیم نہیں کیا جائے گا اور اس میں بھی ان عورتوں کا خاندان معتبر سمجھا جائے گا جو والد کی طرف سے اس کی رشتہ دار ہوں گی۔ والدہ کے خاندان کے عورتوں کا مہر معیار تصور نہیں کیا جائے گا لیکن ساتھ ہی ساتھ حسن و جمال، تعلیم، مال و دولت، دین داری اور عقل، شہر اور ہم عصر ہونے کے اوصاف کو بھی بھی نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ مہر مسمّٰی: مہر مسمّٰی اس مہر کا نام ہے جو نقد رقم کی صورت میں نہ ہو بلکہ ایسی چیز مقرر کی گئی ہو جو مہر بننے کی صلاحیت رکھتی ہو مثلاً مکان، باغ، جانور، جائیداد وغیرہ۔

متعہ کی ادائیگی مہر کے عدم تعین کی صورت میں: متعہ کے معنی فائدہ پہنچانا ہے اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور خلوت صحیحہ سے قبل طلاق ہو جائے تو عورت کو کوئی مہر ادا نہ کیا جائے گا۔ ہاں اس صورت میں خاوند کو چاہیے کہ اپنی مطلقہ بیوی کو اپنی حیثیت کے مطابق کچھ سامان یا تحفہ دے دے جو کم از کم حیثیت کے مطابق کپڑوں کا ایک جوڑا ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَالَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْتَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ (البقرۃ:۲-۲۳۶)

ترجمہ: ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان عورتوں کو طلاق دے دو جبکہ تم نے ابھی ان کو چھوا نہ ہو یا مہر مقرر نہ کیا ہو اور ان کو کچھ سامان دو۔ مالدار اپنی قدر کے مطابق اور تنگدست اپنی قدر کے مطابق۔''

حرف آخر: مہر کا تعین اسلام کی منفرد خصوصیت ہے یہ عورت کا استحقاق ہے۔ وہ اس کی مالک ہے اس کے شرف و اعزاز کا اظہار ہے وہ اس سے کسی طور پر محروم نہیں کی جا سکتی خواہ اسے ڈھیروں مال سونا اور چاندی دے دی جائے۔ اسلام نے اس کی مکمل تفصیل بیان کی ہے۔

Scanned with CamScanner

انفاق فی سبیل اللہ

مفہوم: انفاق فی سبیل اللہ کا لفظی ترجمہ "اللہ کی راہ میں خرچ کرنا" ہے۔ دوسرے الفاظ میں انفاق فی سبیل اللہ کا مفہوم ہے اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنا مال اُن مصارف میں خرچ کرنا جو اللہ کو پسند ہیں اور اپنی مرضی اور منشا کو دخل انداز نہ ہونے دینا۔

اہمیت: اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں، صمد اور غنی ہیں۔ بے نیازی ان کی صفتِ کاملہ ہے، انہیں نہ بندوں کے مال کی ضرورت ہے نہ پروا، جو کچھ ہم اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کا فائدہ آخرکار ہمیں ہی پہنچتا ہے۔ پورے معاشرے کی بھلائی بھی اسی میں ہے کہ اس کے بتائے ہوئے معرف میں اپنا مال خرچ کریں۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۔ (البقرہ: ۲۷۲)

"اور تم جو کچھ بھی اپنے مال میں سے خرچ کرتے ہو اپنے لئے ہی کرتے ہو۔"

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔
(التغابن: ۱۶)

ترجمہ: "خرچ کرو یہ تمہارے اپنے لئے بہتر ہے اور جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہ گئے پس وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

قرآن مجید نے کئی مواقع پر انفاق فی سبیل اللہ کو قرضِ حسنہ کہا ہے جو تم اللہ کو دیتے ہو اور اس کا معاوضہ بھی تمہیں دگنا چوگنا ملے گا۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۔ (البقرہ: ۲۴۵)

ترجمہ: "کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے پس اللہ تعالیٰ اسے بڑھا کر اس کے لئے کئی گنا کر دے۔"

یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ وہ مال جو اس نے بندوں کو خود عنایت فرمایا ہے جب بندہ اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ اللہ کے ذمے قرضِ حسنہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور پھر اس کی واپسی کئی گنا اجرِ عظیم کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کی شانِ کریمی نے بندوں کے لئے نفع کمانے کی راہ کھول دی ہے۔ وہ اسے خرچ کر کے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک اجر کما سکتے ہیں۔

انفاق کی اقسام:

اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کی دو اقسام بتائی ہیں:

۱- **انفاق واجبہ:** یعنی فرض اور ضروری انفاق جیسا کہ فرض زکوٰۃ ہے جو ہر سال مقررہ نصاب پر مقررہ شرح سے ادا کی جاتی ہے، جس کی تفصیل کتب حدیث میں مذکور ہے۔

۲- **انفاق نافلہ:** جسے اختیاری اور طوعی کہا جاتا ہے، یہ رضاکارانہ ہے، جس کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے:

وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً ۔ (فاطر ۳۵: ۲۹)

"اس سے جو ہم نے انہیں دیا ہے چھپ کر اور علانیہ خرچ کرتے ہیں۔"

دوسری جگہ آتا ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ ۔ (البقرہ ۲: ۲۱۹)

"وہ تجھ سے سوال کرتے ہیں کیا خرچ کریں۔ کہہ دیجئے جو کچھ ضرورت سے زائد ہو خرچ کرو۔"

قرآن حکیم میں انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انفاق فی سبیل اللہ کی بار بار تاکید کی ہے۔

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرہ: ۱۹۵)

"اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔"

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۗ (البقرہ: ۲۵۴)

ترجمہ: "اے ایمان والو! خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو دیا اس سے قبل کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ کوئی سودا ہوگا، نہ دوستی اور نہ سفارش۔"

ایک اور مقام پر یوں فرمایا:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۔ (آل عمران: ۹۲)

ترجمہ: "تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچو گے حتیٰ کہ تم اپنی محبوب اور دل پسند چیز خرچ کرو۔"

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ ۔ (البقرہ: ۲۱۹)

Scanned with CamScanner

ترجمہ: ''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا (کتنا) خرچ کریں- آپ فرما دیجئے جو ضروریات سے زائد ہو-''

یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّاءِ- (آل عمران: ۱۳۴)

ترجمہ: ''وہ (متقین) خوشحالی اور تنگدستی (دونوں حالتوں میں) خرچ کرتے ہیں-''

یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ- (البقرہ: ۲۷۶)

ترجمہ: ''اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے-''

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لاَ نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلاَشُکُوْرًا-

ترجمہ: ''اور وہ طعام سے محبت کے باوجود مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں ہم تم سے کوئی صلہ چاہتے ہیں نہ سپاس-'' (الدھر: ۹-۸)

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّ عَلاَنِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلاَ ھُمْ یَحْزَنُوْنَ☆

ترجمہ: ''جو لوگ اپنے مال رات اور دن کو چھپ کر یا علانیہ (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں تو ان کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں اجر ہے اور نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے-'' (آل عمران: ۹۲)

اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں کے لئے وعید: قرآن حکیم میں جہاں انفاق فی سبیل اللہ کی بار بار تاکید کی گئی ہے وہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں کو سخت دھمکی بھی سنائی گئی ہے-

ارشاد فرماتے ہیں:

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلاَ یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَ جُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ط ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَاکُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ- (التوبہ: ۳۴ تا ۳۵)

ترجمہ: ''اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیجئے- ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا یہ ہے وہ خزانہ جسے تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا- پس اپنے جمع کئے ہوئے خزانے کا مزہ چکھو-''

انفاق فی سبیل اللہ پر احادیث: ۱- حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سخی (اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرنے والا) اللہ کے قریب جنت کے قریب لوگوں کے قریب اور دوزخ سے دور ہوتا ہے اور بخیل (خرچ نہ کرنے والا) اللہ سے دور جنت سے دور لوگوں سے دور اور دوزخ کے قریب ہوتا ہے-(جامع ترمذی)

۲- حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ہر صبح کو دو فرشتے اترتے ہیں- ان میں سے ایک دعا کرتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدلہ میں عطا فرما اور دوسرا بددعا کرتا ہے اے اللہ! خرچ نہ کرنے والے کا مال برباد کر دے-
(صحیح بخاری- صحیح مسلم)

۳- حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک صدقہ (راہ خدا میں خرچ کرنا) اللہ کی ناراضگی کو مٹا دیتا ہے اور میت سے مرتے وقت کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے-'' (ترمذی)

۴- نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''فرد اور قوم کی بربادی دو چیزوں میں ہے- ایک بخل میں جو مال کے انفاق کو روکتا ہے اور کٹھن سے کٹھن ضرورت کے وقت بھی کچھ خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا- دوسری بزدلی جو جان کی بازی لگا دینے میں حائل ہوتی ہے اور دشمن کو جری کر دیتی ہے-

۴- نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں، حزیم بن فاتک بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کی راہ میں اپنا کچھ مال خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے سات سو گنا اور لکھ دیا جاتا ہے- اس کے برخلاف بخل کے متعلق فرماتے ہیں، بخل سے بچو بخل نے تم سے پہلی قوموں کو برباد کر دیا اور ان کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ وہ ناحق خون بہائیں اور محرمات کو حلال ٹھہرائیں-''

انفاق فی سبیل اللہ کے آداب

۱- اخلاص اور حسن نیت: مسلمان کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول ہونا چاہیے، جس قدر نیت میں خلوص ہوگا ثواب بھی اسی اندازے کے مطابق ملے گا- اسی بات کو قرآن مجید نے مثال کے پیرائے میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَ تَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ کَمَثَلِ جَنَّۃٍ

Scanned with CamScanner

بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ- (البقرہ: ۲۶۵)

ترجمہ: ''اور ان کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضاجوئی کے لئے اور اپنے دل کے قرار کے لئے خرچ کرتے ہیں بلند جگہ پر ایک باغ کی سی ہے کہ اگر اس پر زور دار بارش برسے تو وہ اپنا پھل دوگنا لاتا ہے اور اگر اس پر زوردار بارش نہ پڑے تو تھوڑی بارش ہی کافی ہے۔ اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ اسے دیکھنے والا ہے۔''

اس آیت میں باغ سے مراد خلوص نیت اور جذبہ بھلائی سے خرچ کی ہوئی دولت ہے۔ اگر خلوص اعلیٰ درجے کا ہو تو اس کے اجر وثواب میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے اور اگر خلوص میں تھوڑی سی کمی بھی واقع ہو تو تھوڑا اجر تو بہرحال مل ہی جاتا ہے۔

۲- ریاکاری کی ممانعت: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ نام ونمود اور نمائش سے پرہیز کرے۔ سخی کہلانے کے لئے خرچ کیا ہوا مال یقیناً بے کار جائے گا۔ اور اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو ایک اور مثال کے ذریعہ واضح فرمایا ہے:

كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ - (البقرہ: ۲۶۴)

ترجمہ: ''اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا تو اس کی مثال چکنے پتھر کی سی ہے جس پر مٹی پڑی ہوئی ہو۔ پھر اس پر زور کا مینہ پڑے تو اسے صاف کردے۔ جو انہوں نے کمایا اس میں سے کسی چیز پر بھی وہ قدرت نہیں رکھتے اور اللہ ناشکروں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت مقدسہ میں چکنے پتھر سے مراد نیت کی خرابی ہے، جس میں ریاکاری بھری ہوئی ہے۔ اس پر ظاہری نیکی کی ایک ہلکی تہہ چڑھی ہوئی ہے۔ اس پر جس قدر بھی بارش پڑے اس سے کچھ بھی برآمد نہیں ہوتا اور خرچ کرنے کا پورا عمل رائیگاں جاتا ہے۔ مقصد یہ کہ دکھلاوے کی خاطر خرچ کئے ہوئے مال سے اجر وثواب کی امید رکھنا ایسے ہے جیسے چکنے پتھر سے روئیدگی کی تمنا کرنا۔ پھر اسی نیت کی خرابی کو ایک اور تمثیل کے ذریعہ یوں بیان فرمایا:

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ فَاَصَابَهَاۤ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ - (البقرہ: ۲۶۶)

ترجمہ: ''کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور اس میں اس کے لئے ہر قسم کے پھل ہوں اور اس پر بڑھاپا طاری ہو جائے اور اس کے بچے کمزور ہوں پھر اس کا باغ ایک بگولے کی زد میں آ جائے، جس میں آگ ہو پس وہ باغ جل جائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تمہارے لئے بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔''

اس تمثیل سے یہ واضح فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جب انسان کو نیکیوں کی سخت ضرورت ہوگی تو ریاکاری کی نیت سے خرچ کیا ہوا مال اجر وثواب کے پھل سے اچانک محروم ثابت ہوگا۔ جیسے لہلہاتا ہوا باغ بگولے کے اچانک وارد ہونے سے ضرورت مند مالک کو مایوسی اور افسوس کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔

بہترین اور پسندیدہ مال خرچ کرنا: راہ خدا میں وہ مال خرچ کیا جائے جو خرچ کرنے والے کو خود پسند ہو' عمدہ اور اعلیٰ قسم کی اشیاء راہ خدا میں دینے سے قبولیت خداوندی کا انعام ملتا ہے' ناپسندیدہ' فالتو' بے کار اور ردی چیزیں خرچ کرنے سے اجر وثواب ضائع ہو جاتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِيْدٌ ۝ (البقرۃ: ۲۶۷)

ترجمہ: ''ایمان والو! اپنی کمائی ہوئی عمدہ چیزوں میں سے خرچ کرو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کیا اور اس میں ردی چیز کا ارادہ نہ کرو کہ اسے خرچ کرو جبکہ تم خود اس کے لینے والے نہیں سوائے اس کے کہ تم اس میں چشم پوشی کر جاؤ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز تعریف کیا ہوا ہے۔''

دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ (ال عمران: ۹۲)

ترجمہ: ''تم نیکی کو ہرگز نہیں پہنچو گے جب تک ان چیزوں میں سے (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم پسند کرتے ہو۔''

سائل کی دل آزاری اور احسان جتانے سے پرہیز: خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کے بعد سائل کے لیے طعن وتشنیع اور دل دکھانے کا برتاؤ نہ شروع کر دیا جائے

Scanned with CamScanner

کیونکہ یہ ایک گندے کردار کی علامت ہے- کم ظرف لوگ ہی یہ خواہش رکھتے ہیں کہ سائل ان کا زرخرید غلام بن جائے اور ان کے سامنے سر نہ اٹھا سکے- جب ان کی یہ خواہش پوری نہیں ہوتی تو وہ اس کو ذلیل و خوار کرنے کی کوشش کرتے ہیں- ایک مخلص مومن کا رویہ ایسا نہیں ہو سکتا- دوسرے یہ کہ مال خرچ کرنے کے بعد احسان جتلانا اجر وثواب کے ضائع ہونے کو دعوت دیتا ہے- ایسا رویہ اختیار کرنے والوں کا انجام بھی ریاکاروں کی طرح ہوگا کہ وہ اجر وثواب سے محروم رہیں گے-

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَا اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَا اَذًی لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ○

ترجمہ: ”جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور خرچ کرنے کے بعد احسان نہیں جتلاتے اور نہ ہی دل آزاری کرتے ہیں ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس (موجود) ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں گے-“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے-

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی○ (البقرۃ:۲۶۴)

ترجمہ: ”ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر ضائع نہ کرو-“

خفیہ اور علانیہ خرچ کرنا جائز ہے: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے- اس لیے انفاق فی سبیل اللہ خفیہ اور علانیہ دونوں طرح سے درست ہے- جہاں نیکی کو ظاہر کرنے کی ضرورت ہو مثلاً دوسروں کو تحریک دلانا مقصود ہو تو خیرات علی الاعلان بھی جائز ہے- اس سے اجر وثواب میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی- اسی طرح خفیہ طور پر بھی صدقات و خیرات جائز ہیں- اس سلسلے میں علماء نے یہ کہا ہے کہ فرض و واجب صدقات جیسے زکوۃ اور صدقہ فطر ان کا علانیہ دینا افضل ہے اور دوسرے نفلی صدقات جو اپنی مرضی سے دیئے جائیں انہیں خفیہ طور پر دینا بہتر ہے- قرآن مجید میں ارشاد ہے-

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ (البقرۃ:۲۷۱)

ترجمہ: ”اگر تم اپنے صدقات ظاہر کرو تو یہ اچھا ہے اور اگر تم انہیں چھپاؤ اور حاجت مندوں کو دو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے-“

خرچ کرنے میں اعتدال پسندی: عام حالات میں جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے وہ اپنی ضرورت پورا کرنے کے بعد خرچ کیا جائے- ایسا نہ ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بعد انسان خود مالی پریشانیوں میں مبتلا ہو جائے- اسی لیے اللہ تعالی نے ہدایت کی ہے-

یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ (البقرۃ:۲۱۹)

ترجمہ: ”اے نبیؐ! وہ لوگ آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ راہ خدا میں کیا خرچ کریں؟ کہہ دیجئے جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو-“

البتہ ایسے مواقع بھی کبھی کبھی آ جاتے ہیں کہ راہ خدا میں اپنا پورا مال یا آدھا خرچ کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے- ایسے موقعوں پر زیادہ سے زیادہ مال خرچ کرنا بھی اجر عظیم کا باعث ہوتا ہے- جیسا کہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا سارا مال اور حضرت عمر فاروقؓ نے اپنا آدھا مال رسول اللہؐ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا تھا-

صدقات کے مصارف:

قرآن حکیم نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی جگہیں یعنی مصارف بتا دیئے ہیں- چنانچہ زکوۃ کے مصارف آٹھ ہیں-

۱- فقراء: وہ لوگ جو کسی ایسی ضرورت سے دوچار ہوں جس کے پورا کرنے کے لیے ان کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو-

۲- مساکین: وہ لوگ جن کے پاس اپنی روزمرہ ضروریات کے لیے کچھ بھی نہ ہو اور ساتھ ہی ان کی عزت نفس انہیں ہاتھ پھیلانے سے روک رکھتی ہو-

۳- عاملین: اس سے مراد وہ ملازمین ہیں جو حکومت کی طرف سے زکوۃ وصول کرنے کی ڈیوٹی پر مامور ہوں- ان کی تنخواہیں زکوۃ کے مال سے ادا کی جا سکتی ہیں-

۴- مؤلفتہ القلوب: مؤلفتہ القلوب وہ لوگ تھے جن کی دلجوئی زکوۃ کے مال سے اس لیے کی گئی تھی کہ انہیں اسلام لانے پر مائل کرنے کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا- اب بھی اگر کچھ لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنا ہو تو ان کی زکوۃ سے امداد کی جا سکتی ہے-

۵- غلاموں کی آزادی کے لیے: زکوۃ کے مال سے غلاموں کو خرید کر آزاد کرایا جائے-

Scanned with CamScanner

۶- قرض سے نجات دلانا: جو مقروض قرض ادا کرنے سے قاصر ہوں ان کا قرض زکوٰۃ کے مال سے ادا کیا جا سکتا ہے۔

۷- فی سبیل اللہ: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں اپنا تمام وقت صرف کر رہے ہوں اور انہیں روزی کمانے کی فرصت ہی نہ ہو۔ مثلاً جہاد کرنے والے مجاہدین' دینی علوم حاصل کرنے والے طالب علم یا تبلیغ کرنے والے مبلغ یہ سب فی سبیل اللہ میں شامل ہیں۔

۸ - ابن السبیل: وہ مسافر جو اپنے وطن میں اگرچہ دولت مند ہوں لیکن سفر میں کسی حادثے' چوری یا ڈکیتی کی وجہ سے اپنے مال سے محروم ہو جائیں ان کی امداد زکوٰۃ کے پیسے سے کی جا سکتی ہے۔

نفلی صدقات کے مصارف

وہ صدقات و خیرات جو رضاکارانہ طور پر دیے جاتے ہیں ان کے خرچ کرنے کی جگہوں یا مصارف کی نشاندہی بھی مختلف آیات میں کر دی گئی ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۝ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (البقرۃ:۱۹۵)

ترجمہ: "وہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے جو مال تم خرچ کرو والدین' رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو۔"

۱- والدین اور ذی القربیٰ: سب سے پہلا حق صدقہ و خیرات میں غریب ماں باپ کا ہے۔ پھر آدمی کے قریبی رشتہ دار جن میں بھائی' بہن' چچا' ماموں' پھوپھی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے بعد وہ نابالغ بچے جو اپنے ماں باپ کی شفقت سے محروم ہو چکے ہوں اور مالی سہارا دینے والا کوئی نہ ہو ان کے بعد وہ عام لوگ ہیں جو کسی مجبوری' معذوری یا بیماری کی وجہ سے ذریعہ معاش سے محروم ہوں اور آخر میں وہ مسافر جو عارضی طور پر تنگدستی میں مبتلا ہو چکے ہوں۔

مندرجہ بالا کے علاوہ بھی قرآن حکیم نے کچھ لوگ ایسے ذکر کیے ہیں جن کی امداد مسلمانوں کے ذمہ ہے۔

۲- فقراء اور تنگدست علماء: وہ غریب اور تنگدست لوگ جو دینی خدمات کے لیے اپنے

آپ کو وقف کر چکے ہوں۔ ان کا تمام وقت اللہ کی راہ میں مصروف ہونے کی بناء پر وہ اس قابل نہیں ہوتے کہ اپنی معاشی ضروریات کی طرف توجہ دے سکیں۔ ایسے لوگوں کی مالی امداد متمول مسلمانوں کے ذمہ ہے کہ اپنے صدقات و خیرات سے ان کا حصہ نکالیں۔ اس کی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دینی تعلیم حاصل کرنے والے اصحاب صفہ کی ہے جو ہر وقت قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے اور دوسری دینی خدمات کے لیے وقف رہتے تھے۔ حضورؐ ان کی ضروریات اور خوراک کا انتظام صدقات کے مال سے کیا کرتے تھے۔ قرآن ان کے بارے میں فرماتا ہے۔

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ:۲۶۷)

ترجمہ: "(مدد کے مستحق ہیں) وہ تنگدست لوگ جو اللہ کے کام میں اس طرح گھر گئے ہیں (کہ معاش کے لیے) زمین میں دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے' ناواقف آدمی ان کی خودداری کی وجہ سے انہیں خوشحال گمان کرتا ہے۔ تم انہیں ان کے چہروں سے پہچان سکتے ہو' وہ لوگ کے پیچھے پڑ کر کچھ نہیں مانگتے اور جو کچھ تم بھلائی میں سے خرچ کرو گے اللہ اس سے باخبر ہے۔"

۳- دین رحمت: اسلام چونکہ دین رحمت ہے اس لیے اس نے رضاکارانہ صدقات و خیرات سے غیر مسلموں کو بھی محروم نہیں رکھا۔ مسلمان یہ خیال کرتے تھے کہ انفاق فی سبیل اللہ کے حق دار صرف اہل ایمان ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے غیر مسلم رشتہ داروں کی امداد سے ہاتھ روک رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت میں اشارۃً اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۗ (البقرۃ:۲۷۶)

ترجمہ: "ان کی ہدایت کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے اور بھلائی میں سے جو کچھ تم خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے لیے ہے اور تم اللہ کی خوشنودی کے لیے ہی خرچ کرتے ہو۔"

آیت کا مطلب یہ ہے کہ غیر مسلموں کے دلوں میں ہدایت اتار دینے کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے۔ یہ اختیار اللہ کے پاس ہے کہ وہ انہیں نور ہدایت عطا کرے یا نہ کرے۔ باقی رہا دنیوی مال سے انہیں عطا کرنا تو تم جو کچھ بھی رضاء الٰہی کے لیے خرچ کرو گے اس کا اجر تمہیں مل کر رہے گا۔

Scanned with CamScanner

۴-قومی اور اجتماعی ضروریات: اسلامی ریاست کا قیام اور استحکام مال اور روپیہ خرچ کیے بغیر ناممکن ہے- جو قوم ضرورت پڑنے پر اپنی حکومت کی مدد سے ہاتھ کھینچ لے اس کی تباہی یقینی ہوتی ہے- قرآن حکیم میں ارشاد ہے-

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ○ (البقرۃ:۱۹۵)

ترجمہ: "اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور احسان کرو بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے-"

اس آیت میں فی سبیل اللہ کا لفظ عموم پر دلالت کر رہا ہے- جس کا مطلب یہ ہے کہ دین کے فروغ اور سربلندی کے لیے ہر موقع پر اپنا مال خرچ کرنے سے دریغ نہ کرو- اگر تم قومی مفاد کی بجائے ذاتی مفاد کو ترجیح دو گے تو دنیا میں بھی ذلت اور آخرت میں بھی رسوائی اور ندامت ہوگی-

انفاق فی سبیل اللہ کے ثمرات

انفاق فی سبیل اللہ سے فرد اور معاشرے کے بہت سے فوائد وابستہ ہیں-

۱-گناہوں کی مغفرت کا حصول: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے گناہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے فرما دیتا ہے بلکہ انہیں اپنے فضل سے مزید عطا کرتا ہے- ارشاد ربانی ہے-

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا (البقرۃ:۲۶۸)

ترجمہ: "شیطان تمہیں تنگدستی سے ڈراتا ہے اور برے کاموں کی ترغیب دیتا ہے اور اللہ تمہیں اپنے ہاں سے مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے-"

حضورؐ کا ارشاد ہے-

اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِیْئَةَ كَمَا یُطْفِئُ الْمَآءُ النَّارَ-

ترجمہ: "صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو-"

۲-صدقے سے مال میں اضافہ: شیطان انسان کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ مال خیرات میں دے دو گے تو اپنی ضرورت کیسے پوری کرو گے جبکہ اللہ اپنی مہربانی سے صدقہ دینے والے کے مال میں سو گنا اضافہ کرتا ہے-

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ (البقرۃ:۲۶۱)

ترجمہ: "ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایک دانے کی سی ہے جو سات بالیاں اگائے ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے-"

اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی کا حصول ہوتا ہے- قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے کہ جو اہل ایمان خدا کی راہ میں اپنا پاکیزہ مال خرچ کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اپنی رضا مندی سے نوازتے ہیں انہیں خوف اور پریشانی سے نجات مل جاتی ہے اور ان کے دلوں پر اطمینان کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اعلیٰ جذبات و احساسات ان پر وارد ہوتے ہیں-

قومی ترقی و خوشحالی: یہ بات تمام ماہرین معاشیات جانتے ہیں کہ اگر دولت چند ہاتھوں میں جمع ہو جائے تو معاشی ترقی رک جاتی ہے- قوم پر زوال آ جاتا ہے' کساد بازاری پیدا ہو جاتی ہے' روزگار کے مواقع بند ہو جاتے ہیں اور قومی زندگی پر جمود طاری ہو جاتا ہے-

اس کے برعکس انفاق فی سبیل اللہ سے سرمایہ پھیلتا ہے- دولت بہت سے ہاتھوں تک پہنچتی ہے تو مصنوعات فروخت ہوتی ہیں- کارخانے چلتے ہیں اور خوشحالی عام ہوتی ہے-

اخلاقی و سماجی حالت کی بہتری: امراء اگر فقراء اور محتاجوں کی امداد سے ہاتھ کھینچ لیں تو اس کا ردعمل خوفناک ہو سکتا ہے- غربت عام ہونے سے جرائم میں اضافہ ہو جاتا ہے- چوری' رہزنی' بدعنوانی عام ہو جاتی ہے جس سے بدامنی پھیل جاتی ہے-

انفاق فی سبیل اللہ سے امن اور محبت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں اور عام لوگوں کے ساتھ ساتھ امراء کو بھی سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے- قومی اخلاق بلند اور اجتماعی حالت بہتر رہتی ہے جیسا کہ معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے-

لَا تَزَالُ اُمَّتِیْ صَالِحًا اَمْرُهَا مَالَمْ تَرَ الْاَمَانَةَ مَغْنَمًا وَالصَّدَقَةَ مَغْرَمًا

ترجمہ: "میری امت کا حال اس وقت تک درست رہے گا- جب تک وہ امانت کو مال غنیمت اور خیرات تاوان نہ سمجھنے لگے-"

الغرض انفاق فی سبیل اللہ اسلام کے معاشی نظام کی اہم اساس اور مالی نظام کے استحکام کی ضامن ہے- اسلام میں اس کی فضیلت' اہمیت' اقسام' آداب' تقاضے اور ثمرات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں-

Scanned with CamScanner

الرِّبٰوا (سود)

ربا کا مفہوم: لغت میں رَبَا یَرْبُوْ کے معنی بڑھنا، زیادہ ہونا اور پھلنا پھولنا کے ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں زمین کے بارے میں ارشاد ہے۔

فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ (الحج:۲۲۰)

ترجمہ: ''پھر جب ہم نے اس پر (یعنی زمین پر) پانی نازل کیا تو وہ لہلہا اٹھی اور بڑھ گئی۔''

سورہ الروم میں بھی اس لفظ کو اضافہ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ (الروم:۳۹)

ترجمہ: ''اور جو تم سود پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں اضافہ کرے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا۔''

شرعی اصطلاح میں رِبَا اس بڑھوتری کا نام ہے جو بغیر کسی معاوضہ کے حاصل کی جائے۔ عربوں کے ہاں ربا اس زائد رقم کو کہا جاتا تھا جو قرض خواہ قرض دار سے ایک مقررہ شرح کے مطابق رأس المال یا اصل زر سے زائد وصول کرتا تھا۔ یہی سود یا ربا ہے جسے قرآن مجید حرام قرار دے رہا ہے۔

ربا کی مختلف شکلیں

زمانہ جاہلیت میں ربا کی کئی صورتیں رائج تھیں۔ چند یہ ہیں۔

۱- نقد رقم ادھار پر دیتے اور یہ طے کر لیتے کہ اتنی مدت کے بعد اصل زر پر اس قدر زائد رقم ادا کرنی ہوگی۔

۲- ایک صوت یہ ہوتی تھی کہ مالدار لوگ دوسروں کو قرض پر روپیہ دیتے اور ہر ماہ مقررہ شرح پر سود وصول کرتے رہتے۔ جب وہ مدت ختم ہو جاتی تو قرض دار سے اصل زر کا مطالبہ کیا جاتا اگر وہ ادا نہ کر سکتا تو مزید مہلت دیتے اور سود میں اضافہ کر دیتے۔

۳- ہم جنس اشیاء کا تبادلہ کمی اور زیادتی کے ساتھ کرتے تھے مثلاً ایک شخص نے پچاس کلو کھجور

دی اور اس کے بدلے سو کلو ردی کھجور لے لی، یہ پچاس کلو کھجور کسی چیز کا معاوضہ نہیں۔ یہ بھی ربا میں داخل ہے اور اس کو ربا الفضل کہا جاتا ہے۔

۴- ایک شخص دوسرے شخص کو کوئی چیز بیچتا اور ادائے قیمت کے لیے ایک مدت مقرر کر دیتا۔ اگر مقررہ مدت پر قیمت ادا نہ ہوتی تو مزید مہلت دیتا اور قیمت میں اضافہ کر دیتا۔

حرمت ربٰوا از روئے قرآن

ربٰوا کے حرام ہونے کا قطعی حکم اگرچہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جا کر دیا گیا لیکن مکہ شریف میں ہی اس سے نفرت دلانا شروع کر دیا گیا تھا۔ قرآن کا اسلوب اور طریق کار یہی ہے کہ جس چیز کو حرام قرار دینا مقصود ہو اس سے دلوں میں نفرت بہت پہلے پیدا کرنا شروع کر دی جاتی ہے۔ جیسا کہ شراب اور جوئے کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا ہے۔

تدریجی احکام

سود کے بارے میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا۔ مکہ میں ہی سود سے نفرت دلوں میں ڈالی گئی۔ ارشاد ہوا۔

وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ○ (الروم:۳۹)

ترجمہ: ''اور جو تم سود پر دیتے ہو تا کہ لوگوں کے مال میں اضافہ کرے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی خوشنودی کے لیے دیتے ہو تو یہی لوگ (درحقیقت) اپنے مال میں اضافہ کرنے والے ہیں۔''

یعنی لوگوں کو بتایا جا رہا ہے کہ سود سے مال میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ الٹا نقصان ہوتا ہے اور زکوٰۃ سے مال میں برکت ہوتی ہے اور وہ دگنا چگنا ہو جاتا ہے۔

دوسرا حکم

پھر ہجرت کے بعد سود کے متعلق دوسرا حکم نازل ہوا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (آل عمران:۱۳۰)

Scanned with CamScanner

ترجمہ: ''اے ایمان والو! سود کو کئی گناہ بڑھا کر مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

عرب کے دستور کے مطابق قرض کی مدت ختم ہو جانے پر جب قرض دار اصل رقم مع سود ادا نہ کر سکتا تو اس ساری رقم کو اصل زر شمار کر کے اس پر مزید سود لگا دیتے جس سے قرض دار سود کے نیچے دبتا چلا جاتا۔ مندرجہ بالا آیت میں اس طرح کے سود کی ممانعت کا ذکر ہے جو لوگوں کو مفلس سے مفلس تر کرے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ سود مرکب تو حرام ہے اور سود مفرد جائز ہے بلکہ ہر قسم کے سود کے متعلق دوسری آیات میں واضح احکام موجود ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو (البقرۃ:۲۷۵)

ترجمہ: ''اور اللہ نے کاروبار کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے۔''

حرمت سود کا قطعی حکم

آخر فتح مکہ کے بعد حتمی طور پر سودی لین دین پر قدغن لگا دی گئی اور اسے قطعی حرام کر دیا گیا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○

(البقرۃ:۲۷۸)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود کی رقم باقی رہ گئی ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔''

سود خوروں کے خلاف اعلان جنگ

یہی نہیں کہ سود کی رقم چھوڑ دو بلکہ اگر یہ حکم سننے کے بعد دوبارہ سود کی طرف لوٹے تو پھر اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ کیا جاتا ہے اور جو سزا باغیوں اور مرتدوں کی ہے وہی سزا تم پر نافذ کی جائے گی۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (البقرۃ: ۲۷۹)

ترجمہ: ''اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔''

اصل زر واپس

فَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○

(البقرۃ:۲۷۹)

ترجمہ: ''پس اگر تم توبہ کر لو تو اپنا اصل مال تم واپس لے سکتے ہو' نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔''

علماء نے لکھا ہے کہ سود کی وہ رقم جو اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے وہ وصول کر چکے تھے اس کو واپس لینے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا لیکن اس مال کی نجاست تو بہرحال باقی رہے گی اور دل کے تقویٰ اور طہارت کے زیر اثر وہ مال ان کے حقداروں کو واپس کر دیا جائے تو بہتر ہے اور اگر مستحقین کا پتہ نہ چل سکے تو اپنی ذات پر خرچ کرنے کی بجائے اسے اجتماعی مفاد کے کاموں میں خرچ کر دینا چاہیے۔ اسی لئے ارشاد فرمایا۔

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ

(البقرۃ:۲۷۵)

ترجمہ: ''تو جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچ جائے اور وہ (سود خوری سے) رک جائے تو جو گزر چکا وہ اس کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔''

''اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے'' سے اشارہ اسی طرف ہے کہ اس مال کی نجاست تو بہرحال ایک طے شدہ بات ہے۔

لیکن نصیحت آ چکنے کے بعد بھی جو سود کھانے سے باز نہ آئے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرۃ:۲۷۵)

ترجمہ: ''اور جو (سود کی طرف) پلٹے تو یہی لوگ جہنم کے ساتھی ہیں' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

Scanned with CamScanner

حرمت ربوٰ ازروئے احادیث

۱- امام مسلمؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہ بننے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا وہ سب (اللہ کے ہاں) برابر ہیں"

۲- ایک اور حدیث میں فرمایا ہے کہ "سود کھانے کے ۷۳ گناہ ہیں اور اس کا ادنیٰ ترین گناہ اپنی ماں سے بدکاری کے برابر ہے"

۳- ایک طویل حدیث میں رسول پاکؐ نے شب معراج میں ایک منظر بیان فرمایا کہ "میں نے ایک خون کی نہر دیکھی جس میں ایک آدمی تھا، جب وہ کنارے کی طرف آنے کی کوشش کرتا تو کنارے پر کھڑا ایک شخص اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اس کو واپس اسی نہر میں پلٹا دیتا۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا یہ کون ہے تو اس نے کہا کہ نہر کے اندر والا آدمی سود خور ہے"۔

(تفسیر ابن کثیر)

۴- نجران کے عیسائیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داخلی خودمختاری دی تو معاہدے میں اس بات کی وضاحت کر دی کہ اگر تم سودی کاروبار شروع کرو گے تو معاہدہ منسوخ ہو جائے گا اور تمہارے اور ہمارے درمیان حالت جنگ قائم ہو جائے گی۔

۵- سود کے کاروبار پر آخری ضرب آنحضورؐ نے خطبہ حجۃ الوداع میں لگائی جب آپؐ نے اعلان فرمایا۔

وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ مِنْ رِبَانَا رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ۔

ترجمہ: "اور زمانہ جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا ہے اور پہلا سود جو میں اپنے خاندان کا ختم کرتا ہوں۔ وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے جو پورا کا پورا میں چھوڑتا ہوں"

سزا: علماء کا کہنا یہ ہے کہ دارالاسلام میں اگر کوئی سودی کاروبار کرے اور منع کرنے پر بھی باز نہ آئے تو اسے قید کر دیا جائے اور جب تک وہ سود خوری ترک کرنے پر آمادہ نہ ہو اسے نہ چھوڑا جائے۔ کچھ دیگر فقہاء کے نزدیک ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے۔

آخرت میں سود خور کا انجام

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۵ میں سود کھانے والے کی حالت کا تذکرہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبٰوا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ

ترجمہ: "جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) نہ کھڑے ہوں گے مگر اس شخص کی طرح جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو"

یعنی قیامت کے دن سود کھانے والا قبر سے ایسے اٹھے گا جیسے پاگل اور حواس باختہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس طرح دنیا میں مال کی محبت نے اس کے حواس گم کر رکھے تھے۔ قیامت کے دن بھی اس کی حالت جنوں کی سی ہوگی۔

خرید و فروخت اور ربا میں فرق

جدید زمانے کے مہاجنوں کی طرح عرب مہاجن بھی اس خیال خام میں مبتلا تھے کہ بیع و شراء میں بھی منافع حاصل ہوتا ہے اور سود میں بھی۔ جیسے کاروبار میں منافع لینا درست ہے تو سود میں یہ کیونکر ناجائز ہو گیا؟ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا فرق اس طرح واضح کیا۔

وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرۃ:۲۷۵)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام"

آیئے دیکھیں کہ دونوں میں کن وجوہ کی بناء پر فرق پایا جاتا ہے۔

۱- تجارت میں فروخت کنندہ جو منافع لیتا ہے وہ سرمایہ لگانے کے ساتھ اس کی محنت، ذہانت اور وقت صرف کرنے کا عوض ہوتی ہے۔ اس نے ایک خدمت سرانجام دی ہے اور منافع اس خدمت کا عوض ہے جبکہ سود لینے والا کوئی محنت نہیں کرتا۔ وہ تو روپیہ دے کر صرف مہلت دیتا ہے اور مہلت کے عوض منافع لیتا ہے جو کوئی محنت طلب چیز نہیں۔ لہٰذا منافع کا تبادلہ برابری کی بنیاد پر نہیں ہوتا یہی سود کی وجہ حرمت ہے۔ محنت کا عوض لینا حلال اور محض سرمائے کا عوض لینا حرام ہے۔

۲- تجارت میں منافع صرف ایک مرتبہ لیا جاتا ہے جبکہ سود میں قرض دینے والا لگاتار منافع لیتا ہے اور وقت کی رفتار کے ساتھ اس کا نفع بڑھتا چلا جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

۳- تجارت میں چیز اور اس کی قیمت کا تبادلہ ہونے کے ساتھ ہی معاملہ ختم ہو جاتا ہے- یعنی خریدار کو دوبارہ فروخت کنندہ کو کوئی چیز دینا نہیں پڑتی جبکہ سود میں صرف شدہ مال قرض دار کو دوبارہ پیدا کر کے سود کے ساتھ واپس کرنا پڑتا ہے-

ان وجوہ کی بناء پر کاروبار اور ربٰو میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے-

سود کے اخلاقی' معاشرتی اور معاشی نقصانات

۱- دینی نقصان: پہلی بات تو یہ ہے کہ سود خور کا ایمان ہی مشکوک ہو جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا ہے-

وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (البقرة:۲۷۸)

ترجمہ: ''اور سود میں سے جو کچھ باقی بچ رہا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان دار ہو''

گویا ایمان کو سود سے باز رہنے سے مشروط کر دیا ہے- لہٰذا مومن کو سود ترک کر کے اپنے ایمان کو مضبوط بنانا چاہیے-

۲- اخلاقی گراوٹ: سود خور مال و دولت کی محبت میں دیوانہ ہو جاتا ہے- وہ ہر وقت اسی چکر میں لگا رہتا ہے کہ کس طرح زیادہ سے زیادہ دولت کمائے-

اس کا صرف ایک ہی محور ہوتا ہے اور وہ ہے دولت' وہ اسی کی پوجا کرتا ہے اور اسی کے ارد گرد گھومتا ہے- اعلیٰ انسانی صفات سے اس کی شخصیت عاری ہو جاتی ہے اور حرص و ہوس اس پر مسلط ہو جاتے ہیں جو بالآخر اس کی اخلاقی تباہی کا سبب بن جاتے ہیں- خودغرضی کے جنون میں اسے کچھ خبر نہیں ہوتی کہ وہ کتنے انسانوں کی تباہی کا موجب بن رہا ہے- محبت' ہمدردی' ایثار جیسی اعلیٰ صفات اس کے لیے بیکار ہو جاتی ہیں جس طرح دنیا میں وہ دولت کے لیے دیوانہ ہو جاتا ہے- آخرت میں بھی وہ اٹھایا جائے گا تو یہی دیوانگی والی کیفیت اس پر طاری ہو گی-

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ (البقرة:۲۷۵)

ترجمہ: ''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جسے شیطان نے چھو کر دیوانہ بنا دیا ہو''

۳- معاشرتی فساد: سود کے معاشرتی نقصانات اخلاقی نقصانات سے بڑھ کر ہیں-

جس معاشرے کے افراد ایک دوسرے سے خود غرضی کا معاملہ کریں' ایک فرد دوسرے کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھائے' مالدار طبقہ عوام الناس کو نفع اندوزی کے لیے استعمال کرے' ایسا معاشرہ کبھی مضبوط اور مستحکم نہیں ہو سکتا- عام لوگوں کو ان سرمایہ داروں سے شدید نفرت ہو جاتی ہے- بغض' حسد' کینہ اور عداوت اس معاشرے کا چلن ہو جاتا ہے اس کے نتیجے میں چوری' ڈکیتی' راہزنی' قتل اور اغوا برائے تاوان جیسے جرائم وجود میں آتے ہیں- پھر جرائم بڑھتے ہیں اور خونی انقلابات کی راہ ہموار ہوتی ہے جو معاشرے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں- کیونکہ سود ایک ظلم ہے اور ظلم کے ساتھ امن قائم رہنا ناممکن ہوتا ہے-

معاشی اثرات

سودی معیشت میں امیر طبقہ مزید امیر ہوتا چلا جاتا ہے اور غریب' غریب تر ہو جاتا ہے- سرمایہ چند ہاتھوں میں اکٹھا ہو جاتا ہے- سرمایہ دار اور امیر طبقہ مزدوروں اور محنت کشوں کا خون چوس کر اپنی تجوریاں بھرنے لگتا ہے- مزدوروں کو اپنی محنت کا صحیح پھل نہیں ملتا جس کی وجہ سے محنت کش دل لگا کر کام نہیں کر سکتا- سودی قرض میں پھنسے ہوئے لوگ فکر اور پریشانی میں مبتلا ہو کر اپنے بچوں کو نہ صحیح غذا مہیا کر سکتے ہیں اور نہ انہیں اچھی تعلیم دلا سکتے ہیں-

اس طرح سودی معیشت میں دولت کی آزادانہ گردش رک جاتی ہے اور دولت کا رخ چند سرمایہ داروں کی طرف مڑ جاتا ہے- چند افراد تو لوگوں کا خون چوس چوس کر موٹے ہو جاتے ہیں مگر غریبوں کی اکثریت پر بربادی اور ہلاکت کے سائے منڈلانے لگتے ہیں- اور جب یہ کیفیت ایک لمبے عرصے تک جاری رہتی ہے تو سرمایہ داروں کے خلاف نفرت کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوتا ہے جو بالآخر ایک خونی انقلاب کو جنم دیتا ہے جس میں سرمایہ دار خود بھی بھسم ہو کر رہ جاتا ہے-

سود کے خلاف عقلی دلیل

اللہ اور اس کے رسولؐ نے تو سود کے خلاف فیصلہ دے ہی دیا ہے- اب ذرا اس طرف بھی نگاہ دوڑائیں کہ عقل اس کے متعلق کیا فیصلہ دیتی ہے-

دنیا کے تمام کاروبار خواہ وہ زرعی ہوں یا صنعتی' تجارتی ہوں یا پیشہ وارانہ سب کے سب نقصان کے خطرات میں گھرے ہوئے ہیں- فقط نفع کی امید پر ہی ساری زندگی کا کاروبار چل رہا ہے-

Scanned with CamScanner

پھر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ پوری دنیا تو نقصان کے خطرے سے دوچار ہو اور صرف قرض دینے والا سرمایہ دار ہر قسم کے خطرے (Risk) سے محفوظ ہو کر لازمی منافع کی خوشیوں کے مزے لوٹے۔

یہ کیسی بوالعجبی ہے کہ کاروباری دنیا کے تمام لوگ جن کی قابلیت، مہارت، ذہانت اور کوشش پر پوری انسانی زندگی کا انحصار ہو وہ تو ہمیشہ نقصان کے سائے تلے زندگی بسر کریں اور صرف ایک ہی شخص تمام خطرات سے بالاتر ہو کر ایک مقررہ شرح منافع حاصل کرتا چلا جائے۔

آخری بات یہ ہے کہ سود پر روپیہ وہی شخص چلا سکتا ہے جسے دولت کی تقسیم میں اپنی ضرورت سے زیادہ حصہ ملا ہو اور یہ ضرورت سے زیادہ حصہ ملنا صرف اللہ کے فضل سے ہی ممکن ہوسکتا ہے۔ اور اللہ کے فضل کا صحیح شکریہ تو یہ ہے کہ جس طرح اللہ نے اس پر فضل فرمایا ہے اسی طرح وہ بندوں پر فضل کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ سود پر مال دے کر بندگان خدا کا خون چوستا ہے اور جن لوگوں کو دولت کی تقسیم سے کم حصہ ملا ہے۔ ان کے قلیل حصے میں سے سرمائے کے زور پر روپیہ اپنی طرف کھینچتا ہے تو اس جیسا ظالم، ناشکرا اور جفاکار اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

بین الاقوامی استحصالی نظام

قدیم زمانے میں سودی کاروبار انفرادی اور قومی سطح پر ہوتا تھا اور اس کے مفاسد بھی محدود اور ملکی سطح پر ہوتے تھے جبکہ جدید زمانے میں پوری دنیا، عالمی معاشی اور مالیاتی نظام کے تحت آگئی ہے۔ آج کی دنیا ایک گوبل ولیج ہے جو بین الاقوامی معاشی نظام کے زیر اثر ہے۔ ایک ملک اپنی معاشی ضروریات پورا کرنے کے لیے دوسرے ملکوں کا محتاج ہے۔ جدید عالمی معاشی نظام صیہونی ہے جس کی اساس اور بنیاد ''سود'' ہے۔ اس استحصالی نظام سے ترقی پذیر خصوصاً اسلامی ممالک معاشی طور پر مغرب کے محتاج ہو گئے ہیں۔ بین الاقوامی مالیاتی ادارے مثلاً ورلڈ بینک، آئی ایم ایف، جی ایٹ اور پیرس کلب کے ذریعے امریکہ اور یورپ نے عالم اسلام کو معاشی طور پر اپنا غلام بنا لیا ہے۔ عالمی اداروں میں کلیدی کردار سود کا ہے ان اداروں نے مالی امداد کے نام پر عالم اسلام کو سودی قرضوں میں جکڑ لیا ہے ان کی معیشت پر قبضہ کر لیا ہے۔ پورا ملک اور قوم کا بال بال قرضے میں جکڑا گیا ہے۔ یہ سود کے مفاسد ہیں اس ضمن میں پاکستان کی مثال واضح ہے۔

جَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (79:11)

جہاد فی سبیل اللہ

مفہوم:

جہاد کا لفظ "جہد" سے نکلا ہے جس کے معنی محنت اور کوشش کے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں اس کا مفہوم "حق کی سربلندی اس کی اشاعت اور حفاظت کے لئے ہر قسم کی جدوجہد، قربانی اور ایثار کرنا اور اپنی تمام جسمانی، مالی اور دماغی قوتوں کو اللہ کی راہ میں صرف کرنا، یہاں تک کہ اس کے لئے اپنی، اپنے عزیز و اقارب کی اور اہل و عیال کی جان تک قربان کر دینا، اور حق کے مخالفوں اور دشمنوں کی کوششوں کو توڑنا اور ان کے حملوں کو روکنا اور اگر ان سے لڑنا پڑے تو ان سے جنگ کے لئے تیار رہنا ہے۔" یہی جہاد ہے جو اسلام کا ایک رکن اور بہت بڑی عبادت ہے۔ الغرض جہاد اور مجاہدہ دونوں لفظ جہد سے ماخوذ ہیں اور جہد کے لغوی معنی ہیں کوشش کرنا، شرعی اصطلاح میں جہاد اس کوشش اور سعی کا نام ہے جو دین کی حفاظت، سربلندی اور اس کی اشاعت کے لئے کی جائے۔

جامع و وسیع مفہوم:

زبان سے دین کی اشاعت اور سربلندی اور اس کے لئے دلائل دینا، قلم کے ذریعہ اسلام کی خدمت کرنا یعنی کتابیں اور نظم و نثر لکھنا، اسلام کی بلندی کے لئے روپیہ پیسہ خرچ کرنا، تبلیغی ادارے قائم کرنا، مدرسے اور کتب خانے قائم کرنا، یہ ساری کی ساری صورتیں جہاد کی ہیں۔

جہاد کا مقصد:

ایک دن ایک بدو رسول پاک کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی "یا رسول اللہ! ایک شخص مال غنیمت کے لئے لڑتا ہے دوسرا شہرت کے لئے لڑتا ہے، تیسرا قوم برادری اور عزت کے لئے لڑتا ہے۔ فرمایئے ان میں سے اللہ کی راہ میں کون لڑتا ہے؟ آپ نے فرمایا "مجاہد فی سبیل اللہ" صرف وہ ہے جو اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ سربلند ہو" اس ارشاد سے اس بات کی پوری طرح وضاحت ہوتی ہے کہ جہاد کی غرض و غایت صرف یہ ہے کہ اللہ کے دین کو سربلند کیا جائے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

جہاد کا سب سے اعلیٰ اور بلند مرتبہ یہ ہے کہ دین کی خاطر ہم اپنی اور اپنے عزیز و اقارب

Scanned with CamScanner

کی جانیں تک قربان کردیں اور مخالفین اسلام کے سامنے سینہ تان کر میدان جنگ میں نکل آئیں اس آخری شکل کو قرآن مجید قتال یعنی لڑائی کے نام سے پکارتا ہے۔

لہذا یہ بات واضح ہے کہ صرف مسلح جنگ ہی جہاد نہیں بلکہ یہ جہاد کی ایک شکل ہے۔ جو مجبوراً اس وقت کیا جاتا ہے جب مخالفوں کی طرف سے دین پر حملے شروع ہو جائیں یا دین کو بلند کرنے کی دوسری تمام صورتیں ختم کر دی جائیں۔

ضرورت و اہمیت

زندگی کا یہ کارخانہ صرف محنت اور کوشش کے بل پر قائم ہے۔ کاشتکار محنت کر کے فصل اگاتا ہے تاجر اپنی محنت اور سرمائے سے خوشحالی حاصل کرتا ہے۔ صنعت' حرفت تمام کی تمام محنت کی کرشمہ سازی ہے۔ لہذا بندہ مومن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہے کہ وہ پوری کوشش کر کے دین کی کھیتی کی آبیاری کرے۔ اس کی حفاظت میں جان لڑا دے اور اس کے پھلنے پھولنے کے لئے مخالفت کے تمام تھپیڑوں کو اپنے سینہ پر سہہ لے۔ تاکہ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا کا دل بالا ہو۔

یہ دنیا ایک تجربہ گاہ ہے' اس میں خیر و شر دونوں پہلو بہ پہلو موجود ہیں اور برائی کی قوتیں بڑے منظم طور پر کام کر رہی ہیں۔ لہذا اسلام کی حفاظت کے لئے مسلمانوں پر جہاد کا فریضہ عائد ہے تاکہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی ان کے ادارے' تہذیب و تمدن اور ان کی عبادت گاہیں شیطانی قوتوں سے محفوظ رہیں:

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ ۝

اور جو کوئی جہاد کرتا ہے وہ اپنی ہی ذات کی بھلائی کے لئے کرتا' اللہ یقیناً تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے۔

مفہوم یہ ہے کہ اس مجاہدہ کا مطالبہ اللہ تعالیٰ تم سے اس لئے نہیں کر رہا کہ اپنی خدائی قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لئے اسے تمہاری کسی مدد کی ضرورت ہے اور تمہاری اس لڑائی کے بغیر اس کی خدائی نہ چلے گی بلکہ وہ اس لئے تمہیں اس کشمکش میں پڑنے کی ہدایت کرتا ہے کہ یہی تمہاری ترقی کا راستہ ہے اسی ذریعہ سے تم بدی اور گمراہی کے چکر سے نکل کر نیکی اور صداقت کی راہ پر بڑھ سکتے ہو۔ اس سے تم دنیا میں خیر و صلاح کے علمبردار اور آخرت میں اللہ کی جنت کے حق دار بنو گے۔

جہاد کی فضیلت

قرآنی آیات:

جہاد کی فضیلت میں قرآن مجید کے بے شمار آیات ہیں' چند یہ ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

"بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اس کے راستے میں صف باندھ کر جنگ کرتے ہیں گویا کہ وہ مضبوط دیوار ہیں۔" (۶۱ : ۴)

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ (111:9)

اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں۔ (اس کے بدلے میں) کہ ان کے لئے جنت ہے' وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں' سو دشمنوں کو قتل کرتے اور خود بھی قتل ہوتے ہیں۔

وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ (انفال : ۱۰۰)

اور دشمنوں کے خلاف جہاد کی بھرپور تیاری کرو۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ (۲۲ : ۷۸)

اور اللہ کی راہ میں کوشش کرو جیسے کوشش کرنے کا حق ہے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ (۸ : ۳۹)

اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا اللہ کے لئے ہو جائے

يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (۹ : ۷۳)

اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان کے مقابلے میں شدت اختیار کرو۔

ان آیات سے یہ بات واضح ہوئی کہ کافروں کے مقابلے میں جہاد کرنے سے دین کی قوت میں اضافہ مطلوب ہے اور اس پر بے حد اجر و ثواب ملتا ہے۔

احادیث نبویؐ:

۱۔ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا' کونسا عمل سب اعمال سے اچھا ہے؟ آپؐ نے جواب دیا اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔

۲۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا' اللہ کی راہ میں صبح کو نکلنا یا شام کو نکلنا دنیا اور اس کی سب چیزوں سے

Scanned with CamScanner

بہتر ہے۔(ترمذی)

۳۔ ارشاد ہوا' جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں۔(مسلم)

۴۔ فرمایا۔ دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی ایک وہ جو خدا کے خوف سے روئے اور دوسرے وہ جو اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے جاگتی رہے۔(ترمذی)

۶۔ "مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال ایسی ہے کہ جیسے دن بھر روزہ رکھنے والا اور رات کو تہجد اور تلاوت قرآن میں مشغول رہنے والے کی ہے۔"

۷۔ فرمایا' دو دعائیں کم ہی رد ہوتی ہیں۔ ایک اذان کے وقت کی دعا اور دوسری میدان جنگ کی دعا جب صفیں ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں۔(ابو داؤد)

۸۔ عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے "اللہ کی راہ میں شہید ہونا' ہر چیز کا کفارہ ہو جاتا ہے سوائے قرضے کے۔"

۹۔ فرمایا' اس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے مجھے یہ پسند ہے کہ میں لڑوں پھر قتل کیا جاؤں' پھر لڑوں اور قتل کیا جاؤں۔(مسلم)

۱۰۔ فرمایا' نماز عماد الدین ہے اور دین کا اعلیٰ ترین درجہ جہاد ہے۔

جہاد اور قتال میں فرق :

یورپ کے اکثر لکھنے والوں نے جہاد اور جنگ کو ایک ہی معنی میں استعمال کیا ہے اور اسلام کے تصور جہاد کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے بقول اسلام ایک جنگی جنون رکھنے والا مذہب ہے جو غیر مسلموں کے خلاف جنگ کو ہر مسلمان پر فرض قرار دیتا ہے اور اس طرح امن و امان کو برباد کرنے پر ہر وقت تلا رہتا ہے یہ پراپیگنڈہ دراصل تعصب اور اسلام کے خلاف نفرت کا نتیجہ ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عربی زبان میں جہاد قتال کا ہم معنی ہرگز نہیں۔ جنگ کا سبب ہمیشہ بغض و عناد' نفرت دشمنی اور ہوس مال و زر ہوتا ہے جب کہ جہاد ہر اس کوشش کا نام ہے جس کا مقصود اللہ کی رضا کا حاصل کرنا ہو۔ اسی معنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر کوئی طالب علم اللہ کی رضا کے لئے علم حاصل کرنے میں معروف ہے تو وہ بھی مجاہد ہے۔ قرآن مجید میں جہاد کے مقابلے میں قعود کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ (۴ : ۹۵)

مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو کسی معذوری کے بغیر گھر بیٹھے رہے ہیں اور وہ جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں دونوں کی حیثیت یکساں نہیں ہے۔

اس آیت سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آرام پسندی اور سستی جذبہ جہاد کے سراسر خلاف ہے اور جہاد اسی جذبہ عمل کا نام ہے جو بندہ مومن کی میراث ہے اور اسی جذبہ عمل اور حرکت سے ہی پوری دنیا کی رونق اور خوبصورتی وابستہ ہے۔ حق و باطل کی یہ کشمکش ازلی ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔

جہاد کی اقسام

جب جہاد کے معنی کوشش' محنت اور جدوجہد کے ہوئے تو ہر نیک کام اس میں داخل ہو سکتا ہے اس کی بڑی بڑی اقسام درج ذیل ہیں۔

۱۔ جہاد اکبر :

سب سے اعلیٰ قسم کا جہاد خود اپنے نفس کے خلاف جہاد ہے اس کا نام جہاد بالنفس ہے۔ ایک حدیث میں جو حضرت جابرؓ سے مروی ہے یوں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان صحابہ سے جو کسی غزوہ سے واپس آئے تھے۔ فرمایا۔ "تمہارا آنا مبارک' تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو کہ بڑا جہاد اپنے نفس کی خواہشات سے لڑنا ہے۔" حضرت ابوذرؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "بہترین جہاد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنی خواہش سے جہاد کرے۔"

۲۔ جہاد بالعلم :

جہاد کی ایک اور قسم جہاد بالعلم ہے۔ دنیا کا تمام شر و فساد جہالت کا نتیجہ ہے جس آدمی کے پاس علم و دانش کی روشنی ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اس سے دوسرے تاریک دلوں کو فائدہ پہنچائے۔ تلوار کی طاقت سے دل میں وہ اطمینان پیدا نہیں ہو سکتا جو علم اور دلیل کی قوت سے پیدا ہو سکتا ہے۔

۳۔ جہاد بالقلم :

آجکل سراسر علمی دور ہے اور لوگ تحریر سے بہت زیادہ اثر قبول کرتے ہیں تو اس دور میں جو شخص تصانیف' رسائل اور مضامین اس غرض سے لکھتا ہے کہ اس سے دین کی حمایت اس کی اشاعت و ترویج اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیئے جائیں تو وہ بھی جہاد کی ایک صورت ہے۔ نیز ذرائع ابلاغ کا اسلامی تعلیمات کی اشاعت کے لئے استعمال بھی اس میں شامل ہے۔

Scanned with CamScanner

۴۔ جہاد بالمال :

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو مال و دولت عطا کیا ہے اس کا منشا یہ ہے کہ اسے اللہ کی مرضی کے راستوں پر خرچ کیا جائے۔ چنانچہ حق کی حمایت اور نصرت روپے پیسے پر بھی موقوف ہے۔ اس لئے جہاد بالمال کی اہمیت کسی طرح کم نہیں۔ دوسری اجتماعی تحریکوں کی طرح اسلام کو بھی سرمایہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے سرمایہ فراہم کرنا جہاد بالمال کہلاتا ہے۔

قرآن پاک میں مالی جہاد کی تاکید کے لئے بکثرت آیات وارد ہوئی ہیں۔

وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (۹:۴۱)

اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہے۔"

مالی جہاد اس لئے بھی اہم ہے کہ میدان جنگ میں جسمانی شرکت ہر شخص کے لئے ممکن نہیں۔ لیکن مالی شرکت ہر ایک کے لئے آسان ہے۔ دوسرے یہ جسمانی جہاد کی ضرورت ہر وقت پیش نہیں آتی لیکن مالی جہاد کی ہر وقت ضرورت پیش ہے۔ اس لئے جہاد کی اس قسم کی اہمیت واضح ہے۔

۵۔ جہاد بالسیف :

جسم و جاں سے جہاد کرنا جہاد کی ان تمام قسموں کو شامل ہے جن میں کوئی نہ کوئی جسمانی مشقت صرف ہو۔ اس جہاد کی آخری حد یہ ہے کہ خطرات سے بے پرواہ ہو کر اپنی زندگی جو انسان کی سب سے زیادہ عزیز متاع ہے۔ اللہ کی راہ میں قربان کر دے۔ یہ انتہائی جذبہ ہے جس کی ایک مسلمان سے توقع کی جا سکتی ہے اسلئے حدیث نبوی میں اسے "دین کے کوہان کی چوٹی جہاد" ذِرْوَةُ السَّنَام سے تعبیر کیا ہے۔

بقول شاعر ؎

جان دی دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

پھر ایسے جانبازوں و جان فروش بندے کا انعام یہ ہے کہ اس نے اپنی جس عزیز ترین متاع کو اللہ کی راہ میں قربان کیا ہے وہ ہمیشہ کے لئے اسے بخش دی جائے۔ یعنی حیات فانی کے

بدلے اسے حیات ابدی عطا کی جائے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (۲:۱۵۴)

"جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں انہیں مردہ مت کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اس ابدی زندگی کا احساس نہیں۔"

صلہ شہید کیا ہے تب و تاب جاودانہ

رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں میں جہاد بالسیف کی اس قدر فضیلتیں آئی ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وہ رتبہ عالی ہے جس کی تمنا خود جناب رسالتمآب ﷺ کو بھی تھی فرمایا:

"مجھے آرزو ہے کہ میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں۔ پھر مجھے زندگی ملے پھر میں اس کو بھی قربان کر دوں۔ مجھے تیسری زندگی ملے تو میں اسے بھی اللہ کی راہ میں نثار کر دوں۔ (مسلم)

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا یہ جہاد کی آخری اور افضل ترین شکل ہے جو عملی طور پر سب سے مشکل اور صبر آزما ہے چنانچہ مسلح جہاد کا حکم دیتے وقت اس حقیقت کی نشاندہی کر دی گئی تھی۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ

تمہیں جنگ کا حکم دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔

پھر اس کی غرض و غایت کی طرف بھی اشارہ کر دیا۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ (۸:۳۹)

اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ و فساد باقی نہ رہ جائے اور اطاعت اللہ کے لئے ہو جائے۔

یعنی جنگ کا حکم اس لئے دیا گیا تا کہ اللہ کا نام لینے اور اس کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کی راہ صاف ہو جائے۔ فتنہ قرآن کا اصطلاحی لفظ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو اسلام کی پیروی کا حق نہ دیا جائے اور انہیں اپنے معبود کی بندگی سے روکا جائے۔ ظاہر ہے یہ ایک ایسا ظلم ہے جس سے بڑا اور کوئی ظلم نہیں ہو سکتا۔ حتی کہ خون ناحق بھی اس کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا چنانچہ ارشاد باری ہے۔

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (۲:۱۹۱)

اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ برا ہے۔

ایک اور آیت مسلح جہاد کی ضرورت پر منفی پہلو سے روشنی ڈالتی ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ

Scanned with CamScanner

وَمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ (۲۲:۴۰)

اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجے اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کی کثرت سے نام لیا جاتا ہے سب مسمار کر ڈالی جائیں۔ اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔

اس آیت سے اور زیادہ واضح ہو گیا کہ اگر دین کی حفاظت کی خاطر تلوار نہ اٹھائی جائے اور فتنہ کی جڑ نہ کاٹ دی جائے تو خود دین کی جڑ کٹ جائے گی۔ فتنہ پسند عناصر خدا کی زمین کو فساد سے بھر دیں گے اور خود اللہ کا نام لیوا دوبھر کر دیں گے۔ اگر ہم دین کی حفاظت کرنے میں کوتاہی سے کام لیں گے تو ہم سے لازماً باز پرس ہو گی۔ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب اسلامی ریاست موجود ہو۔

دائمی جہاد :

جہاد بالسیف وہ جہاد ہے جس کی ضرورت مسلمان کو زندگی میں کبھی ایک دو بار ہی پیش آسکتی ہے لیکن دائمی جہاد وہ ہے جس کے لئے ہر مسلمان کو ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ اس لئے کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ دین کی حمایت 'حق کی اشاعت' غریبوں کی مدد 'امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' اقامت عدل اور رد ظلم کے لئے ہر وقت اور ہر جگہ تیار رہے۔ یہاں تک کہ اس کی پوری زندگی جہاد کا سیل رواں نظر آئے یہی وہ جہاد ہے جس کے متعلق آنحضور ﷺ نے فرمایا۔

اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

یعنی جہاد قیامت تک جاری رہے گا

بقول اقبالؒ۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اذن جہاد :

قرآن مجید میں مسلمانوں کو جہاد کی اجازت ان الفاظ میں دی گئی ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ

"ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ (۲۲:۳۹)

یہ پہلی آیت ہے جو جہاد کے بارے میں نازل ہوئی اور قتال یا لڑائی کی اجازت اس لئے ملی

کی مسلمان مظلوم تھے۔ اس سے یہ حقیقت بھی ظاہر ہوئی کہ لڑائی کا مقصد جارحانہ نہیں جیسا کہ مخالفین پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ بلکہ دشمنوں سے مسلمانوں کا دفاع مقصود ہے۔

وجوب جہاد :

قرآن پاک کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل صورتوں میں جنگ جائز ہے۔

(الف) جب دشمن اسلامی حکومت پر حملہ آور ہو۔

(ب) جب دشمن معاہدہ توڑ کر حملہ کی تیاری کر رہا ہو۔ (الانفال : ۳۹)

(ج) جب مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالا جا رہا ہو اور ان کے مال لوٹے جا رہے ہوں۔ (الحج : ۴۰)

(د) جب مسلمانوں کو ان کے عقائد پر عمل کرنے سے روکا جاتا ہو۔

(ھ) جب مسلمانوں کی عبادت گاہیں مسمار کی جا رہی ہوں۔

(و) مسلمانوں کو آزادی دلانے کیلئے لڑائی کرنا بھی جائز ہے۔ (آل عمران : ۱۸۶)

(ح) ڈاکوؤں 'لٹیروں اور باغیوں کے ساتھ لڑائی جائز ہے۔ (المائدہ : ۳۳)

جہاد میں کامیابی کی شرائط

۱۔ ثابت قدمی :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا (۸:۴۵)

ایمان والو! جب کسی گروہ سے تمہارا ٹکراؤ ہو تو ثابت قدم رہو۔

۲۔ ذکر الٰہی :

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۸:۴۵)

اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو۔

۳۔ اختلاف سے دوری :

جنگ کے میدان میں اور اس کے باہر بھی جھگڑے سے بزدلی پیدا ہوتی ہے جو کامیابی کے خلاف ہے۔

Scanned with CamScanner

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (۸: ۴۶)

اور جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

۴۔ صبر:

صبر ایسی جامع صفت ہے جو ہر جگہ کامیابی کی ضمانت ہے اس لئے جہاد میں کامیابی کیلئے صبر ایک نسخہ کیمیاء ہے۔

۵۔ فخر و تکبر سے گریز:

مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنی تیاری اور تعداد پر بھروسہ نہ کریں اور نہ ہی غرور میں آئیں بلکہ کامیابی کی امید صرف اللہ تعالیٰ سے رکھیں۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ (۸: ۴۷)

"اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کے دکھلاوے کے لئے نکلے۔"

۶۔ اطاعت امیر:

امیر لشکر کی اطاعت کامیابی کی ضامن ہے۔ جنگ احد میں مسلمانوں کا نقصان اور وقتی ناکامی کا سبب سپہ سالار اعظم کی نافرمانی تھی۔

توکل:

اہل ایمان کو حتی المقدور جنگی تیاری کا حکم ہے لیکن آخری سہارا توکل علی اللہ ہے۔

بقول اقبالؒ۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

آداب جہاد:

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے لشکر اسامہ کو الوداع کرتے ہوئے انہیں یہ ہدایات دیں۔ جو آداب جہاد ہیں۔

۱۔ اللہ کا نام لے کر نکلنا۔
۲۔ امانت میں خیانت نہ کرنا۔

۳۔ مال غنیمت کو مت چھپانا۔
۴۔ بدعہدی سے بچ کر رہنا۔
۵۔ دشمنوں کے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء نہ کاٹنا
۶۔ بوڑھوں بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا
۷۔ سرسبز اور پھلدار درختوں کو نہ کاٹنا
۸۔ ضرورت کے بغیر جانوروں کو ذبح نہ کرنا

اس ضمن میں رسول پاک ﷺ سے مندرجہ ذیل احکام منقول ہیں۔

۹۔ زخمیوں، بیماروں، اندھوں، معذوروں، سیاحوں، راہبوں، مذہبی سربراہوں سے چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے۔
۱۰۔ دوسری اقوام کے مذہبی شعائر اور عبادت گاہوں کو تباہ نہ کیا جائے۔
۱۱۔ جو لوگ جنگ میں حصہ نہ لیں انہیں قتل نہ کیا جائے۔
۱۲۔ کسی کو باندھ کر قتل نہ کیا جائے۔
۱۳۔ قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے۔
۱۴۔ عام لوٹ مار نہ کی جائے۔
۱۵۔ سفیروں کی حفاظت کی جائے۔
۱۶۔ وحشت اور بربریت سے پرہیز کیا جائے۔

ان ہدایات سے جنگ اور جہاد کا فرق بھی واضح ہو جاتا ہے نیز اسلام نے جو جنگی اصلاحات کی ہیں ان کی عظمت کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں مخالفین اسلام کے لغو اعتراضات بے جا الزامات اور غلط پروپیگنڈا کا مسکت جواب بھی مل جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

حُدُودُ اللہ

شریعت الٰہیہ میں جن جرائم کی سزا قرآن حکیم یا سنت نبوی میں بیان کی گئی ہے۔ ان جرائم کو "حُدُودُ اللہ" کہا جاتا ہے حَدّ کے اصل معنی روکنے اور باز رکھنے کے ہیں اور ان سزاؤں کا نام "حدود" اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ ان جرائم کے مرتکب اور دوسرے لوگوں کو بھی ان جرائم کے ارتکاب سے روکتی ہیں جن کی سزا یہ حدود ہیں اس طرح فقہی اصطلاح میں حدود وہ مقرر سزائیں ہیں جو بطور حق الٰہی واجب ہیں یعنی عُقُوبَۃٌ مُقَدَّرَۃٌ تَجِبُ حَقًّا لِلّٰہِ پھر حدود نا قابل معافی اور نا قابل مصالحت جرم ہے جو تمام لوگوں پر یکساں نافذ ہونگی۔ حدود کے جرائم سات ہیں۔

۱۔ حد زنا ۲۔ حد قذف ۳۔ حد خمر ۴۔ حد سرقہ ۵۔ حد حرابہ ۶۔ حد ارتداد اور حد بغاوت۔

فلسفہ اور مقصد :

فرد کی اصلاح کے علاوہ حدود شریعہ کو نافذ کرنے کا مقصد نظام تمدن کے فساد کو روکنا، مظلوم کی حمایت، شریعت اور امن پسند شہریوں میں احساس تحفظ پیدا کرنا، سماج دشمن عناصر کے دل میں خوف پیدا کر کے انہیں ایسی حرکات سے باز رکھنا بھی ہے جن کے باعث اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد پھیلتا اور معاشرے کا اخلاقی معیار پست ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حدود و تعزیرات کے فلسفے پر گفتگو فرماتے ہوئے اپنی مشہور کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھا ہے۔

"بعض جرائم کے ارتکاب پر شریعت نے حد مقرر کی ہے یہ وہی معاصی ہیں جن کے ارتکاب سے زمین پر فساد پھیلتا ہے۔ نظام تمدن میں خلل پیدا ہوتا ہے اور مسلم معاشرے کی طمانیت اور سکون قلب رخصت ہو جاتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ وہ معاصی کچھ اس قسم کی ہوتی ہیں کہ بار بار ان کا ارتکاب کرنے سے ان کی لت پڑ جاتی ہے اور پھر ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی معاصی میں محض آخرت کے عذاب کا خوف دلانا اور نصیحت کرنا کافی نہیں ہوتا بلکہ ضروری ہے کہ ایسی عبرت ناک سزا مقرر کی جائے کہ اس کا مرتکب ساری زندگی معاشرے میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور سوسائٹی کے دیگر افراد کے لئے سامان عبرت بنا رہے اور اس کے انجام کو دیکھ کر بہت کم لوگ اس قسم کے جرم کرنے کی جرات کریں، اس کی ایک واضح مثال زنا ہے زنا کا محرک جنسی خواہش کا غلبہ ہے، عورتوں کے حسن و جمال سے اس جذبے کو تقویت ملتی ہے اور یہ ایک ایسا گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے عورت کے اہل خاندان کو سخت رسوائی اٹھانی پڑتی ہے اور اس کی وجہ سے کشت و خون ہوتا ہے۔ چونکہ اکثر یہ فعل فریقین کی رضامندی سے وقوع پذیر ہوتا ہے اور اس کا محل ارتکاب عموماً کوئی پوشیدہ جگہ ہوتی ہے اس لیے اگر اس کی سزا عبرت ناک

نہ رکھی جاتی تو اس برائی کے پھیل جانے میں ذرا بھی دیر نہ لگتی۔"

شریعت نے جس طرح کسی انسان کی جان اور اس کے مال کو قابل احترام قرار دیا ہے اسی طرح اس کی عزت بھی شریعت میں قابل احترام ہے۔ لہٰذا جس طرح شریعت زنا کو گناہ کبیرہ قرار دیتی ہے اسی طرح اس کے نزدیک زنا کی تہمت لگانا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ لہٰذا اب ہم سورت النور کی روشنی میں انسانی معاشرے کے ان دو بدترین جرائم زنا اور قذف کو بیان کرتے ہیں۔

الف۔ حَدِّ زنا

بدترین جرم :

اسلام میں زنا کو گناہ کبیرہ اور جرم عظیم قرار دیا گیا ہے چنانچہ سورت الفرقان میں عباد الرحمٰن کی ایک خوبی وَلَا یَزْنُوْنَ یعنی وہ زنا نہیں کرتے۔ بیان کی گئی ہے۔ نیز ارشاد الٰہی ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّسَآءَ سَبِیْلًا (الاسراء : ۳۲)

ترجمہ : اور زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو کیونکہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بہت بری راہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے متعدد احادیث میں زنا کی برائی اور اس جرم کی قباحت مروی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ "زنا سے تنگدستی پھیلتی ہے۔"

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ "جس وقت کوئی شخص زنا کرتا ہے اس کا ایمان اس کے قلب سے نکل کر سائبان کی طرح اوپر اٹھ جاتا ہے اور بعد (توبہ) واپس آتا ہے۔"

اسلام نے زنا کی سخت سزا رکھی ہے تاکہ بنی نوع انسان کو خاندانی نظام کی پامالی، عورت کی بے عزتی، نسب کے ضیاع، مال کے اور جان کی ہلاکت اور بدامنی اور انتشار سے محفوظ رکھ سکے۔

اسلام زناکار سے ہمدردی کرنے کی بجائے پر بے گناہ افراد معاشرہ سے ہمدردانہ رویہ اختیار کرنے کو ترجیح دیتا ہے اور زنا کے مجرم کے بارے میں کہتا ہے۔

وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ (النور : ۲)

ترجمہ : اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تم اختیار نہ کرو۔

اسلام خطاکار اور مجرم سے بھی ہمدردی برتتا ہے اور کسی بھی نظریہ حیات میں انسان کے لئے وہ امن و سلامتی اور شفقت و رحمت میسر آ ہی نہیں سکتی جو اسلام نے انسان کے لئے عطا کی ہے۔ لیکن اسلام مجرم سے ہمدردی کا اظہار وہاں کرتا ہے جہاں فی الواقع اس کا موقع ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم سرکار دو عالم ﷺ کے صرف دو ارشادات تحریر کرتے ہیں۔ جن سے اسلام کے

Scanned with CamScanner

قانون حدود کی پوری روح سامنے آجاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ :

اِدْرَؤُا الْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ

شبہات کی موجودگی میں حدود ساقط کردو۔

اور اگر مجرم کی چھوٹ کا کوئی راستہ ہو تو اس کو اختیار کرو کہ امام کا غلطی سے معاف کر دینا اس سے بہتر ہے، کہ وہ غلطی سے سزا دے دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :

"اے لوگو! جو شخص ان بری باتوں میں سے کسی بری بات کا چھپا کر ارتکاب کرے اور اللہ اس پر پردہ ڈال دے تو وہ اللہ کے پردے میں ہے اور جس نے ارتکاب گناہ کے بعد اپنے گناہ کو ظاہر کر دیا تو اس پر ہم اللہ کی مقرر کردہ حد جاری کریں گے۔"

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میری امت میں اس وقت تک خیر باقی رہے گی جب تک ان میں ولد الزنا نہیں ہوں گے۔ اور جب ان میں ولد الزنا کی کثرت ہو جائے تو قریب ہے کہ عذاب الٰہی انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے۔

غرض جرم زنا انسانی معاشرے کا سب سے بدترین جرم ہے۔ اور زنا انسان کی معاشرت، تہذیب اور اخلاق پر زیادتی ہے۔ اس کے خاندان، نظام زندگی اور خود انسانیت کے خلاف جرم ہے۔ اس فعل کا اخلاقاً "برا ہونا یا مذہباً "برا ہونا" یا معاشرتی حیثیت سے برا ہونا اور خاندانی اعتبار سے معیوب ہونا ایک ایسی چیز ہے جس پر قدیم زمانے سے آج تک تمام انسانی معاشرے متفق رہے ہیں۔

اسلام میں زنا کا سدباب :

۱۔ نفس کی اصلاح :

اسلام جرم زنا کی روک تھام کے لئے سب سے پہلے آدمی کے نفس کی اصلاح کرتا ہے اس کے اندر کی دنیا میں تبدیلیاں لاتا ہے کہ باہر کی دنیا انسان کی اسی داخلی دنیا کا عکس ہے اس کے دل میں خدائے جبار اور قہار کا خوف پیدا کرتا ہے۔ اس کے نفس میں خوف آخرت ابھارتا ہے اور قانون الٰہی کی اطاعت کا جذبہ پروان چڑھاتا ہے۔ یہی خوف خدا اور عذاب آخرت کا احساس شدید حضرت ماعزؓ کو دربار رسالت میں کشاں کشاں لے کر آتا ہے اور ان کے دل کی پکار ان کی زبان پر آجاتی ہے۔

طَهِّرْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰه

اے اللہ کے رسول! مجھے اس گناہ سے پاک فرمائیے۔

۲۔ قانونی تدابیر :

اس کے بعد اسلام افراد معاشرہ کے لئے نکاح کی ممکنہ سہولتیں فراہم کرتا ہے غض بصر کا حکم دیتا ہے تبرج جاہلیت یعنی جاہلی بناؤ سنگھار اور جسم کی غیر اخلاقی نمائش سے منع کرتا ہے اور لوگوں میں سنجیدگی، وقار اور خشیت الٰہی پیدا کرتا ہے ان تمام عوامل کا سدباب کردیتا ہے جو زنا کی جانب لے جانے والے ہیں۔

ان تدابیر کے بعد بھی اگر اسلامی معاشرہ میں جرم زنا سرزد ہو جائے تو اسلام اس کی سخت سزا متعین کرتا ہے۔

کیونکہ زنا ایک جرم عظیم اور بہت سے جرائم کا مجموعہ ہے۔ پھر اسلام عصمت و عفت کو سب سے قیمتی متاع قرار دیتا ہے اور اس کی حفاظت ہر شے پر مقدم رکھتا ہے۔

اسلام میں حد زنا کا تدریجی حکم

پہلا حکم، گھر میں قید :

زنا کو ایک قابل سزا جرم ۳ ھ میں قرار دیا گیا مگر اس وقت اس کی حیثیت ایک خاندانی جرم کی رکھی گئی کہ اہل خاندان اور قبیلہ چار گواہوں کی گواہی پر دونوں مرتکب زنا مرد و عورت کو ماریں اور عورت کو گھر میں قید کر دیا جائے۔ اس حکم کے ساتھ وضاحت بھی کر دی گئی کہ یہ حکم وقتی ہے اور اصل قانون اس کے بعد عنقریب جاری ہونے والا ہے۔ یہ اولین حکم ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ط
.... اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (النساء : ۱۶-۱۵)

تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو۔ اگر وہ گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں بند کر کے رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ نکال دے اور تم میں سے جو اس فعل کا ارتکاب کریں ان دونوں کو سزا دو، پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو انہیں چھوڑ دو کہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

Scanned with CamScanner

دوسرا حکم: سو کوڑے

بعد ازاں وہ حکم نازل ہوا جو سورہ نور کی آیت ۲ میں مذکور ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور: ۲)

زناکار عورت اور زناکار مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

اس آیت میں زنا کی جو سزا بیان ہوئی ہے وہ دراصل محض زنا کی سزا ہے اور زنا بعد احصان (شادی شدہ ہونے کے بعد زنا) کی سزا نہیں ہے جو اسلامی قانون کی نگاہ میں ایک سخت تر جرم ہے اور اس کی سزا سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔

غیر شادی شدہ:

غیر شادی شدہ کے زنا کی سزا سورہ نور کی آیت کے مطابق سو کوڑے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا سو کوڑوں (جلد) کی سزا کے ساتھ ایک سال کی جلاوطنی کی سزا جو کہ حدیث میں بیان ہوئی ہے بھی دی جائے امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ جلاوطنی (تغریب عام) کی سزا تعزیر ہے اور امام کی رائے پر موقوف ہے۔ مالکی فقہا کہتے ہیں کہ غیر محصن زانی مرد کو لازما" جلاوطنی کی بھی سزا دی جائے گی۔ حنبلی اور شافعی فقہا کے نزدیک بھی لازما" جلاوطنی کی سزا دی جائے گی۔

احصان کا مفہوم:

احصان سے مراد اخلاقی قلعہ بندی ہے اور اس کی تکمیل (علاوہ عقل و بلوغ) کے تین حصاروں پر ہوتی ہے اولین حصار یہ ہے کہ آدمی خدا پر ایمان رکھتا ہو۔ آخرت کی جوابدہی کا قائل ہو اور شریعت کا پابند ہو۔ دوسرا حصار یہ ہے کہ وہ معاشرے کا آزاد فرد ہو۔ تیسرا حصار یہ ہے کہ اس کا نکاح ہو چکا ہو اور اسے تسکین نفس کا جائز ذریعہ حاصل ہو۔ یہ تینوں حصار جب پائے جاتے ہیں تب قلعہ بندی مکمل ہوتی ہے اور تب ہی وہ شخص جاطور پر سنگساری کا مستحق قرار پا سکتا ہے جس نے ناجائز شہوت رانی کی خاطر تینوں حصار توڑ ڈالے۔

غرض احصان کی درج ذیل پانچ شرائط پر فقہاء کا اتفاق ہے۔

۱۔ اسلام
۲۔ آزادی
۳۔ بلوغ
۴۔ عقل

۵۔ محصن عورت سے فطری تعلق کا جائز طور پر قیام

اسلام کی شرط کے بارے میں فقہا کے مابین اختلاف ہے امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام احمد اسلام کو احصان کی شرط تسلیم نہیں کرتے اور ان کے نزدیک مسلم ریاست کے غیر مسلم افراد (ذمیوں) پر بھی بحالت احصان زنا کے ارتکاب پر رجم کی سزا جاری ہو گی۔

آخری حکم محصن کی سزا:

اسلامی شریعت نے زنا کی دو سزائیں بیان کی ہیں۔ ۱۔ غیر محصن (غیر شادی شدہ) زانی کی سزا سو درے ۲۔ محصن یعنی شادی شدہ کی سزا رجم ہے۔

سو دروں کی سزا قرآن کریم میں سور نور میں بیان ہوئی ہے اور رجم کی سزا قرآن و سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہودی زنا کا ایک مقدمہ لے کر آئے۔ آپ نے اس کے رجم کا فیصلہ دیا۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب سے مروی ہے۔

کہ رسول اللہ ﷺ ایک یہودی کے پاس سے گزرے جس کا منہ کالا کیا ہوا تھا۔ آپؐ نے یہودیوں کو بلا کر پوچھا کہ کیا تمہاری کتاب میں زانی کی حد یہی ہے۔ انہوں کہا جی ہاں۔ آپؐ نے ان کے ایک عالم کو بلایا اور فرمایا میں تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی۔ کیا تمہاری کتاب میں زانی کی یہی حد ہے۔ اس نے کہا خدا نہیں اور اگر آپؐ نے مجھے قسم نہ دی ہوتی تو میں نہ بتاتا۔ ہماری کتاب میں زنا کی سزا رجم ہے۔ لیکن جب معززین میں زنا کی کثرت ہو گئی تو ہم نے معزز شخص کو چھوڑ دیتے اور عام شخص کو سزا دیتے۔ پھر ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ کوئی ایک ہی سزا معزز اور غیر معزز کو دی جائے تو ہم نے منہ کالا کر کے تازیانے لگانے کی سزا جاری کی اور سزاء رجم بالکل ترک کر دی۔" اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں نے سب سے پہلے تیرے حکم کو زندہ کیا جب کہ وہ ختم ہو چکا تھا۔ غرض آپؐ نے اس یہودی کے رجم کا حکم دیا اور وہ رجم کیا گیا۔

اس پر اللہ سبحانہ نے سورہ المائدہ کی آیات ۴۱ سے ۴۵ تک نازل فرمائیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی سورۃ المائدہ کی آیات (۴۱۔ ۴۵) میں یہودیوں کے اس واقعہ کا بیان ہوا اور اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم فرمایا گیا۔ اور آپ نے رجم کا حکم فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ رجم کی سزا اللہ کا حکم ہے۔

رجم کی سزا کے بارے میں ایسی احادیث کثیر تعداد میں مروی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے زانی محصن کی سزا رجم بیان فرمائی ہے۔ اور کئی مرتبہ آپؐ نے یہ سزا جاری فرمائی۔ ان واقعات میں رجم کی سزا دی گئی۔ حضرت ماعز اسلمی اور خامدیہ عورت کے واقعات زیادہ مشہور ہیں چنانچہ ہم حضرت ماعز اسلمی کا واقعہ ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص ماعز اسلمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس نے آپ سے مخاطب ہو کر عرض کی یا رسول اللہؐ میں نے زنا کیا ہے۔ آپؐ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وہ گھوم کر دوسری جانب آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہؐ میں نے زنا کیا۔ آپؐ نے پھر منہ پھیر لیا۔ وہ گھوم کر تیسری جانب آیا اور پھر یہی بات کہی۔ آپؐ نے چوتھی مرتبہ رخ پھیر لیا۔ جب اس نے چار مرتبہ اپنے اوپر گواہی دے لی تو آپؐ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ تم مجنوں ہو۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا اسے لے جاؤ اور رجم کردو۔ وہ شادی شدہ تھا۔

امام زہری بیان کرتے ہیں کہ مجھے جابر سے سننے والے راوی نے خبر دی کہ انہوں نے کہا کہ میں رجم کرنے والوں میں موجود تھا۔ اور ہم نے اسے مدینہ میں رجم کیا۔

ثبوت جرم زنا :

اسلام میں جرم زنا کی سزا سخت ہے اس لئے شرائط ثبوت بھی سخت رکھی گئی ہیں چنانچہ جرم زنا کے ثبوت کے تین طریقے ہیں یعنی شہادت، اقرار اور حمل

ا۔ شہادت :

جہاں تک شہادت کا تعلق ہے اس میں حسب ذیل شرائط کا پورا ہونا لازم ہے۔

ا۔ قرآن کریم کی وضاحت کے مطابق چار چشم دید گواہ ہوں۔

۲۔ گواہ ایسے لوگ ہونے چاہیے جو اسلامی قانون شہادت کی رو سے قابل اعتماد ہوں۔ یہ کہ وہ پہلے کسی مقدمے میں جھوٹے ثابت نہ ہو چکے ہوں۔ خائن نہ ہوں، پہلے کے سزا یافتہ نہ ہوں، ملزم سے ان کی دشمنی نہ ہو، وغیرہ۔ بہر حال ناقابل اعتماد شہادت کی بنا پر نہ تو کسی کو رجم کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی کی پیٹھ پر کوڑے برسائے جاسکتے ہیں۔

۳۔ گواہوں کو اس بات کی شہادت دینی چاہیے کہ انہوں نے ملزم اور ملزمہ کو عین حالت مباشرت میں دیکھا ہے۔ گواہوں کو اس امر میں متفق ہونا چاہیے کہ انہوں نے کب، کہاں کس کو کس سے زنا کرتے دیکھا ہے۔ ان بنیادی امور میں اختلاف ان کی شہادت کو ختم کر دیتا ہے۔

۲۔ اقرار :

جرم زنا کے ثبوت کا دوسرا طریقہ مجرم کا اقرار ہے۔

یہ اقرار صاف اور صریح الفاظ میں فعل زنا کے ارتکاب کا ہونا چاہیے یعنی اسے یہ

اعتراف کرنا چاہیے کہ اس نے ایک ایسی عورت سے جو اس کے لئے حرام تھی یہ فعل کیا ہے اور عدالت کو پوری طرح یہ اطمینان کر لینا چاہیے کہ مجرم کسی خارجی دباؤ کے بغیر حالت ہوش و حواس یہ اقرار کر رہا پھر ایسی صورت میں جب مجرم کے اپنے ہی اقرار پر فیصلہ کیا گیا ہو۔ اگر عین سزا کے دوران میں بھی مجرم اپنے اقرار سے پھر جائے تو سزا کو روک دینا چاہیے۔

چار بار اقرار کی شرط :

حد زنا کے اثبات کے لئے ضروری ہے کہ مجرم چار مرتبہ اقرار کرے۔ چار بار اقرار کرنے کی شرط احناف کے مسلک میں ہے جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک چار بار اقرار کرنا شرط نہیں ہے۔ اور صرف ایک بار کا اقرار ہی کافی ہے۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ شریعت میں اقرار کو دلیل کی حیثیت اس لئے حاصل ہے کہ اس میں جھوٹ کے بجائے سچائی کی طرف رجحان پایا جاتا ہے۔ اسی لیے کسی حد کے اثبات کے لئے تکرار کی شرط نہیں کیونکہ حدود کے ضمن میں تکرار شک کا موجب بنتا ہے۔

حمل سے ثبوت :

حضرت عمرؓ کی رائے یہ ہے کہ غیر شادی شدہ عورت کا حمل بھی زنا کا کافی ثبوت ہے اسی رائے کو مالکی مسلک کے فقہا نے اختیار کیا ہے۔ مگر جمہور فقہا کا مسلک ہے کہ محض حمل اتنا مضبوط قرینہ نہیں ہے کہ اس کی بنیاد پر کسی کو رجم کر دیا جائے یا کسی کی پیٹھ پر سو کوڑے برسا دیئے جائیں۔ اتنی بڑی سزا کے لئے ناگزیر ہے کہ یا تو شہادت موجود ہو یا پھر اقرار۔ اسلامی قانون کی بنیادی اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ ہمیشہ سزا دینے کے لئے نہیں بلکہ معاف کرنے کے لئے محرک ہونا چاہیے۔

ارشاد نبویؐ ہے۔

تَعَافُوا الْحُدُودَ فِيمَا بَيْنَكُمْ فَمَا بَلَغَنِي مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ

ترجمہ : حدود کو آپس میں ہی معاف کر دو۔ مگر جس حد کا معاملہ میرے پاس پہنچ گیا پھر وہ واجب ہو گئی۔

الغرض اسلامی شریعت میں زنا بدترین جرم ہے جو کسی صورت میں قابل معافی اور قابل مصالحت نہیں۔ پھر اسلام اصلاح نفس کے ذریعے انسان کا کردار اس قدر بلند کر دیتا ہے کہ آنحضورؐ کے زمانے میں جب لوگ زنا کا گناہ کرنے کے بعد خود آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اصرار کرتے کہ دنیا میں ہی ان کے جرم کی سزا انہیں دے دی جائے تاکہ وہ آخرت کی سزا

Scanned with CamScanner

سے بچ جائیں۔

اہل مغرب 'یورپ اور امریکہ اسلام دشمنی اور تعصب میں بغیر کسی دلیل کے اسلام کی ان سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیتے ہیں اور اس کے خلاف بلا جواز پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں اور انسانی حقوق کی نام نہاد علمی انجمنیں شور مچاتی ہیں پھر ان سے متاثر ہو کر ہمارے ہاں مغرب زدہ سیکولر طبقہ بھی اہل مغرب کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے۔ انہیں بدکاروں، زناکاروں، مجرموں اور قانون شکنوں سے تو ہمدردی ہے جو عورتوں کی آبروریزی کرتے ہیں پر امن شہریوں کے جان و مال پر دست درازی کرتے ہیں۔ لیکن انہیں عفت مآب خواتین اور پر امن شہریوں سے کوئی ہمدردی نہیں۔ ان کے حقوق، جان و مال اور عزت کی پامالی انہیں نظر نہیں آتی۔ انہیں اسلامی حدود کے ثمرات و برکات کا اندازہ نہیں جس معاشرے اور ملک میں اسلامی سزائیں رائج ہیں مثلاً "سعودی عرب" میں وہاں امن و امان کی صورت حال مثالی ہے اور جرائم کی شرح قلیل بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کے برعکس یورپ اور امریکہ میں جہاں ان سزاؤں کا مذاق اڑایا جاتا ہے وہاں جرائم کی شرح دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ ہمارے صادق و مصدق پیارے نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے۔

"اللہ کے شہروں کے اندر حدود اللہ میں سے کسی حد کا قائم کرنا چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے۔" (ابن ماجہ)

گویا اسلامی سزاؤں کا نفاذ باران رحمت سے زیادہ نفع مند ہے۔

ب - حد قذف

تعریف:

قذف اسلامی شریعت میں کسی پاک باز مرد یا پاک باز عورت پر زنا کی تہمت لگانے یا کسی صحیح النسب شخص کے نسب کے انکار کو کہتے ہیں۔

شرعی حیثیت:

کسی پاکباز پر زنا کی تہمت لگانا یا کسی صحیح النسب شخص کے نسب کا انکار کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَٰتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (النور: ۲۳)

ترجمہ: یقیناً جو لوگ ایسی عورتوں پر جو پاک دامن، برے کاموں سے بے خبر اور ایمان دار ہیں۔

بدکاری کا الزام لگاتے ہیں تو ایسے لوگوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کو اس دن بڑا سخت عذاب ہوگا۔

حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔

اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوا وَمَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَأَكْلُ الرِّبَا وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ وَالْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ

ترجمہ: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے پرہیز کرو۔ صحابہؓ کرام نے دریافت کیا وہ کونسی ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، قابل احترام جان کو (ناحق) مار ڈالنا، سود کھانا، یتیم کا مال (ناحق) کھانا، جہاد کے دن میدان چھوڑ کر بھاگ جانا اور پاک دامن ایمان دار اور برے کاموں سے بے خبر عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگانا۔

قذف کی سزا:

قذف کی سزا قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے۔ ارشاد ہے۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

ترجمہ: اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ اپنے دعوے پر نہ لا سکیں تو ایسے لوگوں کو اسی کوڑے مارو اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہ لوگ فاسق ہیں۔ (النور: ۴)

قاذف کی ایک اور سزا یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے اس کی گواہی ناقابل قبول قرار دے دی جاتی ہے اس لئے کہ اس نے اپنی کذب بیانی سے نہ صرف یہ کہ ایک پاک دامن عورت یا پاک باز مرد کی عفت کو بٹہ لگانے کی کوششیں کی بلکہ درحقیقت اسنے ایک بہت بڑے فتنے کا دروازہ کھولا۔ اور پورے ایک کنبے کو تباہی کے بھیانک غار میں دھکیلنے کی کوشش کی۔ لہذا ضروری ہوا کہ ایسا شخص ہمیشہ کے لئے سوسائٹی میں ناقابل اعتبار قرار دے دیا جائے۔ کوڑوں اور شہادت کے رد ہونے کی، دونوں سزاؤں کو اس لئے جمع کیا گیا تا کہ قاذف کو جسمانی اور روحانی دونوں اعتبار سے تکلیف اور نقصان پہنچایا جائے۔

Scanned with CamScanner

مذکورہ بالا دونوں سزاؤں میں اسی کوڑوں کی سزا اصلی ہے۔ اور عدم قبول شہادت کی سزا اور شہادت کے ہمیشہ کے لئے رد ہونے کے بارے میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ "اگر قاذف صدق دل سے توبہ کر لے تو بھی اس کی شہادت قبول نہیں کی جا سکتی۔"

شرائط :

کسی فعل قذف کے ملزم ہونے کے لئے صرف یہ بات کافی نہیں ہے کہ کسی نے کسی پر بدکاری کا بلا ثبوت الزام لگایا ہے بلکہ اس کے لئے کچھ شرطیں ہیں۔ قاذف (الزام لگانے والے ہیں اور کچھ مقذوف (الزام کے ہدف بنائے جانے والے) ہیں اور کچھ خود فعل قذف میں پائی جانی ضروری ہیں۔

قاذف میں جو شرطیں پائی جاتی ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ وہ بالغ ہو، بچہ اگر قذف کا مرتکب ہو تو اسے سزا دی جا سکتی ہے مگر اس پر حد جاری نہیں کی جا سکتی۔

۲۔ وہ عاقل ہو، مجنوں پر حد قذف جاری نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح حرام نشے کے سوا کسی دوسرے نوعیت کے نشے کی حالت میں مثلاً "کلوروفارم کے زیر اثر الزام لگانے والے کو بھی مجرم نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔

۳۔ اس نے اپنے آزادارادے سے یہ حرکت کی ہو، کسی کے جبر سے قذف کا ارتکاب کرنے والا مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۴۔ مقذوف کا اپنا باپ یا دادا نہ ہو، کیونکہ ان پر حد قذف جاری نہیں کی جا سکتی۔ ان کے علاوہ حنفیہ کے نزدیک ایک پانچویں شرط یہ بھی ہے کہ وہ ناطق ہو۔ گونگا اشاروں سے الزام لگائے تو وہ حد قذف کا مستوجب نہ ہو گا لیکن امام شافعیؒ کو اس سے اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر گونگے کا اشارہ بالکل صاف اور صریح ہو جسے دیکھ کر ہر شخص سمجھ لے کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے تو وہ قاذف ہے کیونکہ اس کا اشارہ ایک شخص کو بدنام اور رسوا کر دینے میں زبانی تہمت سے کسی طرح کم نہیں۔

مقذوف میں جو شرطیں پائی جانی چاہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ یہ کہ وہ عاقل ہو یعنی اس پر حالت عقل زنا کرنے کا الزام لگایا گیا ہو۔ مجنوں پر (خواہ وہ بعد میں عاقل ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو) الزام لگانے والا نہ حد قذف کا مستحق ہوتا ہے نہ اس کی عزت پر حرف آتا ہے لہذا اس پر الزام لگانے والا بھی حد قذف کا مستحق نہیں۔ لیکن امام مالکؒ کہتے ہیں کہ مجنوں کا قاذف حد کا مستحق ہے کیونکہ بہر حال وہ ایک بے ثبوت

الزام لگا رہا ہے۔

۲۔ وہ بالغ ہو یعنی اس پر حالت بلوغ زنا کے ارتکاب کا الزام لگایا گیا ہو، بچے پر الزام لگانا یا جوان پر اس امر کا الزام لگانا کہ بچپن میں اس فعل کا مرتکب ہوا تھا۔ حد قذف کا موجب نہیں ہے کیونکہ مجنوں کی طرح بچہ بھی اپنی عصمت کے تحفظ کا اہتمام نہیں کر سکتا۔ نہ اس پر حد زنا واجب ہے۔ اور نہ اس کی عزت مجروح ہوتی ہے۔

۳۔ وہ مسلمان ہو یعنی اس پر حالت اسلام زنا کرنے کا الزام لگایا گیا ہو۔ کافر پر الزام یا مسلم پر یہ الزام کہ وہ بحالت کفر اس فعل کا مرتکب ہوا تھا موجب حد نہیں ہے۔

۴۔ وہ عفیف ہو یعنی اسکا دامن زنا اور شبہ زنا سے پاک ہو، زنا سے پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر پہلے کبھی جرم زنا ثابت نہ ہو چکا ہو۔ شبہ زنا سے پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نکاح فاسد یا خفیہ نکاح یا شبہ نکاح میں مباشرت نہ کر چکا ہو، نہ اس کے حالات زندگی ایسے ہوں کہ جن میں اس پر بد چلنی کا الزام چسپاں ہو سکتا ہو اور نہ زنا سے کم تر درجہ کی بد اخلاقیوں کا الزام اس پر پہلے کبھی ثابت ہو چکا ہو۔ کیونکہ ان سب صورتوں میں اس کی عفت مجروح ہو جاتی ہے۔

ان چاروں صورتوں میں مجنوں، یا بچے کا یا کافر یا غلام یا غیر مکلف آدمی پر بلا ثبوت الزام زنا لگا دینے والا سزا کا مستحق ہو گا۔

جرم قذف کے اثبات کے لئے مدعی کا دعوی ضروری ہے یا نہیں ؟

اس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ ابن ابی لیلی کہتے ہیں کہ یہ حق اللہ ہے اس لئے قاذف پر بہر حال حد جاری کی جائے گی خواہ مقذوف مطالبہ کرے یا نہ کرے۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ اس معنی میں تو حق اللہ ضرور ہے کہ جب جرم ثابت ہو جائے تو حد جاری کرنا واجب ہے۔ لیکن اس پر مقدمہ چلانا مقذوف کے مطالبے پر موقوف ہے اور اس لحاظ سے یہ حق آدمی ہے۔ یہی رائے امام شافعی اور امام اوزاعیؒ کی بھی ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے اگر حاکم کے سامنے قذف کا ارتکاب کیا جائے تو یہ جرم قابل دست اندازی سرکار ہے۔ ورنہ اس پر کاروائی کرنا مقذوف کے مطالبے پر منحصر ہے۔

جرم قذف قابل راضی نامہ (Compoundable) نہیں ہے۔ مقذوف عدالت میں دعوی لے کر نہ آئے تو یہ دوسری بات ہے لیکن عدالت میں معاملہ آجانے کے بعد قاذف کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنا الزام ثابت کرے۔ اور ثابت نہ ہونے کی صورت میں اس پر حد جاری کی جائے گی۔ نہ عدالت اس کو معاف کر سکتی ہے۔ اور نہ خود مقذوف نہ کسی مالی تاوان پر معاملہ ختم ہو

Scanned with CamScanner

سکتا ہے نہ توبہ کر کے یا معافی مانگ کر وہ سزا سے بچ سکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہلے گزر چکا ہے۔

تَعَافُوا الْحُدُوْدَ فِيمَا بَيْنَكُمْ فَمَا بَلَغَنِى مِنْ حَدٍ فَقَد وَجَبَ

ترجمہ: حدود کو آپس میں ہی معاف کر دو۔ مگر جس حد کا معاملہ میرے پاس پہنچ گیا پھر وہ واجب ہو گئی۔

حنفیہ کے نزدیک حد قذف کا مطالبہ یا تو خود مقذوف کر سکتا ہے یا پھر وہ جس کے نسب پر اس سے حرف آتا ہو اور مطالبہ کرنے کے لئے خود مقذوف موجود نہ ہو مثلاً "باپ، ماں، اولاد اور اولاد کی اولاد، مگر امام مالک اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ حق قابل توریث ہے۔ مقذوف مر جائے تو اس کا ہر شرعی وارث حد کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

یہ بات ثابت ہو جانے کے بعد کہ ایک شخص نے قذف کا ارتکاب کیا ہے جو چیز اسے حد سے بچا سکتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ وہ چار گواہ ایسے لائے جو عدالت میں یہ شہادت دیں کہ انہوں نے مقذوف کو فلاں مرد یا عورت کے ساتھ بالفعل زنا کرتے دیکھا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک یہ چاروں گواہ بیک وقت عدالت میں آنے چاہئیں اور انہیں بیک وقت شہادت دینی چاہیے۔

اس سلسلے میں امام شافعی کی رائے زیادہ موزوں معلوم ہوتی ہے کہ گواہوں کو بیک وقت آنے اور یکے بعد دیگر آنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ دوسرے مقدمات کی طرح گواہ ایک کے بعد ایک آئے اور شہادت دے۔ حنفی فقہا کے نزدیک ان لوگوں کو عادل ہونا ضروری نہیں۔ اگر قاذف چار فاسق گواہ بھی لے آئے تو وہ حد قذف سے بچ جائے گا۔ اور ساتھ ہی مقذوف بھی حد زنا سے محفوظ رہے گا۔ مگر امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ قاذف اگر فاسق گواہ پیش کرے تو وہ اور اس کے گواہ سب حد کے مستحق ہوں گے۔

لعان

مفہوم:

لعان "لاعن" کا مصدر ہے اور یہ "لعن" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں لعنت کرنا، دور کرنا، نیز ملاعنت یعنی ایک دوسرے کو لعنت کرنا بھی یہی مفہوم رکھتا ہے۔ فقہی اصطلاح میں زوجین میں سے ہر ایک کی جانب قسم کے ساتھ اللہ کی لعنت اور غضب الٰہی کی شہادت دینا لعان کہلاتا ہے۔

قرآنی حکم:

قرآن مجید میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (النور: ٦-٨)

ترجمہ: جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کا الزام لگاتے ہیں اور اس بات پر ان کے علاوہ دوسرے گواہ بھی نہیں تو الزام لگانے والے کی شہادت یہی ہے کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر کہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت پس یہ داغ عورت کے دامن سے اسی وقت دھل سکتا ہے جب وہ بھی چار بار قسم کھا کر کہے کہ یہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہ اگر مرد الزام لگانے میں سچا ہو تو مجھ پر خدا کا قہر عذاب نازل ہو۔"

شان نزول:

سورہ نور کی ان آیات کے شان نزول پر مفسرین متعدد واقعات کا ذکر کرتے ہیں ہم ان سے دو مشہور واقعات بیان کرتے ہیں جس سے لعان کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

ا۔ ہلال بن امیہ کا واقعہ:

ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ہلال بن امیہ نے آکر اپنی بیوی کا معاملہ پیش کیا جس میں اس کو (بیوی کو) بچشم خود ملوث دیکھا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثبوت لاؤ ورنہ تم پر حد قذف جاری ہو گی۔ ہلال نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو نبیؐ بنا کر بھیجا میں بالکل صحیح واقع پیش کر رہا ہوں جسے میری آنکھوں نے دیکھا ہے مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ ایسا حکم نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ بچائے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت کے نزول کے بعد ہلال اور ان کی بیوی عدالت نبویؐ میں شہادتوں کے لئے حاضر کیے گئے۔ حضورؐ نے پہلے اللہ کا حکم سنایا پھر فرمایا" خوب سمجھ لو کہ آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے زیادہ سخت چیز ہے۔" ہلال نے کہا۔ "میں نے اس پر بالکل صحیح الزام لگایا ہے عورت نے کہا یہ بالکل جھوٹ ہے چنانچہ ان دونوں کو ملاعنت کروائی گئی پہلے ہلال آئے اور حکم قرآن کے

Scanned with CamScanner

مطابق قسمیں کھانا شروع کیں اس دوران نبی فرمانے لگے کہ اللہ کو معلوم ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے پھر تم میں سے کوئی توبہ کرے گا؟ پانچویں قسم سے پہلے حاضرین نے ہلال سے کہا خدا سے ڈرو دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے ہلکا ہے یہ پانچویں قسم پر عذاب واجب کر دے گی ہلال نے کہا جس خدا نے میری پیٹھ بچائی ہے وہ آخرت میں بھی مجھے عذاب نہ دے گا۔ یہ کہہ کر انہوں نے پانچویں قسم کھائی۔ پھر عورت اٹھی اس نے بھی قسمیں کھائیں۔ پانچویں قسم سے پہلے اسے روکا گیا۔ "کہ خدا سے ڈرو آخرت کے عذاب سے دنیا کا عذاب آسان ہے یہ آخری قسم تم پر عذاب واجب کر دے گی۔ لیکن اس نے پانچویں قسم کھالی اس کے بعد نبیؐ نے دونوں میں تفریق کروادی اور فیصلہ فرمایا کہ اس کا بچہ جو اس وقت پیٹ میں تھا ماں کی طرف منسوب ہو گا باپ کا نہیں پکارا جائے گا۔"

عویمر عجلانی کا واقعہ :

لعان کا وجوب عویمر عجلانی کی روایت کردہ اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عویمر نے عرض کیا "یارسول اللہ! آپ کیا فرماتے ہیں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی اور شخص کو دیکھے تو کیا کرے؟ کہ اگر وہ اسے قتل کر دے تو آپ اسے قتل کر دیں گے۔" اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا: "تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں قرآن نازل ہو چکا ہے۔ جاؤ اور جا کر اسے لے آؤ۔ بعد ازاں ہم نے لعان کیا اور اس کے بعد میں نے کہا یارسول اللہ!" اب اگر میں اس کو اپنے پاس رکھوں، تو گویا میں جھوٹا ہوں اور انہوں نے آپ کے حکم سے پہلے ہی تین طلاقیں دے دیں ان طلاقوں کو حضورؐ نے نافذ کر دیا اور ان کے درمیان جدائی کروادی۔

طریقہ لعان :

مذکورہ واقعات کے مطابق لعان کا طریقہ یہ ہے کہ شوہر چار قسمیں اللہ کے نام کی اس طرح کھائے کہ اس نے اپنی بیوی کو ارتکاب زنا کرتے دیکھا ہے پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ بعد ازاں بیوی اس کے برعکس چار مرتبہ گواہی دے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر میں جھوٹی ہوں تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔"

پاکستان آرڈیننس 1979ء کی دفعہ ۱۴ میں لعان کا طریقہ یوں بیان کیا گیا ہے۔

"جب کوئی خاوند کسی عدالت میں اپنی بیوی کے خلاف زنا کا الزام لگائے اور بیوی اسے درست نہ مانے تو اس پر مندرجہ ذیل طریقہ کار کا اطلاق ہو گا۔" یعنی یہ کہ

۱۔ خاوند عدالت کے روبرو حلف اٹھا کر کہے گا۔ "میں قادر مطلق اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں اپنی بیوی (بیوی کا نام) کے خلاف زنا کا الزام لگانے میں سچا ہوں۔" اور چار

دفعہ ایسی ہی قسم کھانے کے بعد کہے گا کہ "اگر میں اپنی بیوی (بیوی کا نام) کے خلاف زنا کا الزام لگانے میں جھوٹا ہون تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو۔"

۲۔ اور اس کے برعکس خاوند کے جواب میں بیوی عدالت کے روبرو حلف اٹھا کر کہے گی کہ "میں قادر مطلق کی قسم اٹھا کر کہتی ہوں کہ میرا شوہر میرے خلاف زنا کا الزام لگانے میں یقیناً جھوٹا ہے۔ اور چار دفعہ کہنے کے بعد کہے گی کہ "اگر وہ مجھ پر زنا کا الزام لگانے میں سچا ہے تو مجھ پر پروردگار کا غضب نازل ہو۔"

لعان کی شرائط :

۱۔ دونوں میاں بیوی عاقل و بالغ ہوں۔

۲۔ ان کی گواہی معتبر ہو۔

۳۔ عورت جرم سے انکار کرتی ہو۔

۴۔ الزام لگانے والا اس کا شوہر ہو جو پہلے الزام تراشی میں سزا نہ پا چکا ہو یا اس کا یہ مشغلہ نہ رہا ہو۔

۵۔ شوہر نے گواہ نہ پیش کیے ہوں۔

۶۔ دعویٰ اسلامی حکومت کے سامنے دائر کیا گیا ہو اگر ان سب باتوں میں سے کوئی بات نہ ہو گی تو لعان نہیں ہو گا۔

احکام و مسائل :

فقہی احکام میں سے بعض متفق علیہ ہیں اور بعض میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے۔ متفق علیہ احکام یہ ہیں۔

۱۔ عورت اور مرد دونوں کسی سزا کے مستحق نہیں رہتے۔

۲۔ مرد بچے کی نسب کا منکر ہو تو بچہ صرف ماں کا قرار پائے گا نہ باپ کی طرف منسوب ہو گا نہ اس سے میراث پائے گا۔

۳۔ ماں اس کی وارث ہو گی اور وہ ماں کا وارث ہو گا۔

۴۔ عورت کو زانیہ اور اس کے بچے کو ولد الزنا کہنے کا کسی کو حق نہ ہو گا۔ خواہ لعان کے وقت اس کے حالات ایسے ہی کیوں نہ ہوں کہ لوگوں کو اس کے زانیہ ہونے میں شک نہ رہے۔

۵۔ جو شخص لعان کے بعد اس پر یا اس کے بچے پر سابق الزام کا اعادہ کرے گا وہ حد کا مستحق ہو گا۔

Scanned with CamScanner

عورت اس مرد کے لئے حرام ہو جائے گی۔

اختلاف دو مسئلوں میں ہے ایک یہ کہ لعان کے بعد مرد و عورت کی علیحدگی کیسے ہوگی؟ دوسرا یہ کہ لعان کی بناء پر علیحدہ ہو جانے کے بعد کیا ان دونوں کا پھر مل جانا ممکن ہے پہلے مسئلہ میں امام شافعیؒ کہتے ہیں۔ "جب مرد لعان سے فارغ ہو جائے اسی وقت جدائی خود بخود واقع ہو جاتی ہے خواہ عورت جوابی لعان کرے یا نہ کرے۔" امام مالکؒ کہتے ہیں کہ "مرد و عورت جب دونوں لعان سے فارغ ہو تب فرقت واقع ہوتی ہے۔" اور امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں۔ "لعان سے فرقت خود واقع نہیں ہو جاتی بلکہ عدالت کے تصدیق کروانے سے ہوتی ہے۔" "اگر شوہر خود طلاق دے دے تو بہتر ورنہ حاکم عدالت ان کے درمیان تفریق کا اعلان کرے گا۔ دوسرے مسئلہ میں امام مالکؒ، ابو یوسفؒ اور احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ لعان سے جو زوجین جدا ہوئے ہوں وہ پھر ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے پر حرام ہو جاتے ہیں دوبارہ باہم وہ نکاح کرنا بھی چاہیں تو کسی حال میں نہیں کر سکتے۔ امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر شوہر اپنا جھوٹ تسلیم کرے اور حد قذف جاری ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

واقعہ افک

افک کے معنی بات کو الٹ دینا اور حقیقت کے خلاف کچھ سے کچھ بنا دینا ہے۔ اس مفہوم کے اعتبار سے یہ لفظ بدترین قسم کے جھوٹ، افتراء، اور بہتان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مدینہ کے منافقین نے جن کے رئیس عبداللہ بن ابی تھے ام المومنین حضرت عائشہؓ پر تہمت زنا کا فتنہ اٹھایا جس کے مقصد مسلمانوں کے اخلاقی تفوق کو ختم کرنا تھا۔ یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق شعبان ۶ ہجری کو پیش آیا۔ جس کی تفصیل سورت النور میں دی گئی ہے۔

"جو لوگ یہ بہتان (حضرت عائشہؓ پر) گھڑ لائے ہیں وہ تمہارے ہی اندر کا ایک ٹولہ (منافقین) ہیں۔ اس واقعے کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو بلکہ یہ بھی تمہارے لئے (نتیجہ کے لحاظ سے) خیر ہی ہے جس نے اس میں جتنا حصہ لیا اس نے اتنا ہی گناہ سمیٹا اور جس شخص نے اس کی ذمہ داری کا بڑا حصہ (عبداللہ بن ابی) اپنے سر لیا۔ اس کے لئے عذاب عظیم ہے۔ جس وقت تم لوگوں نے اسے سنا تھا اس وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان (افک مبین) ہے۔ وہ لوگ اپنے الزام کے ثبوت میں چار گواہ کیوں نہ لائے؟ اب کہ وہ گواہ نہیں لائے ہیں۔ اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اگر تم پر دنیا و آخرت میں اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے ان کی پاداش میں بڑا عذاب تمہیں آلیتا۔ (اس وقت تم بڑی غلطی کر رہے تھے) جبکہ تمہارے ایک زبان سے دوسری زبان اس جھوٹ

کو لیتی جا رہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہے جا رہے تھے جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہ تھا۔ تم اسے معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات تھی تم نے کیوں نہ اسے سنتے ہی کہہ دیا۔ "ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا۔ سبحان اللہ! یہ تو ایک بہتان عظیم ہے۔"

(النور: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۶)

واقعہ افک کی تفصیل احادیث اور روایات میں بیان کی گئی ہے چنانچہ اب ہم اس واقعہ کی تفصیل حضرت عائشہؓ کی زبان میں بیان کرتے ہیں آپؓ فرماتی ہیں کہ۔

"رسول اللہ ﷺ کا قاعدہ تھا کہ جب آپ سفر پر جانے لگتے تو قرعہ ڈال کر فیصلہ فرماتے کہ آپ کی بیویوں میں سے کون آپ کے ساتھ جائے۔ غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر قرعہ میرے نام نکلا اور میں آپ کے ساتھ گئی۔ واپسی پر جب ہم مدینے کے قریب تھے ایک منزل پر رات کے وقت رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ کیا۔ اور ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا کہ کوچ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ میں اٹھ کر رفع حاجت کے لئے گئی۔ اور جب پلٹنے لگی تو قیام گاہ کے قریب پہنچ کر مجھے محسوس ہوا کہ میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا ہے۔ میں اسے تلاش کرنے میں لگ گئی۔ اور اتنے میں قافلہ روانہ ہو گیا۔ قاعدہ یہ تھا کہ میں کوچ کے وقت اپنے ہودے میں بیٹھ جاتی تھی اور چار آدمی اسے اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے تھے۔ ہم عورتیں اس زمانے میں غذا کی کمی کے سبب سے بہت ہلکی پھلکی تھیں۔ میرا ہودہ اٹھاتے وقت لوگوں کو یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ میں اس میں نہیں ہوں۔ وہ بے خبری میں خالی ہودہ اونٹ پر رکھ کر روانہ ہو گئے۔ میں جب ہار لے کر پلٹی تو وہاں کوئی نہ تھا۔ آخر اپنی چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئی اور دل میں سوچ لیا کہ آگے جا کر جب یہ لوگ مجھے نہ پائیں گے تو خود ہی ڈھونڈتے ہوئے آجائیں گے۔ اسی حالت میں مجھ کو نیند آگئی۔ صبح کے وقت صفوان بن معطل سلمی اس جگہ سے گزرے جہاں میں سو رہی تھی اور مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے۔ کیونکہ پردے کا حکم آنے سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ یہ صاحب بدری صحابیوں میں سے تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ وہ قافلہ کے پیچھے رہیں اور قافلہ روانہ ہونے کے بعد گری پڑی کوئی چیز رہ گئی ہو تو اس کو اٹھا کر محفوظ کر لیں۔ وہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے مجھے دیکھ کر انہوں نے اونٹ روک لیا اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" رسول اللہ ﷺ کی بیوی یہیں رہ گئیں۔ اس آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اٹھ کر فوراً" اپنے منہ پر چادر ڈال لی۔ انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی۔ اپنا اونٹ میرے پاس بٹھا دیا۔ اور الگ ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ میں اونٹ پر سوار ہو گئی اور نکیل پکڑ کر روانہ ہو گئے۔ دوپہر کے قریب ہم نے لشکر کو جا لیا۔ جب کہ وہ ابھی ایک جگہ جا کر ٹھہرا ہی تھا اور لشکر والوں کو ابھی یہ پتہ نہ چلا تھا کہ میں پیچھے چھوٹ گئی ہوں۔ بہتان اٹھانے والوں نے بہتان اٹھا دیے اور ان میں سب سے پیش پیش عبداللہ ابن ابی تھا مگر

Scanned with CamScanner

میں اس سے بے خبر تھی کہ مجھ پر کیا باتیں بن رہی ہیں۔

مدینے پہنچ کر میں بیمار ہو گئی اور ایک مہینے کے قریب پلنگ پر پڑی رہی۔ شہر میں اس بہتان کی خبریں اڑ رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے کانوں تک بھی یہ بات پہنچ چکی تھی۔ مگر مجھے کچھ پتہ نہ تھا۔ البتہ جو چیز مجھے کھٹکتی تھی وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی وہ توجہ میری طرف نہ تھا جو بیماری کے زمانے میں ہوا کرتی تھی۔ آپ گھر میں آتے تو بس گھر والوں سے یہ پوچھ کر رہ جاتے **کیف تیکم** (کیسی ہیں یہ ؟) خود مجھ سے کوئی کلام نہ کرتے۔ اس سے مجھے شبہ ہو تا کہ کوئی بات ہے ضرور۔ آخر آپ سے اجازت لے کر میں اپنی ماں کے گھر چلی گئی تاکہ وہ میری تیمار داری اچھی طرح کر سکیں۔

ایک روز رات کے وقت حاجت کے لئے مدینے کے باہر گئی۔ اس وقت تک ہمارے گھروں میں بیت الخلا نہ تھے اور ہم لوگ جنگل ہی جایا کرتے تھے۔ میرے ساتھ مسطح بن اثاثہ کی ماں بھی تھیں جو میری والد کی خالہ زاد بہن تھی۔ راستے میں ان کو ٹھوکر لگی اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا "غارت ہو مسطح" میں نے کہا اچھی ماں ہو جو بیٹے کو کوستی ہو، انہوں نے کہا۔ "بیٹا کیا تجھے اس کی باتوں کی کچھ خبر نہیں ؟ پھر انہوں نے سارا قصہ سنایا کہ افتراپرداز لوگ میرے متعلق کیا باتیں اڑا رہے ہیں ؟ منافقین کے سوا خود مسلمانوں میں سے جو لوگ اس فتنہ میں شامل ہو گئے تھے ان میں مسطح' احسان بن ثابت، مشہور شاعر اسلام اور حمنہ بنت جحش، حضرت زینب کی بہن کا حصہ سب سے نمایاں تھا۔ یہ داستان سن کر میرا خون خشک ہو گیا۔ سیدھی گھر گئی اور رات بھر رو رو کر کاٹی۔"

آگے چل کر حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ "میرے پیچھے رسول اللہ ﷺ نے علیؓ اور اسامہؓ بن زید کو بلایا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ اسامہ نے میرے حق میں کلمہ خیر کہا۔ حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ خدمت گار لونڈی کو بلا کر حالات دریافت فرمائیں۔" چنانچہ خدمت گار کو بلایا گیا۔ اس نے کہا "اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے ان میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ بس اتنا عیب ہے کہ میں آٹا گوندھ کر کسی کام کو جاتی ہوں اور کہہ جاتی ہوں کہ بی بی ذرا آٹے کا خیال رکھنا مگر وہ سو جاتی ہیں اور بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے۔" اسی روز رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا۔ "مسلمانو! کون ہے جو اس شخص کے حملوں سے میری عزت بچائے جس نے میرے گھر والوں پر الزام لگا کر مجھے اذیت پہنچانے کی حد کر دی ہے۔ خدا کی میں نے نہ تو اپنی بیوی میں کوئی برائی دیکھی اور نہ اس شخص میں جس کے متعلق تہمت لگائی جاتی ہے۔ وہ تو کبھی میری غیر موجودگی میں میرے گھر آیا بھی نہیں۔

اس پر انصار کے قبیلہ اوس کے سردار نے کہا۔ یا رسول اللہ! آپ حکم دیں تو ہم اس شخص کی گردن اڑا دیں جس پر قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ اوس کے سردار سے الجھ پڑے اور مسجد

نبوی میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ آنحضور ﷺ نے دونوں قبیلوں کو ٹھنڈا کیا اور منبر سے اتر آئے۔

اس بہتان کی افواہیں کم و بیش ایک ماہ تک شہر میں اڑتی رہیں نبی پاک ﷺ سخت اذیت میں مبتلا رہے' آخر ایک دن حضورؐ تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھے۔ اس مدت میں آپ کبھی میرے پاس نہ بیٹھے تھے۔ حضرت ابو بکر اور ام رومان (حضرت عائشہؓ کی والدہ) نے محسوس کیا کہ آج کوئی فیصلہ کن بات ہونے والی ہے اس لئے وہ دونوں بھی پاس آکر بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "عائشہ مجھے! تمہارے متعلق یہ خبریں پہنچی ہیں۔ اگر تم بے گناہ ہو تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری براءت ظاہر فرما دے گا۔ اور اگر واقعی تم کسی گناہ میں مبتلا ہوئی ہو تو اللہ سے توبہ کرو اور معافی مانگو۔ یہ بات سن کر میرے آنسو خشک ہو گئے میں نے اپنے والد سے عرض کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی بات کا جواب دیں۔ انہوں نے فرمایا بیٹی، میری کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ کیا کہوں۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا آپ ہی کچھ کہیں۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں حیران ہوں کیا کہوں۔ اس پر میں بولی! آپ لوگوں کے کانوں میں ایک بات پڑ گئی ہے۔ اور دلوں میں بیٹھ چکی ہے۔ اب اگر میں کہوں میں کہ بے گناہ ہوں۔۔۔۔۔ اور اللہ گواہ ہے کہ میں بے گناہ ہوں۔۔۔ تو آپ لوگ نہ مانیں گے اور اگر خواہ مخواہ ایک ایسی بات کا اعتراف کروں جو میں نے نہیں کی۔۔۔۔ اور اللہ گواہ ہے کہ میں نے نہیں کی۔۔۔ تو آپ لوگ مان لیں گے۔ آخر میں نے کہا اس حالت میں میرے لئے اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ وہی بات کہوں جو حضرت یوسف کے والد نے کہی تھی کہ **فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ** یہ کہہ میں لیٹ گئی اور دوسری طرف کروٹ لے لی۔ میں اس وقت اپنے دل میں کہہ رہی تھی کہ اللہ میری بے گناہی سے واقف ہے اور وہ ضرور حقیقت کھول دے گا۔ اتنے میں یکایک حضورؐ پر وہ کیفیت طاری ہو گئی جو وحی نازل ہوتے وقت ہوا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ سخت جاڑے کے زمانے میں بھی موتی کی طرح آپ کے چہرے سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے۔ ہم سب خاموش ہو گئے۔ جب وہ کیفیت دور ہوئی تو حضورؐ بے حد خوش تھے۔ آپ نے ہنستے ہوئے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی کہ مبارک ہو عائشہؓ اللہ نے تمہاری براءت نازل فرما دی اور اس کے بعد حضورؐ نے دس آیتیں سنائیں۔ یعنی آیت نمبر ۱۱ تا ۲۱ تک) میری والدہ نے کہا کہ اٹھو اور رسول اللہ کا شکر ادا کرو میں نے کہا میں نہ ان کا شکریہ ادا کروں گی نہ آپ دونوں کا، بلکہ اللہ کا شکر کرتی ہوں جس نے میری براءت نازل فرمائی۔ آپ لوگوں نے تو اس بہتان کا انکار تک نہ کیا۔

واقعہ افک پر قرآنی تبصرہ اور اسباق

واقعہ افک سے متعدد اسباق و فوائد کی تعلیم ملتی ہے۔ قرآن مجید نے اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس واقعہ کو اپنے لیے شر نہ سمجھو۔ بلکہ یہ تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے۔

"بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ"

چنانچہ ہم چند خیر کے پہلو اور اسباق ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ اخلاقی برتری :

اسلام اور مسلمانوں کی دن بدن ترقی کی اصل وجہ مادی قوت نہیں تھی بلکہ مسلمانوں کی اخلاقی برتری تھی۔ جب دشمنان اسلام غزوہ خندق کے بعد بزور قوت اسلام کو ختم کرنے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے مسلمانوں کی اخلاقی برتری کو ختم کرنے کیلئے جھوٹ، کذب، بہتان تراشی کے پروپیگنڈہ کا ہتھیار استعمال کیا۔ واقعہ افک اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے حضرت عائشہؓ پر بہتان لگا کر بیک وقت کئی شکار کرنے کی کوشش کی۔ ایک طرف اسنے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ کی عزت پر حملہ کیا۔ تو دوسری طرف اس نے اسلامی تحریک کے بلند ترین اخلاقی معیار کو گرانے کی کوشش کی۔

تیسری طرف اس نے ایسی چنگاری پھینکی تھی کہ اگر اسلام اپنے پیروں کا کایا نہ پلٹ چکا ہوتا تو مہاجرین اور انصار آپس میں لڑ پڑتے۔ علاوہ ازیں آنحضور کا ایک اشارہ بہتان لگانے والوں کی گردنیں اڑانے کے لئے کافی تھا۔ اس موقع پر آنحضورؐ، ابو بکرؓ اور عام مسلمانوں نے انتہائی صبر و تحمل، اعلیٰ نظم وضبط اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا۔ اس طرح یہ واقعہ مسلمانوں کیلئے خیر اور بھلائی کا سبب بن گیا۔ اور ان کا اخلاقی وقار پہلے سے زیادہ بڑھ گیا۔

۲۔ افک مبین :

وقالوا هذا إفك مبين کہہ کر یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ایمان کا تقاضا یہ تھا کہ مسلمان اس خبر کو سن کر فوراً" کہہ دیتے کہ کھلا جھوٹ ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ ہر مسلمان مرد اور عورت کے ساتھ اچھا گمان رکھنا واجب ہے۔ جب تک ثبوت کے لئے شرعی دلیل نہ ہو۔ ورنہ اسے جھوٹ اور تہمت سمجھ کر رد کر دینا چاہیے۔ تہمت زنا کا معاملہ معمولی معاملہ نہیں۔ بلکہ بڑا سنگین ہے۔ اس بات کو زبان سے نکال کر کوئی شخص خیریت سے بیٹھا نہیں رہ سکتا۔ مسلم معاشرہ میں زنا یا تہمت زنا کوئی مشغلہ اور دل لگی نہیں۔

۳۔ توبہ کی قبولیت :

مخلص مومنین یعنی حسان بن ثابتؓ، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش جو غلطی سے اس تہمت میں شریک تھے۔ ان پر ۸۰ کوڑوں کی سزا جاری ہوئی۔ ان کو بتایا گیا کہ جو جرم تم سے سرزد ہوا وہ بڑا تھا۔ مگر اللہ کا معاملہ تم سے فضل و رحمت کا ہے۔ کہ سچی توبہ سے جرم معاف کر دیا گیا۔

۴۔ حضرت عائشہؓ کی فضیلت :

واقعہ افک سے حضرت عائشہؓ کو شدید صدمہ پہنچا تھا۔ اللہ نے قرآن کی دس آیات نازل فرما کر براءت کا اعلان کیا۔ جس نے حضرت عائشہؓ کی فضیلت کو بڑھا دیا۔ خود عائشہؓ فرماتی ہیں۔ مجھے یہ یقین تو تھا کہ اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی میری پاکدامنی حضورؐ پر ظاہر فرمادیں گے۔ مگر میں اس قابل خود کو نہ سمجھتی کہ میرے معاملے میں آسمان سے آیات نازل ہوں گی۔ جو روز قیامت تک پڑھی جائیں گی۔

۵۔ معاشرتی ضوابط و تمدنی احکام :

اس واقعہ کی وجہ سے مسلمانوں کو زنا قذف اور لعان کی تفصیلی احکام دیے گئے۔ قذف اور تہمت زنا کوئی تفریحی مشغلہ نہ رہا۔ بلکہ بدکاری بے حیائی اور فاشی کی تشہیر اسلام میں قانوناً "ممنوع قرار دے دی گئی۔ تہمت لگانے والوں کے لئے ۸۰ کوڑوں کی سزا رکھی گئی۔ اس طرح یہ واقعہ اسلام کے معاشرتی احکام اور تمدنی ضوابط کا موجب بنا۔ جس سے مسلم معاشرہ ہمیشہ کے لئے برائیوں کی پیداوار اور ان کی اشاعت سے محفوظ ہو گیا۔

ابلاغیات کا اسلامی تصور (اشاعت فحش کی ممانعت)

جدید دور میں ابلاغیات، ذرائع ابلاغ اور پریس کو ریاست کا چوتھا ستون کہا جاتا ہے۔ جو معاشرے کے بناؤ اور بگاڑ میں بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لہذا قوم کی تعمیر و ترقی، معاشرہ کی صلاح و فلاح اور حکمرانوں کے احتساب و تنقید کے لیے ابلاغیات کے مثبت رول کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

اسلامی تصور :

ابلاغیات کا اسلامی تصور بڑا مثبت، تعمیری اور اصلاحی ہے جس میں نیکی اور بھلائی کے فروغ اور برائی اور بے حیائی کے سدباب کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے۔

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ؕ

ترجمہ: اور تم میں سے ایک ایسی جماعت مستقل ہو جو لوگوں کو نیکی کا حکم دے، بھلائی کی دعوت دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

Scanned with CamScanner

فحش کی ممانعت :

سورت نور میں یہی بات وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ○

ترجمہ : جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش اور بے حیائی پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کا مستحق ہیں۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

یہی بات سورت اعراف آیت نمبر ۳۳ میں فرمائی گئی ہے۔

"(اے محمدؐ) کہہ دو کہ میرے رب نے تمام بے حیائیوں کو حرام قرار دے دیا ہے۔ وہ علانیہ ہو یا خفیہ"

اشاعت فحش کا وسیع مفہوم :

سورت نور آیت نمبر ۱۹ کی تفسیر میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں۔

"سیاق و سباق کے لحاظ سے تو آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ تہمت زنا کے الزامات گھڑ کر اور انہیں اشاعت دے کر مسلم معاشرے میں بداخلاقی پھیلانے اور امت مسلمہ کے اخلاق پر دھبہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ سزا کے مستحق ہیں۔ لیکن آیت کے الفاظ فحش پھیلانے کے تمام صورتوں پر حاوی ہے۔

۱۔ ان کا اطلاق عملاً "بدکاری کے اڈے قائم کرنے پر بھی ہوتا ہے اور بداخلاقی کی ترغیب دینے والے اور اس کے لئے جذبات کو اکسانے والے قصوں، اشعار، گانوں، تصویروں اور کھیل تماشوں پر بھی ہوتا ہے۔

۲۔ علاوہ ازیں اس میں جدید ذرائع ابلاغ ۔۔۔۔۔ اخبارات، ریڈیو، ٹی وی بھی شامل ہے۔

۳۔ نیز وہ کلب اور ہوٹل اور دوسرے ادارے بھی ان کی زد میں آجاتے ہیں جن میں مخلوط رقص اور مخلوط تفریحات کا انتظام کیا جاتا ہے۔

قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ یہ سب لوگ مجرم ہیں۔ صرف آخرت ہی میں نہیں دنیا میں بھی ان کو سزا ملنی چاہیے۔ لہٰذا ایک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اشاعت فحش کے ان تمام ذرائع و وسائل کا سدباب کرے۔ اس کے قانون تعزیرات میں ان تمام افعال کو قابل سزا، دست اندازی پولیس ہونا چاہیے جن کو قرآن یہاں پبلک کے خلاف جرائم قرار دے رہا ہے اور فیصلہ کر رہا ہے کہ ان کا ارتکاب کرنے والے سزا کے مستحق ہیں۔

آیت کے آخر میں فرمایا تم لوگ نہیں جانتے کہ اس طرح کی ایک ایک حرکت کے اثرات معاشرے میں کہاں کہاں تک پہنچتے ہیں۔ کتنے افراد متاثر کرتے ہیں اور مجموعی طور پر ان کا کس قدر نقصان اجتماعی زندگی کو اٹھانا پڑتا ہے۔ اس چیز کو اللہ ہی خوب جانتا ہے لہٰذا اللہ پر اعتماد کرو اور جن برائیوں کی وہ نشان دہی کر رہا ہے انہیں پوری قوت سے مٹانے اور دبانے کی کوشش کرو۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں نہیں ہیں جن کے ساتھ رواداری برتی جائے دراصل یہ بڑی باتیں ہیں جن کا ارتکاب کرنے والوں کو سخت سزا ملنی چاہیے۔

(تفہیم القرآن ج ۳ ص ۳۷۰)

مولانا مفتی محمد شفیع سورت نور کی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"کہ جو لوگ ایسی خبریں مشہور کرتے ہیں گویا وہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بدکاری اور فواحش پھیل جائیں۔"

انسداد فواحش کا قرآنی نظام

اول تو اس قسم کی خبر کہیں مشہور نہ ہونے پاوے اور شہرت ہو تو ثبوت شرعی کے ساتھ ہو تاکہ اس شہرت کے ساتھ ہی مجمع عام میں حد زنا اس پر جاری کر کے اس شہرت ہی کو سبب انسداد بنا دیا جائے۔ اور جہاں ثبوت شرعی نہ ہوں وہاں اس طرح کی بے حیائی کی خبروں کو چلتا کر دینا اور شہرت دینا جبکہ اس کے ساتھ کوئی سزا نہیں، طبعی طور پر لوگوں کے دلوں سے بے حیائی اور فواحش کی نفرت کم کر دینے اور جرائم پر اقدام کرنے اور شائع کرنے کا موجب ہوتی ہے جس کا مشاہدہ آجکل کے اخبارات میں روزانہ ہوتا ہے کہ اس طرح کی خبریں ہر روز اخبار میں نشر ہوتی رہتی ہیں۔ نوجوان مرد اور عورتیں ان کو پڑھتے رہتے ہیں روزانہ ایسی خبروں کے سامنے آنے اور اس پر کسی خاص سزا کے مرتب نہ ہونے کا لازمی اور طبعی اثر یہ ہوتا ہے کہ دیکھتے دیکھتے یہ فعل خبیث نظروں میں ہلکا نظر آنے لگتا ہے۔ اور پھر نفس میں ہیجان پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے اسی لئے قرآن حکیم نے ایسی خبروں کی تشہیر کی اجازت صرف اس صورت میں دی ہے جبکہ وہ ثبوت شرعی کے ساتھ ہو اس کے نتیجہ میں خبر کے ساتھ ہی اس بے حیائی کی ہولناک پاداش بھی دیکھنے سننے والوں کے سامنے آجائے۔ اور جہاں ثبوت اور سزا نہ ہو تو ایسی خبروں کی اشاعت کو قرآن نے مسلمانوں میں فواحش پھیلانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ کاش مسلمان اس پر غور کریں۔ اس آیت میں ایسی خبریں بلا ثبوت مشہور کرنے والوں پر دنیا و آخرت دونوں میں عذاب الیم ہونے کا ذکر ہے۔ آخرت کا عذاب تو ظاہر ہے قیامت کے بعد ہوگا جس کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا مگر دنیا کا عذاب تو

Scanned with CamScanner

مشاہدہ میں آتا ہے۔ کہ اسلامی حکومت اس کا سخت نوٹس لے۔

(معارف القرآن: ج ٦ ص ٣٨٠)

اشاعت فحش کی دیگر مختلف شکلیں

بے حیائی و فحاشی:

شرم و حیا عورت کا زیور اس کا سرمایہ عصمت اور محافظ عفت ہے۔ اگر آنکھوں سے حیاء کا پردہ اٹھ جائے تو باقی کچھ نہیں رہتا جیسا کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا۔

" پہلے انبیاء کی باتوں میں سے جو بات لوگوں نے پائی وہ یہ ہے کہ جب تجھے شرم و حیا نہ رہے تو پھر جو چاہے کرتا پھرے" (بخاری)

نیز ارشاد ربانی ہے۔

"اور بے حیائیوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ"

بری خبروں کی تشہیر:

بدکاری، اغوا اور اس قسم کی بری خبروں کو پھیلانا بھی جائز نہیں خواہ وہ واقعہ کے مطابق ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لئے ایسی خبروں سے بدی پھیلنے کا خطرہ ہے۔ نیز جو برائی نہیں جانتے وہ بھی اس سے باخبر ہو جاتے ہیں اور سیکھ جاتے ہیں۔

رقص اور جنسی ہیجان:

اسلام رقص اور ناچ کے پیشے کا قائل نہیں جو صنفی جذبات کو ابھارتا ہے بلکہ ہر ایسی چیز سے روکتا ہے جو طبیعت میں جنسی ہیجان پیدا کرے۔ مثلاً" فحش گانے، ڈرامے فلمیں اور حیا سوز ایکٹنگ وغیرہ اگرچہ شیطان کے دھوکے میں آکر لوگوں نے اس قسم کی حیاسوز خرافات کا نام "فن Art" رکھ لیا ہے اور "ترقی" کا خوبصورت نام دے کر معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی پھیلائی جاتی ہے۔ جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

تبرج جاہلیت:

تبرج جاہلیات سے مراد عورت کا اپنی ایسی زینت اور حسن کا قصداً" اظہار ہے جس کے اخفاء کا حکم شریعت نے دیا ہے اس میں جسم کا کوئی حصہ، عضو کی حرکت، گفتگو اور چلنے کا طریقہ اور زیور وغیرہ، آرائش کی چیزیں شامل ہیں۔ حالانکہ قرآن نے اس سے منع کیا ہے۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (احزاب: ٣٣)

اور اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہو اور سابق دور جاہلیت کا سا دکھاوا نہ کرتی پھرو۔

قدیم جاہلیت میں تبرج کی عام صورتیں عورتوں کا مردوں سے اختلاط، چلنے میں ناز نخرہ اور دوپٹہ اس طرح اوڑھنا کہ جسم کے محاسن اور زینت ظاہر ہو جائے تھیں۔ لیکن جدید جاہلیت نے تبرج کی جو نئی نئی صورتیں اور نت نئے ڈھنگ ایجاد کئے ہیں ان کے سامنے قدیم جاہلیت کا تبرج مات کھا گیا ہے۔ مثلاً" آج کل کا مغربی تہذیب کے لباس کی مثال لیں کہ عورتیں اس قدر باریک اور چست لباس پہنتی ہیں کہ جسم کے اعضاء اور نشیب و فراز نمایاں نظر آتے ہیں جس سے جذبات میں ہیجان اور سفلی خواہشات میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ ایسا لباس پہننے والی عورتیں "کاسیات عاریات" یعنی کپڑے پہن کر ننگی دکھائی دیتی ہیں۔ اور پورے معاشرے میں فحاشی، بے پردگی اور بے حیائی کو فروغ دیتی ہیں۔ حالانکہ اسلام عورت کو زیب و زینت کی نمائش اور جاہلیت جیسے بناؤ سنگھار کے دکھلاوے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

گانا اور موسیقی:

ایسا گانا جس میں فحش و بدکاری اور گناہ پر ابھارنے والی باتیں شامل ہوں اور اس کے ساتھ ایسی موسیقی ہو جس سے جذبات برانگیختہ ہوں اسلام میں اس کی اجازت نہیں۔ آنحضور کا مشہور قول ہے کہ "میں مزامیر کو مٹانے کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔" مزامیر سے مراد وہ تمام آلات موسیقی اور ساز ہیں جن سے سفلی جذبات میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے علماء نے گانے بجانے کو بھی لہو الحدیث میں شامل کیا ہے۔ جو معاشرے میں فحش اور بے حیائی کی اشاعت کا بڑا سبب ہے۔

فحش شاعری:

اسلام شعر و شاعری کا مخالف نہیں لیکن فحش گوئی کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ قرآن مجید کے انیسویں پارہ میں الشعراء کے نام سے ایک مستقل سورۃ ہے۔ اس کی آیت نمبر ۲۲۱ سے ۲۲۷ تک اس پارہ میں مفصل ذکر موجود ہے۔ فحش گوئی خیالات کی آوارگی اور جذبات کے بھڑکانے کا سبب ہوتی ہے جس سے انسان غلط راہ پر پڑ سکتا ہے۔

۱۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے حکم دیا کہ کوئی شاعر کسی عورت کی تشبیب (اس کی جوانی اور حسن وغیرہ کا) ذکر نہ کرے ورنہ اسے کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔

(اسد الغابہ۔ تذکرہ حمید بن ثور)

۲۔ قاضی شریح نے فیصلہ دیا۔ "جب کوئی شخص عورت کی تشبیب کرے اور اس میں فحش انداز اختیار کرے تو وہ فاسق ہے۔ اس کی گواہی قبول نہ کی جائے۔"

(الزواجر صفحہ ۲۰۰)

Scanned with CamScanner

احکام پردہ

مفہوم :

پردہ کا لغوی مفہوم ہے گھونگھٹ' اوٹ' چھپانا اور بھید وغیرہ یہ لفظ عربی زبان میں "حجاب" کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاحی معنوں میں پردہ سے مراد احکام کا وہ مجموعہ ہے جو اسلامی ضابطہ معاشرت کے نہایت اہم اجزاء پر مشتمل ہے۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

الحجب والحجاب کسی چیز تک پہنچنے سے روکنا اور درمیان میں حائل ہونا "پردہ" کہلاتا ہے۔

پردہ کی ابتدا :

فواحش' بدکاری' زنا اور اس کے مقدمات دنیا کی ان مہلک برائیوں میں سے ہیں جن کے مہلک اثرات صرف اشخاص و افراد کو نہیں بلکہ قبائل' خاندان اور بعض اوقات بڑے بڑے ملکوں کو تباہ کر دیتے ہیں اس وقت دنیا میں جتنے قتل و غارت گری کے واقعات پائے جاتے ہیں اگر صحیح تحقیق کی جائے تو اکثر واقعات کے پس منظر میں کوئی عورت اور شہوانی جذبات کا جال نظر آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس میں کوئی قوم' کوئی مذہب' کوئی خطہ' ایسا نہیں جو اس کی برائی اور مہلک عیب ہونے پر متفق نہ ہو شاید اسی بناء پر اسلام آنے سے پہلے بھی پردہ کا تھوڑا بہت تصور دنیا میں موجود تھا۔ محمد مارماڈیوک پکتھال اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

The veiling of the face by women was not originally an Islamic custom. It was prevailed in many cities of the East before the coming of Islam. (Islamic Culture)

اعضائے مستورہ کا پردہ تمام انبیاء کی شریعتوں میں فرض رہا ہے بلکہ شرائع کے وجود سے بھی پہلے جب جنت میں شجر ممنوعہ کھا لینے کے سبب حضرت آدم علیہ السلام کا جنتی لباس اتر گیا اور ستر کھل گیا تو وہاں بھی آدم علیہ السلام نے ستر کھلا رکھنا جائز نہیں سمجھا۔ اسی وجہ سے دور جاہلیت میں بھی اکثر ممالک میں پردہ کا رواج تھا۔

معاشرتی پہلو: پردہ معاشرتی زندگی کا ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔ مرد و زن میں ایک دوسرے کی کشش فطری طور پر ہے۔ مرد ارادے کا مضبوط ہے اور عورت کمزور ہے۔ پھر جس ارادہ میں

جاہلیت مل جائے اور اسے کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کام کی غرض سے مرد آگے بڑھتا ہے جب کہ عورت طبعاً" کمزور ہونے کی وجہ سے اپنے مقام پر رہتی ہے۔ اس لئے عورت کے تحفظ کے لئے مرد کو آگے بڑھنے سے روک دیا گیا۔ پھر ان عوامل کو روک دیا گیا جن سے مرد کو آگے بڑھنے کی تقویت ملتی ہے۔ پردہ کے حکم میں کار فرما اصول تو یہی ہے کہ حیاداری سے کام لیا جائے اور دونوں اطراف سے کیا جائے لیکن عورت کو پردے کا مکلف کر دیا۔ اس کی فطری کمزوری اور جسمانی ساخت مرد کے لئے دعوت اور توجہ کا پہلو تھی۔ جب عورت پردہ نہیں کرتی تو اس سے اس کی فطری کمزوری کے لئے خطرہ پیدا ہو جاتا ہے اس کے لئے احکام نازل کیے گئے کہ وہ کس طرح اپنی عصمت و عزت کی حفاظت کرے گی۔ اس لئے قرآن مجید میں سات آیات نازل ہوئیں اور حدیث کی ۷۰ روایات ہیں۔ اسلام میں جو پردہ کے احکام دیے گئے ہیں۔ ان کیلئے جو شان نزول بیان کیا گیا ہے وہ مختلف روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔

آیات پردہ کا شان نزول :

ابن جریر نے لکھا ہے۔

ایک عورت جو انصاریہ تھی۔ رسول پاک ﷺ کے پاس حاضر ہوئی۔ اور عرض کی کہ "یا رسول اللہ بسا اوقات میں اپنے گھر میں ایسی حالت میں ہوتی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ اس وقت کوئی شخص مجھے اس حالت میں دیکھے۔ اور لوگ ہیں کہ ایسی حالت میں ہمارے مردوں کے پاس گھس آتے ہیں۔ ارشاد فرمائیں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اس وقت سورۃ الاحزاب کی آیت پردہ نمبر ۵۳ نازل ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے بھی رسول اللہؐ سے کہا تھا کہ۔

"یا رسول اللہ! آپ کے ہاں برے اور بھلے سب قسم کے لوگ آتے ہیں کاش آپ اپنی ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دے دیتے۔"

ایک اور روایت میں ہے

"کہ زینب بنت جحش کی شادی کے موقع پر سورۃ الحزاب آیت نمبر ۵۳ میں پردے کا حکم نازل ہوا۔"

پردہ کے احکام

اسلام نے پردہ کے احکام بتدریج نازل کئے ہیں۔ چنانچہ حکم دیا گیا کہ عورتیں گھروں کے اندر بھی پردہ کریں اور گھروں کے باہر بھی پردہ کریں۔

۱۔ اندرون خانہ پردہ کا حکم :

گھر کے اندر جو پردہ کے احکام نازل ہوئے ہیں پہلے ان کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔
قرآن مجید میں ارشاد ہے :

۱۔ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ (الاحزاب : ۳۳)

یعنی تم اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ ٹک کر رہو۔

آیت مبارکہ بتا رہی ہے کہ عورت کا اصل دائرہ عمل اس کا گھر ہے۔ آیت کی تائید آنحضور ﷺ کی اس حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

"عورتوں نے حضورؐ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ساری فضیلت تو مرد لے گئے وہ جہاد کرتے ہیں۔ ہم کونسا عمل کریں کہ مجاہدین کے برابر ثواب و اجر حاصل کر سکیں۔ آپؐ نے جواب دیا تم میں سے جو گھر بیٹھے گی وہ مجاہدین کے عمل کو پالے گی۔" فرمان الٰہی ہے :

۲۔ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (الاحزاب : ۵۳)

"جب نبی کی بیویوں سے تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔"

یعنی پردہ کرنے سے شک اور تہمت کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اور یہ تحفظ عصمت کا اچھا ذریعہ ہے۔ چنانچہ جب پردے کا حکم آگیا تو ازواج مطہرات کا گھروں میں دروازوں پر پردے لٹکا دیے گئے۔ اور چونکہ حضورؐ کا گھر تمام مسلمانوں کے لئے نمونے کا گھر تھا۔ اس لئے تمام مسلمانوں کے گھروں کے باہر بھی پردے لٹکا دیے گئے۔ اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ بھی اپنے اور عورتوں کے دل پاک رکھنا چاہیں۔ انہیں یہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

۳۔ اپنی پوشیدہ زینت کھولنے کی ممانعت :

قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے :

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۝

"وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ انہوں نے جو زینت چھپا رکھی ہے ان کا علم لوگوں کو ہو جائے"

دور جاہلیت میں عورتیں جب لوگوں کے پاس سے گزرتی تو اپنے پاؤں زمین پر مار کر چلتی۔ تاکہ پازیب کی جھنکار لوگ سنیں۔ قرآن نے اس سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ حرکت شہوت

پرست مردوں کے شہوانی خیالات کو شہ دیتی ہے اور عورت کے بارے میں برا خیال پیدا ہونے لگتا ہے۔ کہ وہ مردوں کی نگاہوں کو اپنی طرف اور اپنی زینت کی طرف مائل کرنا چاہتی ہیں۔ اس حکم میں مہکنے والی خوشبو بھی شامل ہے۔

۴۔ بحالت مجبوری غیر مردوں سے بات کرنے کا طریقہ :

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ (الاحزاب : ۳۲)

"اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم خدا سے ڈرنے والی ہو اور نرم آواز میں بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی میں مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے بلکہ صاف اور سیدھی بات کرو۔"

مولانا مودودی فرماتے ہیں :

"یعنی ضرورت پیش آنے پر کسی مرد سے بات کرنے میں مضائقہ نہیں ہے لیکن ایسے موقع پر عورت کا لہجہ اور انداز گفتگو ایسا ہونا چاہیے جس سے بات کرنے والے مرد کے دل میں کبھی یہ خیال تک نہ گزرے کہ اس عورت سے کوئی توقع بھی قائم کی جا سکتی ہے۔ اس کی آواز میں دانستہ کوئی شرینی گھلی ہوئی نہ ہو۔ جو سننے والے مرد کے جذبات میں انگیخت پیدا کردے۔
(تفہیم القرآن)

فرمان رسولؐ ہے۔

"بلاشبہ قدرت نے عورت کی آواز میں طبعی نزاکت رکھی ہے لیکن حتی المقدور مردوں سے بات کرنے میں ایسا لہجہ اختیار کریں جس میں قدرے روکھاپن ہو۔"

بیرون خانہ پردہ کرنے کے احکام :

۱۔ تبرج جاہلی کی ممانعت :

فرمان الٰہی ہے۔

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (الاحزاب : ۳۳)

اور سابق دور جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔

اول تو اپنے گھروں میں وقار سے ٹک کر رہو۔ لیکن اگر باہر نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو اس شان کے ساتھ نہ نکلو جس طرح سابقہ دور جاہلیت کی عورتیں نکلا کرتی تھیں۔ بن ٹھن کر

نکلنا۔ چہرے اور جسم کے حسن کو زیب و زینت اور چست لباسوں سے نمایاں کرنا۔ اور ناز و ادا سے چلنا یہ دور جاہلیت کے طریقے ہیں۔ مفسر مقاتل کہتے ہیں کہ تبرج یہ ہے کہ عورت اپنا دوپٹہ اس طرح سر پر ڈال لیا کرتیں کہ ہار بالیاں گردن وغیرہ کھلی رہتی۔ چنانچہ عورت کو حکم ہوا کہ تم جاہلیت کی روش اختیار نہ کرو۔

۲۔ باپردہ باہر نکلیں :

ارشاد خداوندی ہے :

يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط ذٰلِكَ أَدْنٰٓى أَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ط (الاحزاب : ۵۹)

"اے نبیؐ! اپنی بیویوں بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادر کے پلو لٹکا لیا کریں یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں۔ اور ان کو نہ ستایا جائے۔"

جلابیب جلباب کی جمع ہے۔ جس کے معنی کشادہ کپڑے (بڑی چادر) کے ہیں جیسے برقع جسے عورت پردہ کے لئے استعمال کرتی ہے۔ بعض خواتین زمانہ جاہلیت میں جب گھر سے نکلتی تو اپنے بعض محاسن، سینہ، گردن بال وغیرہ کھلے رکھتیں۔ فاسق اور شرپسند لوگ ان کے پیچھے پڑ جاتے۔ ان حالات میں یہ آیات کریمہ نازل ہوئی۔ جس میں مومن خواتین کو حکم دیا کہ وہ اپنی چادروں کا کچھ حصہ اپنے اوپر ڈال لیا کریں۔ تاکہ جسم کے یہ حصے ڈھک جائیں۔ اور اپنی ہیئت سے وہ پہچان لی جائیں کہ مومن پاکدامن عورت ہے۔ لہذا کوئی منافق یا شرپسند آدمی انہیں ایذا پہنچانے کی جرات نہ کرے یہی بات علامہ زمخشری لکھتے ہیں۔

"کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں اس سے اپنے چہرے اور اطراف کو اچھی طرح ڈھانک لیں۔"

امام رازی فرماتے ہیں :

"اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بدکار عورتیں نہیں ہیں۔ کیونکہ چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے اور جو عورت اپنا چہرہ چھپائے گی اس سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنا ستر غیر کے سامنے کھولنے پر آمادہ ہوگی۔"

غض بصر : سورہ النور میں فرمایا :

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا

يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ط (النور : ۳۱)

"اے نبیؐ! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں۔"

سورۃ النور آیت نمبر ۳۰ اور ۳۱ میں مرد اور عورت دونوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں۔ لہذا جب کسی کی نظر جنس مقابل پر پڑے تو نہ اس کے محاسن پر نظر جمائے اور نہ اس کو گھور گھور کر دیکھے۔ پھر آنحضورؐ نے جنس مقابل پر حریصانہ نگاہیں ڈالنے کو آنکھوں کا زنا کہا ہے۔

"آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا نظر ہے۔" (بخاری)

یہی بات مسیح ؑ نے فرمائی ہے۔

"اس سے پہلے تم سے کہا جاتا رہا ہے کہ زنا نہ کرو۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ جس نے اپنی آنکھوں سے نظر ڈالی اس نے زنا کیا۔"

یہ برائی کی حریص نگاہیں صرف عفت و پاکدامنی کے لئے ہی خطرناک نہیں بلکہ ذہنی یکسوئی اور سکون قلب کے لئے بھی خطرناک ہیں کہ اس سے ذہنی انتشار اور قلبی اضطراب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ لہذا نگاہ کی حفاظت ضروری ہے کیونکہ آنکھیں دل کی کلید اور نظر فتنہ اور زنا کی قاصد ہے ایک عربی شاعر نے کہا :

كل الحوادث مَبداها من النَظر
ومعظم النارِ مُستصغر الشَرر
نظرةٌ فابتسامة فسَلامٌ
فكلامٌ فموعدٌ فلقاءٌ

ترجمہ : تمام فتنوں کی ابتداء نظر سے ہوتی ہے۔ اور چھوٹی چنگاری سے آگ بھڑک اٹھتی ہے پہلے نظر، پھر مسکراہٹ پھر سلام پھر کلام پھر وعدہ اور پھر ملاقات

آیت نمبر ۳۱ میں فرمایا کہ اپنی زینتیں مردوں پر ظاہر نہ کرو۔

عورت کی زینت سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اسے خوبصورت اور دلکش بنانے والی ہو خواہ وہ جسمانی حسن ہو جیسے چہرہ، بال اور جسم کے دوسرے محاسن یا اکتسابی اور خود ساختہ جیسے کپڑے، زیور اور میک اپ وغیرہ لہذا آیت میں عورتوں کو اپنی زینت چھپانے اور ظاہر نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمارے زمانے میں بگاڑ اور فساد عام ہو گیا ہے اور فسق و بے حیائی کی گرم بازاری ہے۔ لہذا مناسب یہی ہے کہ عورت اپنی زینت کو پوری طرح چھپانے کی کوشش کرے اور اپنے چہرے کو بھی کو بعض سرہ کھلا رکھنے کی اجازت دی ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا۔

Scanned with CamScanner

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (النور: ۳۱)

اور اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈالے رہیں۔

مسلمان عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنا سر اوڑھنی سے ڈھانپ لے اور اس سے اپنے سینہ، گلے اور گردن کو چھپائے تاکہ آنے جانے والوں کی نظریں اس پر نہ پڑیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اور مدینہ کی عورتوں نے اسے سنا تو ہر ایک عورت اٹھی اور کسی نے اپنا کرپٹہ کھول کر اور کسی نے چادر اٹھا کر فوراً اس کا دوپٹہ بنایا اور اوڑھ لیا۔ دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت جتنی عورتیں مسجد نبوی میں حاضر ہوئیں سب دوپٹے اوڑھے ہوئے تھیں۔ یہ تھا صحابیات کا حکم قرآنی پر عمل کا بہترین نمونہ!

پردے کی اہمیت از روئے حدیث :

احادیث جو کہ قرآن کی قولی و عملی تفسیر ہیں اس میں بھی پردے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ تقریباً ستر احادیث پردے کے متعلق بیان کی گئی ہیں چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

"کہ پردے کے بارے میں مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا تھا وہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریمؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب پردہ کی آیت نازل ہوئی تو حضرت زینب بھی پاس بیٹھی تھیں۔ حضورؐ نے میرے اور ان کے درمیان پردہ لٹکا دیا۔"

۲۔ اس طرح واقعہ افک میں بھی حضرت عائشہؓ نے انتہائی بے چارگی میں بھی اپنے پردے کا خیال رکھا جب صحابی نے آپ کے چہرے سے پردہ ہٹایا تو انہوں نے فوراً منہ پر پردہ ڈال لیا۔

۳۔ ترمذی میں روایت ہے :

"کہ عورت اس وقت اپنے رب کے قریب ہوگی جب وہ گھر کے اندر ہوگی۔"

۴۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا :

کہ تین باتوں میں میری رائے میرے رب کے ساتھ ہے جس میں ایک پردہ بھی ہے۔

۵۔ ترمذی کی روایت ہے :

عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے اور اسے مسلمان میں برائی کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔

۶۔ نبی کریم نے فرمایا کہ :

"کسی عورت کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتی ہے جائز نہیں کہ وہ اپنا ہاتھ

اس سے زیادہ کھولے مگر یہ کہ آپ نے اپنی کلائی مبارک کے نصف حصہ پر ہاتھ رکھا۔

(ابن جریر بحوالہ پردہ)

پردہ کرنے کا طریقہ :

آیت پردہ کا صاف مفہوم یہ ہے کہ جو عورتیں اپنی چادریں اچھی طرح اوڑھ لپیٹ کر ان کا ایک حصہ یا ان کا پلو اپنے اوپر سے لٹکا لیا کریں جسے عرف عام میں گھونگھٹ ڈالنا کہتے ہیں۔ آیت کے یہی معنی اکابر مفسرین نے بیان کئے ہیں۔ ابن جریر کی روایت ہے کہ محمد بن سیرینؒ مشہور فقیہہ حضرت عبیدہ سلمانی سے اس آیت کا مطلب کا پوچھا تو انہوں نے جواب میں کچھ کہنے کی بجائے اپنی چادر اٹھائی اور اسے اس طرح اوڑھا کہ پورا سر، پیشانی اور پورا منہ ڈھانک کر صرف ایک آنکھ کھلی رکھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس بھی آیت کی یہی تفسیر بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کیلئے گھروں سے باہر نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اوپر سے ڈال کر اپنا منہ چھپالیں اور صرف آنکھیں کھلی رکھیں۔

(ابن جریر)

مخاطبین احکام پردہ :

قرآن مجید میں جب پردہ کے احکام نازل ہوئے تو ان احکام کی اولین مخاطب امہات المومنین ہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو انداز تخاطب اختیار فرمایا وہ کچھ یوں ہیں :

ینساء النبی!

یعنی اے نبی کی عورتو!

مفسرین نے اس کی تشریح اس طرح سے کی ہے کہ۔

اس آیت میں نبی ﷺ کی بیویوں سے خطاب کیا گیا ہے مگر مقصود عام مسلمان گھروں میں ان اصلاحات کو نافذ کرنا ہے۔ ازواج مطہرات کو مخاطب کرنے کی غرض صرف یہ ہے کہ جب نبی ﷺ کے گھر سے اس پاکیزہ طرز زندگی کی ابتداء ہوگی تو باقی سارے مسلمان گھرانوں کی عورتیں خود اس کی تقلید کریں گی کیونکہ یہی گھر ان کے لئے نمونہ کی حیثیت رکھتا تھا یہی وجہ تھی کہ جب آیات پردہ نازل ہوتے پر حضور ﷺ نے امہات المومنین کے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکوا دیے تو دوسرے مسلمانوں نے بھی ان کو دیکھ کر آپ کے اس عمل کی تقلید کی۔

حجاب شرعی کے درجات :

پردہ نسواں کے متعلق قرآن مجید کی آیات کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل مطلوب

شرعی حجاب مردوں سے ہے یعنی عورتوں کا وجود اور ان کی نقل و حرکت مردوں کی نظروں سے مستور ہو جو گھروں کی چار دیواری یا خیموں اور معلق پردوں کے ذریعہ ہو سکتا ہے اس کے ماسوا جتنی صورتیں حجاب کی منقول ہیں وہ سب ضرورت کی بناء پر اور وقت ضرورت اور قدر ضرورت کے ساتھ مقید اور مشروط ہیں۔ اس لحاظ سے پردہ کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ :

جو اصل مطلوب شرعی ہے وہ حجاب مردوں سے ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں رہیں لیکن شریعت اسلامیہ ایک جامع اور مکمل نظام ہے جس میں انسان کی تمام ضروریات کی رعایت پوری کی گئی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عورتوں کو ایسی ضرورتیں پیش آنا ناگزیر ہے جب وہ کسی وقت گھروں سے نکلیں۔

دوسرا درجہ :

قرآن و سنت کی رو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سر سے پاؤں تک برقع یا لانبی چادر میں پورے بدن کو چھپا کر نکلیں راستہ دیکھنے کے لئے چادر میں سے صرف ایک آنکھ کھولیں یا برقع میں جو جالی آنکھوں کے سامنے استعمال کی جاتی ہے وہ لگا لیں۔ ضرورت کے مواقع میں پردہ کا دوسرا درجہ بھی پہلے کی طرح سب علماء و فقہا کے درمیان متفق علیہ ہے۔

تیسرا درجہ :

ایک تیسرا درجہ بھی بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے جس میں صحابہ و تابعین اور فقہائے امت کی رائیں مختلف ہیں اور وہ یہ کہ عورتیں جب بضرورت گھروں سے باہر نکلیں تو وہ اپنا چہرہ اور ہتھیلیاں بھی لوگوں کے سامنے کھول سکتی ہیں بشرطیکہ سارا بدن مستور ہو۔

کن لوگوں سے پردہ نہیں :

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ

"وہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے' شوہر' باپ' شوہروں کے باپ' اپنے بیٹے'

شوہروں کے بیٹے' بھائی' بھتیجے' بھانجے' اپنی عورتیں' اپنے مملوک' وہ زیردست مرد جو کوئی غرض نہ رکھتے ہو اور بچے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوئے ہوں۔ (النور : ۳۱)

اس آیت میں مومن عورتوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنی پوشیدہ زینت مثلاً "کان' بال' گردن' سینہ' اور پنڈلی کی زینت اجنبی مردوں کے سامنے نہ کھولے۔

اس ممانعت سے بارہ اصناف کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔

۱۔ ان کے شوہر : چنانچہ مرد اپنی بیوی کے جسم کا کوئی بھی حصہ دیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح عورت اپنے شوہر کے جسم کا کوئی بھی حصہ دیکھ سکتی ہے۔

حدیث میں ہے۔

اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ

اپنے ستر کو چھپاؤ بجز اپنی بیوی کے

۲۔ ان کے آباء : باپ کے علاوہ دادا اور نانا بھی

۳۔ ان کے شوہروں کے باپ : یہ بھی گویا ان ہی کے باپ کے حکم میں ہیں۔

۴۔ ان کے بیٹے : اس طرح ان کی اولاد کے بیٹے یعنی پوتے اور نواسے

۵۔ شوہر کے بیٹے : کیونکہ ان کے ساتھ رہنا ہوتا ہے اور وہ ان کے لئے ماں کی جگہ ہوتی ہے۔

۶۔ ان کے بھائی : خواہ سگے ہوں یا علاتی (باپ کی طرف سے) یا اخیافی (ماں کی طرف سے)

۷۔ ان کے بھتیجے : اس وجہ سے کہ پھوپھی کا رشتہ ابدی حرمت کا رشتہ ہوتا ہے۔

۸۔ ان کے بھانجے : اس وجہ سے کہ خالہ کا رشتہ ابدی حرمت کا رشتہ ہوتا ہے۔

۹۔ ان کی عورتیں : یعنی وہ عورتیں جن سے نسب یا دین کے تعلق سے رابطہ ہو

۱۰۔ ان کے مملوک : یعنی ان کی لونڈیاں اور غلام کہ اسلام نے انہیں ارکان خاندان کا سا درجہ دیا ہے۔ البتہ بعض ائمہ نے صرف لونڈیاں مراد لی ہیں۔

۱۱۔ وہ مرد جو زیردست ہوں اور جن کو کچھ غرض نہ ہو : یہ اجیر اور تابع لوگ ہیں جنہیں بدنی یا عقلی سبب سے شہوت نہیں ہوتی۔ ان لوگوں میں یہ دونوں باتیں وافر طور پر موجود ہونی چاہیں یعنی ان کا گھر میں تابع کی حیثیت سے ہونا اور شہوت کا فقدان

۱۲۔ وہ بچے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہیں ہوئے : یہ چھوٹے بچے ہیں جن کے اندر ابھی جنسی شعور پیدا نہیں ہوا۔ لیکن جب یہ شعور پیدا ہو جائے تو ان کے سامنے پوشیدہ زینت کا اظہار جائز نہیں ہوگا اگرچہ کہ وہ نابالغ ہوں۔

پردہ کی حکمت اور مصلحت:

دنیا کے اندر مختلف قسم کے جرائم پائے جاتے ہیں بعض جرائم کا اثر انفرادی ہوتا ہے لیکن بعض گناہوں کا اثر اجتماعی طور پر ہوتا ہے ایسے جرائم میں فحاشی سرفہرست ہے۔ یہ ایک فرد تک محدود نہیں ہوتا بلکہ پورے معاشرے، پوری قوم پھر پوری دنیا تک پھیل جاتا ہے۔ بدکاری کا سب سے بڑا محرک عورتوں کی فحاشی ہے۔ عورتوں کے بے پردہ گھومنے سے بے شمار جرائم جنم لیتے ہیں اسی وجہ سے اسلام پردے کا حکم دیتا ہے۔

پردے کے حکم میں مندرجہ ذیل مصلحتیں ہیں۔

۱۔ عورت کی فطرت کے اندر حیا کا ایک پہلو موجود ہوتا ہے یہ حیا کم و بیش تو ہو سکتا ہے بالکل ختم نہیں ہو سکتا۔ اسی فطری جذبہ کی حفاظت اور بقاء کے لئے پردہ ضروری ہے۔

۲۔ عورت کی ساخت مرد کے مقابلے میں جسمانی اور مزاج دونوں طرح سے مختلف ہے عورت طبعی طور پر کمزور سمجھی جاتی ہے۔ اگر اس کو کھلے میدان میدان عمل میں لایا جائے تو اس پر ہر آنکھ اٹھ سکتی ہے۔

۳۔ پردے کی وجہ سے ایک اعلیٰ قسم کا معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

۴۔ عورت اگر کھلے میدان باہر پھرنے لگے تو مرد و عورت کی فطرت ذہنی طہارت ختم ہو جاتی ہے اسی لئے شریعت نے انسانی اخلاق کے پامال ہونے سے بچنے کے لئے عورت کو پردے کا حکم دیا۔

دور حاضر میں پردہ

آج کے دور میں فیشن پرست عورتیں جو لباس پہنتی ہیں وہ اتنا باریک ہوتا ہے کہ وہ لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوتی ہیں۔

فرمان رسولؐ ہے۔

"خدا کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو (كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ) لباس پہن کر بھی ننگی ہیں۔"

حضورؐ کے دور نبوت کے چودہ سو سال بعد آنے والی مغربی تہذیب کی نشاندہی کر دی تھی جو عورتیں پردہ سے بے نیاز گھومتی پھرتی ہیں وہ پورے معاشرے میں بے حیائی، فحاشی اور بدامنی پھیلاتی ہیں۔

پردہ پر اعتراضات

۱۔ پہلا اعتراض:

پردہ میں رہ کر عورت ترقی کی طرف گامزن نہیں ہو سکتی کیونکہ اسے دنیاوی ترقی حاصل کرنے کے لئے گھر سے باہر تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ جو پردہ میں رہ کر ممکن نہیں۔

۲۔ دوسرا اعتراض:

پردے میں رہ کر عورت بے جا جھجک محسوس کرتی ہے کیونکہ عورتوں کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کریں لہٰذا پردہ میں رہ کر وہ صحیح طریقہ سے ترقی نہیں کر سکتی لہٰذا پردہ جہالت اور پسماندگی کی علامت ہے۔

مولانا مودودی اس کا جواب دیتے ہیں:

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو دین عورت کو غیر مرد سے بات کرتے ہوئے بھی لوچ دار گفتگو کی اجازت نہیں دیتا اور اسے مردوں کے سامنے بلا ضرورت آواز نکالنے سے بھی روکتا ہے کیا وہ کبھی اس کو پسند کر سکتا ہے کہ عورت سٹیج پر آ کر ناچے گائے؟ کیا وہ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ عاشقانہ گیت گائے؟ کیا وہ اسے جائز رکھ سکتا ہے کہ عورتیں ڈراموں میں کبھی کسی کی بیوی اور کبھی کسی کی معشوقہ کا پارٹ ادا کرے؟ اور ہوائی جہازوں میں میزبانی کے فرائض ادا کرے یا مخلوط مجالس میں بن ٹھن کر آئے؟ یہ تہذیب آخر کس قرآن سے برآمد کی گئی ہے؟ خدا کا نازل کردہ قرآن تو سب کے سامنے ہے اس میں کہیں اگر اس کلچر (Culture) کی گنجائش نظر آتی ہے تو اس مقام کی نشاندہی کر دی جائے۔"

علاوہ ازیں جہالت اور پسماندگی کا اعتراض بھی بے جا اور غلط ہے کیونکہ اسلامی نظام میں اولیت اخلاق، کردار اور سیرت کو دی جاتی ہے اور جو چیز بھی مخرب اخلاق ہو وہ ممنوع ہے اور پھر بداخلاقی پورے معاشرے کی تباہی کا باعث بنتی ہے۔

حاصل بحث:

مختصر یہ کہ عورت کا اصل مرکز اور محور اس کا گھر ہے۔ اس کی نسوانیت تبھی برقرار رہ سکتی ہے جب تک وہ اپنے مرکز و محور سے نہ ہٹے اس کا محور بازار اور گلیوں کی سیاحت نہیں کہ وہ غیر مردوں کے سامنے دندناتی پھرے اور اہل مغرب کے طرز زندگی کو اپنا لے جیسے کہ یورپین اقوام

نے اپنی مذہبی حدود اور قدیم و قومی روایات کو توڑ کر جرائم و فحاشی کی راہ اپنالی ہے۔ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کوئی آگ جلانے کے لئے ایندھن کا ذخیرہ جمع کرے پھر اس پر تیل چھڑکے، پھر اس میں آگ لگائے اور جب اس کے شعلے بھڑکنے لگیں تو ان شعلوں پر پابندی لگانے اور روکنے کی فکر کرے ہنڈیا پکانے کے لئے اس کے نیچے آگے جلائے پھر اس کے ابال اور جوش کو روکنا چاہے۔

اس کے برعکس اسلام نے عورت کو کلبوں کی زینت اور شمع محفل بننے کا نہیں بلکہ کسی بھی بڑی برائی کے مقدمات سے بچنے کے سلسلے میں اسے باپردہ رہنے کی ہدایت کی ہے۔ یہی اس کی سربلندی اور عصمت کا راز ہے۔ اور وہ عورت جو گھر میں رہتی ہے۔ چراغ خانہ بنتی 'خدا کی نظر کرم اس پر رہتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو گھروں میں قرار پکڑنے کا حکم دیا ہے:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ ۝

الاستیذان

مفہوم:

استیذان۔ اِسْتَأذَنَ۔ يَسْتَأذِنُ (باب استفعال) سے مصدر ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں اذن طلب کرنا۔ یعنی گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہنا۔ اسلامی اصطلاح میں استیذان سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے یا پرائے گھر میں داخل ہونے سے قبل یہ معلوم کرے کہ اندر کون ہے اور اجازت طلب کرے۔ اگر اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو جائے ورنہ واپس چلا جائے۔ استیذان کا مقصد صاحب خانہ کی خلوت کا احترام اور ہدیۂ تسلیمات ہے۔

قرآن و حدیث میں استیذان کی اہمیت:

قبل از اسلام عرب میں پردہ کا رواج نہ تھا۔ رہنے سہنے اور اٹھنے بیٹھنے کے کوئی تمدنی اصول و ضوابط نہ تھے۔ عورتوں اور مردوں کے اختلاط پر کوئی معاشرتی پابندی نہ تھی اور نہ کوئی اخلاقی قید۔ لوگ بلا جھجک، بے حجابانہ اور اجازت کے بغیر دوسروں کے گھروں میں داخل ہو جاتے تھے۔ جس سے بعض اوقات بڑی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اسلام آیا تو اس نے پردہ کے احکام صادر کئے۔ مرد عورت کے اختلاط کو روکا۔ مہذب، متمدن اور بااخلاق دستور دیا۔

استیذان کا حکم سورہ نور میں وارد ہوا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (النور: ۲۷۔۲۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو۔ اور ان کے رہنے والوں پر سلام نہ کر لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ پس اگر ان میں سے کسی کو نہ پاؤ تو گھر میں داخل نہ ہو۔ جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے اور اگر تمہیں کہا جائے لوٹ جاؤ تو واپس چلے جاؤ وہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔"

بعض اوقات آدمی ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ وہ نہیں چاہتا کہ دوسرے اس کو ایسی

Scanned with CamScanner

حالت میں دیکھیں۔ رسول اللہ ﷺ جب کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو اجازت لینے سے پہلے دروازہ کے دائیں بائیں کھڑے ہوتے تاکہ اندر کی چیزوں پر نظر نہ پڑے۔ کیونکہ اس زمانے میں دروازہ پر پردہ لٹکانے کا رواج نہ تھا۔ اس لئے آپ نے اہل خانہ سے اجازت لینے کو لازمی قرار دیا۔ چنانچہ آپ کا فرمان ہے۔

"اگر کوئی بغیر اجازت تیرے گھر میں داخل ہو اور تو نے پتھر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو تیرے لئے کوئی پکڑ نہیں۔ (مسلم)

اجازت لینے کا حکم صرف دوسروں کے گھر جانے کی صورت ہی میں نہیں ہے بلکہ اپنی ماؤں، بہنوں کے پاس جانے کی صورت میں بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے۔

عَلَيْكُمْ اَنْ تَسْتَاذِنُوا عَلٰى اُمَّهَاتِكُمْ وَاَخَوَاتِكُمْ

ترجمہ: اپنی ماؤں اور بہنوں کے پاس جاؤ تو اجازت لے کر جاؤ۔

(ابن کثیر)

ایک مرتبہ آپؐ نے ایک صحابی کو نصیحت کی کہ گھر میں داخل ہونے سے قبل اجازت لے لیا کرو۔ اس نے پلٹ کر کہا اگر میری ماں گھر میں ہو۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو پسند کرے گا کہ اپنی ماں کو برہنہ دیکھے۔

اَتُحِبُّ اَنْ تَرَاهَا عُرْيَانَةً؟ (موطا امام مالک)

ایک دفعہ حضور ﷺ حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے اندر نگاہ ڈالی۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک سلائی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو اس سلائی سے تمہاری آنکھ پھوڑ دیتا۔ (بخاری)

اجازت سے مستثنیٰ لوگ :

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کو گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان میں چھوٹے بچے، لونڈی اور غلام شامل ہیں کیونکہ یہ لوگ ہر وقت گھر میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ بار بار اجازت طلب کرنے سے گھر والے تنگ آجاتے ہیں۔ ان لوگوں کو صرف نماز عشاء، فجر اور ظہر کے وقت اجازت حاصل کر کے اندر داخل ہونا چاہیے۔ یہ خلوت کے اوقات ہیں کیونکہ لوگ ان اوقات میں آرام کر رہے ہوتے ہیں۔

باقی اوقات میں بچوں اور ملازموں کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

(سورہ نور ۲۴۔ ۲۹)

طریقہ استیذان :

گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اجازت طلب کرنے والا دروازہ پر کھڑا ہو کر اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہے۔ تین مرتبہ سلام کرے۔ پہلا سلام تعارف و اطلاع کے لئے ہوگا۔ دوسرا اہل خانہ سے مشورہ کے لئے اور تیسرا اذن کے لئے۔ اگر تینوں مرتبہ سلام کا جواب نہ آئے تو واپس چلا جائے۔

امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں :

تین دفعہ اجازت طلب کرنے کے بعد لوٹ جانے کا حکم اس لئے ہے تاکہ اذن طلب کرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

استیذان کے آداب واحکام

۱۔ اگر کسی کے گھر جانا ہو تو پہلے معلوم کر لو کہ آیا گھر میں کوئی ہے یا نہیں! اگر ہو تو دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کہو اور اجازت لو۔ اگر اجازت نہ ملے تو لوٹ جاؤ۔

۲۔ اجازت طلب کرنے کے الفاظ یہ ہیں :

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَاَدْخُلُ؟

ترجمہ : تم پر سلامتی ہو کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟

بنو عامر کا ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازے پر کھڑے ہو کر غیر مہذبانہ أَأَلِجُ (کیا میں گھس آؤں) الفاظ میں اجازت چاہی۔ آپ نے خادم کو حکم دیا کہ جاؤ اسے استیذان کا طریقہ سکھاؤ۔ اسے بتاؤ کہ کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ عامری نے آنحضرت ﷺ کا حکم سن لیا اور عرض کیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کیا میں آ سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ (تفسیر خازن)

حضرت عمرؓ کے متعلق روایت ہے کہ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو عرض کرتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيَدْخُلُ عُمَرُ (ابوداؤد)

۳۔ استیذان تین بار ہوتا ہے۔ اگر اجازت نہ ملے تو لوٹ آنا چاہیے۔

۴۔ اجازت طلب کرتے وقت دروازے کے دائیں بائیں کھڑا ہونا چاہیے تاکہ اندر نگاہ نہ پڑے۔

۵۔ اجازت طلب کرنے کے جواب میں گھر والے پوچھیں کون ہے تو اپنا تعارف واضح طور پر کروانا چاہیے۔ اپنا نام مبہم الفاظ میں مثلاً "میں، میں کہہ کر نہیں کرانا چاہیے کیونکہ

Scanned with CamScanner

اس سے الجھن ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہؓ کے واقعہ سے ثابت ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کے والد حضرت عبداللہ انصاری غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ اور ان پر لوگوں کا قرض تھا۔ قرض دینے والوں نے تقاضا کیا جس سے حضرت جابر تنگ پڑ کر آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ وہ ہی کوئی سبیل نکالیں۔ آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا تو آپؐ نے پوچھا من ذا؟ (کون ہے؟) جواب میں حضرت جابر نے اپنا نام بتانے کی بجائے انا (میں) کہا۔ جس سے شناخت ممکن نہ ہوئی۔ آپ نے لفظ "میں" کہنا ناپسند فرمایا۔ بعد ازیں آنحضرت ﷺ نے حضرت جابرؓ کے لئے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں برکت دی حتیٰ کہ تمام قرض ادا ہو گیا۔

الغرض اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اولا "اہل خانہ کو حق ہے کہ دروازے پر دستک دینے والے کا نام پوچھا جائے اور وہ یونہی دروازہ نہ کھول دیں۔ ایسی لاپرواہی سے آج کل کئی حادثات واقع ہو جاتے ہیں۔ ثانیا" دستک دینے والے کو اپنا معروف نام بتانا چاہیے۔ جس سے اہل خانہ کو بسہولت شناخت ہو جائے۔

۶۔ گھر والے اگر لوٹ جانے کے لئے کہیں تو لوٹ جانا چاہیے۔ بے جا اصرار کرنا یا دروازے پر جم کر کھڑے ہو جانا جائز نہیں۔ اس سے بدمزگی پیدا ہوتی ہے۔

۷۔ اگر دروازہ گھر کے اندرونی حصے سے دور ہو تو آواز براہ راست نہ جا سکتی ہو تو آجکل دروازے پر دستک دینے یا گھنٹی بجانے کا طریقہ رائج ہے۔

۸۔ اجازت ہی کے ضمن میں دوسرے کا خط، اس کی اجازت کے بغیر پڑھنا بھی ممنوع ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔
"جس شخص نے اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کے خط پر نظر ڈالی وہ گویا آگ میں جھانکتا ہے۔" (ابو داؤد)

حکمت وافادیت :

استیذان میں بڑی حکمت اور فوائد ہیں۔

۱۔ استیذان کے حکم میں پہلی حکمت لوگوں کی آزادی میں خلل ڈالنے اور ان کو ایذا رسانی سے بچنا ہے جو ہر شریف اور مہذب انسان کا عقلی فریضہ ہے۔

۲۔ دوسری مصلحت خود ملاقاتی کی ہے کہ اگر وہ اجازت لے کر شائستہ انسان کی طرح ملاقات کرے گا تو مخاطب اس کی بات احترام اور توجہ سے سنے گا اور اس کی ضرورت و طلب کو پورا کرنے میں ہمدردی اور توجہ دے گا۔ کیونکہ یہ ایک نفسیاتی اصول ہے جس کا ذکر

قرآن مجید نے حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا (یعنی ان کی رضامندی اور خوشدلی حاصل کر لو، تاکہ وہ تمہاری طلب و ضرورت بخوشی پورا کریں۔

۳۔ تیسری حکمت فواحش و بے حیائی کا انسداد ہے کہ بلا اجازت کسی کے گھر داخل ہو جانے سے احتمال ہے کہ غیر محرم عورت پر نظر پڑے اور شیطانی وسوسہ پیدا ہو اور اس مصلحت سے قرآن کریم نے استیذان کا حکم حد زنا اور حد قذف کے ساتھ بیان کیا ہے۔

۴۔ ایک اور حکمت یہ ہے کہ بسا اوقات انسان گھر کی تنہائی میں کوئی ایسا کام کر رہا ہوتا ہے جسے وہ لوگوں کو بتانا نہیں چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص بلا اجازت گھر میں آ جائے تو اس طرح وہ حرج Awkward محسوس کرتا ہے کیونکہ اسلام میں کسی کے پوشیدہ راز اور امور کو زبردستی معلوم کرنا گناہ بھی ہے اور موجب ایذا بھی۔

الغرض استیذان عزت و حیاء کا ضامن ہے۔ پھر اس سے اخلاق حسن اور پاکیزگی کے جذبہ کو تقویت ملتی ہے۔ استیذان احترام خلوت پر دلالت کرتا ہے۔ دوسروں کے تخلیہ میں مخل ہونے سے جو تلخی اور نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں وہ محبت اور پیار کے جذبات میں بدل جاتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

اطاعت رسولؐ

سورت نور میں اللہ تعالیٰ نے اطاعت رسول کا حکم دیا ہے۔ مثلاً"

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (۵۱)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے پس وہی شخص کامیاب اور فلاح پانے والا ہے۔

نیز فرمایا:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۔۔۔ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ط (۵۴)

کہ تم سب اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کرو۔۔۔۔۔۔۔اور اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو تم ہدایت پاؤ گے۔

الغرض ان آیات مبارکہ میں اطاعت رسول کا واضح طور پر حکم دیا گیا ہے اور پھر اطاعت رسول پر فلاح کامیابی اور ہدایت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

مفہوم :

عربی زبان میں "اطاعت" کے معنی کسی کے حکم کو ماننا' تسلیم کرنا' اور اس کے مطابق عمل کرنا ہے۔ پھر اس کے احترام واکرام کی وجہ سے بالکل اس طرح عمل کیا جائے جیسا کہ وہ معزز اور محترم شخصیت چاہتی ہے۔ اس لئے اطاعت رسول کا مفہوم ہمارے نبی پاک ﷺ کے احکام و واجبات اور امر و نواہی کی دل و جان سے تسلیم و تعمیل ہے۔ یہ اطاعت رسول محض ظاہری' رسمی اور مجبوری کی بناء پر نہ ہو جیسا کہ منافقین مدینہ کی روش تھی۔ بلکہ یہ اطاعت خوشی رضا اور رغبت سے ہو اور اس میں اخلاص' محبت اور عقیدت کا جذبہ شامل ہونا چاہیے پس اطاعت رسول میں آپ کی بات اور حکم کو دل سے تسلیم کرنا اور محبت و شوق سے اس پر آنحضورؐ کی خواہش کے مطابق عمل کرنا ہے۔

اطاعت رسول کی ضرورت :

دنیا میں انسانی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے صرف یہی ضروری نہیں کہ ایک انسان کسی پیشہ میں مہارت اور قابلیت حاصل کر کے دنیاوی زندگی میں اعلیٰ مقام حاصل کر لے کیونکہ دنیاوی زندگی عارضی اور فانی ہے۔ اصل اور بڑی کامیابی آخرت میں کامیابی ہے جو دائمی اور باقی رہنے والی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (آل عمران : ۱۸۵)

"کامیاب دراصل وہ ہے جو آتش دوزخ سے بچا لیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے اور دنیا کی زندگی تو سوائے ایک دھوکے کے سودے کے کچھ بھی نہیں ہے۔"

اسلام نے دین و دنیا میں حصول کامیابی کا جو طریقہ بتایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت رسول ہے۔ جب ایک انسان اپنے پروردگار کا بندہ اور رسول کا اطاعت گزار بن کر رہنے کا فیصلہ کرے گا تو وہ ضروری طور پر یہ جاننا چاہے گا وہ کیا احکام ہیں جن کی اسے اطاعت کرنی پڑتی ہے۔ اس کا مالک کن باتوں کو پسند کرتا ہے اور کن باتوں کو ناپسند۔ یہ ساری باتیں جانے بغیر اطاعت کی راہ میں پہلا قدم بھی نہیں اٹھایا جا سکتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے جاننے کا ذریعہ کیا ہے؟ انسان یہ کیسے معلوم کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں باتوں کا حکم دیا ہے؟

ان حالات میں یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا بڑا احسان ہے کہ اس نے انسان کو یونہی بے بسی کے اندھیرے میں نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ نسل انسانی کی ابتداء کے ساتھ ہی اپنے احکام کو انسان تک پہنچانے کے لئے خارجی انتظام فرما دیا۔ یہی وہ انتظام ہے جسے دین کی اصطلاح میں رسالت کہا جاتا ہے اور جس ذریعہ سے یہ انتظام ہوتا ہے اسے رسول کہتے ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (آل عمران : ۱۶۴)

"درحقیقت اللہ نے اہل ایمان پر یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان ہی میں سے ایک پیغمبر ان میں بھیجا جو انہیں اسکی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک وصاف کرتا ہے اور انہیں کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔"

اطاعت رسول کا حکم :

دنیا میں کوئی نبی یا رسول صرف اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ اس پر ایمان لانے کی حد تک لوگ اس کو نبی اور رسول مان لیں بلکہ اس کے بھیجے جانے سے اصل مقصود اس کی اطاعت اور اس کے احکام کی تعمیل ہے۔ نیز زندگی کے معاملات میں وہ جو بھی ہدایات دے ان پر خوشی رضا اور رغبت سے عمل کرنا ہے۔

Scanned with CamScanner

اس حقیقت کو قرآن نے ان الفاظ میں واضح فرمایا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

ہم نے کوئی رسول سوائے اس مقصد کے کسی اور مقصد کے لئے نہیں بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ (نساء : ٦٤)

قرآن مجید میں رسول اللہ کی اطاعت کا حکم بار بار اور تاکید سے دیا گیا ہے۔ مثلاً"

سورہ حشر میں ارشاد ہے

مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر : ٧)

"جو رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس چیز سے تمہیں روکے اس سے رک جاؤ۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (الاحزاب : ٧١)

"اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔"

اس طرح سورۃ محمدؐ میں ارشاد ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۔

(محمد : ٣٣)

ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع مت کرو۔

ان تمام آیتوں کے مفہوم سے یہ واضح ہے کہ نبی کی اطاعت ضروری ہے اس کی اطاعت کے بغیر انسان کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ صرف اللہ کی اطاعت اگر کافی ہوتی تو رسولؐ کی اطاعت پر قرآن مجید میں اس قدر زور کیوں دیا جاتا۔

رسول اللہؐ کی نافرمانی گمراہی ہے :

قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب : ٣٦)

اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

لہٰذا گمراہی سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ کی نافرمانی سے بچا جائے یعنی تمام نواہی سے اجتناب کیا جائے۔

اطاعت رسول ہی اطاعت الٰہی ہے :

اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول لازم و ملزوم ہیں کیونکہ انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام جاننے کا واحد ذریعہ نبیؐ ہے۔ صرف رسولؐ ہی بتا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کیا ہیں اور ان احکام پر کس طرح عمل کیا جانا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بار بار **اَطِيْعُوا اللّٰهَ** (اللہ کی اطاعت کرو) کے ساتھ ساتھ **اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ** (رسول کی اطاعت کرو) کا حکم آیا ہے۔ نبی دین و شریعت کے دائرے میں جو کچھ کہتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہی طرف سے ہوتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (نجم : ٣-٤)

اس طرح نبی کی اطاعت دراصل خدا تعالیٰ کی اطاعت بن جاتی ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء : ٨٠)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔

احادیث میں بھی اس حقیقت کو زیادہ تاکید اور تشریح کے ساتھ بیان کیا گیا ہے مثلاً" ایک حدیث میں آیا ہے کہ "جس نے محمدؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمدؐ کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں میں محمدؐ ہی نشان امتیاز ہیں۔" (بخاری)

اس اطاعت سے محض ظاہری اطاعت مطلوب نہیں بلکہ لازم ہے کہ آدمی پورے خلوص دل کے ساتھ اطاعت کرے اور زندگی کے معاملات میں جو احکام وہ دیں ان کی خوشی تعمیل کرے۔ حتیٰ کہ جو جھگڑے پیدا ہوں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول سے فیصلہ کروائے اور وہاں سے جو فیصلہ ہو اسے اطمینان اور پوری رضامندی سے قبول کرے اور دل میں گھٹن محسوس نہ کرے۔

علاوہ ازیں ان اوامر و نواہی کا تعلق صرف آپؐ کی حیات مبارک ہی سے نہیں تھا بلکہ اب بھی جب کہ آپؐ کی ذات پاک ہمارے درمیان موجود نہیں ہے۔ آپؐ کی سنت آپؐ کی قائم مقام ہے اور اس کی اطاعت ہی آپؐ کی اطاعت ہے۔ اپنی وفات سے قبل آپؐ نے خود اس بات کی وضاحت فرما دی تھی۔

اِنِّىْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ ، كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِىْ

یعنی "میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک ان دونوں پر مضبوطی سے قائم رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت رسولؐ (بخاری کتاب الاحکام)

پس اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول کی اصل حقیقت یہ ہے کہ ہم اس کتاب و سنت کی

Scanned with CamScanner

پیروی کریں جن کے ذریعے آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی سے ہمیں آگاہ فرمایا جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے۔

ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا۔

ایمان کا مزہ اس شخص نے چکھا جس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب 'اسلام کو اپنا دین اور محمد کو اپنا رسول (دل و جان سے) تسلیم کر لیا۔ (متفق علیہ)

اطاعت رسول کا سرچشمہ۔۔۔حُبِّ رسول :

حُبِّ رسولؐ اطاعت رسول کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ ایک مسلمان کو جتنی زیادہ رسول خدا سے محبت ہو گی اتنا ہی زیادہ وہ اطاعت رسول پر کاربند ہو گا۔ اس سلسلہ میں صحابہ کرام کا اسوہ ہمارے لئے نمونہ ہے۔ وہ آپ کی ایک ایک ادا کو دیکھتے اس کو نگاہ میں رکھتے اور اسکی پیروی و اطاعت کرتے تھے۔ ان میں سے ہر شخص کی دلی خواہش ہوتی کہ وہ اپنی زندگی کو زیادہ سے زیادہ نبی ﷺ کی زندگی کے سانچے میں ڈھال دے اور یہ اتباع و اطاعت کسی خارجی دباؤ کے تحت نہیں بلکہ محض محبت اور عقیدت کے جذبے سے سرشار ہو کر کرتے تھے۔

حُبِّ رسولؐ۔ قرآن و سنت کی روشنی میں :

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

"اے اللہ کے رسولؐ! کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہو۔ تم اللہ اور اس کے رسول اور اسکی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔ (التوبہ : ۲۴)

اس آیت میں جن شخصیتوں یا چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی محبت عام میلان انسانی کے موافق مسلمہ ہے۔ اس لئے رب العالمین نے ان سب کے ساتھ انسانی محبت کی نفی نہیں فرمائی بلکہ ترجیحات کا ذکر کیا ہے۔ یعنی اگر یہ محبتیں باہم متصادم ہوں اور ترک و اختیار کا معاملہ درپیش ہو تو ترجیح حب رسول کو دی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت انسؓ کی حدیث میں ہے۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

ترجمہ : تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے والدین

اور اولاد اور باقی تمام لوگوں سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔ (بخاری)

اس طرح دوسری حدیث میں فرمایا :

"تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے اہل و عیال سے زیادہ محبوب نہیں ہو تا۔"

اسی طرح آپؐ نے ایک اور حدیث میں فرمایا :

"ایمان کی حقیقی لذت سے وہی آشنا ہو سکتا ہے جس کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول دوسری تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں۔"

لیکن یاد رہے کہ حب رسول سے مراد وہ جبلی اور حسی محبت نہیں جو انسان کو بیوی بچوں سے ہوتی ہے بلکہ وہ عقلی اور شرعی محبت ہے جس کی بناء پر انسان اپنی عزیز ترین چیزوں پر تعلیمات نبویؐ کو مقدم رکھتا ہے۔ اگر ان فرمودات نبویؐ میں خود اس کا اپنا نفس مزاحم ہو تو ان کا مقابلہ کرے۔ یہاں تک کہ بیوی بچے 'خاندان اور ملک و قوم بھی ان اصولوں کے مزاحم ہوں تو ان سب کو ٹھکرا دے۔ اس محبت کی اصولی نوعیت کو آپؐ نے خود ایک حدیث میں واضح فرما دیا۔

مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ (ترمذی)

جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔

گویا حب رسول کا تقاضا ہے کہ آپ کی تعلیمات پر عمل کیا جائے اور اگر آپ کی تعلیمات پر عمل نہ ہو تو محبت کا دعویٰ کھوکھلا اور بے جا ہے۔

حُبِّ رسول اور صحابہ کرامؓ :

ہم نے جس محبت رسول کا ذکر کیا ہے وہ محبت صحابہ کرامؓ کو بدرجہ اتم میسر تھی۔ لہذا محبت کرنا ہمیں ان سے سیکھنا چاہیے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب کی محبت اور صحبت کے لئے چن لیا تھا۔ چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں۔

ا۔ غزوہ احد کا واقعہ ہے کہ ایک انصاری خاتون کا بیٹا 'بھائی اور شوہر شہید ہو گئے وہ یہ اطلاع ملنے پر مدینہ منورہ سے نکل کر میدان جنگ میں آئی اور پوچھا نبی کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا الحمد اللہ وہ تو خیریت ہیں۔ بولی نہیں مجھے دکھا دو کہ آنحضور کو دیکھ لوں۔ جب اس کی نگاہ چہرہ مبارک پر پڑی تو جوش محبت سے پکار اٹھی۔

کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ

آپؐ زندہ ہیں تو سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔

مولانا شبلیؒ نے اس واقعہ کا شعری ترجمہ کیا ہے۔

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا
اے شہ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

۲۔ صحابہ کرام کے طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اطاعت رسول کو دین کا ایک ضروری اور اہم جزو سمجھتے تھے۔ غزوہ احد کے بعد چونکہ یہ اندیشہ تھا کہ مشرکین مکہ کہیں پھر پلٹ کر مدینہ پر حملہ آور نہ ہوں۔ اس لئے مدینہ پہنچ کر دوسرے ہی دن جب حضورؐ نے مسجد نبوی میں فجر کی نماز ادا کی تو آپ نے حکم دیا کہ تمام وہ لوگ جو کل احد کے معرکہ میں شریک تھے کفار کے تعاقب میں میرے ہمراہ چلیں۔ یہ اگرچہ نہایت نازک موقع تھا۔ مدینہ میں ہر طرف شہدا کے گھروں میں کہرام مچا ہوا تھا۔ زخمیوں کی مرہم پٹی ہو رہی تھی۔ مگر پھر بھی زخموں سے چور اور نڈھال جانثار حکم نبوی کی تعمیل میں بلا چون و چرا اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے۔ اس آیت میں انہی فداکاروں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ (آل عمران: ۱۷۲)

"جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہا ان میں سے جو اشخاص نیکوکار اور پرہیزگار ہیں ان کے لئے بڑا اجر ہے۔

۳۔ پس صحابہ کرام جانتے تھے کہ محبت صرف خالی خولی لفظی اور زبانی معتبر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي (آل عمران: ۳۱)

اے نبی کہہ دو کہ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو میرا اتباع کرو۔

الغرض محبت ہی ادب و توقیر سکھاتی ہے۔ اور محبت ہی اتباع اور اطاعت پر آمادہ کرتی ہے۔

اطاعت رسول کے تقاضے

اطاعت رسول کے کچھ تقاضے ہیں جن کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں۔

۱۔ رسول بحیثیت نمونہ تقلید:

اطاعت رسول کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کو ایک راہبر و رہنما کی حیثیت

سے اور آپ کی زندگی کو نمونہ تقلید قرار دے کر آپ کی پیروی کریں۔ قرآن پاک میں ہے کہ آپ کی ذات گرامی کو اسوۂ حسنہ (بہترین نمونہ) ٹھہرا کر انسانی عظمت و شرافت کا معیار مطلوب مقرر کر دیا گیا ہے۔ جو شخص اللہ کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور رسول کی اطاعت کا داعی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر معاملے میں آنحضرت ﷺ کو قائد مانے۔ آپ کی قیادت سے انکار کرنا سراسر کفر ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۱)

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ تقلید ہے۔

پھر فرمایا۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ۔

ان سے کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت قبول کر لو۔ پھر اگر وہ تمہاری یہ دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں۔ (آل عمران: ۳۲)

جو مسلمان آپؐ کے عہد مبارک میں موجود تھے ان کے سامنے تو آپ کی ذات اقدس تھی ہی لیکن آپ کی وفات مبارک کے بعد آپؐ کی زندگی سنت کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے جو قرآن حکیم کے بعد ہماری ہدایت کا سب سے بڑا سرچشمہ ہے۔

رسول بحیثیت شارع:

اطاعت رسول کا دوسرا تقاضا ہے۔ آپ ﷺ بحیثیت قانون ساز کے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شارع قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں نہایت صاف الفاظ میں حضور ﷺ کی تشریعی و قانون سازی کے اختیارات عطا کئے گئے ہیں۔ اللہ کی طرف سے امر و نہی اور تحلیل و تحریم صرف وہی نہیں جو قرآن میں بیان ہوئی ہیں بلکہ وہ سب چیزیں ہیں جنہیں رسول ﷺ نے حرام یا حلال قرار دیا۔ آپ نے خود کوئی حکم دیا یا جس سے بھی منع فرمایا وہ سب اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات ہی سے ہے۔ اس لئے وہ قانون خداوندی ہی کا ایک حصہ ہے۔ اس امر کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ

وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے بدی سے روکتا ہے۔ ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ

Scanned with CamScanner

جکڑے ہوئے تھے۔ (الاعراف : ۱۵۷)

ایک دوسری جگہ فرمایا۔

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۘ (الحشر : ۷)

جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

قرآنی آیات کے علاوہ ایسی احادیث کی بھی کچھ کمی نہیں جن کا منشا یہ ہے کہ تمام معاملات میں مسلمانوں کو رسول اللہ کی اطاعت کرنی چاہیے

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا واقعہ :

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے ایک شخص کو احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ یہ کپڑے اتار دو۔ اس آدمی نے کہا کہ مجھے قرآن کی آیت سے دلیل دیجئے جس میں سلے ہوئے کپڑے کی ممانعت ہو۔ اس پر آپ نے مذکورہ آیت پڑھی اور رسول اللہ کا عمل بتا دیا۔

آیت کا منشا یہ ہے کہ ایک مسلمان کے اسلام اور مومن کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے تمام اوامر کی اطاعت کرے اور نواہی سے اجتناب کرے۔ کیونکہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے۔ بلکہ ان کے اوامر و نواہی منشائے الٰہی کے تابع ہوتے ہیں۔

۳۔ رسول بحیثیت قاضی و جج :

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جج اور قاضی بنایا ہے۔ آپ کی یہ حیثیت رسالت ہی کا ایک حصہ ہے۔ کوئی مسلمان بھی آپؐ کے صادر کردہ فیصلوں سے سرتابی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ایسا کرنا کفر ہے بلکہ دل میں تنگی محسوس کرنا بھی اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو فیصلہ صادر کرنے میں مستقل حیثیت عطا کی ہے۔ جھگڑے کی صورت میں انصاف حاصل کرنے کیلئے جہاں اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت دی گئی ہے وہاں ساتھ ہی رسول اللہ کا ذکر بھی موجود ہے۔ ان دونوں مضمونوں سے منہ موڑنا منافقت ہے اور جو شخص نبی ﷺ کو بطور جج تسلیم نہیں کرتا یا آپؐ کے فیصلے سے ملال محسوس کرتا ہے اس کا ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ

اے نبیؐ! ہم یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ جو راہ راست اللہ نے آپ کو دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔

(النساء : ۱۰۵)

نیز فرمایا :

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (النور : ۵۱)

ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ رسولؐ ان کے مقدمے کا فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

ایک دوسری جگہ یوں ارشاد ہوا :

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء : ۶۵)

نہیں اے محمدؐ! تیرے رب کی قسم! یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سربسر تسلیم کر لیں۔

۴۔ رسولؐ بحیثیت فرمانروا :

قرآن مجید کی متعدد آیات یہ بتاتی ہیں کہ نبی اللہ کی طرف سے مقررہ کردہ حاکم ہے۔ یہ منصب آپ کو بحیثیت رسول حاصل ہوا ہے۔ ایسا نہیں کہ آپؐ خود حاکم بن بیٹھے ہوں یا لوگوں نے آپ کو منتخب کر کے فرمانروا بنا دیا ہو۔ رسالت سے علیحدہ آپ کی فرمانروائی کوئی شے نہیں۔ آپ کا رسول ہونا ہی آپ کے حاکم ہونے کی دلیل ہے۔ بطور حاکم آپ کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے۔ آپ کی اطاعت سے منحرف ہونے والا دراصل اللہ کی حاکیت کا انکاری ہے۔

قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات میں آپ کی شان فرمانروائی کا تذکرہ موجود ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (النساء : ۶۴)

ہم نے جو رسولؐ بھی بھیجا ہے اسی لئے بھیجا ہے کہ فرمان خداوندی کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے۔

دوسری جگہ فرمایا :

Scanned with CamScanner

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح : ۱۰)

اے نبی! جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے۔ وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا۔

پھر بتایا کہ کسی مسلمان فرد یا قوم یا ادارے یا عدالت یا پارلیمنٹ یا رسالت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کوئی حکم ثابت ہو اس میں وہ خود اپنی آزادی رائے استعمال کرے جسے مسلمان رہنا ہو اس کو لازماً حکم خدا اور رسول کے آگے جھک جانا ہوگا اور جسے نہ جھکنا ہو اس کو سیدھی طرح ماننا پڑے گا کہ وہ مسلمان نہیں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ۝

کسی مومن مرد اور کسی عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو پھر انہیں اپنے معاملے میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔

(الاحزاب : ۳۶)

الغرض اطاعت رسول ہر مسلمان پر لازم ہے یہ ایمان کا لازمہ 'حب الٰہی کا ذریعہ حصول جنت کا وسیلہ اور رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے اطاعت الٰہی اور اتباع الٰہی ہی دنیا و آخرت میں کامیابی اور فلاح کا ضامن ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حکومت الٰہیہ کا قیام

مفہوم :

حکومت الٰہیہ سے مراد یہ ہے کہ اصل حاکمیت اور حقیقی فرمانروا اللہ تعالیٰ ہے۔ ارشاد قرآنی ہے۔

ان الحکم الا للہ

یعنی اصل حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ حکومت الٰہیہ اس اصول پر قائم ہوتی ہے کہ اختیارات کا اصل سرچشمہ ذات الٰہی ہے۔ انسان صرف نائب خدا کے طور پر یہ اختیارات استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید اور اس سے پہلی کتب سماوی میں حکومت الٰہیہ کا یہی تصور پیش کیا گیا ہے۔ جس کا نصب العین جمہوری شورائی نظام 'بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ 'عدل و انصاف کا قیام اور مساوات و اخوت کی علمبرداری ہے چنانچہ نبی ﷺ کی راہنمائی میں ہجرت مدینہ کے بعد جو معاشرہ وجود میں آیا اس میں آپؐ نے عملاً انہی اصولوں کو نافذ کیا۔ پھر خلافت راشدہ اس حکومت الٰہیہ کا تسلسل تھا اور آج بھی ہر مسلمان کا آئیڈیل حکومت الٰہیہ کا قیام ہے۔

حکومت الٰہیہ کا وعدہ :

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حکومت الٰہیہ کا وعدہ فرماتے ہیں :

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

ترجمہ : (اے امت مسلمہ) اللہ نے جو وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی موجودہ حالت خوف کو امن سے بدل دے گا۔ پس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق اور نافرمان ہیں۔ (النور : ۵۵)

Scanned with CamScanner

شان نزول :

مشہور مفسر امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں آیت کا شان نزول یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعثت اور اعلان نبوت کے بعد دس سال تک مکہ مکرمہ میں دعوت و تبلیغ میں معروف رہے تو ہر وقت کفار و مشرکین کے خوف میں رہے۔ انہیں ہمیشہ اپنی جان کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔ پھر ہجرت مدینہ کا حکم ہوا تو یہاں بھی قریش مکہ اور مشرکین مکہ نے آپ کو امن و سکون سے نہ رہنے دیا بلکہ مشرکین کے حملوں کا ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اس طرح حالت جنگ میں بے سکونی اور بدامنی کی زندگی بسر کرتے رہے ایک صحابیؓ نے آپؐ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کبھی ہم پر ایسا وقت بھی آئے گا کہ ہم ہتھیار کھول کر امن و سکون کے ساتھ رہ سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں بہت جلد ایسا وقت آنے والا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ سے خلافت اور حکومت کا وعدہ فرمایا ہے جس کا ذکر تورات و انجیل میں بھی ہے۔

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ سے تین چیزوں کو وعدہ فرمایا ہے۔

ا۔ آپ کی امت کو زمین کے خلفاء اور حکمران بنایا جائے گا جیسا کہ قبل ازیں اہل ایمان صالحین لوگوں کو حکومت دی گئی تھی۔ مثلاً "بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کی قوم قبطیوں پر غالب کیا۔ پھر ملک شام میں عمالقہ جیسی بہادر قوم پر ان کو غلبہ عطا فرمایا: نیز مصر و شام کی حکومت کا ان کو وارث بنایا:

۲۔ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین کو غلب کیا جائے گا۔ اللہ کا پسندیدہ دین دین اسلام ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۝ نیز اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۝

پھر دین اسلام کے غلبہ کی پیش گوئی قرآن مجید میں بار بار کی گئی ہے۔ مثلاً "سورت فتح میں ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ط

یعنی اس ذات پاک نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے

۳۔ اہل اسلام کو اتنی قوت و شوکت دی جائے گی کہ ان کو دشمنوں کو کوئی خوف نہیں رہے گا۔

مذکورہ تینوں وعدے ایمان، عمل صالح اور دین پر استقامت سے مشروط ہیں۔ پھر یہ وعدہ عہد نبوت اور خلافت راشدہ میں پورا ہوا اس وعدہ کے مخاطب وہ لوگ تھے جو نبی ﷺ کے عہد میں موجود تھے۔ وعدہ جب کیا گیا تھا اس وقت واقعی مسلمانوں پر حالت خوف طاری تھی۔ اور دین اسلام نے ابھی حجاز کی زمین میں بھی مضبوط جڑ نہیں پکڑی تھی۔ اس کے چند سال بعد یہ حالت خوف نہ صرف امن میں بدل گئی بلکہ اسلام عرب سے نکل کر ایشیا اور افریقہ کے بڑے حصہ پر چھا گیا اور اس کے جڑیں اپنی پیدائش کی زمین ہی میں نہیں بلکہ تقریباً "پورے کرہ ارض پر جم گئیں۔ اس وعدہ کی تکمیل کی تفصیل ہم ذیل میں دیتے ہیں۔

حضرت عدی بن حاتم طائی فرماتے ہیں کہ ایک دن میں آنحضور ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آپؐ کے پاس حاضر ہوا اور فاقہ کی شکایت کی۔ پھر ایک اور شخص آیا اور ڈاکوؤں کی شکایت کی۔ آپ نے مجھے خطاب کر کے فرمایا۔ اے عدی! کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا، دیکھا نہیں لیکن اس کے بارے میں سنا ہے۔ فرمایا اگر تمہاری زندگی ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ہودج سوار عورت حیرہ سے نکلے گی آخر کعبہ کا طواف کرے گی اور سوائے خدا کے اور کسی کا خوف نہ ہوگا۔

حضرت عدیؓ کہتے ہیں۔ میں نے جی میں خیال کیا کہ قبیلہ طے کے ڈاکو کہاں جائیں گے جنہوں نے آبادیوں میں آگ لگا رکھی ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ اگر تمہاری زندگی ہوئی تو کسریٰ کے خزانے (مسلمانوں کے ہاتھوں) فتح ہوں گے۔ میں نے عرض کیا کیا کسریٰ بن ہرمز (شاہ ایران)؟ فرمایا۔ ہاں کسریٰ بن ہرمز اور اگر تمہاری زندگی ہوئی تو دیکھو گے کہ سونے یا چاندی کی مٹھی بھر کر محتاج کی تلاش میں نکلے گا اور کوئی لینے والا نہ ملے گا۔

حضرت عدیؓ کہتے ہیں کہ ان (تین پیش گوئیوں میں دو) دو میرے مشاہدہ میں آئیں ایک تو میں نے ہودج نشین عورت کو دیکھا جس نے حیرہ سے اکیلے چل کر کعبہ کا طواف کیا اور اس کے دل میں سوائے خدا کے اور کسی کا خوف نہ تھا۔ دوسرے خزائن کسریٰ کی فتح میں خود شریک ہوا۔ آنحضور ﷺ کی تیسری پیش گوئی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں پوری ہوئی۔ افریقہ کے والی نے غربا میں زکوٰۃ کی رقم تقسیم کرنا چاہی تو کوئی لینے والا نہیں ملتا تھا۔ آخر انہوں نے اس رقم سے چند غلام آزاد کئے۔ (تفسیر خازن)

عربی گرامر

نوٹ: اس حصے میں سے ۲ نمبر کا سوال آئے گا۔

عربی گرامر

از پروفیسر محمد اکرم خان نیازی

عربی زبان دنیا کی قدیم زبان ہے۔ اس کی ہمعصر زبانیں عرصہ ہوا مٹ گئیں۔ عبرانی، سریانی آرامی زبانیں آج مردہ زبانیں شمار ہوتی ہیں۔ عربی نہ صرف زندہ بلکہ کروڑوں انسانوں کی روزمرہ استعمال کی زبان ہے۔ اُسے یہ زندگی قرآن مجید کی بدولت ملی ہے۔ چونکہ قرآن مجید قیامت تک زندہ و پائندہ کتاب ہے۔ اس لئے عربی زبان پر کبھی زوال نہیں آئے گا۔

عربی زبان کو بولنے، سمجھنے اور لکھنے کے لئے صرفی و نحوی قواعد کا علم بے حد ضروری ہے۔ عربی زبان کے صرف و نحو کے قواعد بہت منظم ہیں۔ یہ اگرچہ ایک جاہل اور ان پڑھ قوم کی زبان تھی۔ لیکن گرامر کے اعتبار سے دُنیا کی منضبط ترین زبان مانی جاتی ہے۔

قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے اس کی گرامر کے اصولوں کا معلوم کرنا لازم امر ہے۔ ذیل میں گرامر کے چند قواعد کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ جو بی اے اسلامیات (اختیاری) کے نصاب میں شامل ہیں۔

اِصطلاحات

۱۔ **حرکت:** زبر، زیر پیش کو کہتے ہیں۔ عربی زبان میں کوئی حرف حرکت کے بغیر نہیں پڑھا جا سکتا۔ حرکات تین ہیں۔

۲۔ **ضمّہ:** پیش کو کہتے ہیں۔ اس کا دُوسرا نام رفع بھی ہے۔ اور جس لفظ پر یہ حرکت ہو اُسے مضموم یا مرفوع کہتے ہیں اس حرکت کی علامت یہ ہے۔ (ـُ)

۳۔ **فتحہ:** اسے زبر کہا جاتا ہے۔ اس کا دُوسرا نام 'نصب' ہے۔ اور جس لفظ پر یہ حرکت ہو اُسے مفتوح یا منصوب کہا جاتا ہے اس کی علامت یہ ہے۔ (ـَ)

۴۔ **کسرہ:** اسے زیر کہتے ہیں۔ اس کا دُوسرا نام جر ہے۔ جس لفظ پر یہ حرکت ہو اُسے مکسور یا مجرور کہا جاتا ہے اس کی علامت یہ ہے۔ (ـِ)

۵۔ اِعراب : خاص طور پر اُس زبر، زیر، پیش کو کہتے ہیں جو کسی اسم کے آخری حرف پر ہو۔ مثلاً، مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔ دال، لام اور ہ پر جو پیش اور زیر ہے وہ اعراب ہے۔

۶۔ تنوین : دو زبر، دو زیر اور دو پیش کا نام ہے۔ جس لفظ پر تنوین ہو اُسے مُنَوَّن کہتے ہیں۔ اس کی علامت یہ ہے۔ (ـًـٍـٌ)

۷۔ جزم : اگر لفظ پر کوئی زیر زبر پیش نہ ہو تو ایسی حالت کو جزم کہتے ہیں۔ اس کا دوسرا نام سکون بھی ہے۔ اور ایسے لفظ کو مجزوم یا ساکن کہتے ہیں۔ اس کی علامت یہ ہے۔ (ـْـ)

۸۔ تشدید : ایک ہی قسم کے دو حروف ملا کر پڑھنے کو تشدید کہتے ہیں اور ایسے لفظ کو مشدّد کہا جاتا ہے۔ جیسے عَلَّمَ ۔ اس کی علامت یہ ہے۔ (ـّـ)

۹۔ حُروفِ علت : عربی زبان میں صرف تین VOWELS یا حروف علت ہیں۔ واؤ، الف اور یا

کلمہ اور اس کی اقسام

جو لفظ بھی ہم زبان سے بولتے ہیں اگر وہ با معنی ہو تو اُسے کلمہ کہا جاتا ہے۔ کلمے کی تین اقسام ہیں،

۱۔ اسم ۲۔ فعل ۳۔ حرف

اسم

کسی شخص، حیوان، چیز یا جگہ کے نام کو اسم کہا جاتا ہے۔ جیسے رَجُلٌ، فَرَسٌ، لَاهُوْرُ۔ اسم کی دو بڑی اقسام ہیں، ۱۔ اسم نکرہ ۲۔ اسم معرفہ

۱۔ اِسم نکرہ : وہ اسم ہے جو کسی غیر معین چیز کے لئے استعمال ہو۔ جیسے، کِتَابٌ ، شَجَرَةٌ ، قَلَمٌ

۲۔ اسم معرفہ : وہ اسم ہے جو کسی خاص چیز کے لئے استعمال ہو۔ جیسے، طَلْحَةُ ، اَلْكَعْبَةُ ، بَاكِسْتَانُ ۔

اسم معرفہ کی سات اقسام ہیں،

۱۔ اسمِ عَلَم : جو کسی اِنسان، جگہ یا ملک کا نام ہو۔ مثلاً مِصْرُ ، مُحَمَّدٌ ، دِجْلَةُ ۔

۲۔ اسمِ ضمیر : وہ اسم ہے جو کسی اسم کی جگہ استعمال ہو۔ جیسے هُوَ ، اَنْتَ ، نَحْنُ ۔

۳۔ اسمِ اشارہ : وہ اسم ہے جو کسی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً هٰذَا ، هٰذِهٖ ، ذٰلِكَ ، تِلْكَ ۔

۴۔ اسمِ موصُول : وہ اسم ہے جو دو اسموں یا جملوں کو ملانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے، اَلَّذِيْ ، اَلَّذِيْنَ ، اَلَّتِيْ ، اَللَّاتِيْ ۔

۵۔ مُنادیٰ : وہ اسم ہے جسے پکارا جائے، عام طور پر حرف ندا، یَا اور اَيْ داخل کر کے پکارا جاتا ہے۔ مثلاً یَا خَالِدُ ، اَيْ مَنْصُوْرُ ۔

۶۔ مُضاف اِلی المعرفہ : وہ اسم ہے جس کی اسم معرفہ کی طرف نسبت کر دی جائے۔ مثلاً قَلَمُ خَالِدٍ ، بَيْتُ مُحَمَّدٍ ۔ دونوں مثالوں میں قلم اور بیت اضافت کی وجہ سے معرفہ ہو گئے ہیں۔

۷۔ مُعَرَّفْ بِاللّام : وہ اسم ہے جس پر الف اور لام داخل کر دیا جائے جیسے قَلَمٌ سے اَلْقَلَمُ اور بَيْتٌ سے اَلْبَيْتُ ۔

Scanned with CamScanner

"مرکب"

دو یا دو سے زائد کلموں کو آپس میں ملا دیا جائے تو اسے مرکب کہتے ہیں- مرکب دو قسم کا ہوتا ہے-

(i) مرکب تام (ii) مرکب ناقص

مرکب تام: وہ مرکب ہے جس سے سننے والے کو پوری بات سمجھ آجائے جیسے
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (محمد اللہ کے رسول ہیں) خَالِدٌ فِی الْبَیْتِ (خالد گھر میں ہے)

مرکب ناقص: وہ مرکب ہے جس سے سننے والے کو پوری بات سمجھ میں نہ آئے جیسے

عُقْدَۃُ النِّکَاحِ طَعَامُکَ اِمْرَأَۃُ عِمْرَانَ

مرکب ناقص کی کئی اقسام ہیں جس میں درج ذیل دو زیادہ مشہور ہیں-

(i) مرکب اضافی (ii) مرکب توصیفی

مرکب اضافی: جس مرکب میں دونوں جزو اسم ہوں اور پہلا دوسرے کی طرف منسوب ہو اسے مرکب اضافی کہتے ہیں-

۱- پہلے اسم کو مضاف اور دوسرے اسم کو مضاف الیہ کہتے ہیں- اردو میں ترجمہ کرتے وقت مضاف الیہ کا ترجمہ پہلے اور مضاف کا بعد میں کیا جاتا ہے اور درمیان میں کا- کے- کی کے الفاظ سے نسبت دی جاتی ہے

مثال: کِتَابُ اللّٰہِ (اللہ کی کتاب) رَسُوْلُ اللّٰہِ (اللہ کا رسول)

۲- دو اسموں میں اس قسم کی نسبت کا نام اضافت ہے-

۳- مضاف پر نہ تو لام تعریف (ال) داخل ہوتا ہے اور نہ ہی تنوین آتی ہے- مثلاً اَلْکِتَابُ یا کِتَابٌ

۴- مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے-

۵- مضاف ہمیشہ مضاف الیہ سے پہلے آتا ہے-

۶- بعض اوقات ایک ترکیب میں کئی مضاف الیہ ہوتے ہیں جیسے
بَابُ بَیْتِ الْاَمِیْرِ (امیر کے گھر کا دروازہ) بَابُ بَیْتِ اِبْنِ الْوَزِیْرِ (ابن الوزیر کے گھر کا دروازہ)

قران مجید سے مثالیں

۱- وَجْہُ اللّٰہِ   ۴- عَذَابُ النَّارِ
۲- رَسُوْلُ اللّٰہِ   ۵- فَضْلُ اللّٰہِ
۳- حُدُوْدُ اللّٰہِ   ۶- بُیُوْتِکُمْ

۷- چونکہ عربی میں مضاف اپنے مضاف الیہ سے پہلے آتا ہے اور درمیان میں کوئی لفظ حائل نہیں ہوتا اس لئے مضاف کی صفت مضاف الیہ کے بعد آتی ہے اور وہ مرفوع (پیش والی) ہوتی ہے-

مثال: وَلَدُ الرَّجُلِ الصَّالِحُ (مرد کا نیک لڑکا)

۸- مضاف الیہ کی صفت مجرور (زیر والی) ہوتی ہے حالانکہ عبارت کی ترتیب وہی ہوتی ہے جیسے وَلَدُ الرَّجُلِ الصَّالِحِ (نیک مرد کا لڑکا) اس جملہ میں مضاف الیہ "اَلرَّجُلِ" کی صفت "اَلصَّالِحِ" آئی ہے جو کہ مجرور ہے

۹- تثنیہ اور جمع مذکر سالم کے صیغے جب مضاف ہوں تو ان کے آخر کا نون اعرابی گر جاتا ہے جیسے بَیْتَا الرَّجُلِ (ایک شخص کے دو گھر) ھُمْ مُعَلِّمُوْ الْوَلَدِ (وہ لڑکے کے معلم ہیں) اصل میں بَیْتَانِ اور مُعَلِّمُوْنَ تھا-

۱۰- ایک اسم کی طرف یا دو سے زیادہ اسموں کو منسوب کرنا ہو تو ان میں سے پہلے کو حسب قاعدہ مضاف الیہ سے پہلے اور دوسرے کو اس کے بعد رکھیں اور اس دوسرے اسم کے ساتھ ایک ضمیر لگائیں جو مضاف الیہ کی طرف اشارہ کرتی ہو جیسے

بَیْتُ الْوَزِیْرِ وَ حَقِیْبَتُہٗ، کِتَابُ التِّلْمِیْذِ وَقَلَمُہٗ

۱۱- مرکب اضافی پر حرف ندا داخل ہو تو مضاف کو فتح (زبر) پڑھتے ہیں جیسے
یَا عَبْدَ اللّٰہِ! ، یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ!

مرکب توصیفی:

وہ مرکب ہے جس میں ایک اسم دوسرے اسم کی اچھائی یا برائی بیان کرے ان میں پہلے اسم کو موصوف اور دوسرے کو صفت کہتے ہیں صفت ہمیشہ موصوف کے تابع

Scanned with CamScanner

اور مطابق آتی ہے۔

۱۔مرکب توصیفی میں پہلا اسم ذات اور دوسرا اسم صفت ہوتا ہے۔

۲۔مرکب توصیفی میں پہلے جزو کو موصوف اور دوسرے کو صفت کہتے ہیں۔

۳۔موصوف نکرہ ہو تو صفت بھی نکرہ ہوگی۔مثلاً کِتَابٌ جَدِيْدٌ

۴۔صفت واحد، تثنیہ اور جمع میں موصوف کے مطابق ہوگی۔ مثلاً

اَلرَّجُلُ الصَّالِحُ ، اَلرَّجُلَانِ الصَّالِحَانِ ، اَلرِّجَالُ الصَّالِحُوْنَ ۔

۵۔موصوف معرفہ ہو تو صفت بھی معرفہ ہوگی مثلاً ۔اَلْكِتَابُ الْجَدِيْدُ

۶۔اگر موصوف غیر عاقل کی جمع ہو تو صفت عموماً واحد مؤنث ہوگی۔
جیسے خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ

قرآن سے مثالیں: اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ، بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ، بَحْرٌ لُّجِّيٌّ ، عَبْدٌ مُّؤْمِنٌ
اِثْمٌ كَبِيْرٌ، اَلْيَوْمُ الْاٰخِرُ، اَلصَّلٰوةُ الْوُسْطٰى، اَللّٰهُ الْعَظِيْمُ
رَبٌّ غَفُوْرٌ، صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ، اَلْكِتَابُ الْمُنِيْرُ، اُمَّةٌ قَائِمَةٌ، اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ
حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ، اَيَّامٌ مَّعْدُوْدٰتٌ ، اَلْمُحْصَنٰتُ الْغٰفِلٰتُ

اسم مشتق

مشتق: وہ اسم ہے جو مصدر سے نکلا ہو اور اس میں مصدر کا بنیادی معنی موجود ہو اور اس بنیادی معنی کے ساتھ ساتھ کچھ نیا معنی بھی پیدا ہو جائے جیسے ضرب (مارنا) سے ضارب (مارنے والا) مَضْرُوْبٌ (مارا ہوا) مِضْرَابٌ (مارنے کا آلہ) وغیرہ ہیں۔

اس مشتق کی سات قسمیں ہیں:

اسم فاعل (۲) اسم مفعول (۳) صفت مشبہ (۴) اسم آلہ
(۵) اسم ظرف (۶) اسم تفضیل (۷) اسم مبالغہ

ان میں سے اسم فاعل اور اسم مفعول کی تفصیل بیان کی جاتی ہے

۱۔اسم فاعل

اسم فاعل وہ اسم مشتق ہے جو اس ذات کو ظاہر کرے جس سے فعل سرزد ہوا یا جس

کے ساتھ فعل قائم ہو جیسے ضَارِبٌ (مارنے والا) قَاتِلٌ (قتل کرنے والا) وغیرہ
تین حرفوں والے (یعنی ثلاثی مجرد) افعال سے اسم فاعل "فَاعِلٌ" کے وزن پر بنتا ہے فعل سے فَاعِلٌ، اسم فاعل بنا یعنی پہلے حرف فاء کے بعد الف کا اضافہ کیا درمیان والے حرف عین کے نیچے زیر ڈال دی اور آخری حرف لام پر دو پیش ڈال دیں۔

نوٹ: فعل کو بنیاد یا مصدر بنا کر ہم سہولت کیلئے ہر سہ حرفی فعل کے پہلے حرف کو 'فا' کلمہ دوسرے حرف کو 'عین' کلمہ اور تیسرے حرف کو 'لام' کلمہ کے نام سے ذکر کرتے ہیں مثلاً ضرب میں ہم "ض" کو فاء کلمہ "ر" کو عین کلمہ اور "ب" کو لام کلمہ کہیں گے۔

اسم فاعل کے چھ صیغے آتے ہیں یعنی مذکر اور مؤنث ہر دو کیلئے واحد، تثنیہ اور جمع کے تین تین صیغے

اسم فاعل کی گردان

جنس	مفرد	تثنیہ	جمع
مذکر	فَاعِلٌ (ایک کرنے والا)	فَاعِلَانِ (دو کرنے والے)	فَاعِلُوْنَ (سب کرنے والے)
مؤنث	فَاعِلَةٌ (ایک کرنے والی)	فَاعِلَتَانِ (دو کرنے والیاں)	فَاعِلَاتٌ (سب کرنے والیاں)

۱۔ثلاثی مجرد کے ابواب سے اسم فاعل کیلئے "فَاعِلٌ" کا وزن مقرر ہے۔ جیسے

ضَرَبَ سے ضَارِبٌ ایک مارنے والا
فَتَحَ سے فَاتِحٌ ایک کھولنے والا
نَصَرَ سے نَاصِرٌ ایک مدد کرنے والا
سَمِعَ سے سَامِعٌ ایک سننے والا
حَسِبَ سے حَاسِبٌ ایک گمان کرنے والا

لیکن باب کَرُمَ یَکْرُمُ سے اسم فاعل فَعِيْلٌ کے وزن پر آتا ہے۔

کَرُمَ سے کَرِيْمٌ ایک سخاوت کرنے والا
حَسُنَ سے حَسِيْنٌ ایک خوبصورت آدمی
شَرُفَ سے شَرِيْفٌ ایک بزرگ آدمی

Scanned with CamScanner

ج- ثلاثی مزید فیہ یا رباعی مجرد و مزید فیہ سے اسم فاعل حسب ذیل طریق سے بنتا ہے فعل مضارع معروف لے کر اس کی علامت مضارع دور کر کے اسکی جگہ میم مضموم (میم جس پر پیش ہو) لگا دو
آخری حرف کو تنوین دو، اس سے پہلے حرف پر اگر فتحہ ہو تو اسے کسرہ دے دو اس طرح یہ اسم فاعل بن جائے گا جیسے

يُخْرِجُ سے مُخْرِجٌ نکالنے والا
يُنْزِلُ سے مُنْزِلٌ اتارنے ولیا
يَتَصَدَّقُ سے مُتَصَدِّقٌ صدقہ دینے والا
يَنْكَسِرُ سے مُنْكَسِرٌ ٹوٹنے والا
يَجْتَنِبُ سے مُجْتَنِبٌ پرہیز کرنے والا
يَسْتَنْصِرُ سے مُسْتَنْصِرٌ مدد چاہنے والا
يُدَحْرِجُ سے مُدَحْرِجٌ لڑھکانے والا
تَزَلْزَلَ سے مُتَزَلْزِلٌ لرزنے والا

۲- اسم مفعول

اسم مفعول وہ مشتق ہے جو اس ذات کو ظاہر کرے جس پر فعل واقع ہو جیسے
مَضْرُوبٌ (مارا ہوا) مَكْتُوبٌ (لکھا ہوا) مَسْرُوقٌ (چوری کیا ہوا)
سہ حرفی افعال سے اسم مفعول "مَفْعُولٌ" کے وزن پر آتا ہے یعنی فاء کلمہ سے پہلے پر زبر کے ساتھ میم (م) لگا دیں فاء کلمہ کو ساکن کر دیں عین کلمہ پر پیش ڈال دیں اور عین کلمہ کے بعد واو (و) ساکن کا اضافہ کر دیں اور لام کلمہ پر دو پیش ڈال دیں۔

تین سے زیادہ حرف والے افعال سے اسم مفعول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ فعل مضارع کے واحد مذکر غائب کے صیغے کو لے کر' علامت مضارع کی جگہ پیش کے ساتھ میم (م) لگا دیجئے یعنی کلمہ پر زبر ڈال دیجئے اور آخری حرف پر دو پیش ڈال دیجئے یعنی بالکل وہی طریقہ جو اسم فاعل کے بنانے کا تھا بس اتنا فرق ہے اسم فاعل میں عین کلمہ کے نیچے زیر ڈالتے ہیں اور اسم مفعول میں عین کلمہ پر زبر ڈالتے ہیں جیسے يُسَلِّمُ سے مُسَلَّمٌ، يُدَرِّسُ سے مُدَرَّسٌ اور يَسْتَقْبِلُ سے مُسْتَقْبَلٌ اسم مفعول بنے گا

اسم مفعول کی گردان

مثال نمبر ا:

جنس	مفرد	تثنیہ	جمع
مذکر	مَفْعُولٌ ایک کیا ہوا	مَفْعُولَانِ دو کئے ہوئے	مَفْعُولُونَ سب کئے ہوئے
مؤنث	مَفْعُولَةٌ ایک کی ہوئی	مَفْعُولَتَانِ دو کی ہوئیں	مَفْعُولَاتٌ سب کی ہوئیں

مثال نمبر ۲:

مفرد	تثنیہ		جمع
مذکر	مَقْتُولٌ ایک قتل کیا ہوا	مَقْتُولَانِ دو قتل کئے ہوئے	مَقْتُولُونَ بہت سے قتل کئے ہوئے
مؤنث	مَقْتُولَةٌ ایک قتل کی ہوئی	مَقْتُولَتَانِ دو قتل کی ہوئیں	مَقْتُولَاتٌ سب قتل کی ہوئیں

(د) غیر ثلاثی مجرد سے اسم مفعول بنانے کا وہی طریقہ ہے جو اسم فاعل کا ہے فرق صرف یہ ہے کہ اسم فاعل میں ماقبل آخر (آخری سے پہلے حرف) مکسور ہوتا ہے اور اسم مفعول میں مفتوح جیسے
يُدْخِلُ سے مُدْخَلٌ (داخل کیا گیا) يصدق سے مُصَدَّقٌ (تصدیق کیا ہوا) تکلم سے مُتَكَلَّمٌ (گفتگو کیا ہوا)
يُدَحْرِجُ سے مُدَحْرَجٌ (لڑھکایا ہوا)

فعل اَور اس کی اقسام

تعریف

فعل وہ کلمہ ہے جو کسی کام کے ہونے یا کرنے کو ظاہر کرے اور اس میں تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ بھی پایا جائے۔ تین زمانے ماضی، حال اور مستقبل ہیں جیسے كَتَبَ (اُس نے لکھا) يَكْتُبُ (وہ لکھتا ہے یا لکھے گا)

اقسام

فعل کی چار اقسام ہیں ،

۱۔ فعل ماضی فعل ماضی وہ فعل ہے۔ جس میں کسی کام کے ہونے یا کرنے کو گزشتہ زمانے میں ظاہر کیا جائے۔ جیسے کَتَبَ، قَتَلَ۔

۲۔ فعل مضارع وہ فعل ہے جس میں کسی کام کے ہونے یا کرنے کو زمانہ حال یا مستقبل میں ظاہر کیا جائے۔ جیسے یَرْجِعُ (وہ واپس آتا ہے یا آئے گا)، یَخْلُقُ (وہ پیدا کرتا ہے یا کرے گا)

۳۔ فعل امر وہ فعل ہے جس میں کسی کام کے کرنے کا حکم یا طلب پائی جائے۔ جیسے اِجْلِسْ (تو بیٹھ جا)، لِیَکْتُبْ (اُسے نہیں لکھنا چاہیئے)

۴ فعل نہی وہ فعل ہے جس میں کسی کام نے نہ کرنے کا حکم یا درخواست پائی جائے، جیسے لَا تَنْظُرْ (نہ دیکھ)، لَا یَکْتُبْ (اُسے نہیں لکھنا چاہیئے)

فعل کی دُوسری تقسیم

حروف کی تعداد کے اعتبار سے فعل دو۲ مزید اقسام میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ ۱۔ ثلاثی مجرد ۲۔ ثلاثی مزید فیہ

۱۔ ثلاثی مجرد وہ فعل ہے جس کی ماضی مطلق کے پہلے صیغے میں صرف تین حروف ہوں۔ جیسے، نَصَرَ، کَتَبَ۔

ثلاثی مجرد کے چھ ابواب ہیں،

۱۔ پہلا باب فَتَحَ یَفْتَحُ : یعنی ماضی کے درمیان والے حرف اور مضارع کے درمیان والے حرف پر زبر ہو۔

۲۔ دُوسرا باب ضَرَبَ یَضْرِبُ : ماضی کے درمیان کے حرف پر زبر اور مضارع کے عین کلمے یعنی درمیانے حرف پر زیر ہو۔

۳۔ تیسرا باب نَصَرَ یَنْصُرُ : ماضی کے درمیانی حرف پر زبر اور مضارع کے درمیانی حرف پر پیش ہو۔

۴۔ چوتھا باب سَمِعَ یَسْمَعُ : ماضی کے درمیانی حرف پر زیر اور مضارع کے درمیانی حرف پر زبر ہو۔

۵۔ پانچواں باب حَسِبَ یَحْسِبُ : ماضی اور مضارع کے درمیانی حرف پر زیر ہو۔

۶۔ چھٹا باب شَرُفَ یَشْرُفُ : ماضی اور مضارع کے درمیان کے حرف پر پیش ہو۔

فعل ماضی مطلق معرُوف کی گردان

صیغے	معنے	قسم وجنس صیغہ
ضَرَبَ	اس ایک آدمی نے مارا	واحد مذکر غائب
ضَرَبَا	ان دو آدمیوں نے مارا	تثنیہ مذکر غائب
ضَرَبُوْا	ان سب آدمیوں نے مارا	جمع مذکر غائب
ضَرَبَتْ	اس ایک عورت نے مارا	واحد مؤنث غائب
ضَرَبَتَا	ان دو عورتوں نے مارا	تثنیہ مؤنث غائب
ضَرَبْنَ	ان سب عورتوں نے مارا	جمع مؤنث غائب
ضَرَبْتَ	تو ایک آدمی نے مارا	واحد مذکر حاضر
ضَرَبْتُمَا	تم دو آدمیوں نے مارا	تثنیہ مذکر حاضر
ضَرَبْتُمْ	تم سب آدمیوں نے مارا	جمع مذکر حاضر
ضَرَبْتِ	تو ایک عورت نے مارا	واحد مؤنث حاضر
ضَرَبْتُمَا	تم دو عورتوں نے مارا	تثنیہ مؤنث حاضر
ضَرَبْتُنَّ	تم سب عورتوں نے مارا	جمع مؤنث حاضر
ضَرَبْتُ	میں ایک آدمی یا ایک عورت نے مارا	واحد متکلم
ضَرَبْنَا	ہم دو مرد یا دو عورتوں یا سب مرد یا سب عورتوں نے مارا	جمع متکلم

ماضی مطلق معروف کے صیغوں سے پہلے ما یا لا لگانے سے ماضی منفی کی گردان بن جاتی ہے۔ مثلاً مَا ضَرَبَ : اس ایک آدمی نے نہیں مارا

ماضی قریب

فعل ماضی قریب بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ فعل ماضی مطلق کے ہر صیغے سے پہلے قَدْ لگایا جائے۔ جیسے

قَدْ ضَرَبَ : اس ایک مرد واحد مذکر غائب نے مارا ہے

قَدْ شَرِبَ : اس ایک مرد نے پیا ہے۔

گردان ماضی قریب

صیغے	معنے	قسم و جنس صیغہ
قَدْ ضَرَبَ	اس ایک مرد نے مارا ہے	واحد مذکر غائب
قَدْ ضَرَبَا	ان دو مردوں نے مارا ہے	تثنیہ مذکر غائب
قَدْ ضَرَبُوْا	ان سب مردوں نے مارا ہے	جمع مذکر غائب
قَدْ ضَرَبَتْ	اس ایک عورت نے مارا ہے	واحد مؤنث غائب
قَدْ ضَرَبَتَا	ان دو عورتوں نے مارا ہے	تثنیہ مؤنث غائب
قَدْ ضَرَبْنَ	ان سب عورتوں نے مارا ہے	جمع مؤنث غائب
قَدْ ضَرَبْتَ	تو ایک آدمی نے مارا ہے	واحد مذکر حاضر
قَدْ ضَرَبْتُمَا	تم دو آدمیوں نے مارا ہے	تثنیہ مذکر حاضر
قَدْ ضَرَبْتُمْ	تم سب آدمیوں نے مارا ہے	جمع مذکر حاضر
قَدْ ضَرَبْتِ	تو ایک عورت نے مارا ہے	واحد مؤنث حاضر
قَدْ ضَرَبْتُمَا	تم دو عورتوں نے مارا ہے	تثنیہ مؤنث حاضر
قَدْ ضَرَبْتُنَّ	تم سب عورتوں نے مارا ہے	جمع مؤنث حاضر
قَدْ ضَرَبْتُ	میں ایک مرد یا ایک عورت نے مارا ہے	واحد متکلم مذکر یا مؤنث
قَدْ ضَرَبْنَا	ہم دو مرد یا دو عورتوں یا سب مردوں سب عورتوں نے مارا ہے	تثنیہ یا جمع مذکر یا مؤنث متکلم

ماضی بعید

فعل ماضی بعید بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ ماضی مطلق سے پہلے کَانَ لگا دیا جاتے مگر ماضی مطلق کے ہر صیغہ سے پہلے کَانَ کی ماضی مطلق کی گردان لگے گی جیسے

کَانَ ضَرَبَ : اس ایک مرد واحد غائب نے مارا تھا۔

كُنْتُمْ ضَرَبْتُمْ : تم سب مردوں جمع مذکر غائب نے مارا تھا۔

گردان ماضی بعید

صیغے	معنی	قسم و جنس صیغہ
کَانَ ضَرَبَ	اس ایک آدمی نے مارا تھا	واحد مذکر غائب
کَانَ ضَرَبَا	ان دو آدمیوں نے مارا تھا	تثنیہ مذکر غائب
کَانُوْا ضَرَبُوْا	ان سب آدمیوں نے مارا تھا	جمع مذکر غائب
کَانَتْ ضَرَبَتْ	اس ایک عورت نے مارا تھا	واحد مؤنث غائب
کَانَتَا ضَرَبَتَا	ان دو عورتوں نے مارا تھا	تثنیہ مؤنث غائب
کُنَّ ضَرَبْنَ	ان سب عورتوں نے مارا تھا	جمع مؤنث غائب
کُنْتَ ضَرَبْتَ	تو ایک آدمی نے مارا تھا	واحد مذکر حاضر
کُنْتُمَا ضَرَبْتُمَا	تم دو آدمیوں نے مارا تھا	تثنیہ مذکر حاضر
کُنْتُمْ ضَرَبْتُمْ	تم سب آدمیوں نے مارا تھا	جمع مذکر حاضر
کُنْتِ ضَرَبْتِ	تو ایک عورت نے مارا تھا	واحد مؤنث حاضر
کُنْتُمَا ضَرَبْتُمَا	تم دو عورتوں نے مارا تھا	تثنیہ مؤنث حاضر
کُنْتُنَّ ضَرَبْتُنَّ	تم سب عورتوں نے مارا تھا	جمع مؤنث حاضر
کُنْتُ ضَرَبْتُ	میں ایک مرد یا عورت نے مارا تھا	واحد مذکر یا مؤنث متکلم
کُنَّا ضَرَبْنَا	ہم دو مرد یا دو عورتوں یا سب مرد یا سب عورتوں نے مارا تھا۔	تثنیہ یا جمع مذکر یا مؤنث متکلم

Scanned with CamScanner

ماضی پر مزید بحث کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فعل کی دو قسموں کا حال بیان کر دیا جائے کیونکہ اِن دو میں سے ایک فعل لازم سے صرف ماضی مطلق کی گردان ہی آسکتی ہے۔ مجہول کی گردان نہیں آسکتی۔ جب کہ دوسرے فعل متعدی سے معروف اور مجہول دونوں کی گردان آتی ہے۔

فعل لازم

- وہ فعل ہے جس میں صرف فاعل ہو۔ مگر مفعول نہ آتا ہو جیسے حَسُنَ زَیْدٌ۔ زید خوبصورت ہوا۔

فعل متعدی

- وہ فعل ہے جس میں فاعل، فعل اور مفعول تینوں آتے ہو جیسے شَرِبَ زَیْدٌ لَبَنًا۔ زید نے دودھ پیا۔ یہاں لَبَنًا مفعول آیا ہے۔

فعل متعدی کی دو قسمیں ہیں

۱- معروف (۲) مجہول

۱- فعل معروف

- وہ فعل ہے جس کا فاعل بھی مذکور ہو اور فعل کی نسبت اس فاعل کی طرف ہو جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ وَلَدًا زید نے بچے کو مارا

(۲) فعل مجہول

- وہ فعل ہے جس کا فاعل مذکور نہ ہو اور فعل کی نسبت اس کے مفعول کی طرف ہو جیسے کُتِبَ مَکْتُوْبٌ۔ ایک خط لکھا گیا۔ یہاں مکتوب جو کہ مفعول ہے کو نائب فاعل یا قائمقام فاعل کہتے ہیں۔

عربی زبان میں فاعل مرفوع (جس پر پیش ہو) اور مفعول منصوب (جس پر زبر ہو) ہوتا ہے مجہول میں چونکہ مفعول نائب فاعل ہوتا ہے اس لئے فاعل کی طرح مرفوع ہوتا ہے جیسے کُتِبَ مَکْتُوْبٌ میں مکتوب نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

ماضی معروف کے تینوں اوزان (فَعَلَ ۔ فَعِلَ ۔ فَعُلَ) سے مجہول کا وزن فُعِلَ ہے جیسے کَتَبَ سے کُتِبَ، سَمِعَ سے سُمِعَ

فعل ماضی مطلق مجہول کی گردان

صیغے	معنے	قسم جنس صیغہ
ضُرِبَ	وہ ایک مرد مارا گیا	واحد مذکر غائب
ضُرِبَا	وہ دو مرد مارے گئے	تثنیہ مذکر غائب
ضُرِبُوْا	وہ سب مرد مارے گئے	جمع مذکر غائب
ضُرِبَتْ	وہ ایک عورت ماری گئی	واحد مؤنث غائب
ضُرِبَتَا	وہ دو عورتیں ماری گئیں	تثنیہ مؤنث غائب
ضُرِبْنَ	وہ سب عورتیں ماری گئیں	جمع مؤنث غائب
ضُرِبْتَ	تم ایک مرد مارا گیا	واحد مذکر حاضر
ضُرِبْتُمَا	تم دو مرد مارے گئے	تثنیہ مذکر حاضر
ضُرِبْتُمْ	تم سب مرد مارے گئے	جمع مذکر حاضر
ضُرِبْتِ	تو ایک عورت ماری گئی	واحد مؤنث حاضر
ضُرِبْتُمَا	تم دو عورتیں ماری گئیں	تثنیہ مؤنث حاضر
ضُرِبْتُنَّ	تم سب عورتیں ماری گئیں	جمع مؤنث حاضر
ضُرِبْتُ	میں ایک مرد یا ایک عورت مارا گیا یا ماری گئی	واحد مذکر یا مؤنث متکلم حاضر
ضُرِبْنَا	ہم دو مرد یا دو عورتیں یا ہم سب مرد یا ہم سب عورتیں مارے گئے یا ماری گئیں	تثنیہ یا جمع مذکر یا مؤنث متکلم حاضر

ماضی سے پہلے ما لگا دینے سے جملہ میں نفی کے معنی پیدا ہوجاتے ہیں جیسے مَا شَرِبَ زَیْدٌ لَبَنًا ، زید نے دودھ نہیں پیا۔

فعل ماضی شکیہ

ماضی مطلق سے پہلے کوئی اسم لایا جائے اور اس اسم سے پہلے لفظ لَعَلَّ لگانے سے ماضی شکیہ بن جاتی ہے۔ لعلّ چونکہ اسم ناصب ہے اس لئے لَعَلَّ کے بعد آنے والے اسم پر زبر (نصب) آنا ضروری ہے جیسے لَعَلَّ زَیْدًا خَرَجَ مِنَ الْمَدْرَسَۃِ (شاید زید مدرسہ سے نکلا ہوگا۔) ماضی شکیہ میں شک و شبہ کے معنی پائے جاتے ہیں۔

یعنی ماضی شکیہ وہ ہے جس میں شک وشبہ کا اظہار ہو۔ ماضی مطلق پر لفظ یکون داخل کرنے سے بھی ماضی شکیہ بن جاتی ہے جیسے یَکُوْنُ زَیْدٌ خَرَجَ : زید نکلا ہوگا۔

ماضی تمنائی

وہ ماضی ہے جس میں کسی آرزو یا تمنا کی خواہش کی گئی ہو۔ ماضی مطلق سے پہلے کوئی اسم لایا جائے اور اس اسم سے پہلے لفظ لَیْتَ یا لَیْتَمَا (کاش) لگانے سے ماضی تمنائی بن جاتی ہے۔ لَیْتَ بھی اسم کو زبر دیتا ہے جیسے

لَیْتَ الشَّبَابَ عَادَ : کاش جوانی لوٹ کر آتی

لَیْتَ زَیْدًا فَازَ : کاش کہ زید کامیاب ہوتا

ماضی شرطیہ

ماضی مطلق پر لفظ لَوْ (اگر) داخل کرنے سے ماضی شرطیہ بن جاتی ہے اور اس میں شرط کے معنی پائے جاتے ہیں جیسے لَوِ اجْتَهَدْتَ لَنَجَحْتَ : اگر تو محنت کرتا تو ضرور کامیاب ہوجاتا۔

جزاء یعنی فقرے کے دوسرے حصہ پر لَ داخل کردیا جاتا ہے جس کے معنی ضرور کے ہوجاتے ہیں۔

ماضی استمراری

ماضی استمراری وہ ہے جس میں کام کا تسلسل ہونا پایا جائے۔ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ فعل مضارع سے پہلے کَانَ وغیرہ لگا دینے سے ماضی استمراری کے معنی پیدا ہوجاتے ہیں جیسے کَانَ یَضْرِبُ وہ مارتا تھا یا مارا کرتا تھا۔

فعل مضارع

فعل مضارع وہ فعل ہے جس میں کسی کام کے زمانہ حال یا زمانہ مستقبل میں ہونے کی خبر دی جارہی ہو۔ مثلاً یَضْرِبُ زَیْدٌ : زید مارتا ہے یا مارے گا۔

مضارع بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ماضی کے صیغہ واحد مذکر غائب کو لے کر اس سے پہلے علامت مضارع (ی ت ا ن) لگا دو۔ ماضی کے ف کلمہ کو ساکن کردو اور (ع)

کلمہ پر حسب موقعہ زیر، زبر یا پیش لگا دو اور ل کلمہ پر پیش لگا دو جیسے مَنَعَ سے یَمْنَعُ وہ روکتا ہے یا روکے گا۔ ضَرَبَ سے یَضْرِبُ، وہ مارتا ہے یا مارے گا۔

گردان مضارع معروف

صیغے	معنے	قسم جنس صیغہ
یَضْرِبُ	وہ ایک مرد مارتا ہے یا مارے گا	واحد مذکر غائب
یَضْرِبَانِ	وہ دو مرد مارتے ہیں یا ماریں گے	تثنیہ مذکر غائب
یَضْرِبُوْنَ	وہ سب مرد مارتے ہیں یا ماریں گے	جمع مذکر غائب
تَضْرِبُ	وہ ایک عورت مارتی ہے یا مارے گی	واحد مذکر غائب
تَضْرِبَانِ	وہ دو عورتیں مارتی ہیں یا ماریں گی	تثنیہ مذکر غائب
یَضْرِبْنَ	وہ سب عورتیں مارتی ہیں یا ماریں گی	جمع مؤنث غائب
تَضْرِبُ	تو ایک مرد مارتا ہے یا مارے گا	واحد مذکر غائب
تَضْرِبَانِ	تم دو مرد مارتے ہو یا مارو گے	تثنیہ مذکر حاضر
تَضْرِبُوْنَ	تم سب مارتے ہو یا مارو گے	جمع مذکر حاضر
تَضْرِبِیْنَ	تو ایک عورت مارتی ہے یا مارے گی	واحد مؤنث حاضر
تَضْرِبَانِ	تم دو عورتیں مارتی ہو یا مارو گی	تثنیہ مؤنث حاضر
تَضْرِبْنَ	تم سب عورتیں مارتی ہو یا مارو گی	جمع مؤنث حاضر
اَضْرِبُ	میں ایک مرد یا ایک عورت مارتا ہوں یا مارتی ہوں ماروں گا یا ماروں گی	واحد مذکر یا مؤنث متکلم حاضر
نَضْرِبُ	ہم دو مرد یا دو عورتیں مارتے ہیں یا مارتی ہیں ماریں گے ماریں گی	تثنیہ یا جمع مذکر یا مؤنث متکلم حاضر

فعل مضارع سے پہلے لا (نہیں) لگا دینے سے جملہ میں نفی کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں جیسے لَا یَضْرِبُ زَیْدٌ بَکْرًا : زید بکر کو نہیں مارتا ہے یا نہیں مارے گا۔ بعض حالتوں میں لا کی بجائے ما لگا دیتے ہیں۔

فعل مضارع سے مجہول یُفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ علامت مضارع (ی۔ ت۔ ا۔ ن) کو پیش دو۔ ع کلمہ یعنی آخری حرف سے پہلے حرف کو زبر دو جیسے یُضْرَبُ۔

Scanned with CamScanner

مضارع مجہول کی گردان

صیغہ	معنے	قسم جنس صیغہ
يُضْرَبُ	وہ ایک مرد مارا جاتا ہے یا مارا جائیگا	واحد مذکر غائب
يُضْرَبَانِ	وہ دو مرد مارے جاتے ہیں یا مارے جائینگے	تثنیہ مذکر غائب
يُضْرَبُوْنَ	وہ سب مرد مارے جاتے ہیں یا مارے جائیں گے	جمع مذکر غائب
تُضْرَبُ	وہ ایک عورت ماری جاتی ہے یا ماری جائے گی	واحد مؤنث غائب
تُضْرَبَانِ	وہ دو عورتیں ماری جاتی ہیں یا ماری جائینگی	تثنیہ مؤنث غائب
يُضْرَبْنَ	وہ سب عورتیں ماری جاتی ہیں یا ماری جائینگی	جمع مؤنث غائب
تُضْرَبُ	تو ایک مرد مارا جاتا ہے یا جائے گا	واحد مذکر حاضر
تُضْرَبَانِ	تم دو مرد مارے جاتے ہو یا جاؤ گے	تثنیہ مذکر حاضر
تُضْرَبُوْنَ	تم سب مرد مارے جاتے ہو یا جاؤ گے	جمع مذکر حاضر
تُضْرَبِيْنَ	تو ایک عورت ماری جاتی ہے یا جائے گی	واحد مؤنث حاضر
تُضْرَبَانِ	تم دو عورتیں ماری جاتی ہو یا جاؤ گی	تثنیہ مؤنث حاضر
تُضْرَبْنَ	تم سب عورتیں ماری جاتی ہو یا جاؤ گی	جمع مؤنث حاضر
أُضْرَبُ	میں ایک مرد یا عورت مارا جاتا ہوں یا جاؤنگا یا ماری جاتی ہوں یا جاؤں گی	واحد مذکر یا مؤنث متکلم
نُضْرَبُ	ہم دو مرد یا ہم سب مرد مارے جاتے ہیں یا جائیں گے۔	تثنیہ یا جمع مذکر یا مؤنث متکلم

مضارع میں چونکہ حال اور مستقبل دونوں کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اگر مضارع کو صرف مستقبل سے مخصوص کرنا مطلوب ہو تو فعل مضارع سے پہلے س مستقبل قریب کے لئے اور سوف مستقبل بعید کیلئے لگا دیں جیسے سَيَقُوْلُ: وہ عنقریب کہے گا اور سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ: تم کچھ دیر بعد جان لو گے۔

جس طرح كَانَ سے ماضی مطلق معروف کی گردان آتی ہے۔ اسی طرح اس سے فعل مضارع کی گردان بھی آتی ہے جیسے يَكُوْنُ (ہوتا ہے یا ہوگا) يَكُوْنَانِ يَكُوْنُوْنَ وغیرہ۔

فعل امر

جس فعل میں کسی کام کے متعلق کوئی حکم دیا جائے یا درخواست و فرمائش کی جائے اسے فعل امر کہا جاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

امر حاضر - امر غائب

امر حاضر بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ مضارع کا پہلا حرف علامت مضارع کو حذف کر دیا جائے اور آخری حرف کو ساکن کر دیں اب یہ دیکھا جائے کہ علامت مضارع حذف کرنے کے بعد مضارع کا دوسرا حرف ف کلمہ ساکن ہے یا متحرک ــــ اگر متحرک ہے تو ویسے ہی رہنے دیں یہی فعل امر کا صیغہ ہوگا۔ جیسے وَعَدَ کا مضارع يَعِدُ ہے۔ علامت مضارع ی کو حذف کرنے اور آخری کو جزم دینے سے عِدْ (وعدہ کر) بنتا ہے یہی فعل امر ہے۔ اسی طرح يَجِدُ سے جِدْ وغیرہ اگر بیچ میں کوئی حرف علت (و، ا، ی) ہو تو وہ گر جائیگا۔ جیسے يَطِيْرُ: وہ اڑتا ہے سے علامت مضارع حذف کرنے اور آخری حرف کو جزم دینے کے بعد طِيْرْ رہ جاتا ہے۔ ی حرف علت ہونے کی وجہ سے گر جائیگا۔ اور باقی طِرْ (تو اڑ) رہ جائے گا۔ یہ امر حاضر کا صیغہ ہوگا۔ اگر علامت مضارع کے بعد کا حرف (کلمہ ف) ساکن ہو تو علامت مضارع حذف کرنے کے بعد اس کی جگہ الف لگائیں اور آخری حرف کو جزم دیں اس کے ع کلمہ کے مطابق فعل امر بنے گا جیسے يَنْصُرُ سے اُنْصُرْ (مدد کر) ع کلمہ ص پر پیش ہونے کی وجہ سے الف پر پیش دی گئی اور اگر ع کلمہ پر زبر یا زیر ہو تو الف کے نیچے (دونوں صورتوں میں) زیر دینے سے فعل امر بنے گا جیسے:

يَسْمَعُ سے اِسْمَعْ اور يَضْرِبُ سے اِضْرِبْ

اس کے چھ صیغے ہوتے ہیں۔

گردان امر حاضر معروف

صیغے	معنے	قسم جنس صیغہ
اِضْرِبْ	تو ایک آدمی مار	واحد مذکر حاضر
اِضْرِبَا	تم دو آدمی مارو	تثنیہ مذکر حاضر
اِضْرِبُوْا	تم سب آدمی مارو	جمع مذکر حاضر
اِضْرِبِیْ	تو ایک عورت مار	واحد مؤنث حاضر
اِضْرِبَا	تم دو عورتیں مارو	تثنیہ مؤنث حاضر
اِضْرِبْنَ	تم سب عورتیں مارو	جمع مؤنث حاضر

فعل امر غائب میں غائب اور متکلم کے صیغے شامل ہوتے ہیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ مضارع کا صیغہ واحد غائب لے کر اس سے پہلے لام مکسور (لِ) لگا دیا جائے اور آخری حرف کو جزم دے دیا جائے جیسے یَضْرِبُ سے لِیَضْرِبْ اسے مارنا چاہیئے نون اعرابی گر جائیگا۔

گردان امر غائب معروف

صیغے	معنے	قسم و جنس صیغہ
لِیَضْرِبْ	اس ایک آدمی کو مارنا چاہیے	واحد مذکر غائب
لِیَضْرِبَا	ان دو آدمیوں کو مارنا چاہیئے	تثنیہ غائب مذکر
لِیَضْرِبُوْا	ان سب آدمیوں کو مارنا چاہیئے	جمع غائب مذکر
لِتَضْرِبْ	اس ایک عورت کو مارنا چاہیئے	واحد غائب مؤنث
لِتَضْرِبَا	ان دو عورتوں کو مارنا چاہیئے	تثنیہ غائب مؤنث
لِیَضْرِبْنَ	ان سب عورتوں کو مارنا چاہیئے	جمع غائب مؤنث
لِاَضْرِبْ	مجھے مارنا چاہیئے	واحد متکلم
لِنَضْرِبْ	ہمیں مارنا چاہیئے۔	جمع متکلم

فِعلِ نہی

نہی وہ فعل ہے جس میں کسی کام کے نہ کرنے کا حکم یا درخواست پائی جائے۔ اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ فعل مضارع کے ہر ایک صیغہ سے پہلے لَا داخل کیا جائے اور آخری حرف کو جزم دے دی جائے جیسے یَضْرِبُ سے لَا یَضْرِبْ اور تَضْرِبُ سے لَا تَضْرِبْ۔ اسی طرح فعل نہی مجہول مضارع مجہول سے بنایا جائے گا۔ مثلاً یُضْرَبُ سے لَا یُضْرَبْ۔

فعل نَہی حَاضر معرُوف کی گردان

صیغے	معنے	قسم و جنس صیغہ
لَا تَضْرِبْ	تو ایک مرد نہ مار	واحد مذکر حاضر
لَا تَضْرِبَا	تم دو مرد نہ مارو	تثنیہ مذکر حاضر
لَا تَضْرِبُوْا	تم سب مرد نہ مارو	جمع مذکر حاضر
لَا تَضْرِبِیْ	تو ایک عورت نہ مار	واحد مونث حاضر
لَا تَضْرِبَا	تم دو عورتیں نہ مارو	تثنیہ مونث حاضر
لَا تَضْرِبْنَ	تم سب عورتیں نہ مارو	جمع مونث حاضر

فعل نَہی غائب معرُوف کی گردان

صیغے	معنے	قسم و جنس صیغہ
لَا یَضْرِبْ	اس ایک مرد کو نہیں مارنا چاہیئے	واحد مذکر غائب
لَا یَضْرِبَا	ان دو مردوں کو نہیں مارنا چاہیئے	تثنیہ مذکر غائب
لَا یَضْرِبُوْا	ان سب مردوں کو نہیں مارنا چاہیئے	جمع مذکر غائب
لَا تَضْرِبْ	اس ایک عورت کو نہیں مارنا چاہیئے	واحد مونث غائب

Scanned with CamScanner

صیغہ	معنی	قسم و جنس صیغہ
لَا تُضْرَبَا	اُن دو عورتوں کو نہیں مارنا چاہیئے	تثنیہ مونث غائب
لَا يُضْرَبْنَ	اُن سب عورتوں کو نہیں مارنا چاہیئے	جمع مونث غائب
لَا اُضْرَبْ	مجھ ایک مرد یا ایک عورت کو نہیں مارنا چاہیئے	واحد متکلم
لَا نُضْرَبْ	ہم سب کو نہیں مارنا چاہیئے	جمع متکلم

فعل نہی حاضر اور غائب مجہول کی گردان بھی مندرجہ بالا گردانوں کی طرح ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ، لَا تَضْرِبْ کی جگہ لَا تُضْرَبْ اور لَا يَضْرِبْ کی بجائے لَا يُضْرَبْ پڑھا جائے گا۔

حُرُوفِ جَرّ

جَرّ یعنی زیر دینے والے حروف کی تعداد ۱۷ ہے۔ اور وہ حروف مندرجہ ذیل ہیں :

با ــ تا ــ کاف ــ لام ــ واؤ ــ مُنْذُ ــ مُذْ ــ خَلَا ــ حَاشَا ــ عَدَا

رُبَّ ــ مِنْ ــ فِیْ ــ عَنْ ــ اِلٰی ــ حَتّٰی ــ عَلٰی

انکے معنی اور استعمال کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

معنی اور استعمال

۱۔ **با** : کئی معنوں کے لئے مستعمل ہے۔ ۱۔ مصاحبت (ساتھ) جیسے وَزَنْتُ بِالْمِيْزَانِ۔ (میں نے ترازو سے تولا) ۲۔ ظرفیت (میں) جیسے وُلِدَ بِمَكَّةَ (وہ مکہ میں پیدا ہوا) ۳۔ قسم جیسے بِاللّٰهِ (اللہ کی قسم) ۴۔ زائدہ جیسے مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ (اللہ بے خبر نہیں ہے)

۲۔ **تا** : یہ قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّكُمْ (اللہ کی قسم تم سے فریب کروں گا)

۳۔ **کاف** : بطور حرفِ تشبیہ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے زَيْدٌ كَالْاَسَدِ (زید شیر کی مانند ہے)

۴۔ **لام** : متعدد معنوں کے لئے مستعمل ہے۔ ۱۔ تعلیل (سبب) جیسے ذَهَبْتُ اِلٰى مَكَّةَ لِلْحَجِّ (میں مکہ حج کے لئے گیا) ۲۔ ملکیت جیسے هٰذَا الْكِتَابُ لِيْ (یہ میری کتاب ہے) ۳۔ اِلٰی طرف کے معنوں میں جیسے لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ (سورج کی جانب سجدہ نہ کرو)

۵۔ **واؤ** : یہ زیادہ تر قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ (ربِّ کعبہ کی قسم) یہ حرفِ عطف بھی ہے لیکن اس وقت یہ حرفِ جر نہیں ہوتا۔

۶، ۷۔ **مُنْذُ، مُذْ** : یہ کسی فعل کا دورانیہ بتلاتے ہیں۔ جیسے ، مَا سَافَرْتُ مُنْذُ عَامٍ (میں

نے ایک سال سے سفر نہیں کیا)

۸، ۹، ۱۰۔ **حَاشَا، خَلَا، عَدَا** : یہ تینوں حروفِ استثناء ہیں۔ جن کا معنی ہے سوائے ، مگر جیسے، حَضَرَ الْقَوْمُ خَلَا خَالِدٍ (سوائے خالد کے سب لوگ حاضر تھے)

۱۱۔ **رُبَّ** : تعداد کی کثرت کو ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے ، رُبَّ بَلَدٍ زُرْتُ (میں نے بہت سے شہروں کی زیارت کی ہے) بعض اوقات یہ قلت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

۱۲۔ **مِنْ** : یہ حرف کسی چیز کی ابتدا کو ظاہر کرتا ہے۔ اور "سے" کے معنی دیتا ہے۔ جیسے ، خَرَجْتُ مِنَ الْبَيْتِ (میں گھر سے نکلا)۔ مِنْ بیانیہ بھی ہوتا ہے یعنی کسی چیز کی وضاحت کرتا ہے۔ جیسے ، فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (پلیدی سے بچو یعنی بتوں سے) مِنْ تبعیضیہ بھی ہوتا ہے جو "کچھ" کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً قَرَاْتُ مِنَ الدُّعَاءِ (میں نے کچھ دعا پڑھی)

۱۳۔ **فِیْ** : ظرفیت کے لئے استعمال ہوتا ہے (میں کے معنی دیتا ہے)، جیسے اَلْعِلْمُ فِی الْكُتُبِ (علم کتابوں میں ہے)

۱۴۔ **عَنْ** : دوری اور جدائی کے معنوں میں مستعمل ہے۔ اردو میں اس کے معنی "سے" کے کرتے ہیں۔ جیسے ، اَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْكُمْ نَخْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ۔ (اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کا تکبر تم سے دور کر دیا)

۱۵، ۱۶۔ **حَتّٰی، اِلٰی** : دونوں حروف انتہا کو ظاہر کرتے ہیں۔ جیسے ، خَرَجْتُ مِنْ بَيْتِيْ اِلَى السُّوْقِ (میں گھر سے بازار تک گیا) هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (وہ فجر کے طلوع ہونے تک ہے)

۱۷۔ **عَلٰی** : بلندی کا (اوپر) کے معنی دیتا ہے۔ جیسے ، اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

تفصیل ابواب ثلاثی مزید فیہ

فعل ثلاثی مزید فیہ کے بارہ ابواب ہیں جو ثلاثی مجرد کی ماضی کے ابتداء یا وسط میں ایک یا دو یا تین حرف بڑھانے سے بنتے ہیں اور تین حصوں میں منقسم ہیں۔

(۱) وہ ابواب جو ایک حرف زائد کے بڑھانے سے بنتے ہیں اور یہ تین ہیں:

۱۔ افعل ف کلمہ کے پہلے ہمزہ زیادہ کرنے سے جیسے کَرُمَ سے اَکْرَمَ

۲۔ فعّل ع کلمہ کو مشدد کرنے سے جیسے صَرَفَ سے صَرَّفَ

۳۔ فاعل ف کلمہ کے بعد الف زیادہ کرنے سے جیسے قَتَلَ سے قَاتَلَ

(۲) وہ ابواب جو دو حرف زائد کے بڑھانے سے بنتے ہیں اور یہ پانچ ہیں۔

۱۔ تفعّل اول میں ت لانے سے اور عین کو مشدد کرنے سے، جیسے قَبِلَ سے تَقَبَّلَ

۲۔ تفاعل اول میں ت اور ف کلمے کے بعد الف لانے سے، جیسے قَبِلَ سے تَقَابَلَ

۳۔ افتعل اول میں ہمزہ اور ف کلمے کے بعد ت لانے سے، جیسے جَنَبَ سے اِجْتَنَبَ

۴۔ انفعل اول میں ہمزہ اور نون لانے سے جیسے فَطَرَ سے اِنْفَطَرَ

۵۔ افعلّ اول میں ہمزہ لانے سے اور لام کو مشدد کرنے سے جیسے حَمَرَ سے اِحْمَرَّ

(۳) وہ ابواب جن میں تین حروف بڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ چار ہیں

۱۔ افعال اول میں ہمزہ اور عین کلمے کے بعد الف بڑھانے اور لام مشدد کرنے سے جیسے دَھَمَ سے اِدْھَامَّ

۲۔ استفعل اول میں ہمزہ و س و ت کے لانے سے جیسے نَصَرَ سے اِسْتَنْصَرَ

۳۔ افعوعل اول میں ہمزہ اور عین کلمہ کے بعد و او مشدد لانے سے جیسے خَشُنَ سے اِخْشَوْشَنَ

۴۔ افعوّل اول میں ہمزہ اور عین کلمہ کے بعد و او مشدد بڑھانے سے جیسے جَلَذَ سے اِجْلَوَّذَ

ان بارہ بابوں میں پہلے پانچ باب بے ہمزہ وصل کہلاتے ہیں اور پچھلے سات باہمزہ وصل باب افعال کے پہلے جو ہمزہ ہے وہ قطعی کہلاتا ہے۔

شناخت ابواب:

(۱) ابواب مزید فیہ میں سے جب کسی فعل یا اسم مشتق کا پتہ کرنا منظور ہو تو اس باب کے مصدر کا نام لے لینا چاہیے مثلاً یُکْرِمُ باب افعال سے اور یُضَارِبُ باب مفاعلہ سے ہے۔

(۲) باب افتعال اور باب انفعال کے پہچاننے میں کبھی خفیف سا مغالطہ ہو جاتا ہے پس یاد رکھنا چاہیے اگر تیسرا حرف ت ہو تو باب افتعال ہے اور اگر دوسرا حرف ن ساکن ہو تو انفعال

(۳) افعیلال، افعیعال، افعلال، افعنلال یہ چاروں مصدر ایک وزن کے ہیں اگر اصلی تین حرف اور لام کلمہ مکرر ہو تو افعیلال ہے، جیسے اِدْھِیْمَام اور اگر عین کلمہ مکرر ہے تو افعیعال جیسے اِخْشِیْشَان۔ اگر چار حرف اصلی اور ع کلمہ کے بعد ن زائد ہے تو افعنلال جیسے اِحْرِنْجَام اگر چار حرف اصلی کے سوا لام کلمہ مکرر ہے تو افعلال، جیسے اِقْشَعَرَّ

حرکات مضارع معروف

افعال، تفعیل، مفاعلہ، فعللۃ۔ چار بابوں میں کہ ان کی ماضی چار حرفی ہے۔ مضارع معروف میں علامت مضموم ہو گی اور باقی بابوں میں مفتوح۔ تفعل، تفاعل، تفعلل تین بابوں میں کہ ان کی ماضی کے پہلے ت زائد آتی ہے مضارع کے آخر حرف کا ماقبل مفتوح ہو گا اور باقی بابوں میں مکسور

ہمزہ کا حذف:

افتعال، انفعال، افعلال، افعیلال، استفعال، افعیعال، افعول، افعنلال، افعلال نو بابوں کی ماضی کے پہلے ہمزہ وصل آتا ہے، اتین، لاحق ہونے کی علامت مضارع کے، حذف ہو جاتا ہے جیسے یَجْتَنِبُ یَنْفَطِرُ وغیرہ باب افعال کا ہمزہ ماضی اگرچہ قطعی ہے مگر مضارع میں وہ بھی حذف ہو جاتا ہے جیسے یُکْرِمُ کہ اصل میں یُاَکْرِمُ تھا۔

Scanned with CamScanner

مندرجہ ذیل چارٹ سے ابواب ثلاثی مزید کی شناخت خصوصاً صیغہ فعل ماضی ، مضارع، اسم فاعل، اسم مفعول کی بخوبی ہو جاتی ہے - طلباء کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اسے توجہ سے دیکھیں اور سمجھیں۔

	باب	ماضی	مضارع	فاعل	مفعول	مصدر
۱	اِفعال	اَکْرَمَ	یُکْرِمُ	مُکْرِمٌ	مُکْرَمٌ	اِکرام
۲	تَفْعِیل	صَرَّفَ	یُصَرِّفُ	مُصَرِّفٌ	مُصَرَّفٌ	تَصْرِیف
۳	مُفَاعَلَه	قَاتَلَ	یُقَاتِلُ	مُقَاتِلٌ	مُقَاتَلٌ	مُقَاتَلَة
۴	تَفَعُّل	تَفَكَّرَ	یَتَفَكَّرُ	مُتَفَكِّرٌ	مُتَفَكَّرٌ	تَفَكُّرٌ
۵	تَفَاعُل	تَصَادَمَ	یَتَصَادَمُ	مُتَصَادِمٌ	مُتَصَادَمٌ	تَصَادُمٌ
۶	اِنْفِعَال	اِنْهَزَمَ	یَنْهَزِمُ	مُنْهَزِمٌ	مُنْهَزَمٌ	اِنْهِزَام
۷	اِفْتِعَال	اِقْتَرَبَ	یَقْتَرِبُ	مُقْتَرِبٌ	مُقْتَرَبٌ	اِقْتِرَاب
۸	اِسْتِفْعَال	اِسْتَدْبَرَ	یَسْتَدْبِرُ	مُسْتَدْبِرٌ	مُسْتَدْبَرٌ	اِسْتِدْبَار
۹	اِفْعِلَال	اِسْوَدَّ	یَسْوَدُّ	مُسْوَدٌّ	مُسْوَدٌّ	اِسْوِدَاد
۱۰	اِفْعِیلَال	اِحْمَارَّ	یَحْمَارُّ	مُحْمَارٌّ	مُحْمَارٌّ	اِحْمِیرَار
۱۱	اِفْعِوَّال	اِجْلَوَّذَ	یَجْلَوِّذُ	مُجْلَوِّذٌ	مُجْلَوَّذٌ	اِجْلِوَّاذ
۱۲	اِفْعِیعَال	اِعْشَوْشَبَ	یَعْشَوْشِبُ	مُعْشَوْشِبٌ	مُعْشَوْشَبٌ	اِعْشِیشَاب

الجملة الاسمية

جملہ کی تعریف: الفاظ کا ایسا مجموعہ جس سے پوری بات واضح ہو جائے جملہ کہلاتا ہے اسے جملہ تامہ بھی کہتے ہیں جملہ دو قسم کا ہوتا ہے (۱) الجمله الاسمية (۲) الجمله الفعلية

۱- الجملة الاسمية: وہ جملہ ہوتا ہے جس میں پہلا جزو اسم ہو مثلا اَللّٰهُ نُوْرٌ (اللہ نور ہے)

جملہ اسمیہ میں عموماً پہلا جزو معرفہ اور دوسرا جزو نکرہ ہوتا ہے چنانچہ اوپر والی مثال میں "اَللّٰهُ" معرفہ ہے اور "نُوْرٌ" نکرہ ہے-

نوٹ (۱) جملہ اسمیہ اور مرکب توصیفی میں فرق ہے کہ مرکب توصیفی میں دونوں اجزاء تعریف او تنکیر میں یکساں ہوتے ہیں جب کہ جملہ اسمیہ میں پہلا جزو معرفہ اور دوسرا نکرہ ہوتا ہے نیز جملہ اسمیہ جملہ تامہ ہوتا ہے اور مرکب توصیفی غیر مکمل اور غیر تامہ ہوتا ہے-

چنانچہ اوپر دی گئی مثال میں اگر پہلے جزو کی جگہ اسم نکرہ رکھ دیں تو یہ مرکب توصیفی بن جائیگا یا دوسرے جز کی جگہ معرفہ رکھ دیں تو بھی یہ مرکب توصیفی ہوگا-

البتہ جملہ اسمیہ کا دوسرا جزو ایسا لفظ نہ ہو جو کسی موصوف کی صفت واقع ہو سکے مثلاً (اسم علم، اسم ضمیر یا اسم اشارہ) تو جملہ اسمیہ کا دوسرا جزو بھی معرفہ ہو سکتا ہے مثلاً

اَنَا یُوْسُفُ یا مبتدا اور خبر کے درمیان ایک ضمیر فاعل لگا دی جائے جیسے الرَّجُلُ هُوَ الصَّالِحُ اگر یہاں سے ضمیر نکال دی جائے تو مرکب توصیفی ہو جائیگا

(۲) جس طرح اردو میں "ہے"، "ہیں" وغیرہ کلمات ربط ہیں اس طرح عربی میں کوئی لفظ نہیں ہے یہ معنی جملے میں خود پیدا ہو جاتے ہیں مثلا زَیْدٌ عَالِمٌ (زید عالم ہے)

(۳) جملہ اسمیہ میں پہلے جزو کو مبتداء اور دوسرے کو خبر کہتے ہیں-

(۴) عموماً مبتدا اور خبر مرفوع ہوتے ہیں-

(۵) صفت کی طرح خبر بھی وحدت، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں اپنے مبتدا کے مطابق ہوتی ہے الاَشْجَارُ طَوِیْلَةٌ، الحُرُوْبُ مُهْلِكَةٌ

لیکن اگر مبتدا جمع غیر عاقل ہو تو اس کی خبر عموماً واحد مونث ہوتی ہے-

(۶) اگر مبتدا دو ہوں اور جنس میں مختلف ہوں یعنی ایک مذکر اور دوسرا مونث تو خبر میں مذکر کا لحاظ رکھا جائے گا یعنی خبر مذکر ہوگی جیسے الابْنُ والابْنَةُ صَالِحَانِ

(۷) مبتداء اور خبر کبھی مفرد ہوتے ہیں کبھی مرکب، مفرد کی مثالیں پہلے گزر چکی ہیں- مرکب کی مثالیں یہ ہیں-

الرَّجُلُ الطَّیِّبُ حَاضِرٌ (مبتدا مرکب توصیفی ہے) اچھا آدمی موجود ہے-

زَیْدٌ رَجُلٌ طَیِّبٌ (خبر مرکب توصیفی ہے) زید اچھا آدمی ہے-

(۸) جملہ اسمیہ پر مَا یا لَیْسَ داخل ہونے سے اس میں نفی کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں

Scanned with CamScanner

ایسی صورت میں اکثر خبر پر "ب" لگا کر خبر کو جر دیتے ہیں اس "ب" کے کچھ معنی نہیں ہوتے۔ مثلاً

مَا اَنَا بِقَارِی، لَیْسَ زَیْدٌ بِرَجُلٍ قَبِیْحٍ

"میں قاری نہیں ہوں۔ زید آدمی ہے"

(۹) جملہ اسمیہ پر اکثر حرف (ان) بھی داخل ہوتا ہے جس کی وجہ سے مبتداء کو منصوب پڑھا جاتا ہے اور خبر بدستور مرفوع ہوتی ہے۔

اِنَّ الاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ، اِنَّ الفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ، اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ

بیشک نیکوکار جنت میں ہوں گے۔ یقینا بدکار جہنم میں ہوں گے۔ بے شک ظلم عظیم ہے

نوٹ: کسی جملے میں استفہام کے معنی پیدا کرنے ہوں تو اس پر "ھل" یا "اَ" لگا دو اَزَیْدٌ عَالِمٌ ؟ھَلِ الرَّجُلُ عَالِمٌ ؟ کیا زید عالم ہے؟ کیا آدمی عالم ہے؟

سورہ البقرۃ سے جملہ اسمیہ کی مثالیں (از رکوع ۲۱ تا آخر)

۱-ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ ۲- اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ ۳-تِلْكَ عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ ۴-اَلحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ ۵-اَللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۶- اَللّٰہُ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ ۷-اَللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۸- اَللّٰہُ یَرْزُقُ

سورہ نور سے جملہ اسمیہ کی مثالیں

۱- اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ ۲- اَلطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ ۳- اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ ۴-اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ۵-فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ ۶-مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۷-اَللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

جملہ فعلیہ

الفاظ کا مجموعہ جس سے پوری بات سمجھ میں آجائے اور وہ فعل سے شروع ہو جملہ فعلیہ کہلاتا ہے اور چونکہ اس میں کوئی خبر یا اطلاع دی جاتی ہے اسلئے اسے جملہ فعلیہ خبریہ بھی کہتے ہیں جیسے جملہ اسمیہ کے ساتھ بھی خبریہ کا لفظ لگاتے ہیں۔

مثالیں: ظَھَرَ الفَسَادُ (فساد ظاہر ہو گیا)

قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ (حضرت داؤد نے جالوت کو قتل کیا)

۲- جملہ فعلیہ اگر فعل لازم سے شروع ہو تو فاعل سے مل کر بات پوری ہو جائیگی جیسے اوپر والی مثال میں ظَھَرَ الفَسَادُ میں "ظَھَرَ" فعل لازم ہے اور "الفَسَادُ" فاعل ہے اس طرح فعل اور فاعل سے بات واضح ہو گئی

۳- جملہ فعلیہ اگر فعل متعدی سے شروع ہو تو فاعل کے ساتھ مفعول بھی ضروری ہو گا تب بات صاف ہو گی جیسے قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ اس میں قتل فعل متعدی ہے جو فاعل داؤد کے ساتھ مفعول جالوت کا بھی متقاضی تھا۔ یاد رہے کہ فاعل ہمیشہ مرفوع ہو گا اور مفعول منصوب ہو گا جیسا کہ اوپر مثال میں ہے۔

سورہ بقرہ سے جملہ فعلیہ کی مثالیں

۱-قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ ۲-ظَھَرَ الفَسَادُ ۳-یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا ۴-یَعِظُکُمُ اللّٰہُ ۵- یَغْفِرِ اللّٰہُ لَکُمْ ۶- یَضْرِبُ اللّٰہُ الاَمْثَالَ ۷-نَعْبُدُ اِلٰھَكَ

سورہ نور سے جملہ فعلیہ کی مثالیں

لَا تَحْسَبُوْنَ شَرًّا لَّکُمْ ۲-تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاھِکُمْ ۳-یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ ۴- وَاللّٰہُ یَعْلَمُ ۵- وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ ۷- اَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ

اِنَّ وَاَخَوَاتُھَا (حروف مشبہ بالفعل)

یہ حروف چونکہ فعل سے لفظی ولغوی مشابہت رکھتے ہیں اس لئے انہیں مشبہ بالفعل کہتے ہیں مثلاً اِنَّ اَنَّ اور لٰکِنَّ وغیرہ

جب یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں تو مبتدا کو نصب دیتے ہیں نیز ان عوامل کے داخل ہونے کے بعد بھی جملہ اسمیہ ہی رہتا ہے البتہ مبتداء پر داخل ہونے والے عامل کو اسم اور خبر کو اس عامل کی خبر کہہ دیتے ہیں اور یہ عامل اپنے اسم اور اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ کہلاتا ہے جیسے اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ

حروف مشبہ بالفعل کی تعداد چھ ہے۔

اِنَّ ، اَنَّ ، کَاَنَّ ، لَیْتَ ، لَعَلَّ ، لٰکِنَّ

عمل اور اعراب:

جب یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں تو اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں جیسے

اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (بے شک اللہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے)

ذیل میں حروف مشبہ بالفعل کی تفصیل دی جاتی ہے۔

۱- اِنَّ: ہمیشہ کلام کے شروع میں آتا ہے اور کلام میں زور پیدا کرتا ہے یعنی تحقیق کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے اِنَّ زَیْدًا عَالِمٌ "بے شک زید عالم ہے یا تحقیق زید عالم ہے"

۲- اَنَّ: یہ کلام کے شروع میں نہیں آتا بلکہ جملہ کے درمیان میں آتا ہے جیسے

قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ، وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ

۳- کَاَنَّ: یہ تشبیہ کے لئے آتا ہے جیسے کَاَنَّ زَیْدًا اَسَدٌ "گویا کہ زید شیر ہے"

کَاَنَّ الزُّجَاجَۃَ کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ "گویا قندیل چمکدار ستارہ ہے"

۴- لَیْتَ: یہ تمنا یا آرزو کیلئے آتا ہے جیسے لَیْتَ الشَّبَابَ عَائِدٌ "کاش جوانی لوٹ کر آنے والی ہوتی- اس عبارت میں شباب لیت کا اسم ہے اور عائد اس کی خبر ہے۔

۵- لَعَلَّ: (شاید-امید) کے لئے آتا ہے لیکن اگر لَعَلَّ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آئے

تو تحقیق اور یقین کے معنوں میں آتا ہے مثلاً لَعَلَّ الْمَلِکَ صَالِحٌ "شاید بادشاہ نیک ہے" لَعَلَّ السَّاعَۃَ قَرِیْبٌ "شاید قیامت قریب ہی ہو"

۶- لٰکِنَّ: یہ لیکن کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے یعنی استدراک کیلئے

خَالِدٌ صَالِحٌ لٰکِنَّ حَامِدًا فَاسِقٌ "خالد نیک ہے لیکن حامد فاسق ہے"

۷- لٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ "لیکن اللہ کا عذاب سخت چیز ہے"

حروف مشبہ بالفعل کو آسانی سے سمجھنے کیلئے مندرجہ ذیل چارٹ ملاحظہ فرمائیں۔

حروف مشبہ بالفعل	اسم	خبر
اِنَّ	اللّٰہَ	غَفُوْرٌ
سَمِعْتُ اَنَّ	زَیْدًا	قَائِمٌ
کَاَنَّ	مُحَمَّدًا	اَسَدٌ
لَیْتَ	الشَّبَابَ	عَائِدٌ
لَعَلَّ	خَالِدًا	قَائِمٌ

مثالیں سورۃ نور سے

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۲۵) بَلْ اُولٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (آیت: ۵۰)

بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے - بلکہ وہی لوگ ظالم ہیں۔

مثالیں سورۃ بقرۃ سے

اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ	یقیناً اللہ غفور رحیم ہے۔
وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی	لیکن اصلی نیکی اس کیلئے ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔
وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ	اور جان لے کہ اللہ یقیناً غالب اور حکمت والا ہے۔
وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ	اور جان لو یقیناً اللہ متقین کے ساتھ ہے۔

Scanned with CamScanner

معروضی سوالات

نوٹ: اس حصے میں سے دس نمبر کا سوال آئے گا۔

تعارف تفسیر

س: لفظ تفسیر کے لغوی معنی بتائیے۔

ج: تفسیر کے لغوی معنی ــــ تشریح کرنا، مراد بتانا، نقاب کشائی کرنا اور کھولنا ہے۔

س: لفظ تفسیر کے اصطلاحی معنی لکھئے۔

ج: تفسیر ایک ایسا علم ہے، جس میں الفاظ قرآن اور اس کے معانی سے بحث کی جائے اور بشری استطاعت کے مطابق کوشش کی جاتی ہے کہ الفاظ قرآنی سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟

س: تفسیر کی ضرورت واہمیت پر دلائل دیجئے۔

ج: قرآن پر عمل کے لئے ہر مسلمان کی ضرورت ہے، عقل وفہم میں فرق، علماء کی ضرورت فریضہ نبوت اور تعامل صحابہؓ۔

س: تفسیر بنی نوع کی ضرورت ہے دلیل دیجئے۔

ج: قرآن مجید تا قیامت ضابطہ حیات، نبی نوع کے لئے ہدایت نامہ ہے، لہٰذا اس کی تفسیر کی ضرورت ہر ایک کے لئے ہے۔

س: تفسیر ہر مسلمان کی عملی ضرورت ہے؟ دلیل دیجئے۔

ج: قرآن کی تلاوت، اس کا فہم اور اس پر عمل ہر مسلمان کی ضرورت ہے لہٰذا اس کی تفسیر ہر مسلمان کی عملی ضرورت ہے۔

س: قرآن کے مسلمانوں پر کیا حقوق ہیں؟

ج: قرآن کے مسلمانوں پر درج ذیل حقوق ہیں۔

قرآن کی تلاوت، قرآن کا فہم، قرآن پر عمل، قرآن کی تبلیغ۔

س: تفسیر کی ضرورت پر علمی اور عقلی دلیل دیجئے۔

ج: قرآن مجید اصول اور کلیات کی کتاب ہے، جس میں جزئیات اور فروعی باتیں بیان نہیں کی گئی لہٰذا اصولوں کی تشریح اور آیات کی تفصیل تغیر پذیر حالات تقاضا کرتے ہیں۔

س: قرآن کی تفسیر فریضہ نبوت تھا، دلیل دیجئے۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ یعنی وہ کتاب اللہ کی تعلیم دیتے اور سکھاتے ہیں۔ (آل عمران: ۱۶۴)

س: فہم قرآن کے لئے صحابہ کو بھی قرآن کی تفسیر کی ضرورت تھی دلائل دیجئے۔

ج: قرآن مجید شاہانہ معجزانہ کلام ہے لہذا ایسا اوقات اس کے فہم کے لئے انہیں بھی تشریح و تفسیر کی ضرورت پڑتی تھی- مثلاً اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ یعنی نماز پڑھنے کا حکم قرآن میں آیا ہے- اُس کی تفصیل نہیں- آنحضرت ﷺ نے اس کی عملی تشریح یہ کہہ کر خود فرمائی صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ یعنی نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو-

س: تفسیر کی کتنی اقسام ہیں اور کونسی؟

ج: تفسیر کی دو اقسام ہیں، تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے-

س: تفسیر بالماثور سے کیا مراد ہے یا اس کے مفہوم و معنی بتائیے؟

ج: ماثور لفظ اثر سے ہے، اس کی جمع آثار (نشان و اقوال) کے ہیں- لہذا جب قرآن مجید کی کسی آیت کا مفہوم قرآن مجید کی دوسری آیت، قول رسولؐ آثار صحابہ سے بتایا جائے تو اسے تفسیر بالماثور کہتے ہیں-

س: تفسیر بالماثور کی تین مشہور کتب تفسیر لکھیے-

ج: ۱- جامع البیان فی تفسیر القرآن از ابن جریر طبریؒ جو ۳۰ جلدوں پر مشتمل ہے-

۲- تفسیر القرآن العظیم از حافظ ابن کثیر

۳- الدر المنثور فی تفسیر الماثور از علامہ جلال الدین سیوطی چھ جلد-

س: تفسیر بالرائے سے کیا مراد ہے؟

ج: تفسیر بالرائے سے مراد قرآن کی وہ تفسیر ہے، جو صرف روایات منقولہ ہی سے نہ ہو بلکہ جدید تقاضوں کے مطابق رائے اور اجتہاد سے بھی کام کیا جائے-

س: تفسیر بالرائے کی اقسام کتنی ہیں اور کونسی؟

ج: تفسیر بالرائے کی دو اقسام ہیں؟

۱- التفسیر بالرائے محمود یعنی ایسی تفسیر جو کتاب و سنت کے مطابق ہو- اس میں تفسیر کی تمام ضروری شرائط کو ملحوظ رکھا گیا ہو-

- التفسیر بالرائے مذموم یعنی ایسی تفسیر جو کتاب و سنت کے خلاف ہو- تفسیر کی ضروری شرائط و قواعد کو پوری نہ کرتی ہو بلکہ اپنے ذاتی افکار خواہشات کو قرآن سے ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی جائے-

س: تفسیر بالرائے کی چند مشہور کتب تفسیر بتائیے؟

ج: ۱- مفاتیح الغیب از امام فخر الدین رازی جو ۳۰ جلدوں میں ہے-

۲- انوار التنزیل و اسرار التاویل از علامہ قاضی بیضاوی

۳- تفسیر جلالین از جلال الدین سیوطی و جلال الدین محلی-

س: تفسیر قرآن کے ماخذ بتائیے-

ج: تفسیر کے مندرجہ ذیل ماخذ ہیں-

۱- قرآن مجید-

۲- احادیث نبویہؐ-

۳- اقوال صحابہ کرامؓ-

۴- اقوال تابعینؒ-

س: تفسیر قرآن بالقرآن کی دلیل اور مثال دیجئے-

ج: دلیل مشہور قول: اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا

اور جیسے کہا جاتا ہے اَحْسَنُ طَرِیْقِ التَّفْسِیْرِ اَنْ یُّفَسِّرَ الْقُرْاٰنُ بِالْقُرْاٰنِ

مثال: یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ - الخمر کی تفصیل سورہ مائدہ کی آیت میں یوں آئی ہے- اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ .... الآخر-

س: تفسیر القرآن بالحدیث کی دلیل اور مثال دیجئے-

ج: دلیل فریضہ نبوت وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ آنحضورؐ کتاب اللہ کی تعلیم دیتے ہیں-

مثال: وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ـــ (آیت قرآنی) کی وضاحت آنحضور ﷺ نے یہ کہہ کر کی، صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ

یعنی نماز اس طرح پڑھو جیسے کہ مجھے نماز پڑھتا دیکھتے ہو-

س: صحابہ کے تفسیری اقوال اور آثار کی حیثیت اور دلیل بتائیے-

ج: صحابہ کرامؓ ہی وہ حضرات ہیں جنہوں نے براہ راست آنحضورؐ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی، اس کے مطالب کو سمجھا، لہٰذا ان کے تفسیری اقوال تفسیر قرآن میں قابل حجت ہیں-

س: نامور مفسر صحابہ بتائیں؟

ج: حضرت ابوبکر صدیقؓ - حضرت عمر فاروقؓ - حضرت عثمانؓ - حضرت علیؓ - حضرت ابی بن کعبؓ - حضرت عبداللہ ابن عباسؓ - حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ - حضرت ابوموسیٰ اشعری- حضرت زید ابن ثابتؓ - عبداللہ ابن زبیرؓ-

س: قرآن مجید کے اصل اور اولین شارح کون ہیں؟

Scanned with CamScanner

ج: قرآن مجید کے اصل اور اولین رسول اکرمؐ ہیں۔

س: حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے لئے رسول اکرمؐ نے کیا دعا فرمائی۔

ج: اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَ عَلِّمْهُ التَّاوِیْلَ"
اے اللہ کو دین کی سمجھ اور تاویل (یعنی تفسیر) کا علم عطا فرما۔

س: ترجمان القرآن اور حبرُ الامۃ کن کے القاب ہیں۔

ج: یہ دونوں القاب حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے ہیں۔

س: اسرائیلیات کسے کہتے ہیں۔

ج: تفاسیر بالماثور میں یہودیوں کی غلط روایات بکثرت شامل ہوگئیں، جنہیں اسرائیلیات کہتے ہیں۔

س: صحیح اور قابل قبول تفسیر کونسی ہے؟

ج: صحیح اور قابل قبول تفسیر وہ ہے جو قرآنی تعلیمات کی روح، وقت اور عقلی تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر کی جائے۔

س: کیا کسی صحابیؓ سے کوئی تفسیر منسوب ہے؟

ج: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے ایک تفسیر تنویر المقیاس میں تفسیر ابن عباس منسوب ہے۔

القرآن

س: قرآن کے لغوی معنی کیا ہیں؟

ج: قرآن کے قرآت سے ہیں جس کے معنی پڑھنا ہے اور قرآن مبالغہ کا صیغہ جس کے معنی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

س: قرآن مجید کی چند خصوصیات لکھیں۔

ج: محفوظ، جامع، عالمگیر، معجزاتی اور کامل کتاب۔

س: قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ کس نے لیا ہے۔ متعلقہ آیات لکھیے۔

ج: اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا ذمہ لیا ہے، حفاظت کا وعدہ اس میں ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۹)

س: مکہ میں سب سے پہلے کاتب وحی کون تھے؟

ج: مکہ میں سب سے پہلے کاتب وحی حضرت شرجیل بن حسنہ کندیؓ تھے۔

س: اہل مدینہ میں سب سے پہلے کاتب وحی تھے۔

ج: اہل مدینہ میں سب سے پہلے کاتب حضرت اُبَی بن کعبؓ تھے۔

س: قریش میں سب سے پہلے کاتب وحی کا شرف کس کو حاصل ہوا؟

ج: قریش میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن ابی سرحؓ عنہ کو کتابت وحی کا شرف حاصل ہوا۔

س: قرآن مجید کے چند صفاتی نام لکھیے؟

ج: قرآن کریم کے صفاتی ناموں میں مجید، حکیم، عزیز اور کریم شامل ہیں۔

س: آیت کے لغوی معنی کیا ہیں؟

ج: نشانی قرآن مجید کے ایک جملے کو آیت کہتے ہیں۔

س: سورت کے لغوی معنی کیا ہیں؟

ج: شرف، بلندی، چار دیواری، قرآن مجید کے ایک الگ اور مستقبل بابت کو سورت کہتے ہیں۔

س: رکوع کسے کہتے ہیں؟

ج: چند آیات کے مجموعے کو رکوع کہتے ہیں، بعض رکوع چھوٹے اور بعض بڑے ہیں۔

س: قرآن مجید کی سورتوں کی کل تعداد کتنی ہیں؟

ج: قرآن مجید کی سورتوں کی کل تعداد ۱۱۴ ہے۔

س: قرآن مجید کی کل کتنی آیات ہیں؟

ج: قرآن مجید کی کل آیات کی تعداد ۶۶۶۶ ہے۔

س: نزول قرآن کے کتنے دور ہیں؟

ج: نزول قرآن کے دو دور ہیں، مکی اور مدنی؟

س: قرآن مجید کی ترتیب نزولی ہے یا توقیفی؟

ج: قرآن کی ترتیب توقیفی ہے۔

س: توقیفی سے کیا مراد ہے؟

ج: توقیف کے معنی ہیں آگاہ کرنا ترتیب توقیفی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو آگاہ فرمایا کہ کونسی سورت کہاں رکھی ہے۔ کس سورت سے پہلے اور کس کے بعد آپؐ نے کاتبین وحی اور صحابہ کرام کو اس سے آگاہ فرمایا۔

ج: سورۃ الفاتحہ کے دو نام بتائیے؟

Scanned with CamScanner

ج: سورۃ الفاتحہ اور بابُ القرآن ہیں۔

س: سبع المثانی کس سورت کو کہا گیا ہے؟

ج: سورۃ الفاتحہ کو کہا گیا ہے۔

س: قلبُ القرآن کس سورت کو کہا جاتا ہے؟

ج: سورۃ یٰسین کو کہا جاتا ہے۔

س: فسطاط القرآن کس سورت کو کہا جاتا ہے۔

ج: سورۃ البقرہ کو فسطاط القرآن (خیمہ) کہا جاتا ہے۔

س: عروس القرآن کس سورت کو کہتے ہیں۔

ج: سورۃ الرحمٰن کو عروس القرآن کہتے ہیں۔

س: قرآن مجید میں کن الہامی کتابوں کے نام مذکور ہیں۔

ج: قرآن مجید میں تین الہامی کتابوں کے نام مذکور ہیں، وہ تین یہ ہیں۔
(۱) تورات (۲) زبور (۳) انجیل۔

کتب سماوی کا تعارف

س: یہود کی مقدس کتاب کا نام بتائیے اور تعارف کرائیے۔

ج: یہود کی مقدس کتاب تورات ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔
وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ۔ لیکن موجودہ تورات عہد نامہ قدیم کا ایک جزو ہے انہیں خمسہ موسوی بھی کہا جاتا ہے، یعنی پانچ کتب کا مجموعہ۔

س: کیا تورات محفوظ رہی ہے اور کیا موجودہ تورات وہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی؟

ج: تورات بار بار ضائع ہوئی۔ تورات اپنی اصل زبان عبرانی میں محفوظ نہیں رہی۔ غیر زبانوں میں ترجمہ در ترجمہ ہوتی رہی، لہٰذا موجودہ تورات وہ تورات نہیں جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی بلکہ اس میں ہر زمانے میں ترمیم و تحریف ہوتی رہی، جس کی گواہی قرآن مجید میں ان الفاظ میں دی ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (البقرہ ۷۹)

"ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں، پھر اسے من جانب اللہ کہتے ہیں۔"

س: نصاریٰ کی مقدس کتاب کا تعارف کرائیے؟

ج: نصاریٰ کی مقدس کتاب کا نام "انجیل" ہے۔ موجود مسیحیت کی دینی کتب عہد نامہ جدید کہلاتی ہیں۔ ان میں سے پہلی پانچ کتب تاریخی کتب کہلاتی ہیں جو یہ ہیں۔ اناجیل اربعہ، انجیل متی، انجیل لوقا، انجیل یوحنا، انجیل مرقس اور اعمال الرسل۔

س: کیا انجیل محفوظ رہی؟ کیا موجودہ انجیل وہی ہے جو حضرت عیسیٰ نازل ہوئی۔

ج: انجیل تحریف ترمیم سے محفوظ نہیں رہی۔ ان کے مؤلفین مجہول الحال ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی زبان آرامی تھی، جبکہ یہ تمام اناجیل یونانی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ پھر ان میں بے شمار اختلاف اور تضاد ہے، ان میں تحریف ہوتی رہی، لہٰذا موجودہ اناجیل کی حضرت عیسیٰ پر نازل شدہ انجیل سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ غیر مستند، غیر ثقہ، غیر الہامی اور من گھڑت ہیں۔

سورۃ البقرۃ

س: سورہ بقرہ کی وجہ تسمیہ بیان کریں؟

ج: اس سورۃ مبارکہ میں بنی اسرائیل کے واقعہ گائے کا ذکر آیت نمبر ۶۷ میں ہے۔ اس لئے اس سورۃ مبارکہ کا نام سورہ "البقرۃ" رکھا گیا ہے۔ بقرہ کے معنی "گائے" ہیں۔

س: سورہ بقرہ کے دو اور نام لکھیے۔

ج: سورہ بقرہ کو فُسْطَاطُ الْقُرْاٰنِ (قرآن کا خیمہ) اور سَنَامُ الْقُرْاٰنِ (قرآن کا چوٹی و کوہان) بھی کہا جاتا ہے۔

س: سورہ بقرہ میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

ج: ۴۰ رکوع اور ۲۸۶ آیات ہیں۔

س: قرآن کی سب سے لمبی سورت کونسی ہے؟

ج: سورہ البقرۃ۔

س: سورہ بقرہ مکی ہے یا مدنی ہے؟

ج: سورہ بقرہ مدنی ہے ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی۔

Scanned with CamScanner

س: قرآن مجید میں سورہ بقرہ ترتیب کے لحاظ سے کون سی سورت ہے؟

ج: سورہ بقرہ قرآن مجید کی دوسری سورہ مبارکہ ہے۔ (پہلی الفاتحہ)

س: قرآن مجید کی طویل ترین آیت کون سی ہے؟

ج: سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ (آیت مداینت یعنی قرض کا لین دین، طویل ترین آیات ہے)

س: کون سی آیت فضیلت وعظمت کے لحاظ سے قرآن مجید کی عظیم ترین آیت ہے؟

ج: سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۵ جسے آیت الکرسی بھی کہتے ہیں۔

س: آیت الکرسی کی فضیلت میں ایک حدیث بیان کریں۔

ج: حضورؐ نے فرمایا: ''جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتا ہے، اس کے جنت میں داخل ہونے کے لئے موت کے سوا کوئی شے مانع نہیں۔''

س: سورہ بقرہ کے اہم مضامین بیان کریں۔

ج: واقعہ آدم و ابلیس، بنی اسرائیل پر انعامات خداوندی، ابراہیم وملت ابراہیم، تحویل قبلہ عائلی زندگی کے احکام، جہاد کے احکام، انفاق فی سبیل اللہ، حرمت سود وخمر۔

س: آنحضورؐ نے قرآن کا کوہان (بلندی) کس سورت کو کہا ہے؟

ج: سورہ بقرۃ۔

س: آنحضورؐ نے سورہ بقرہ کی آخری دو آیات کی کیا فضیلت بیان کی ہے؟

ج: سورہ بقرہ کی آخری دو آیات شب معراج کو آنحضور کو تحفہ کے طور پر ملیں، اس کی فضیلت پر آنحضورؐ نے فرمایا: ''اس کی تلاوت جن وانس کے شر سے محفوظ رکھتی ہے۔'' نیز فرمایا: ''عرش کے نیچے ایک خزانہ ہے، وہاں سے مجھے سورہ بقرہ کی آخری دو آیات عطا ہوئیں۔''

س: سورۃ البقرہ کی بی اے کے نصاب میں کتنی آیات شامل ہیں۔ نصاب کی پہلی آیت کا نمبر کیا ہے؟

ج: ۱۹۹ آیات۔ نصاب کی پہلی آیت کا نمبر ۱۶۸ ہے۔

س: حلال اور طیب کی تعریف کیجئے۔

ج: حلال وہ پاکیزہ اشیاء ہیں جو جائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہوں اور اللہ کی حرام کردہ نہ ہوں۔ طیب کے لفظی معنی پاکیزہ ہیں۔ ظاہری طور پر غلیظ اور گندی نہ ہوں اور نہ ہی مضر صحت ہوں اور طبعی طور پر مرغوب ہو۔

س: حرام کی تعریف کیجئے۔

ج: وہ اشیاء جنہیں اللہ نے ناپاک، مضر صحت، کسی اخلاقی گراوٹ یا عقیدہ میں بگاڑ کا سبب بننے کی وجہ سے انسانوں کے لئے ممنوع قرار دیا ہے۔ حرام کہلاتی ہیں۔

س: قرآن مجید میں مذکور حرام جانور کون کون سے ہیں؟

ج: مرداد، خنزیر، غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانور۔

س: کونسا خون حرام ہے اور کون سے دو خون حلال ہیں؟

ج: جانور کے ذبح کے وقت بہنے والا خون حرام ہے۔ تلی اور جگر خون ہونے کے باوجود حلال ہیں۔ کیونکہ وہ جمے ہوئے خون کے ہوتے ہیں اور ان کے حلال ہونے کی خبر حدیث سے ملتی ہے۔

س: مرداد سے کیا مراد ہے؟ کون سے دو جانور بغیر ذبح کئے حلال ہیں۔

ج: مرداد سے مراد وہ جانور ہیں جنہیں شرعی طریقے تکبیر کے ساتھ ذبح نہ کیا گیا ہو۔ ٹڈی اور مچھلی بغیر ذبح کئے مر جائیں تو حلال ہیں۔ بشرطیکہ مچھلی مردہ حالت میں پانی پر نہ تیر رہی ہو۔

س: شکار کے بنیادی احکام بیان کریں؟

۱- جب تیر پھینکا جائے یا شکاری جانور کو چھوڑا جائے تو تکبیر پڑھ کر انہیں چھوڑا جائے۔

۲- جانور سدھایا ہوا ہو۔

۳- جانور کو اگر واپس بلایا جائے تو وہ واپس آ جائے۔

۴- شکاری جانور، شکار کو مالک کے لئے روکے۔ نہ کہ خود کھانے لگے۔ اگر خود کھانے لگا تو شکار، شکاری کے لئے حرام ہو جائے گا۔

س: شیطان، انسان کو کن تین چیزوں کا حکم دیتا ہے؟

ج: بے حیائی (فحش) برائی (سوء) اس بات کا بھی کہ اللہ کی طرف ایسی چیز منسوب کی جائے جو انسان نہیں جانتا، وہ منکر (شریعت اور عقل سلیم کے نزدیک ناپسندیدہ کام) کا بھی حکم دیتا ہے۔

س: کتمان حق سے کیا مراد ہے اور کون سی دو قومیں کتمان کی زیادہ مرتکب ہوئی تھیں؟

ج: کتمان حق سے مراد حق کو چھپانا ہے۔ یہود اور انصاری کتمان حق کے زیادہ مرتکب ہوئے ہیں۔

س: اجزاء ایمان بیان کیجئے؟

ج: اللہ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، آسمانی کتب پر ایمان، رسولوں پر ایمان، آخرت پر ایمان۔

مکروہ تحریمی کیا ہے؟

Scanned with CamScanner

ج: اگر کسی چیز کی ممانعت خبر واحد یا قیاس سے ثابت ہو تو وہ مکروہ تحریمی ہے اور اس سے اجتناب واجب ہے۔

س: مکروہ تنزیہی کیا ہے؟

ج: جس سے اجتناب کرنے کا حکم تو دیا گیا ہو لیکن اس کا ارتکاب کرنے والے کے لئے کوئی سزا نہ بتائی گئی ہو، ایسی چیز سے اجتناب کی حیثیت سنت کی ہے۔

س: حلال بین کیا ہے؟

ج: جس کی حلت کتاب وسنت کی نص قطعی یا اجماع امت سے واضح اور ثابت ہو۔

س: حرام بین کیا ہے؟

ج: جس کی حرمت کتاب وسنت کی نص قطعی یا اجماع امت سے واضح اور ثابت ہو۔

س: مشتبہات کیا ہیں؟

ج: حلال بین اور حرام بین کے درمیان جو چیزیں ہیں وہ مشتبہات کہلاتی ہیں۔ ان کی حلت اور حرمت دونوں کے حق میں دلائل پائے جاتے ہیں۔

س: صدقات کے مستحق کون لوگ ہیں؟

ج: قریبی رشتہ دار، یتامیٰ مساکین، مسافر، فقراء، غلاموں کی آزادی اور قرضدار وغیرہ۔

س: قصاص کے لغوی اور اصطلاحی معانی لکھیے۔

ج: لغوی معانی مماثلت ہیں۔ اصطلاحی معانی بدلہ لینا، اصطلاح شریعت میں قاتل کو قتل کا جرم ثابت ہونے پر سزائے موت دینا ہے۔

س: کس قسم کے قتل کی سزا میں حد قصاص جاری ہوتی ہے۔

ج: قتل عمد (جان بوجھ کر ارادے سے قتل کرنا) کی صورت میں حد قصاص جاری ہوتی ہے۔

س: دیت سے کیا مراد ہے؟

ج: دیت سے مراد وہ معاوضہ ہے، جو قاتل مقتول کے وارثوں کو ادا کرتا ہے۔ بشرطیکہ وہ دیت لے کر معاف کرنے کے لئے تیار ہوں۔

س: دیت کی شرعی مقدار کیا ہے؟

ج: سو اونٹ یا ایک ہزار دینار۔

س: وصیت کا مفہوم بیان کیجئے۔

ج: وصیت کے لغوی معنی تو نصیحت کے ہیں۔ اصطلاح میں اس نصیحت کو وصیت کہا جاتا ہے۔ جو

ترکے میں چھوڑے ہوئے مال کے بارے میں کی جاتی ہے۔ خواہ وصیت کرنے والے کی زندگی میں نافذ العمل ہو یا اس کی موت کے بعد۔

س: صلوٰۃ کے لغوی معنی کیا ہیں؟

ج: لفظ صلوٰۃ کے لغوی معنی ہیں دعا و تسبیح، استغفار، رحمۃ، ثناء، ترحم (طلب رحم) لفظ صلوٰۃ جب اللہ تعالیٰ سے منسوب ہو تو اس کے معنی رحمت ہیں۔

(ii) جب مخلوق یعنی ملائکہ اور جن وانس سے منسوب ہو تو اس کے معنی قیام، رکوع و سجود ہیں۔

(iii) لفظ صلواۃ پرندوں اور کیڑے مکوڑوں سے منسوب ہو تو اس کے معنی ہوں گے تسبیح، یعنی اللہ کی پاکی بیان کرنا۔

س: نماز اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

ج: دینی اصطلاح میں صلوٰۃ اس مخصوص عبادت کا نام ہے جو ارکان اسلام میں سے ہے، اس کو صلوۃ اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں بندہ اپنے رب سے دعا کرتا ہے اور اس کی ثناء اور تسبیح کرتا ہے۔

س: نماز کب فرض ہوئی؟

ج: صلوۃ وہ فرض ہے جو آغاز اسلام سے ادا کیا جاتا رہا، لیکن اس کی باقاعدہ فرضیت کا حکم شب معراج میں ہوا۔

س: تارک نماز کے لئے کیا حکم ہے؟

ج: سورۃ المدثر میں ہے کہ اہل دوزخ سے پوچھا جائے گا کہ تمھیں کیا چیز جہنم میں لائی ہے تو وہ جواب میں کہیں گے "لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ" (۷۴:۴۳)

"ہم صلوۃ پڑھنے والوں میں سے نہ تھے۔"

حدیث نبویؐ ہے:

"مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ۔"

"جس نے جان بوجھ کر نماز کو ترک کیا تو اس نے کفر کیا۔"

س: نماز کی کون کون سی شرائط ہیں؟

ج: (i) طہارت بدن ولباس و مکان و مقام (ii) ستر ڈھانپنا (iii) استقبال قبلہ (iv) نیت، دلی مقصد، زبانی کہنا بہتر ہے۔ (v) تکبیر تحریمہ۔

س: جمع بین الصلوٰتین سے کیا مراد ہے؟

Scanned with CamScanner

ج: جب صحت یا موسم خراب ہو یا کوئی اور مجبوری ہو تو ظہر و عصر کی نمازیں اکٹھی اور مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ اسے جمع بین الصلوٰتین یا دو نمازوں کا جمع کرنا کہتے ہیں۔ جمع کرنے کی صورت میں نماز کی سنت رکعات معاف ہیں۔

س: قصر نماز کیا ہے اور کب پڑھی جاتی ہے؟

ج: سفر کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے نماز کو مختصر کرنے کی رعایت عطا کی ہے۔ صلوٰۃ قصر میں چار فرائض والی نمازوں کے دو فرض ادا کئے جاتے ہیں۔ یعنی دو رکعتیں معاف ہیں۔

س: پانچ فرض نمازوں کے علاوہ اور کون کون سی نمازیں ہیں؟

ج: (i) نماز جمعہ (ii) نماز عید الفطر (iii) نماز عید الاضحیٰ (iv) نماز تہجد (v) نماز تراویح (vi) نماز اشراق (x) نماز کسوف و خسوف (xi) نماز جنازہ۔

س: کن اوقات میں نماز شرعاً ممنوع ہے؟

ج: (1) طلوع آفتاب کے وقت (2) نصف النہار کے وقت (3) ڈوبتے وقت سورج کے سرخ ہونے سے لے کر غروب آفتاب تک۔

روزہ

س: صوم کے لغوی اور اصطلاحی معانی لکھئے۔

ج: صوم کے لغوی امساک یعنی رکنے اور بچنے کے ہیں۔ اصطلاحی شریعت میں صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جنسی خواہشات سے رکے رہنے کا نام صوم ہے۔

س: کتنی مسافت اور مدت کا سفر کرنے والا مسافر کہلاتا ہے؟

ج: تین دن کا سفر، احناف کے نزدیک یہ مسافت ۴۸ میل ہے، ایک مقام پر قیام پندرہ دن سے کم ہو۔

س: ایک روزے کا فدیہ کیا ہے؟

ج: ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہے، احناف کے نزدیک پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ایک روزے کا فدیہ ہے۔

س: روزہ کا کفارہ کیا ہے؟

ج: جو روزہ رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ بغیر کسی شرعی عذر کے روزہ نہ رکھے، یا روزہ رکھ کر بغیر عذر توڑ دے تو اسے دو ماہ کے مسلسل رکھنے ہوتے ہیں یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوتا ہے۔ اسے کفارہ کہتے ہیں۔

س: روزے کے کون کون سے مقاصد بیان ہوئے ہیں؟

ج: شکر (اللہ کی نعمتوں کی قدردان) اللہ کی کبریائی کا اظہار، قبولیت دعا، ضبط نفس (صبر) انسانی ہمدردی کا جذبہ۔

س: تَطَوُّع سے کیا مراد ہے؟

ج: تَطَوُّع سے مراد یہ ہے کہ ایسی نیکی کی جائے جو کسی شخص پر فرض یا واجب نہیں۔ مثلاً مسافر کو دوران سفر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ لیکن اگر وہ سفر میں بھی روزہ رکھ لے تو یہ تطوع ہے۔ یعنی اپنی خوشی سے رضاکارانہ طور پر۔

س: اعتکاف سے کیا مراد ہے؟

ج: اعتکاف کے لغوی معانی کسی جگہ ٹھہرنے یا عزلت نشینی کے اصطلاح شریعت میں خاص شرائط کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنے اور قیام کرنے کا نام اعتکاف ہے، جو کسی وقت بھی ہو سکتا ہے۔

رمضان میں مسنون اعتکاف اکیسویں شب سے اختتام رمضان تک مساجد میں کیا جاتا ہے۔

س: حج کے لغوی اور اصطلاحی معانی لکھئے۔

ج: حج کے لغوی معانی زیارت اور قصد ہے۔

اصطلاح میں بیت اللہ اور مکہ کے قریب مقامات مقدسہ کی زیارت جو ۸ ذی الحجہ سے ۱۳ ذی الحجہ تک کی جاتی ہے۔ حج کہلاتا ہے۔ اس کے مخصوص مناسک ہیں۔

س: حج اور عمرہ کا فرق بیان کیجئے۔

ج: حج کے مناسک ذی الحجہ کی ۸ تاریخ سے ۱۳ تاریخ تک ادا کئے جاتے ہیں۔ حج کے مناسک دس کے قریب ہیں۔

عمرہ سال میں کسی بھی وقت ہو سکتا ہے۔ اس کے ارکان بھی صرف تین ہیں۔ احرام باندھنا، بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی۔

س: حج کا رکن اعظم کون سا ہے؟

ج: ۹ ذی الحجہ کو وقوف عرفات۔

س: بنی اسرائیل کون لوگ ہیں۔

ج: اسرائیل کا معنی اللہ کا بندہ۔ یہ حضرت یعقوبؑ کا لقب تھا۔ ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی

Scanned with CamScanner

ہے- ان کا دوسرا نام یہود بھی ہے، یہودا حضرت یعقوب کے بڑے لڑکے کا نام ہے- یہودی اسرائیل کے نام سے ایک ریاست بھی موجود ہے-

س: مرتد کسے کہتے ہیں اور اس کی سزا کیا ہے؟

ج: ۱- اسلام لانے کے بعد جو کفر کی طرف لوٹ جائے مرتد کہلاتا ہے-

۲- اس کے دنیا اور آخرت کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں-

۳- حدیث کی رو سے مرتد کی سزا قتل ہے-

س: ہجرت کے لغوی معنی کیا ہے؟

ج: ہجرت کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو ترک کر دینا-

حرمت خمر

س: خمر کے لغوی معنی کیا ہیں؟

ج: لغوی معنی ہیں- ڈھانپنا، پردہ ڈالنا اور خمر شراب کو بھی کہتے ہیں- کیونکہ اس کے پینے سے عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے-

س: حضرت عمر نے خمر کی کیا تعریف کی؟

ج: حضرت عمرؓ نے خمر کی اس طرح تعریف کی ہے- وَالْخَمْرُ مَاخَمَرَ الْعَقْلَ اور خمر وہ ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے-

س: حرمت خمر کی قرآنی آیت لکھیں-

ج: یاایھا الذین آمنو انما الخمر والمیسر ____ (لآخر)

س: خمر کو حدیث میں کیا کہا گیا ہے؟

ج: خمر یعنی شراب کو حدیث میں ''اُم الخبائث'' کہا گیا ہے-

س: شراب نوشی کی کیا سزا ہے؟

ج: شراب نوشی کی سزا دنیا میں ''۱۰'' کوڑے مقرر کی گئی ہے اور آخرت میں شرابی کو دوزخی کا پسینہ اور نچوڑ پلایا جائے گا-

س: میسر سے کیا مراد ہے؟

ج: میسر یَسَرٌ سے مشتق ہے- اس کے لغوی معنی آسانی کے ہیں- اصطلاح میں میسر جوئے کو کہتے

ہیں- اس میں سٹہ، لاٹری وغیرہ، جوئے کی تمام شکلیں شامل ہیں-

س: جوئے کے چند بڑے بڑے نقصانات بیان کیجئے-

ج: ۱- مال کا ضیاع، ۲- باہمی بغض و عداوت ۳- بے کاری کی عادت ۴- معاشی توازن کا بگاڑ، ۵- تن آسانی ۶- سنگدلی، ۷- ذکر خداوندی سے غفلت، ۸- فطری صلاحیتوں کا ضیاع-

س: اقسام میسر کیا ہیں؟

ج: نرد، شطرنج، سٹہ بازی، گھوڑ دوڑ، لاٹری ہر قسم کا جوا ن میسر میں شامل ہے-

س: قسم کی اقسام کون کون سی ہیں؟

ج: ۱- لغو قسم وہ ہے جو انسان بغیر ارادے کے تکیہ کلام کے طور پر کہے، اس قسم سے کسی کو نقصان پہنچانا مقصود نہیں ہوتا- اس پر کوئی مواخذہ نہیں مگر احتیاط ضروری ہے-

۲- ارادی قسم (یمین منعقدہ) اس پر مواخذہ ہوتا ہے اگر قسم توڑ دی جائے تو کفارہ ادا کرنا ہوتا ہے-

۳- یمین غموس (جھوٹی قسم) جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے، گو اس کا کوئی کفارہ نہیں، توبہ لازم ہے اس کی سزا آخرت میں ملے گی-

س: قسم توڑنے کا کفارہ کیا ہے؟

ج: قسم توڑنے کا کفارہ ہے:

۱- دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا جیسے آدمی اپنے اہل خانہ کو کھلاتا ہے یا دس مسکینوں کو لباس پہنا دینا یا غلام کو آزاد کرا دینا، اگر ان میں سے کوئی بھی دستیاب نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھنا-

س: صدقات کے مستحق کون لوگ ہیں؟

ج: قریبی رشتہ دار، یتامیٰ، مساکین، مسافر، سوال کرنے والا، فقراء، غلاموں کی آزادی وغیرہ-

س: سورہ بقرہ میں عورتوں کے کون سے مسائل بیان ہوئے؟

ج: مندرجہ ذیل مسائل ہیں:

طلاق، عدت، خلع، رضاعت، مہر وغیرہ-

س: ایلاء سے کیا مراد ہے؟

ج: ایلاء سے مراد یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے قطع تعلق کرنے کی قسم کھائے-

س: ایلاء کی مدت کتنی ہے؟

Scanned with CamScanner

ج: ایلاء کی مدت چار ماہ ہے۔(وَاللّٰهِ لَا اَقْرَبُکَ اَرْبَعَۃَ اَشْهُرٍ)

س: ایلاء کی اقسام بیان کرو۔

ج: ایلاء کی دو اقسام ہیں: ایلاء مؤبد (دائمی) اور ایلاء مؤقت (وقتی)

س: ایلاء کی مدت گزرنے کے بعد رجوع کیسے ممکن ہے؟

ج: ایلاء کی مدت ۴ ماہ گزر جائے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور رجوع پر فریقین رضامند ہوں تو نکاح دوبارہ کرنا ہوگا۔

س: ایلاء کا کفارہ کیا ہے؟

ج: مندرجہ ذیل تین صورتوں میں سے ایک ہے۔

(۱) دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلایا جائے۔۲) ۱۰ مسکینوں کو کپڑا پہنانا (۳) ایک غلام آزاد کرنا۔

س: طلاق سے کیا مراد ہے؟

ج: طلاق سے مراد بندش سے آزاد کرنے کے ہیں۔ اصطلاح میں اس سے مراد زوجین کی عقد نکاح سے آزاد ہو کر علیحدگی ہے۔ طلاق کا حق مرد کو ہے۔

س: طلاع کی اقسام کیا ہیں، سنت کے لحاظ سے؟

ج: سنت کے لحاظ سے طلاق کی دو اقسام ہیں۔ (۱) طلاق احسن، (۲) طلاق حسن۔

س: طلاق بدعت سے کیا مراد ہے؟

ج: ایسی طلاق جو سنت کے خلاف ہو، مثلاً ایسی طلاق جو حالت حیض میں دی جائے، یا بیک وقت ایک سے زیادہ طلاقیں دینا۔

س: صریح اور کنایہ کے لحاظ سے طلاق کی اقسام؟

ج: تین اقسام ہیں: (۱) طلاق رجعی (۲) طلاق بائن (۳) طلاق مغلظہ۔

س: طلاق بائنہ کی حد کیا ہے اور عدت گزرنے کے بعد رجوع کیسے ہوگا؟

ج: طلاق بائنہ کی حد دو طلاق ہے اور عدت گزرنے کے بعد تجدید نکاح سے رجوع ممکن ہے۔

س: طلاق مغلظہ کے بعد رجوع ممکن ہے؟

ج: مغلظہ کے بعد میاں بیوی کا نکاح باقی نہیں رہتا اور رجوع کے لئے حلالہ کی صورت ہوتی ہے، حتی تنکح زوجاً غیرہٗ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

س: خلع سے کیا مراد ہے؟

ج: خلع کے معنی اتار دینے کے ہیں، یعنی نکاح کی بندش کو ختم کرنا ہے اور یہ بیوی کی طرف سے کچھ رقم دے دلا کر ہوتی ہے۔

س: خلع کے متعلق آیت مبارکہ کیا ہے؟

ج: وَلَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْئًا اِلَّا اَنْ یَّخَافَا اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ (۲۲۹ بقرہ)

س: خلع لینے کے اسباب کیا ہیں؟

ج: (۱) خاوند نان و نفقہ ادا نہ کرے (۲) ازدواجی تعلق کے قابل نہ ہو۔ (۳) خاوند بے دین ہو اور بدکردار ہو وغیرہ۔

س: خلع کی صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی؟

ج: خلع کی صورت میں طلاق بائن واقع ہوگی۔

س: عدت سے کیا مراد ہے اور اس کا مقصد کیا ہے؟

ج: عدت کا لفظی معنی گنتی شمار کرنا ہے جو عورت اپنے خاوند کے فوت ہو جانے کے بعد ۴ ماہ ۱۰ دن یا طلاق کی صورت میں تین قروء کرتی ہے۔

عدت کے مقاصد میں بڑا مقصد عورت کے حمل کا تعین اور استبراء رحم ہے۔

س: مختلف عورتوں کی عدت کیا ہے؟

ج: غیر مدخولہ کی کوئی عدت نہیں ہے، مدخولہ کی عدت تین حیض ہے۔ (ثلاثۃ قروء) وآئسہ اور نابالغہ کی عدت تین ماہ ہے۔

س: حاملہ اور بیوہ کی عدت کیا ہے؟

ج: حاملہ کی عدت وضع حمل تک ہے اور بیوہ کی عدت ۴ ماہ ۱۰ دن ہے۔

س: رضاعت سے کیا مراد ہے؟

س: رضاعت کے معنی دودھ پلانے کے ہیں، جس کی مدت دو سال (حولین کاملین) ہے۔

س: آیت رضاعت کیا ہے؟

ج: وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ

س: رضاعت کے اہم مسائل کیا ہیں؟

(۱) رضاعت کا حق ماں کا ہے۔ (۲) مدت رضاعت دو سال ہے۔ (۳) نان و نفقہ خاوند کا ذمہ ہے۔ (۴) باہمی مشورہ سے ماں باپ دونوں اگر چاہیں تو دودھ چھڑا سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

س: مہر کا مفہوم کیا ہے اور قرآن میں مہر کے لئے کون کون سے الفاظ آئے ہیں؟

ج: مہر وہ مال ہے، جس کے معاوضہ میں مرد کو عورت پر حق زوجیت حاصل ہوتا ہے اور قرآن میں اجر، صدقہ اور فریضہ کے الفاظ آئے ہیں۔

س: مہر کی مقدار کیا ہے؟

ج: فقہائے کے نزدیک مقدار مہر مختلف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ۱۰ درہم جب کہ امام شافعی کے نزدیک کم از کم مقدار متعین نہیں۔

س: مہر کی اقسام کی ہیں؟

(۴) مہر معجل، (۵) مہر مثل، (۶) مہر مسمّی۔

س: مہر مثل سے کیا مراد ہے؟

ج: اگر وقت نکاح مقدار مہر مقرر نہ کی جائے تو ایسی عورت کو مہر مثل دیا جائے گا، یعنی باپ کی رشتہ دار عورتیں مثلاً پھوپھی یا بہن۔

س: مہر معجل اور مؤجل میں کیا فرق ہے؟

ج: معجل عجلت سے ہے، یعنی قبل از خلوت فوری ادائیگی کرنا اور مہر مؤجل جس کی ادائیگی کی میعاد مقرر نہ ہو اور عند طلب ادا کی جائے گی۔

س: انفاق فی سبیل پر ایک آیت قرآنی لکھیں۔

ج: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:۹۲)

س: انفاق فی سبیل اللہ کے معنی کیا ہیں، اس پر ایک آیت لکھیں؟

ج: انفاق فی سبیل اللہ سے مراد اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِکُمْ (البقرہ:۲۷۲)

س: نفاق فی سبیل اللہ کے آداب اور شرائط کیا ہیں؟

ج: رضائے الٰہی کا حصول، خلوص نیت، نیز دل آزاری کی ممانعت۔

س: مصارف صدقات کیا ہیں؟

ج: مصارف صدقات ۸ ہیں۔

آیت: انما الصدقات للفقراء ______ کے مطابق:

(۱) فقراء، (۲) مساکین، (۳) عاملین، (۴) مولفۃ القلوب، (۵) ابن السبیل، (۶) غارمین، (۷) الرقاب، (۸) فی سبیل اللہ۔

س: انفاق فی سبیل اللہ کا مفہوم بیان کیجئے؟

ج: انفاق فی سبیل اللہ کے معنی ہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ محض اللہ کی خوشنودی اور رضا کے لئے۔

س: اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہوا مال کن صورتوں میں رائیگاں جاتا ہے؟

ج: حسب ذیل صورتوں میں انفاق کا اجر ضائع ہو جاتا ہے۔

۱- خرچ کرنے کے بعد احسان جتلایا جائے یا اذیت پہنچائی جائے۔

۲- ریاکاری سے خرچ کیا جائے۔

س- کس قسم کا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم ہے؟

ج: اللہ کی راہ میں اپنی کمائی اور زمینی پیداوار میں سب سے پاکیزہ مال اور عمدہ اشیاء خرچ کرنے کا حکم ہے۔

س: صدقات کی اقسام کون کون سی ہیں؟

ج: صدقات کی تین اقسام ہیں؟

فرض صدقات مثلاً زکوٰۃ۔

واجب صدقات مثلاً صدقہ فطر اور منت و نذر۔

نفلی صدقات مثلاً زکوٰۃ کے علاوہ اپنی ضروریات سے زائد اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

س: صدقات کے اصل مستحقین کی کیا پہچان ہے؟

ج: صدقات کے اصل مستحقین کی پہچان یہ ہے۔

۱- وہ کسی سے سوال نہیں کرتے۔

۲- وہ کسی سے لپٹ اور چمٹ کر نہیں مانگتے، بس اشارہ کنایہ میں بات کہہ دیتے ہیں۔

۳- ناواقف آدمی انہیں اسی وجہ سے مالدار خیال کرتا ہے۔ ان کی پہچان ان کی پیشانیوں سے ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اہل بصیرت بڑے قیافہ شناس ہوتے ہیں۔

س: جہاد کے لغوی معنی لکھئے۔

ج: کسی کے مقابلے میں کوشش اور جدوجہد کرنا۔

س: جہاد کا اصطلاحی معانی بیان کیجئے۔

ج: حق کے دفاع کے لئے جنگ لڑنا، اصطلاح میں ہر وہ کوشش جو دین کی سر بلندی، اسلام اور اہل اسلام کے دفاع کے لئے کی جائے جہاد کہلاتی ہے۔

Scanned with CamScanner

س: جہاد کی اقسام بیان کیجئے؟

ج: ۱- اپنے نفس کے خلاف جہاد، ۲- علم وفکر کے میدان میں جہاد، ۳- جہاد بالقول، ۴- جہاد بالمال، ۵- جہاد بالنفس-

س: جہاد کی دو بڑی یا مشہور اقسام بیان کریں-

ج: جہاد بالمال (مالی جہاد) جہاد بالنفس (جانی جہاد)

س: جنگ اور جہاد میں فرق بیان کریں؟

ج: جہاد صرف حق کے دفاع کے لئے ہوتا ہے- جبکہ جنگ ایک عام لفظ ہے اور یہ کسی بھی مقصد کے لئے ہوسکتی ہے-

س: جہاد کے دوران ممنوع افعال کون کون سے ہیں؟

ج: ۱- بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو، جو لڑنے کے قابل نہیں قتل کرنا ممنوع ہے-

۲- مکانوں کو ڈھانا، پھل دار درختوں اور فصلوں کو اجاڑنا ممنوع ہے-

۳- لوٹ مار کرنا اور دہشت گردی کرنا ممنوع ہے-

۴- دشمن کی لاشوں کا مثلہ کرنا (ناک، کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ کاٹنا) ممنوع ہے-

س: آیت الکرسی کا مرکزی مضمون کیا ہے؟

ج: آیت الکرسی کا مرکزی مضمون توحید خالص اور اللہ کی صفات کا جامع تصور ہے-

س: آیت الکرسی میں کرسی سے کیا مراد ہے؟

ج: کرسی سے مراد اللہ کا علم اور اس کی قدرت کاملہ ہے، جو زمین آسمان کو احاطہ میں لئے ہوئے ہیں-

س: آیت الکرسی کے چند فضائل بیان کیجئے؟

ج: مستند احادیث کی رو سے آیت الکرسی کے فضائل یہ ہیں

۱- قرآن مجید کی سب سے زیادہ عظیم آیت ہے-

۲- سیدۃ آیات القرآن ہے-

۳- جس گھر میں پڑھی جائے شیطان وہاں سے نکل جاتا ہے-

۴- اس کی تلاوت جنت میں داخلے کی ضمانت ہے-

س: قرآن مجید میں نور (بمعنی ہدایت) کو واحد اور ظلمات (بمعنی گمراہیاں) کو جمع کی صورت میں بیان کیا گیا ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟

ج: نور یعنی ہدایت کا راستہ ایک ہے، یعنی صراط مستقیم ایک ہی ہے، جبکہ ظلمات یعنی گمراہیاں ہزاروں شکلوں میں رونما ہوتی ہیں- کفر، شرک، جہالت، بدعات، تعصبات، ضد و عناد سب گمراہی کی شکلیں ہیں-

س: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ کے بارے میں مناظرہ کس بادشاہ سے ہوا تھا؟

ج: نمرود سے مناظرہ ہوا تھا جو خود خدائی کا دعوئی کرتا تھا-

س: ویران و اجڑی ہوئی بستی کونسی تھی اور وہ نبی کون تھے جن کا وہاں سے گزر ہوا، جس پر انہوں نے کہا کہ اللہ اس بستی کو کیسے دوبارہ آباد کرے گا؟

ج: وہ بستی بیت المقدس تھی اور بنی اسرائیل کے مشہور نبی عزیز علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا تھا-

س: ابراہیم علیہ السلام حیات بعد الموت پر ایمان رکھنے کے باوجود مردوں کے زندہ ہونے کی کیفیت کا مشاہدہ کیوں کرنا چاہتے تھے؟

ج: حق الیقین تو ابراہیم علیہ السلام کو حاصل تھا وہ عین الیقین کے طالب تھے، تاکہ دل کو مزید اطمینان ہو جائے، وہ زندہ ہونے کی صرف کیفیت کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے، جو ایمان کے منافی نہیں-

س: آیت مکمل کریں- یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا ______

ج: وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ (البقرہ ۲۷۶)

س: آیت مکمل کریں: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا ______

ج: مُضٰعَفَةً-

س: الربوا سے کیا مراد ہے؟

ج: ربوا سے مراد سود کے ہیں، یعنی اصل مال پر زائد رقم کا وصول کرنا، مثلاً سو روپے دے کر 125 وصول کرنا ربوا کہلاتا ہے-

س: ربوا کھانے پر وعید کی ایک آیت لکھیں-

ج: اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (البقرہ ۲۷۵)

س: بیع اور ربوا میں فرق کیا ہے؟

ج: بیع کاروبار تجارت ہے، اس میں روپے کا منافع جائز ہے اور قرض پر دیئے ہوئے روپے کا منافع ربوا ہے، مثلاً نقدی، سونا اور گندم کے بدلے میں اضافہ کے ساتھ وہ چیز واپس لینا اللہ

Scanned with CamScanner

تعالیٰ نے بیع کو حلال اور ربوا کو حرام قرار دیا ہے۔
وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرہ ۲۷۹)

س: مداینت سے کیا مراد ہے؟

ج: مداینت کا معنی قرض ہے، لفظ مداینت کا مطلب باہمی قرض کا لین دین ہے؟

س: باہمی ادھار لین دینے کے بارے میں اہم ہدایات کیا ہیں؟

ج: ۱- معاملہ بڑا ہو یا چھوٹا دستاویز لکھ لی جائے ۲- دستاویز میں تعین مدت ہو، ۳- دستاویز پر لکھنے والا انکار نہ کرے، ۴- دستاویز وہ لکھوائے جس کے ذمہ واجب الاداء ہے، ۵- بوقت تحریر دو مسلمان گواہ عاقل بالغ موجود ہوں وغیرہ۔

س: مقروض اگر تنگ دست ہے تو قرض خواہ کو ______ دینی چاہیے۔ (خالی جگہ پر کریں۔)

ج: مہلت۔

سورہ نور

س: سورۃ النور کی وجہ تسمیہ بیان کریں؟

ج: اس سورۃ کی آیت نمبر ۳۵ میں ہے " اللہ نور السمٰوت والارض" اس آیت سے ہی سے اس کا نام ظاہر ہے۔ نور کا معنی روشنی ہے یعنی یہ سورۃ علم وعرفان، ایمان وایقان اور رشد وہدایت کا نور ہے۔

س: سورۃ النور کب نازل ہوئی، مکی ہے یا مدنی؟

ج: یہ سورت سن ۶ ہجری میں نازل ہوئی، مدنی ہے۔

س: سورۃ النور کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

ج: اس سورۃ کے نو رکوع اور چونسٹھ آیات ہیں۔

س: سورۃ النور کی وجہ فضیلت واہمیت بیان کرو۔

ج: آپؐ نے فرمایا" اے مسلمانو! اپنے مردوں کو سورۃ مائدہ اور عورتوں کو سورت نور سکھاؤ" اس میں زیادہ تر مضامین عورتوں کے متعلق ہیں جو آبادی کا نصف حصہ ہوتی ہیں لھذا اس کی اہمیت واضح ہے۔

س: سورۃ النور کے اہم مضامین بیان کریں۔

ج: اہم مضامین درج ذیل ہیں:

Scanned with CamScanner

حدود اللہ (حد زنا، حد قذف) لعان، واقعہ افک، احکام پردہ، استیذان، اطاعت رسول حکومت الٰہیہ کا قیام، فساد فی الارض اور حسن معاشرت وغیرہ

س: سورۃ النور میں عورتوں کے کون کون سے مسائل بیان کیے ہیں؟

ج: عصمت وعفت کی حفاظت، زنا، لعان، قذف اور احکام پردہ وغیرہ

س: حدود سے کیا مراد ہے؟

ج: جن سزاؤں کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اصطلاحی طور پر انہیں حدود کہا جاتا ہے

س. سورۃ النور میں کون کون سی حدود و تعزیرات کا ذکر ہے؟

ج: حد زنا، حد قذف کی حدود سورہ النور میں بیان کی گئی۔

س: زنا کی مذمت پر آیت لکھیں۔

ج: ارشاد ربانی ہے " وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّسَآءَ سَبِیْلًا (الاسراء ۳۲) یعنی زنا کے قریب بھی نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی اور برا راستہ ہے۔

س: زنا کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا حکم لکھیے۔

ج: آپؐ نے فرمایا کہ زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا۔ اس کا ایمان اس کے قلب سے نکل کر سائبان کی طرح اوپر اٹھ جاتا ہے اور بعد (توبہ) واپس آتا ہے۔

س: زنا کے نقصانات لکھو۔

ج: اس سے بے حیائی اور معاشرے میں فساد پھیلتا ہے۔ خاندانی زندگی منتشر ہو جاتی ہے

س: اسلام میں زنا کے سدباب سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

ج: نفس کی اصلاح (۲) خوف الٰہی (۳) خوف آخرت (۴) قانون الٰہی کی اطاعت کا جذبہ (۵) عصمت وعفت کی حفاظت (۶) بد اخلاقی اور بے حیائی کا خاتمہ

س: کیا حد زنا کا حکم تدریجاً نازل ہوا؟

ج: ہاں پہلا حکم گھر میں قید تھا ارشاد ربانی ہے۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ مِنْ نِّسَآءِکُمْ فَاسْتَشْہِدُوْا عَلَیْہِنَّ اَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (النساء ۱۵، ۱۶)

آخری اور دوسرا حکم سو کوڑے۔ ارشاد ربانی ہے

اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْہُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ (النور: ۲)

س: زنا کی سزا کیا ہے؟

ج: غیر شادی شدہ کی سزا سو کوڑے ہے جسکا ذکر قران مجید میں ہے۔

شادی شدہ کی سزا رجم ہوگی جس کا ذکر حدیث نبویؐ میں ہے۔ اسکی مثال ماعز اسلمی اور غامدیہ عورت کی سنگساری کا واقعہ ہے۔

س: زنا کے نقصانات اور خرابیاں حدیث نبوی کی روشنی میں بیان کریں۔

ج: آنحضورؐ نے فرمایا: لوگو! زنا سے بچو اس میں چھ خرابیاں ہیں تین دنیا میں ----
چہرے کی بے رونقی، افلاس، عمر میں کمی
اور تین آخرت میں ---- اللہ کی ناراضگی، حساب کی خرابی اور دائمی جہنم

س: احصان سے کیا مراد ہے؟

ج: احصان کے معنی اخلاقی قلعہ بندی کے ہیں۔

س: احصان کی تکمیل کے تین عناصر لکھو۔

ج: (۱) کوئی خدا پر ایمان رکھتا ہو آخرت کی جوابدہی کا قائل ہو (۲) معاشرے کا آزاد فرد ہو (۳) اس کا نکاح ہو چکا ہو۔

س: احصان کی پانچ شرائط فقہاء کی نظر میں لکھو۔

ج: (۱) اسلام (۲) آزادی (۳) عقل (۴) بلوغ (۵) محصن عورت سے فطری تعلق کا جائز طور پر قیام

س: کیا حضور ﷺ نے رجم کی سزا دی؟

ج: جی ہاں، حضرت ماعز اسلمی اور غامدیہ عورت کو رجم کی سزا دی۔

س: ثبوت زنا کی شرائط کیا ہیں؟

ج: (۱) شہادت (۲) اقرار (۳) حمل

س: زنا کے ثبوت پر کتنے لوگوں کی گواہی ضروری ہے؟

ج: چار عینی گواہ ہونا لازمی ہے۔

س: زنا کے گواہ کیسے ہوں؟

ج: عاقل بالغ ہوں (۲) جھوٹے نہ ہوں (۳) خائن نہ ہوں (۴) سزا یافتہ نہ ہوں (۵) ملزم کے دشمن نہ ہوں

س: گواہوں کی شہادت کس طرح ہوگی؟

ج: شہادت دیں کہ انہوں نے ملزم اور ملزمہ کو عین حالت مباشرت میں دیکھا ہے۔

س: اقرار زنا سے کیا مراد ہے؟

ج: ملزم اقرار کرے کہ میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے اور خارجی دباؤ سے آزاد ہو۔

س: ملزم کتنی مرتبہ اقرار زنا کرے گا؟ 5

ج: ملزم چار بار زنا کا اقرار کرے گا۔

س: نفاذ حد کی فضیلت کے بارے میں ارشاد نبویؐ لکھو۔

ج: "اللہ کے شہروں کے اندر حدود اللہ میں سے کسی حد کا قائم کرنا چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے"

س: آیت مکمل کریں اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا ----

ج: زَانِیَۃً او مُشْرِکَۃً

س: قذف سے کیا مراد ہے؟

ج: اسلام میں کسی پاکباز مرد یا پاکباز عورت پر زنا کی تہمت لگانے یا کسی صحیح النسب شخص کے نسب میں انکار کو قذف کہتے ہیں۔

س: قذف کے بارے میں قرآنی حکم لکھو۔

ج: اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ

س: قذف کے بارے میں حضورؐ کا حکم کیا ہے؟

ج: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو جس میں سے ایک پاکدامن عورت پر تہمت لگانا ہے

س: قذف کی سزا کیا ہے آیت لکھیں۔

ج: اسی کوڑے، آیت یہ ہے

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ فَاجْلِدُوْھُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَۃً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَھُمْ شَھَادَۃً اَبَدًا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ
(النور: ۴)

س: قذف کی شرائط لکھو

ج: بلوغت (۲) عاقل ہونا (۳) آزاد ارادے سے یہ فعل کیا ہو (۴) مقذوف کا اپنا باپ یا دادا نہ ہو۔ (۵) گونگا ہو (امام ابو حنیفہ کے نزدیک)

س: بچہ اگر قذف کا مرتکب ہو تو کیا حکم ہے؟

ج: اس کو سزا دی جائے گی۔

س: کیا کافر پر حد لاگو ہوگی؟

ج۔ نہیں، مسلمان پر ہوگی۔

س: لعان سے کیا مراد ہے؟

ج: لعان کے لغوی معنی لعنت کرنا اور دور کرنے کے ہیں فقہی اصطلاح میں زوجین

Scanned with CamScanner

میں سے ہر ایک کی جانب سے قسم کے ساتھ اللہ کی لعنت اور غضب الٰہی کی شہادت
دینا لعان ہے۔

س: لعان کے بارے میں قرآنی حکم لکھو۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ ---مِنَ الصّٰدِقِيْنَ
(النور ۶،۸)

س: طریقہ لعان کیا ہے؟

ج: شوہر چار قسمیں اللہ کے نام کی کھائے کہ اس نے اپنی بیوی کو زنا کرتے دیکھا پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ اسی طرح بیوی بھی چار بار قسم کھائے گی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے پانچویں قسم کہ اگر وہ سچا ہو تو مجھ پر خدا غضب نازل ہو۔

س: لعان کی شرائط لکھو؟

ج: (۱) زوجین عاقل وبالغ ہوں (۲) عورت انکار کرے، مرد الزام لگائے (۳) شوہر کے پاس گواہ نہ ہوں

س: واقعہ افک کیا ہے اور کس کے ساتھ پیش آیا؟

ج: حضرت عائشہؓ پر تہمت زنا کا فتنہ اٹھایا گیا اور یہ واقعہ چھ ہجری کو ہوا۔

س: واقعہ افک پر قرآنی آیت لکھو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ○

س: حضرت عائشہ کی فضیلت کیا ہے؟

ج: قرآن میں ان کی براءت میں ۱۰ آیات نازل ہوئیں (النور ۱۱،۲۱)

س: اشاعت فحش کی دورِ حاضر میں جدید شکلیں لکھو۔

ج: بے حیائی وفحاشی (۲) رقص (۳) تبرج جاہلیت (۴) گانا (۶) فحش شاعری وغیرہ

س: افک کے معنی کیا ہیں؟

ج: بات کو الٹ دینا اور حقیقت کے خلاف کچھ سے کچھ بنا دینا ہے، یعنی بہتان تراشی اور جھوٹ گھڑنا۔

س: حضرت عائشہؓ پر زنا کی تہمت کس نے لگائی؟

ج: مدینہ کے منافقین نے لگائی جس کا سرغنہ عبداللہ بن ابی منافق تھے

س: کس غزوہ میں حضرت عائشہؓ پر تہمت لگی؟

ج: غزوہ بنی مصطلق

س: حضرت عائشہؓ کو کس نے لشکر کی روانگی کے بعد دیکھا اور اونٹ پر بٹھایا؟

ج: صفوان بن معطل سلمی جو بدری صحابی تھے۔

س: اس معاملہ کا مشورہ حضورؐ نے کس سے کیا؟

ج: حضرت علیؓ اور اسامہ بن زیدؓ سے

س: واقعہ افک میں کون سے دو مسلمان شریک تھے؟

ج: واقعہ افک میں دو مسلمان مرد، مسطح بن اثاثہ اور حسان بن ثابت اور ایک عورت حمنہ بنت جحش شریک تھیں۔

س: غض بصر کا حکم کس سورت میں ہے؟

ج: سورۃ نور آیت نمبر ۳۰،۳۱ میں عورت اور مرد دونوں کو مخالف جنس کو دیکھنے کی منع کیا گیا ہے کیونکہ بد نگاہی زنا کا اولین سبب ہے۔

س: الاستیذان کے معنی و مفہوم لکھو۔

ج: لغوی معنی اذن طلب کرنا ہے۔ اسلامی اصطلاح میں اس سے مراد ہے کہ آدمی غیر کے گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت طلب کرے۔

س: استیذان کا قرآنی حکم لکھو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ

س: استیذان کے بارے میں فرمان نبویؐ لکھو

ج: اگر کوئی بغیر اجازت تیرے گھر میں داخل ہو اور تو نے پتھر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو تیرے لئے کوئی پکڑ نہیں ہے (مسلم)

پرچہ جات

پرچہ اسلامیات اختیاری (الف) بی۔اے بی۔زیڈ یونیورسٹی ملتان 2005ء
(نیا کورس)

-1 تفسیر کا تعارف کراتے ہوئے تفسیر کی اہمیت اور ضرورت پر نوٹ لکھیے۔

یا

تفسیر بالماثور سے کیا مراد ہے؟ تفسیر ابن کثیر کا تعارف اپنے الفاظ میں کرائیے۔

-2 مندرجہ ذیل قرآنی اجزاء میں سے صرف ایک جز کا با محاورہ ترجمہ اور تفسیر کیجیے۔

(الف) اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ. فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ . اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

(ب) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ط فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط

-3 مندرجہ ذیل قرآنی اجزاء میں سے صرف ایک جز کا با محاورہ ترجمہ اور تفسیر کیجیے۔

(الف) وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○

(ب) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ج وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ○

-4 سورہ بقرہ کے حوالے سے "قصاص" یا "طلاق" پر تفصیلی نوٹ لکھیے۔

-5 سورہ نور کے حوالہ سے "واقعہ افک" یا احکام پردہ پر مفصل نوٹ لکھیے۔

-6 ثلاثی مجرد سے کیا مراد ہے؟ ثلاثی مجرد کے چھ ابواب لکھیے۔

یا

نَصَرَ ماضی مطلق سے مضارع معروف کی گردان صیغوں کی پہچان کے ساتھ لکھیے۔

Scanned with CamScanner

7- مندرجہ ذیل میں سے صرف پانچ سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

(i) لفظ قرآن کا لغوی اور اصطلاحی معنی بتائیے۔

(ii) حدیث کا لغوی اور اصطلاحی معنی بتائیے۔

(iii) تفسیر قرآن کے دو بڑے ماخذ بیان کیجیے۔

(iv) یَعْلَمُوْنَ کون سا صیغہ ہے؟ معنی بتائیے۔

(v) مکی اور مدنی کی وجہ امتیاز بتائیے۔

(vi) سورہ بقرہ کی وجہ تسمیہ بیان کیجیے۔

(vii) آیت الکرسی کون سی سورت میں ہے؟

(viii) مردار کا کھانا کن صورتوں میں جائز ہے؟

پرچہ اسلامیات (الف) اختیاری بی۔اے

بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان 2006ء

1- تفسیر کا مفہوم بیان کریں۔ تفسیر بالماثور اور بالرائے پر روشنی ڈالیں۔ یا

تفسیر تفہیم القرآن پر نوٹ لکھیں۔

2- مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک جز قرآنی کا ترجمہ اور تفسیر کیجیے۔

(الف) یسئلونک عن الاھلۃ قل ھی موا قیت للناس والحج ولیس البرُّ بانْ تاتو البیوت من ظھورھا والکن البر من اتقیٰ واتو البیوت من ابوابھا واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللّٰہ لا یحب المعتدین.

(ب) یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبرُ من نفعھما ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو کذالک یُبینُ اللّٰہ لکم الایٰت لعلکم تتفکرون فی الدنیا والاخرۃ.

3- مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک جز قرآنی کا بامحاورہ ترجمہ اور تفسیر لکھیے۔

(الف) ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ واللّٰہ یعلمُ وانتم لا تعلمون ولولا فضل اللّٰہ علیکم ورحمتہٗ وان اللّٰہ رؤف رحیم○

(ب) یاایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتیٰ تستانسوا وتسلموا علی اھلھا ذٰلکم خیر لکم لعلکم تذکرون ○ فان لم تجدوا فیھا احدًا فلا تدخلوھا حتیٰ یوذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکی لکم واللّٰہ بما تعملون علیم.

4- سورۃ البقرہ کے حوالے سے ربا (سود) پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔ یا

عدت پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

5- سورۃ النور کی روشنی میں حد زنا یا احکام پردہ پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

6- مرکب اضافی، مرکب توصیفی کی تعریف کریں اور دو دو مثالیں دیں۔ یا

کتب سے ماضی مطلق معروف کی گردان صیغوں کی پہچان کے ساتھ لکھیں۔

Scanned with CamScanner

-7 کم از کم پانچ سوالوں کے مختصر جواب لکھیے۔

(i) تفسیر کی کتنی اقسام ہیں؟

(ii) مکی اور مدنی سورتوں کی تعداد کتنی ہے؟

(iii) دیت کسے کہتے ہیں؟

(iv) برصغیر کے دو مشہور مفسرین کے نام لکھیں۔

(v) احکام پردہ کس سورہ میں ہیں؟

(vi) انفاق فی سبیل اللہ کے معنی کیا ہیں؟

(vii) حج کس سال فرض ہوا؟

(viii) طلاق کی کتنی اقسام ہیں؟

پرچہ اسلامیات اختیاری الف' بی اے' بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان 2007ء

-1 تفسیر کا مفہوم بیان کرتے ہوئے قرآن کریم کی تفسیر کی دو بڑی اقسام کا مختصر تعارف کرائیے۔

یا

قرآن کریم کی کم از کم پانچ خصوصیات بیان کیجیے۔

-2 مندرجہ ذیل قرآنی اجزاء میں سے صرف ایک جزو کا ترجمہ اور تفسیر کیجیے۔

(ا) كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ص وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ج فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ط وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

(ب) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ص فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا قف ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۔ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ O

-3 مندرجہ ذیل قرآنی اجزاء میں سے صرف ایک جزو کا ترجمہ اور تفسیر لکھیے۔

(ا) وَلَا يَاْتَلِ اُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ج وَلْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا ط اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O

(ب) وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ ط يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

-4 سورہ بقرہ کی روشنی میں مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک پر مفصل نوٹ لکھیے۔

طلاق کے احکام - انفاق فی سبیل اللہ

-5 سورۂ نور کی روشنی میں مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک پر مفصل نوٹ لکھیے۔

واقعۂ افک - احکام پردہ

-6 "سمع" سے ماضی مطلق معروف کی گردان اس طرح لکھیں کہ صیغوں کی مکمل پہچان ہو جائے اور ہر صیغے کا ترجمہ بھی لکھیے۔

یا

Scanned with CamScanner

جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کی تعریف کیجئے اور ہر ایک کی دو دو مثالیں لکھئے۔

-7 مندرجہ ذیل کا مختصر جواب لکھئے۔

(i) لعان سے کیا مراد ہے؟

(ii) سورہ نور کب نازل ہوئی۔

(iii) مُداہنت سے کیا مراد ہے؟

(iv) جہاد کی دو مشہور اقسام بیان کریں۔

(v) آیت الکرسی کا مرکزی مفہوم کیا ہے؟

(vi) مہر مثل سے کیا مراد ہے؟

(vii) خمر کی فقہی تعریف کیجئے۔

(viii) سفر کی وہ مسافت بیان کریں۔ جس پر شرعی احکام میں نرمی ہو جاتی ہے۔

(ix) سب سے پہلی وحی کہاں اور کب نازل ہوئی؟

(x) کس صحابی کو مفسر قرآن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے؟

Scanned with CamScanner